

تاریخ اسلام

خلافت عباسیہ



تالیف

شیخ محمد عیسیٰ الہری

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ اسلامیہ

تاریخ اسلام

خلافتِ عباسیہ
حصہ سوم

تالیف

شاہ معین الدین ابراہیم زوی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تالیخ اسلام

خلافتِ عباسیہ
حصہ سوم و چہارم

تالیف

شاہ معین الدین لکھنوی

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ اسلامیہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

ناشر محمد زور عظیم
اشاعت اگست 2012ء
قیمت

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غربی سڑیت اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973 فیکس: 042-37232369
شیمسٹ سٹریٹ بال مقابل شیل پٹرول پمپ کوٹوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256

E-mail: maktabaislamiapk@gmail.com

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
27	عبداللہ بن علی کا دعویٰ خلافت	14	دیباچہ طبع اول
29	ابو مسلم کا قتل	16	دیباچہ طبع دوم
29	سہبا کی بغاوت	17	دولت عباسیہ کی اہمیت
30	جمہور بن مرار علی کی بغاوت		مسئلہ خلافت کی تاریخ اور
30	مختلف بغاوتیں	17	عباسی حکومت کا قیام
30	ملبد بن حرمہ کی بغاوت		ابوالعباس عبداللہ بن
31	فرقہ راوندیہ کی شورش		محمد المعروف بہ سفاح
	عبدالجبار بن عبدالرحمن ازدی والی	22	
31	خراسان کی بغاوت		۱۳۷ھ مطابق ۷۵۴ء تا ۱۳۶ھ مطابق ۷۵۳ء
32	حسان بن مجالد کی بغاوت	22	پایہ تخت
33	استاذیس کا دعویٰ نبوت	23	وزارت
34	افریقہ کی بغاوت	23	غیر مقبوضہ علاقوں پر قبضہ
36	اندلس میں اموی حکومت کا آغاز	24	بغاوتوں کا استیصال
	عبدالرحمن الداخل کا ورود اندلس اور	24	خوارج
38	اموی حکومت کا قیام	25	رومیوں کا حملہ
39	علوی	25	فتوحات
40	نفس زکیہ کا خروج	26	ولی عہدی
41	منصور کا خط	26	ابو مسلم خراسانی کا حج اور سفاح کی وفات
42	نفس زکیہ کا جواب	26	اوصاف
44	منصور کا دوسرا خط		ابوجعفر عبداللہ بن
48	عبداللہ بن علی کا مشورہ		محمد الملقب بہ منصور
49	نفس زکیہ کی شہادت	27	
50	ابراہیم بن عبداللہ کی تلاش		۱۳۶ھ مطابق ۷۵۳ء تا ۱۵۸ھ مطابق ۷۷۴ء

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
70	بغاوت	50	ابراہیم کا خروج اور قتل
	مختلف غیر مسلم ختم انوں سے معاہدے	51	عبداللہ کی اولاد کا قتل اور قید
71	اوران کی اطاعت	51	مطلبیہ پر رومیوں کا قبضہ
71	رومیوں سے معرکہ آرائیاں	52	کوہستان طبرستان اور دباوند پر قبضہ
72	سندھ کی فتوحات	53	دیالمہ کی تاخت
73	ولایت عہد	53	رومی مہمات
73	وزارت	53	سندھ کی فتوحات
74	ابو عبداللہ یعقوب	54	ولایت عہد
76	فیض بن ابی صالح میثا پوری	55	وزارت
76	وفات	55	ابو ایوب
77	تدبیر مملکت	56	رتبع بن یونس
77	اخلاق و سیرت	57	وفات
80	خوش خلقی	57	اخلاق و سیرت
80	حرمین کی خدمت	58	عدل و جور میں منصور کی سیاست
81	دوسری تعمیرات	62	بغداد کی تعمیر
81	علمی حیثیت	64	تعمیر حرم
82	اصلاح عقائد	64	علمی خدمات
82	علمی خدمات	66	تفریحی مشاغل سے احتراز
82	مساوات	66	کفایت شعاری
83	خشیت الہی	66	فیاضی
83	محبت رسول	68	خزانہ عامرہ
83	فیاضی	69	محمد مہدی بن منصور
84	عیش پرستی	۱۵۸ھ مطابق ۷۷۵ء تا ۱۶۹ھ مطابق ۷۸۵ء	
85	موکی ہادی بن مہدی	69	مہدی کا پہلا کام
	۱۶۹ھ مطابق ۷۸۵ء تا ۱۷۰ھ مطابق ۷۸۶ء	69	مقتع کا دعویٰ الوہیت
85	حسین بن علی کا خروج اور قتل	70	یوسف البرم کی بغاوت
			عبدالسلام یفکری اور بیل الخوف کی

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
107	براکہ کا قتل و جیس	86	حزہ بن مالک خارجی کی بغاوت
108	وفات	87	رومیوں سے معرکہ آرائی
108	ہارونی عہد کی خصوصیات	87	ولایت عہد
	علمی خدمات اور علما و اصحاب علم کی	88	وزارت
113	قدر دان	88	وفات
114	اخلاق و سیرت	89	اوصاف
117	محمد الامین بن ہارون	90	ذات نبوی ﷺ سے محبت و عقیدت
	۱۹۳ھ مطابق ۸۰۹ء تا ۱۹۸ھ مطابق ۸۱۳ء	90	رعایا نوازی
	رافع بن لیث کی شورش اور اس کی	91	فیاضی
117	اطاعت	92	ہارون الرشید بن مہدی
117	امین و مامون میں اختلاف		۸۰۹ھ مطابق ۸۰۹ء تا ۱۹۳ھ مطابق ۸۰۹ء
119	امین کا نقض عہد	92	یحییٰ بن عبداللہ کا خروج
119	مخالف حکمرانوں سے صلح	92	دمشق کے مسفری اور یحییٰ قبائل میں جنگ
120	معاہدوں کا چاک کرنا	94	سندھ میں شورش
120	فوجوں کی روانگی	94	بعض دوسری بغاوتیں
120	جنگ اور شکست	94	ولید خارجی کا قتل
121	دوسری فوج کی روانگی اور شکست	95	افریقی فوج کی بغاوت
121	تیسری فوج کی روانگی اور واپسی	96	ابراہیم بن اعلب کی ولایت افریقہ
122	عراق میں مامون کی بیعت	98	خارجی حالات اور فتوحات
123	حریم کی بیعت	99	ولایت عہد
123	امین کی ناکامی اور بغداد میں شورش	100	خاندان براکہ
124	بغداد کا محاصرہ	101	یحییٰ
126	امین کی گرفتاری اور قتل	102	فضل
126	عام حالات	103	جعفر
128	عبداللہ المامون بن ہارون	104	زوال براکہ کی غلط روایات
	۱۹۸ھ مطابق ۸۱۳ء تا ۲۱۸ھ مطابق ۸۳۳ء	105	زوال براکہ کے حقیقی اسباب

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
	خراسان کی ولایت پر طاہر بن حسین کا تقرر	128	طاہر کے خلاف فوج کی بغاوت
140		128	نضر بن شیبث عقیلی کی بغاوت
141	نضر بن سیار پر فوج کشی اور گرفتاری	129	محمد بن ابراہیم کا خروج
142	افریقہ کی بغاوت		محمد بن ابراہیم کی موت اور محمد بن محمد کی بیعت
142	عبدالرحمن بن احمد علوی کا خروج	129	عباسی عمال کا اخراج اور ابوالسرایا کا قبضہ
142	ابراہیم کے حامیوں کی سازش		مکہ پر حسین الافطس کا قبضہ
	عبداللہ بن سری کی بغاوت اور اسکندریہ سے اندلسیوں کا خروج	130	ابوالسرایا کا قتل
143	قم کی بغاوت	130	محمد بن جعفر صادق کی بیعت
143	زریق بن علی کی بغاوت	131	اہل مکہ کی برہمی اور حسین الافطس کی شکست
143	بابک خرمی کا خروج		ہرثمہ بن العین کا قتل
144	فتوحات	131	فوج کی بغاوت
145	شاہ کاہل کی اطاعت	133	بغداد میں شورش اور اس کا تدارک
145	ہادشاہ اشروسنہ کی اطاعت اور اسلام	134	علی بن موسیٰ رضا کی ولی عہدی
146	طبرستان کے پہاڑی امرا کی اطاعت	135	ابراہیم کی بیعت
147	ایشیائے کوچک کی فتوحات	135	مامون کی بے خبری اور انکشاف حقیقت
147	کریٹ کی فتح	136	مامون کا سفر بغداد اور وزیر اعظم کا قتل
147	صقلیہ کی فتوحات	136	مطلب بن عبداللہ کی علیحدگی
147	فضل بن سہل کی وزارت	137	علی بن موسیٰ رضا کی وفات
150	حسن بن سہل	137	عیسیٰ بن محمد کی علیحدگی
151	احمد بن ابی خالد	138	مامون اور ابراہیم کے حامیوں کی جنگ
151	احمد بن یوسف	138	مامونی فوجوں کا بغداد میں داخلہ اور ابراہیم کا فرار
152	ثابت بن یحییٰ	138	بغداد میں مامون کا داخلہ
152	ابوعبداللہ محمد بن یزید		
153	وفات	139	
154	سیرت و فضل و کمال	139	

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
178	محمد بن زیات	154	مامونی عہد کی علمی ترقیاں
178	وفات	158	رعایا کی خبر گیری
179	اوصاف	158	عدالت
179	ترکوں کا عروج	160	حلم و عفو
180	سامرا کی آبادی	161	تواضع اور بے تکلفی
180	زمینوں کی آبادی	162	فیاضی
181	تعلیمی حالت	163	پرائیویٹ زندگی
181	ایک افسوسناک فتنہ	163	مذہبی حالت
182	باورچی خانہ کا خرچ	166	اپنے متعلق مامون کا تبصرہ
182	سادگی اور بے تکلفی	167	معتصم باللہ بن ہارون
183	واثق باللہ بن معتصم	۲۱۸ھ مطابق ۸۳۳ء تا ۲۲۷ھ مطابق ۸۴۱ء	
	۲۲۷ھ مطابق ۸۴۱ء تا ۲۳۲ھ مطابق ۸۴۶ء	167	محرہ کی فتنہ انگیزی
183	بنی قیس کا فساد	167	محمد بن قاسم علوی کا خروج
183	مہرق کی گرفتاری	168	زط کی بغاوت
183	اعراب حجاز کی بغاوت	168	بابک خرمی کی مہم
184	احمد بن نصر کا خروج	169	آرمینہ میں بے چینی
186	قیدیوں کا تبادلہ	170	مازیار والی طبرستان کی بغاوت
186	ہونیمر کی بغاوت	170	مازیار کی گرفتاری اور اس کا قتل
187	آرمینہ میں خلفشار	171	منکجو رکی بغاوت اور قتل
187	خوارج کی بغاوت	171	جعفر بن فہر جس کی بغاوت اور قتل
187	فتوحات	172	افشین سے بدظنی
188	وزارت	172	افشین کی گرفتاری اور قتل
189	وفات	173	مہرق کی بغاوت
189	حلیہ	173	فتح عموریہ
189	علمی استعداد	177	عباس بن مامون کی بغاوت اور موت
190	علمی مجالس	177	وزارت

فہرست

8

حصہ سوم

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
205	ولایت عہد	190	مسئلہ خلق القرآن
205	وزارت	191	علویوں کے ساتھ حسن سلوک
206	معتزلہ کا عروج اور منہصر کا زوال	191	رفاہ عام کے کام
	منہصر پر ناروا زیادتی اور ولی عہدی	191	حریم کی خدمت
207	سے اخراج	192	ترکوں سے غفلت
207	منہصر کے اختلاف کا ایک اور سبب	193	متوکل علی اللہ بن معتمد
207	متوکل کا قتل	۲۳۲ھ مطابق ۸۴۷ء ۲۳۶ھ مطابق ۸۶۱ء	
208	حلیہ	193	وزیر ابن زیات کا قتل
208	رعایا کے ساتھ تعلقات	194	ابن بعیث کی گرفتاری اور موت
208	ملک کی آسودہ حالی	194	ایک مدعی نبوت
209	ذاتی حالات	195	آرمینہ کے بھارت کی بغاوت
209	مذہب	195	یعقوب بن لیث الصفاری کا آغاز
209	احیائے سنت	196	مصر پر رومیوں کا هجوم
210	خلق قرآن کے مناظرہ کا انسداد	196	حمص کی بغاوت
210	علماء کا احترام اور صلحائے عقیدت	197	مسلمان قیدیوں کی رہائی
	اہل بیت سے عداوت اور مشہد	197	صعید مصر پر بجاء کی یورش
211	حسین رضی اللہ عنہ کا انہدام	198	بجاء پر فوج کشی
211	امام حسن عسکری	199	تغییرات ارضی اور سماوی کا طوفان
212	بعض مشہد و آیات	199	صقلیہ کی فتوحات
212	فیاضی میں اعتدال	200	قصریانہ کی فتح
213	منہصر باللہ بن متوکل	202	دوسری فتوحات
	۲۳۷ھ مطابق ۸۶۱ء ۲۴۸ھ مطابق ۸۶۲ء	202	دور تنزل کا آغاز
213	ابو الجہور شاربی کا خروج	203	امیر ایتاخ ترکی کا قتل
213	فتوحات	204	عمرو بن فرج کی قید اور رہائی
214	دار الخلافہ سے صیف ترکی کی علیحدگی	204	خاندانوں کی سزائیں
214	ولایت عہد سے معتزلہ اور مویہ کا اخراج	205	قاضی احمد بن ابی داؤد پر غتاب

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
228	مستعین اور معتر کی لڑائیاں	215	باب کے قتل کا ٹم
229	نظر بندی	216	علاات و وفات
229	وزارت	217	حلیہ
229	صفات	217	صفات
230	معتر باللہ بن متوکل	217	آل اطہار کے ساتھ حسن عقیدت
230	۲۵۱ھ مطابق ۸۶۵ء تا ۲۵۵ھ مطابق ۸۶۹ء	218	وزارت
230	بغا اور وصیف سے ناراضی اور صفائی	219	مستعین باللہ بن معصم
231	موید کی قید اور موت	219	۲۳۸ھ مطابق ۸۶۲ء تا ۲۵۱ھ مطابق ۸۶۵ء
231	مستعین کا قتل	219	حکام کا تقرر
231	مضر اور شام کے وائیوں کی بیعت	219	معتر اور موید کی نظر بندی اور احمد بن
232	بغدادی فوج کی بغاوت	220	نصیف کی ج. وطنی
232	ترک اور مغاریہ کا اختلاف	220	بغداد میں شورش
233	مسادر خارجی کی شورش	221	اتامش کا قتل
233	علوی	221	ابوالحسن بیگی بن عمر کو خروج اور قتل
233	جستہان میں صفاریوں کی نفی طاقت کا	222	طبرستان میں دولت علویہ کا آغاز
234	ظہور	223	علویوں کا عام ظہور
238	کرمان پر قبضہ	224	اردن میں شورش
239	فارس پر قبضہ	224	حمص کی بغاوت
239	احمد بن طوایف	225	یوسف القصص کی بغاوت
241	مضر میں دولت طوایف کا قیام	225	فارس کی بغاوت
242	وصیف کا قتل	225	بغا اور باغریں اختلاف
242	معتر اور بغا میں کشیدگی اور بغا کا قتل	226	باغری کا قتل
243	وزارت	227	سامرا سے مستعین کا فرار
243	ترکوں کی بغاوت اور معتر کی معزولی	227	ترکوں کی معذرت اور مستعین کا واپسی
244	دستبرداری	227	سے انکار
244	صفات معتر	227	معتر کی بیعت

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
261	ملک کی حالت	245	حلیہ
262	عیسیٰ بن شیخ والی شام کی بغاوت	246	مہندی باللہ بن واثق
262	صاحب الزنج کی قیامت خیز شورش	۲۵۵ھ مطابق ۸۶۹ء، ۲۵۶ھ مطابق ۸۷۰ء	
263	صفاریہ	246	بغداد میں مخالفت
264	طاہریہ کا خاتمہ	247	قبیحہ کی جلا وطنی
	حسن بن زید علوی کی شکست اور عبداللہ	247	مہندی کے مبارک ارادے
265	الہجری کا قتل	248	مسادر خارجی
265	فارس پر موی کا تقرر اور استعفا	248	صاحب الزنج کا خروج
265	فارس پر یعقوب کا قبضہ	249	طبرستان سے موی کی واپسی
	صفار اور معتد کی جنگ اور صفاری		جوش سامرائیں موی کا داخلہ اور مہندی
266	شکست	250	کا اخراج
	خراسان پر احمد بن عبداللہ نجستانی کا		ایک مشکوک خط اور مہندی کے عزل کا
267	قبضہ	250	مشورہ
267	صفاری موت	250	مہندی کی دلیرانہ تقریر
268	عمر بن لیث الصفار		مہندی کے عزل کا فیصلہ عوام کا جوش اور
269	احمد بن طولون	251	اصلاحات کا مطالبہ
	ابن طولون کے کارنامے اور اس کا	252	مطالبات کی منطابری
269	عروج	253	فوج میں اختلاف
	ابن طولون کے خلاف سازش اور اس	254	مہندی کے مساعی اور اس کا انجام
270	میں ناکامی	255	عوام کی مخالفت
	ابن طولون سے موفق کی مخالفت اور	258	حلیہ
270	ناکامی	258	علماء کی قدردانی
271	شام پر قبضہ	258	قیام عدل
271	عباس کی بغاوت	259	زہد و ورع
272	عباس کی گرفتاری اور سزا	261	معمد علی اللہ بن متوکل
	ابن طولون کے غلام لولوا اور اہل طرطوس	۲۵۶ھ مطابق ۸۷۰ء، ۲۵۹ھ مطابق ۸۹۲ء	

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
290	حکومت پر تبصرہ	272	کی بغاوت
292	نذیبی خدمات		مسند کا موقف کے خلاف ابن طولون کے
295	ذاتی اوصاف	272	دامن میں پناہ لینا
296	ملکشی باللہ بن معتضد		ابن طولون کا موقف کے خلاف اعلان
	۲۸۹ھ مطابق ۹۰۲ء تا ۲۹۵ھ مطابق ۹۰۸ء	273	جہلیہ اور وفات
296	بدر معتضد کی کا قتل	273	نخلہ دویہ بن احمد بن طولون
297	شام پر قرامطہ کے مظالم	274	دولت سامانیہ ماوراء النہر
300	طولونی حکومت کا خاتمہ	275	قرامطہ کا ظہور
301	طاهر صغاری کا فارس پر قبضہ	277	بیرونی مہمات
	موصول میں آل حمدان کی حکومت کا	278	موفق کی وفات اور ولی عہدی کا مسئلہ
302	آغاز	278	وزارت
303	فتوحات	280	وفات
303	وزارت	282	معتضد باللہ بن موفق
304	وفات		۲۷۹ھ مطابق ۸۹۲ء تا ۲۸۹ھ مطابق ۹۰۲ء
304	اوصاف	282	رافع بن ہرثمہ کی بغاوت اور قتل
305	مقتدر باللہ بن معتضد	283	خوارج کا استیصال
	۲۹۵ھ مطابق ۹۰۸ء تا ۳۲۰ھ مطابق ۹۳۳ء	286	قرامطہ
	مقتدر کی مخالفت اور عبداللہ بن معتز کی		اسماعیل سامانی اور عمرو بن لیث کی جنگ
305	بیعت	287	اور عمرو کی گرفتاری
306	ابن معتز کی شکست اور مقتدر کی بحالی		اسماعیل اور محمد بن زید کی جنگ اور محمد
306	حسین بن حمدان کی گرفتاری اور قتل	288	بن زید کا قتل
	امیر ابن ابی الساج کی بغاوت اور	288	وصیف خادم کی گرفتاری
307	گرفتاری	289	طولونیہ مصر اور معتضد کے تعلقات
	رے میں بدظمی اور نصر بن نعمہ سامانی	289	رومیوں سے معرکہ آرائیاں
308	کا قبضہ	290	وزارت
309	صغاریہ کا خاتمہ	290	وفات

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
	۳۲۲ھ مطابق ۹۳۲ء تا ۳۲۹ھ مطابق ۹۴۱ء	309	قراصلطہ
	بارون بن غریب کی بغاوت اور اس کا قتل	311	دولت فاطمیہ کا قیام
339	راضی کی جانب سے علی بن بویہ	316	زیاری حکومت کا قیام
	عمادالدولہ کی حکومت کی تصدیق	318	بیرونی مہمات
340	مرداوینج کا قتل	320	مقتدر اور امیر الامرا مونس میں اختلاف
340	عمادالدولہ کی حکومت کا آغاز	321	مقتدر کی معزولی اور دوبارہ حصول خلافت
341	یا قوت کے لڑکوں مظفر اور محمد کی گرفتاری	322	امیر الامرا مونس اور حاجب یا قوت کا اختلاف
341	حنابلہ کی اصلاح کا ہنگامہ		مونس اور وزیر حسین بن قاسم میں اختلاف اور مونس کا فرار
341	ناصرالدولہ حمدانی والی موصل کی مخالفت اور اطاعت	323	موصل پر مونس کا قبضہ
342	ابن مقلد کی معزولی	324	بغداد پر فوج کشی
342	امیر یا قوت کا قتل	324	مقتدر اور مونس کا مقابلہ مقتدر کی شکست اور قتل
343	امیر الامرائی کا قیام اور ابن رائق کا تقرر	325	وزارت
345	عباسی خلافت پر اس کے اثرات	326	رفادہ عام کے کام
345	ابو عبد اللہ بریدی کی بغاوت اور عراق و خورستان کے لیے امر کی کشاکش	330	قاہر باللہ بن معتضد
346	ابن رائق کے خلاف ابن مقلد کی سازش اور اس میں ناکامی	331	۳۲۹ھ مطابق ۹۳۳ء تا ۳۲۲ھ مطابق ۹۳۸ء
348	بغداد پر یحکم کا قبضہ اور اس کی امیر الامرائی	332	عبدالواحد بن مقتدر کی اطاعت
349	بغداد پر ابن رائق کا دوبارہ قبضہ	332	مونس اور قاہرہ میں اختلاف اور مونس اور اس کی جماعت کا قتل
350	یحکم کی واپسی اور شام کی حکومت پر ابن رائق کا تقرر	333	دیلی حکومت کا قیام
350		336	وزارت
		336	قاہر باللہ کی معزولی
		338	اوصاف
		339	راضی باللہ بن مقتدر

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
	ابن رائق کا قتل اور بغداد پر متقی کا	351	بالہا کی بغاوت اور گرفتاری
	دو بار قبضہ اور ناصر الدولہ کی	351	ابن بریدی کی فتنہ انگیزی اور ناکامی
385	امیر الامرائی		شام پر ابن رائق کا قبضہ اور اشیدی
	ترکوں کی بغاوت اور ناصر الدولہ کی	352	حکومت سے صلح
359	امیر الامرائی کا خاتمہ	353	وزارتیں
	بغداد پر تورون ترکی کا قبضہ اور اس کی	354	وفات
359	امیر الامرائی		راضی کے زمانہ میں عباسی خلافت کی
359	متقی اور تورون میں بدگمانی	354	زبوں حالی
	تورون کے خوف سے متقی کی موصل	355	اوصاف
360	رواگی اور دونوں میں مصالحت	356	متقی باللہ بن مقتدر
361	ابو عبد اللہ بریدی کی موت		۳۲۹ھ مطابق ۹۴۱ء تا ۳۳۳ھ مطابق ۹۴۴ء
361	بیرونی مہمات	356	جنگلیم کی موت
362	وزارت		بغداد پر ابن بریدی کا قبضہ ناکام واپسی
363	متقی کی معزولی	357	اور کورنٹلین کی امیر الامرائی
364	اوصاف		بغداد پر ابن بریدی کا قبضہ اور ابن رائق
		358	اور متقی کا فرار





دیباچہ طبع اول

اسلامی حکومتوں میں مذہبی و سیاسی اہمیت مدت کی وسعت، تہذیب و تمدن کے فروغ اور علوم و فنون کی ترقی کے اعتبار سے خلافت عباسیہ کو سب سے زیادہ اہمیت و امتیاز حاصل ہے۔ یہ حکومت ۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ تک پانچ سو سال سے اوپر قائم رہی۔ گو اس مدت میں اس پر تغیر و انقلاب اور عروج و زوال کے بڑے بڑے دور گزرے۔ اس نے ہارون، مامون اور معتصم کی عظمت و شان اور جاہ جلال کے مناظر بھی دیکھے اور ان کے بعد کے خلفاء کے تنزل و ادباز اور بے بسی و بے کسی کا عبرت آموز تماشا بھی دیکھا۔ جب کہ خود ان میں کوئی قوت باقی نہ رہ گئی تھی اور ان کے پرہ میں غالب قوتیں حکمرانی کرتی تھیں۔ جسے چاہتی تھیں خلیفہ بناتی تھیں جسے چاہتی تھیں معزول بلکہ قتل تک کر دیتی تھیں، لیکن خلافت بغداد کی مرکزی دینی حیثیت آخر تک قائم رہی اور بنی امیہ اندلس اور مصر و مغرب کے فاطمیوں اور علویوں کے علاوہ جو بنی عباس کے حریف مقابل تھے۔ دنیائے اسلام میں جتنی حکومتیں قائم ہوئیں وہ سب خلافت بغداد کی دینی مرکزیت کو مانتی اور اس کی سیادت کو تسلیم کرتی تھیں۔

بنی عباس کے عروج کا دور معتصم باللہ المتوفی ۲۲۷ھ پر ختم ہو گیا تھا۔ گو اس کے بعد خلافت بغداد چار صدیوں سے زیادہ قائم رہی، لیکن یہ پورا زمانہ تمام تر اس کے سیاسی زوال، عباسی امرا و عمال خود سری، غالب قوتوں کے اقتدار و استبداد اور نئی حکومتوں کے قیام ان کے اور خلفاء کے اختلافات اور خود ان کی آپس کی کشاکش اور جنگ و جدل کی داستان پر مشتمل ہے۔

مورخین بنی عباس کی تاریخ دو دوروں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک ان کے آغاز سے معتصم باللہ المتوفی ۲۲۷ھ تک دور عروج کی تاریخ، دوسری واثق باللہ المتوفی ۲۳۲ھ سے آخر تک دور زوال کی۔ عروج و زوال کے اعتبار سے یہ تقسیم بالکل صحیح ہے، لیکن اس کے مطابق کتاب کے حصوں کی تقسیم میں یہ نقص ہے کہ دور عروج میں کل ایک صدی کی تاریخ آتی ہے اور چار صدیوں سے زیادہ کی باقی رہ جاتی ہے۔ جس سے دور زوال کا حصہ زیادہ طویل ہو جاتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ معتصم کے بعد خلافت عباسیہ کا زوال شروع ہو گیا تھا اور اس پر ترک حاوی ہو گئے تھے اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا جسے چاہتے

تھے خلیفہ بناتے تھے۔ جسے چاہتے تھے معزول کر دیتے تھے۔ پھر بھی خلفاء کے بہت کچھ اختیارات باقی تھے۔ حکومت کا نظام ان ہی کے نام اور احکام و فرامین سے چلتا تھا۔ اس دور میں بعض ایسے اولوالعزم اور حوصلہ مند خلفاء بھی پیدا ہوئے جنہوں نے ترکوں کی قوت کو توڑنے اور ان کا اقتدار کھٹانے کی کوشش کی اور اس میں ان کو عارضی کامیابی بھی ہوئی، لیکن ملکی بائبل المتوفی ۳۳۴ھ کے عہد میں جب بنی بویہ نے ترکوں کی جگہ لی تو انہوں نے گو خلفاء کا ظاہری احترام قائم رکھا، لیکن عملاً ان کو عضو معطل بنا دیا۔ حکومت کے تمام اختیارات اپنے ہاتھوں میں لے لیے اور خلفاء کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ ان کا محض نام باقی رہ گیا تھا۔ باقی حکومت سے جملہ سیاہ و سپید کے مالک بنی بویہ تھے۔ اس دور سے جو زوال شروع ہوا تو پھر آخر تک حالت نہ سنبھل سکی۔ اس لیے ہم نے اس کتاب کی تقسیم اس دوسرے دور زوال کے لحاظ سے کی ہے۔ چنانچہ اس حصہ میں ابتدا سے متقی اللہ المتوفی ۳۳۳ھ کے عہد یعنی ترکوں کے دور اقتدار تک دو سو سال کی تاریخ ہے۔ دوسرے حصہ میں ملکی بائبل المتوفی ۳۳۴ھ کے عہد میں بنی بویہ کے آغاز اقتدار سے آخر تک چار صدیوں کی تاریخ ہوگی۔

بنی عباس کے علمی و تمدنی کارنامے اتنے گونا گوں ہیں کہ ان کو ایک علیحدہ مستقل جلد میں لکھنا مناسب معلوم ہوا، تاکہ اس کی مرتب تصویر نگاہوں کے سامنے آ سکے۔ چنانچہ پہلے دونوں حصوں میں صرف سیاسی تاریخ ہوگی اور تیسرا حصہ علمی و تمدنی تاریخ پر مشتمل ہوگا۔

عربی مؤرخین عموماً سیاسی انقلابات اور جنگ و جدال کی بڑی جزوی تفصیلات لکھتے ہیں۔ جن سے طول بیان کے علاوہ کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے ہم نے حتی الامکان ان میں اختصار ملحوظ رکھا ہے اور غیر ضروری تفصیلات قلم انداز کر دی ہیں۔

فقیر

معین الدین احمد ندوی

داراللمصنفین، لاہور

۲۱ جون ۱۹۴۲ء



دیباچہ طبع دوم

الحمد للہ سلسلہ تاریخ اسلام کو بڑا حسن قبول حاصل ہوا اور اس کا پہلا ایڈیشن بہت جلد ختم ہو گیا، چنانچہ اس کے پہلے دو حصے مزید ترمیم و اضافوں کے ساتھ دوبارہ شائع ہو چکے ہیں۔ یہ تیسرا حصہ ہے اس میں بھی بہت سے نئے اضافے کیے گئے ہیں۔ عباسیوں کی علمی و تمدنی تاریخ پر ایک مستقل جلد ہو گی، جو زیر تالیف ہے۔ اس لیے پہلے ایڈیشن میں علمی و تمدنی حالات نہیں لکھے گئے تھے، لیکن یہ سلسلہ متعدد درس گاہوں کے تاریخ اسلام کے نصاب اور ان کے مطالعہ کی کتابوں میں داخل ہے اور اس کی کمی سے طلباء کو دشواری پیش آتی تھی۔ اس لیے اس ایڈیشن میں مختصر علمی حالات مستقل اور تمدنی و انتظامی حالات بھی جستہ جستہ بڑھائے گئے ہیں، تاکہ اس سے ایک اجمالی واقفیت ہو جائے۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ زیر تالیف جلد میں ہوگی۔ ان کے علاوہ اس درمیان میں اور جو نئے معلومات حاصل ہوئے۔ ان کا بھی اضافہ کیا گیا۔ ہے اور اب یہ حصہ پہلے سے زیادہ جامع و مکمل اور طلبہ کے لیے مفید ہو گیا ہے۔

فقیر معین الدین احمد ندوی

۲۵ رجب ۱۳۸۶ھ

مطابق ۲۴ مئی ۱۹۶۹ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تاریخ اسلام

دولت عباسیہ کی اہمیت
مسئلہ خلافت کی تاریخ

اور

عباسی حکومت کا قیام

اسلام کی سازش تیرہ سو سال کی تاریخ میں بڑی بڑی اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں اور بہت سے خانوادے تخت حکومت پر بیٹھے، لیکن ان سب میں مختلف حیثیتوں سے جو عظمت و شان اور جواہریت دولت عباسیہ کو حاصل ہوئی وہ کسی کے حصہ میں نہ آئی۔ گو اموی حکومت کے مقابلہ میں ان کا رقبہ کم تھا اور برابر گھٹتا ہی گیا، لیکن جب تک عباسی حکومت کا نام باقی رہا اس وقت تک اسلامی حکومتوں میں مرکزی حیثیت اسی کو حاصل رہی اور اس کے زوال کے زمانہ میں اس سے ٹوٹ کر جتنی حکومتیں قائم ہوئیں ان میں سے اکثریت کا تعلق ماتحت کی حیثیت سے آخر تک اس کے ساتھ قائم رہا اور ان کے حکمران عباسیہ کی سیادت تسلیم کرتے اور اس کے نام کا خطبہ پڑھتے رہے۔ اسی کا علم ان کی حکومت کا نشان تھا۔ جسے خود عباسی خلفاء ان کو عطا کرتے تھے۔ آخر زمانہ میں جب عباسی حکومت صرف بغداد میں محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ اس وقت بھی دینی مرکزیت اسی کو حاصل تھی۔ اسلامی تاریخ میں علوم و فنون کی تدوین کا آغاز اسی علم دوست حکومت کے زمانہ میں ہوا اور اسی کے عہد میں اوج کمال کو پہنچا۔ حدیث اور سیرت و مغازی اور تاریخ و طب وغیرہ کی دو چار کتابیں اموی دور میں بھی تالیف و ترجمہ ہوئیں، لیکن اس کو علمی سلسلہ کی کوئی اہم کڑی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس کا مستقل آغاز اور کمال عباسی دور ہی میں ہوا۔ مسلمانوں کی ساری دماغی ترقیاتی علمی کارنامے اور کارِ علماء اور علم و فن کے بہترین ذخائر عباسی عہد ہی کی یادگار ہیں۔ ان کا پایہ تخت بغداد ”مدینۃ العلم“ تھا۔ جہاں ہر فن کے صاحب کمال موجود تھے اور جس سے ساری دنیائے اسلام کے تشنگان علم سیراب ہوتے تھے۔

تمدنی نقش آرائیاں البتہ اموی دور سے شروع ہو چکی تھیں، لیکن اس کی تکمیل بھی عباسی عہد میں ہوئی۔ مختلف قوموں کے میل جول، خصوصاً عجیبوں کے اثر نے تہذیب و معاشرت میں عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا اور عباسی خلفا کی تمدن نوازی نے ایرانی، کلدانی، مصری، رومی، یونانی اور ہندی تہذیب و تمدن کے گونا گوں رنگوں سے سادہ عربی تمدن میں وہ بوقلموں نقش آرائیاں کیں کہ عباسی تمدن دنیا کا تماشا گاہ بن گیا اور مشرق میں اس کا نام ہی اسلامی تمدن قرار پایا اور کشمیر و کاشغر سے لے کر مصر و مغرب تک تمام مسلمانوں کا دینی تمدن ہو گیا اور مشرق کے جس حصہ میں بھی مسلمانوں کی کوئی نئی حکومت قائم ہوئی یا نئی قوم برسر عروج آئی۔ عباسی تمدن اس کا مایہ خیر قرار پایا۔ اس لیے مسلمانوں کے تمدن، علوم و فنون اور حکمت و سیاست کو سمجھنے کے لیے بنی عباس کی تاریخ سب سے اہم ہے۔

اس حکومت کے قیام کی تفصیل بنی امیہ کے دور میں گزر چکی ہے۔ اس لیے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

ابتدائی تاریخ اسلام کے واقف کاروں سے یہ راز پوشیدہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ہی سے آپ کی جانشینی کا مسئلہ جس کا اصطلاحی نام ”خلافت و امامت“ ہے۔ مسلمانوں میں اختلاف انگیز رہا، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاص اور حسن نیت نے اس اختلاف کو دبا کر اتحاد و اتفاق قائم کر رکھا اور دو اگلی خلافتیں اسی مسلک پر گزر گئیں۔ تیسری خلافت کے آخری زمانہ میں جب اکثر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور ان کے اخلاف ان کے وارث ہوئے تو پر جوش نوجوان طبیعتیں منصبوں اور عہدوں کی حرص و ہوس میں مبتلا ہو گئیں۔ خصوصاً قریشی نوجوان اس عظیم الشان اسلامی حکومت کو جس کے قائم کرنے میں عرب کے تمام قبائل کی کوششیں برابر کی شریک تھیں، اپنی تنہا ملک سمجھنے لگے۔ یہ چیز آزاد اور مساوات پسند عربوں پر سخت شاق گزری۔ اس کے علاوہ مفتوحہ قوتوں میں علیحدہ مسلمانوں کی محکومی سے گلو خلاصی کے لیے موقع کی منتظر تھیں۔ شام و مصر تو عربوں نے جب لیا تھا، رومیوں کی غیر قومی حکومت سے لیا تھا۔ اس لیے اس کے مٹنے کا مصر و شام کے باشندوں کو کوئی بڑا افسوس نہ تھا، لیکن ایوان میں عجیبوں کی قومی حکومت تھی، گو کتنی ہی بری سہی تاہم وہ ان کی اپنی تھی، جس کے چھن جانے کا غم آسانی سے ایرانیوں کے دلوں سے مخموم نہیں ہو سکتا تھا۔

حکومت کھونے کے بعد گودہ عربوں کے ماتحت ہو گئے تھے، لیکن اس کا داغ ان کے دل سے نہ مٹتا تھا اور ان کے دل میں اس کو دوبارہ واپس لینے کے جذبات برابر پرورش پاتے رہے، لیکن چند ہی دنوں کے اندر حکومت اسلامیہ کی بنیادیں اس قدر راسخ ہو گئیں تھیں کہ قوت سے اس کا جنبش و بنا ان کے بس

سے باہر تھا اور ان کے لیے صرف یہی صورت باقی رہ گئی تھی کہ وہ اسلامی حکومت کو کسی ایسی شکل میں تبدیل کر دیں کہ ان کو اس میں زیادہ سے زیادہ حقوق حاصل ہو جائیں، لیکن ایسی شکل میں بدلنا بھی مذہب کی آڑ کے بغیر ممکن نہ تھا۔ اس وقت اسلام پر زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا۔ اس لیے مسلمانوں میں عقائد کی کوئی بڑی تفریق نہیں قائم ہوئی تھی۔ البتہ سیاسی اختلاف کی تفریق قائم ہو رہی تھیں اور انہی اختلافی جذبات کو ابھارنے سے کسی نئے انقلاب کی بنیاد پر دست تھی۔

قریش میں دو خاندان نمایاں اور ممتاز تھے۔ بنی امیہ اور بنی ہاشم۔ غزوہ بدر میں قریش کے اکثر رئیس جب مارے گئے تو مکہ کی ریاست تنہا ابوسفیان اموی کے حصہ میں آئی۔ بنی ہاشم میں خود آنحضرت ﷺ آپ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تھے۔ اس طرح گویا بدر سے لے کر فتح مکہ تک بنی ہاشم برسرِ مقابلہ رہے اور فتح مکہ پر بنی امیہ کی ریاست کا خاتمہ ہوا اور وہ بھی عام اسلامی حکومت کا جز بن گئے۔ جن میں بنی ہاشم اور بنی امیہ کا کوئی سوال نہ تھا۔ شاید اسی کو مٹانے کے لیے آنحضرت ﷺ نے بنی ہاشم کو کوئی بڑا عہدہ اور منصب بھی نہیں دیا اور ہر قسم کی قبائلی اور خاندانی تفرقہ اندازیوں کا قلع قمع کر دیا، چنانچہ آپ کے بعد دو خلیفہ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نہ ہاشمی تھے اور نہ اموی۔ انہوں نے بھی اس نکتہ کو پوری طرح یاد رکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا۔ یہ گوا آنحضرت ﷺ کے داماد تھے، مگر اموی خاندان کے تھے۔ اس لیے ان کے اخیر عہد میں پرانا اموی اور ہاشمی سوال پھر پیدا ہو گیا یا پیدا کر دیا گیا۔ شام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے زمانہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر چلے آ رہے تھے۔ اس لیے وہاں ان کا بڑا اثر قائم ہو گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا دار الحکومت عراق میں منتقل کر دیا تھا۔ اس لیے بنی ہاشم کے حامیوں اور طرف داروں کی بڑی جماعت عراق میں تھی اور عراق کے ساتھ عجم کی پوری طاقت بھی شریک تھی۔ اس طرح عراق سے لے کر ایران و خراسان تک بنی ہاشم کا اقتدار قائم تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کی مسند پر قدم رکھا۔ وہ ہاشمی تھے۔

بنی امیہ نے ان سے اختلاف کیا اور شام نے ان کا ساتھ دیا۔ اس مخالف جماعت کے راہنما امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پورا عہد اسی جنگ و جدال میں بسر ہو گیا اور لوگ امن و امان کو ترسنے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جگہ عراق و عجم کے خلیفہ تھے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی، مگر بنی ہاشم نے اس کو پسند نہیں کیا اور ”بنی ہاشم“ جو جاہلیت کی اصطلاح تھی، اسلام کے بعد اہل بیت نبوی ﷺ کی مذہبی اصطلاح میں بدل گئی تھی اور اب مقابلہ بنی امیہ اور اہل بیت نبوی ﷺ میں ہو گیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہونے کے بعد اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری مدارات اور بظاہر ہر طرح ان کی دلجوئی کی۔ انکی وفات کے بعد ان کا لڑکا یزید تخت نشین ہوا۔ اس جانشینی نے اسلام میں وراثت کی بدترین نظیر پیش کی اور عام طور پر مسلمانوں نے اس کو اس منصب کے ناقابل سمجھا، مگر دنیاوی طاقت و حکومت اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس لیے کچھ لوگوں نے قوت سے ڈر کر اور کچھ لوگوں نے مسلمانوں کو تفریق سے بچانے کے لیے اس کی خلافت مان لی، لیکن قریش اور اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو لوگ اخلاقی طاقت رکھتے تھے۔ انہوں نے اس جبری اور موروثی جانشینی سے اختلاف کیا۔ ان میں سب سے اہم شخصیت حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی کے لڑکے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول کے نواسہ تھے۔ ان سے بھی زیادہ اہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تھے جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ چہارم کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ ان کے علاوہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ موجود تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے زہد و ورع کی بنا پر گوشہ گیری اختیار کر لی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے علم کی مسند پر قیامت کی۔ اب صرف حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے۔ حضرت امام کو ان کے عراق کے طرف داروں نے کوفہ آنے کی دعوت دی اور جیسا کہ معلوم ہے انہوں نے کوفہ جا کر اہل بیت کے اکثر افراد کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔ اس کے بعد اہل بیت کی یادگار میں صرف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیارے صاحبزادہ امام علی زین العابدین رہ گئے۔ ان کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک اور صاحبزادہ جو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما کے بعد کی ایک بیوی حنفیہ سے تھے ان کا نام محمد بن حنفیہ تھا۔

حضرت علی زین العابدین رضی اللہ عنہ نے سجادہ عبادت کو چھوڑ کر سیاسی میدان میں قدم رکھنا گوارا نہ فرمایا، لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حجاز میں خلافت کا دعویٰ کیا۔ ابھی ان میں اور یزید میں جنگ جاری تھی کہ یزید کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا معاویہ تخت نشین ہوا، لیکن وہ یزید کے عہد کے المناک حوادث سے اتنا متاثر تھا کہ دو ہی چاروں کے بعد تخت چھوڑ کر گوشہ گیری اختیار کر لی۔ اس طرح امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چند ہی سال بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خاندان کی موروثی حکومت ختم ہو گئی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حجاز و عراق میں اپنی حکومت قائم کر لی، لیکن ادھر شام میں خاندان بنی امیہ کے ایک اور چالاک مہر مردان بن حکم نے موقع انتخاب میں اپنے کو پیش کر کے کامیابی حاصل کی، مگر وہ جلد ہی

دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کا لڑکا عبدالملک نہایت مدبر سیاستدان اور باہمت تھا۔ اس نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا خاتمہ اور تمام بغاوتوں کا استیصال کر کے پھر سے بنی امیہ کی نئی حکومت قائم کر دی اور بہت سی نئے فتوحات حاصل کیں۔

جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے خلف الصدق حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سیاسی جھگڑوں سے بالکل کنارہ کش ہو گئے تھے اور طرفداران اہل بیت جن کا اصطلاحی نام ”شیعہ“ (گروہ) تھا ان کی امامت و راہنمائی محمد بن حنفیہ کی طرف منتقل ہو گئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غیر فاطمی صاحبزادہ تھے۔ اس وقت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کے لیے دو نئی اصطلاحیں قائم ہو گئیں۔ ایک فاطمی جو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے لطن سے تھے اور دوسرے علوی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری بیویوں سے تھے۔ بہر حال اس طرح یہ سلسلہ فاطمی اہل بیت سے علویوں میں منتقل ہو گیا۔ محمد بن حنفیہ کے بعد ان کے لڑکے ابو ہاشم عبداللہ ان کے قائم مقام ہوئے۔ اتفاق سے ان کو ایک ایسے مقام (حمیمہ ملک شام) میں مرض الموت پیش آئی جہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد کے سوا کوئی دوسرا کن اہل بیت موجود نہ تھا۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پوتے محمد بن علی تھے۔ اس لیے ابو ہاشم نے یہ امانت محمد بن علی کے سپرد کر کے ان کو اپنا جانشین بنایا اور اپنے خراسانی اتباع و انصار کو وصیت کی کہ میرے بعد محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس میرے جانشین ہوں گے۔ تم لوگ ان کی طرف رجوع کرنا اس وصیت کے مطابق ابو ہاشم کی وفات کے بعد خراسانیوں نے محمد بن علی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس طرح خلافت و امامت کا استحقاق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں منتقل ہو گیا، یہ گویا عباسی حکومت کا بنیادی پتھر تھا۔

۱۲۶ھ میں محمد بن علی نے وفات پائی اور ان کے لڑکے ابراہیم ان کے جانشین ہوئے۔ ان دونوں کے زمانے میں برابر عباسی دعوت کا خفیہ سلسلہ قائم رہا۔ ابراہیم کے زمانہ میں یہ راز فاش ہو گیا اور بنی امیہ نے ان کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور قید ہی میں انہوں نے وفات پائی۔ ابراہیم کی گرفتاری کے بعد ۱۲۹ھ میں ان کے چھوٹے بھائی ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی نے ان کی جگہ لی۔ ان کے زمانہ میں عباسیوں میں کافی طاقت آ گئی تھی اس لیے وہ علانیہ بنی امیہ کے مقابلہ میں آ گئے اور بنی عباس کے داعی اعظم ابو مسلم خراسانی نے بنو امیہ کا خاتمہ کر دیا۔ بنی عباس کی دعوت ان کی اور بنی امیہ کی آویزش اور لڑائیوں اور بنی امیہ کے خاتمہ کی تفصیل بنی امیہ کے حصہ میں گزر چکی ہے۔ اس لیے دوبارہ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

ابوالعباس عبداللہ بن محمد المعروف بہ سفاح

(۱۳۲ھ تا ۱۳۶ھ مطابق ۷۷۹ء تا ۷۸۳ء)

بنی امیہ کے خاتمہ کے بعد ابوالعباس عبداللہ بن محمد تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس کی امامت کی بیعت ابراہیم کی گرفتاری کے بعد ۱۳۹ھ میں ہوئی تھی، لیکن یہ محض ابراہیم کی جانشینی کی بیعت تھی اور ان کے حامیوں تک محدود تھی۔ خلافت کی بیعت عراق پر عباسیوں کے قبضہ کے بعد ربیع الاول ۱۳۲ھ میں ہوئی اور مروان کے قتل کے بعد ذی الحجہ ۱۳۲ھ میں وہ دنیائے اسلام کا خلیفہ تسلیم کیا گیا اور اس نے بحیثیت خلیفہ پہلا خطبہ دیا۔ * اس کا زمانہ زیادہ تر فتنوں کے دہانے اور نئی حکومت کے استوار کرنے میں گزرا۔ ”سفاح“ کے لفظی معنی خوزین کے ہیں۔ اس نے بنی امیہ کے افراد کو چین چین کر قتل کیا اور بنی امیہ نے ۴۰ھ (سال شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے لے کر اپنے آخری دور ۱۳۲ھ تک ۹۲ برس میں اہل بیت اور ان کے طرفداروں کے ساتھ جو کچھ کیا تھا، سفاح نے اس کا انتقام پانچ ہی برس میں لے لینا چاہا۔ سینکڑوں امویوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ یہاں تک کہ بنی امیہ کی قبریں اکھاڑ کر ان کی ہڈیاں جلائی گئیں اور خراسانیوں کے ہاتھوں نئی عباسی حکومت کا رعب بٹھانے کے لیے بہت کچھ مظالم کا ارتکاب کیا گیا۔ * بنی امیہ میں صرف ایک جوان مرد عبدالرحمن مشرق سے بھاگ کر مغرب چلا گیا اور اسین پہنچ کر بنی امیہ کی عظیم الشان حکومت قائم کی جو تین سو برس تک اسپین میں کامیابی کے ساتھ قائم رہی۔

پایہ تخت

بنی عباس کے اعوان و انصار زیادہ تر عراق و خراسان میں تھے۔ یہیں سفاح کی سب سے پہلی بیعت ہوئی تھی۔ اس لیے اس نے عراق ہی کو پایہ تخت بنایا اور ۱۳۲ھ میں انبار میں ایک شہر ہاشمیہ آباد کر کے اس کو پایہ تخت قرار دیا۔ * یہ شہر سفاح کے نام سے مدینۃ المنصور بھی کہلاتا تھا۔ * سفاح نے اپنی نئی حکومت کا ڈھانچہ اس طرح کھڑا کیا کہ اپنے بھائی ابو جعفر منصور کو جزیرہ آذربائیجان اور آرمینیہ کا والی بنایا اور اپنے چچا داؤد کو مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، یمن اور یرامہ سپرد کیا اور

* معارف ابن قتیہ ص ۱۶۲ و یعقوبی ج ۱ ص ۳۱۳۔ * دیکھو ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۶۱ و ابوالفداء

ص ۲۱۲ و ۲۱۳ ج ۱۔ حسین بن نصر و کتاب الفخری ص ۱۳۲ مطبع موسوعات مصر۔

* یعقوبی جلد ۲ ص ۲۲۹۔ * دینوری ص ۳۲۲۔

اپنے ایک پیچھے کو کوفہ بھیجا اور اپنے دوسرے چچا کو شام دیا اور مصر کی حکومت ابوعون کے سپرد کی اور خراسان کی باگ بدستور ابومسلم کے ہاتھ میں رہنے دی اور فارس کا امیر اپنے بھائی کو بنایا۔ ❁

وزارت

وزارت کا عہدہ قائم کیا اور سب سے پہلے اس منصب پر عباسی تحریک کے مشہور داعی ابوسلمہ حفص بن سلیمان کا تقرر ہوا۔ یہ کوفہ کا ایک ذی علم عالی دماغ اور فیاض امیر تھا۔ مشہور عباسی داعی بکیر بن ہامان کی لڑکی اس سے منسوب تھی۔ مرتے وقت وہ ابوسلمہ کو اپنا جانشین بنا کر امام ابراہیم کے سپرد کر گیا تھا۔ اس نے عراق میں عباسی تحریک کی بڑی قابل قدر خدمات انجام دی تھیں۔ اس لیے سفاح نے اس کے صلہ میں اس کو وزارت کا منصب عطا کیا، لیکن یہ زیادہ دنوں تک اس عہدہ پر قائم نہ رہ سکا اور خود سفاح نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ بنی امیہ کے زوال کے بعد ابوسلمہ نے حکومت کو اہل بیعت نبوی ﷺ میں منتقل کرنے کی کوشش کی تھی اور اس خاندان کے کئی بزرگوں کے سامنے اس منصب کو پیش کیا، لیکن سب نے انکار کر دیا تھا۔ سفاح کو اس کا علم ہو گیا تھا، لیکن ابوسلمہ ابومسلم کا خاص آدمی تھا۔ اس لیے سفاح کو اس کے ساتھ کسی بدسلوکی کی جرأت نہ ہوئی۔ اس نے ابومسلم کو اس کی سازش کی اطلاع دے کر اس کا فیصلہ اسی کے حق میں چھوڑ دیا۔ ابومسلم کو سفاح کے دلی خیال کا اندازہ ہو گیا تھا اس لیے اس نے قتل کر دیا۔ ❁

ابوسلمہ کے بعد یہ عہدہ خالد بن برکک کو ملا۔ خالد کا دادا برکک بلخ کے بدھوں کے معبودنوبہار کا پجاری تھا۔ اس لیے عجی بدھوں کے دلوں میں اس کی بڑی عظمت تھی۔ ❁ اس کی اولاد نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ سارا خاندان بڑا عالی دماغ تھا۔ خالد علم و فضل، عقل و دانش، تدبیر و سیاست، شجاعت و شہامت، جود و سخا وغیرہ میں سارے خاندان میں ممتاز تھا۔ اس نے بھی عباسی دعوت کی تبلیغ میں مفید خدمات انجام دی تھیں۔ اس لیے ابوسلمہ کے بعد سفاح نے اسے وزارت کا عہدہ عطا کیا، جس پر وہ منصور کے زمانہ تک قائم رہا۔

غیر مقبوضہ علاقوں پر قبضہ

بنی عباس اور بنی امیہ کی معرکہ آرائیوں کے زمانہ ہی میں ممالک محروسہ کا بڑا حصہ بنی عباس کے

❁ ابوالفداء جلد ۱ ص ۲۱۳ حسینہ۔ ❁ انفری ص ۱۳۷ و ۱۳۸۔

❁ پچھلے بے احتیاط مورخوں نے نوبہار کو مجوسیوں کا آتش کدہ لکھا ہے، لیکن حضرت استاد مولانا سید سلیمان ندوی نے دلائل قاطعہ سے ثابت کیا ہے کہ یہ آتش کدہ نہیں بلکہ بدھوں کا معبود تھا۔ دیکھو عرب و ہند کے تعلقات ص ۱۰۲ تا ۱۳۳۔

زیر نگین ہو چکا تھا۔ جو حصے باقی رہ گئے تھے ان پر سفاح کے زمانہ میں قبضہ ہو گیا۔ اس سلسلہ میں بعض معمولی لڑائیاں بھی پیش آئیں۔ خراسان پر مروان کی زندگی ہی میں قبضہ ہو چکا تھا۔ ۱۳۳ھ میں محمد بن مسلمہ اموی نے اسے واپس لینے کی کوشش کی، مگر ناکام رہا۔ اسی طرح اہل موصل کی جانب سے مخالفت کا ظہور ہوا اور انہوں نے عباسی حاکم محمد بن صول کو اپنے یہاں سے نکال دیا۔ سفاح نے یحییٰ بن علی کو بھیجا اس نے بزرگ مشیر اہل موصل کو مطیع بنایا۔

آرمینیا پر یہاں کے اموی حاکم اسحاق بن مسلم غیلی کا نائب مسافر بن کثیر قابض ہو گیا تھا۔ سفاح نے محمد بن صول کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے اسحاق کو قتل کر کے آرمینیا کو اس کے قبضہ سے چھڑا لیا۔

اسی طرح سندھ پر ایک شخص منصور بن جہور نے بنی امیہ کے آخری دور میں غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔ عبدالرحمن بن مسلم نے مفلس عہدی کو سرحد کا حاکم مقرر کیا۔ اس نے سندھ پر فوج کشی کی۔ منصور نے اسے قتل کر دیا۔ ابو مسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے موسیٰ بن کعب کو سندھ روانہ کیا۔ اس نے منصور کو شکست دی۔ شکست کھا کر وہ ریگستانی علاقہ کی طرف بھاگ گیا اور اس بے آب و گیاہ علاقے میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے پیاسوں مر گیا۔ سندھ پر قبضہ کے بعد موسیٰ نے منصورہ کو جو ہندوؤں کی یورش سے ایران ہو گیا تھا دوبارہ آباد کیا اور بعض نئی فتوحات حاصل کیں۔

بغاوتوں کا استیصال

عباسی دعوت چونکہ اہل بیت کے نام کے پردہ میں ہوئی تھی۔ اس لیے ان کے بہت سے ہوا خواہ اس میں شریک ہو گئے تھے، لیکن بنی امیہ کے خاتمہ کے بعد جب ان کی توقع کے خلاف اہل بیت کے بجائے بنی عباس کے ہاتھوں میں حکومت آئی تو وہ لوگ ان کے خلاف ہو گئے، چنانچہ ایک محب اہل بیت شریک نے بخارا میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ تیس ہزار آدمی اس کے ساتھ ہو گئے، لیکن ابو مسلم نے اس کا خاتمہ کرادیا۔ ایک اور خراسانی امیر بسام بن ابراہیم باغی ہو گیا اور اس کے ساتھ بھی ایک جماعت ہو گئی تھی۔ سفاح نے خازم بن خزیمہ کو بھیج کر اس کا خاتمہ کرادیا۔

خوارج

عمان اور بحرین وغیرہ خوارج کے پرانے مرکز تھے۔ یہ بنی امیہ کی طرح بنی عباس کے بھی

۱ یقوتی ج ۱ ص ۲۲۵ - ۲ ابن اثیر ج ۵ ص ۱۶۶ - ۳ یقوتی ج ۲ ص ۲۲۹

۴ فتوح البلدان ص ۲۳۹ - ۵ ابن اثیر ج ۵ ص ۱۶۸

خلاف تھے۔ اس لیے بسام بن ابراہیم کے خاتمہ کے بعد سفاح نے خازم کو خاریجیوں کے مقابلہ کیلئے عمان اور جزیرہ کاوان بھیجا۔ صحرائے عمان میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ کئی خونریز معرکوں کے بعد خاریجیوں کا سردار جلندی مارا گیا اور ان کی بڑی تعداد قتل ہوئی۔ ❁

رومیوں کا حملہ

دوسری طرف انقلاب حکومت کی بد نظمی سے فائدہ اٹھا کر ۱۳۳ھ میں قیصر روم نے ایشیائے کوچک کے ایک سرحدی شہر کج پر حملہ کر دیا۔ یہاں کے باشندوں نے ملطیہ کے مسلمانوں کی مدد سے مقابلہ کیا، لیکن ان کو شکست ہوئی۔ کج کے بعد رومیوں نے ملطیہ کو گھیر لیا اور یہاں کے مسلمانوں سے کہلا بھیجا کہ وہ شہر حوالہ کر کے اسلامی علاقے میں نکل جائیں۔ ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ مسلمانوں نے انکار کیا۔ ان کے انکار پر رومیوں نے محاصرہ اور زیادہ سخت کر دیا۔ مسلمانوں میں زیادہ تاب مقاومت نہ تھی اس لیے انہوں نے مجبور ہو کر ملطیہ چھوڑ دیا اور جزیرہ چلے گئے۔ شہر خالی ہونے کے بعد رومیوں نے اس کو بالکل ویران کر دیا اور یہاں جتنے مسلمان مرد تھے ان کو قتل اور عورتوں کو قید کر لیا۔ ❁ یعقوبی کا بیان ہے کہ ملطیہ پر رومیوں کا قبضہ نہیں ہوا، بلکہ مصالحت ہو گئی اور سفاح نے آئندہ خطرات کے اسناد کے لیے عبداللہ بن علی کو بھیج کر سرحد کی حفاظت کا انتظام کرایا۔ ❁

فتوحات

ان حوادث کے ساتھ سرحدی علاقوں پر فوج کشی کا بھی سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ ۱۳۳ھ میں خالد بن ابراہیم نے ختن پر فوج کشی کی۔ یہاں کا فرمانروا جیش بن شبل معمولی مدافعت کے بعد چچین کی طرف نکل گیا۔

اسی سنہ میں فرغانہ اور چاچ کے حکمرانوں میں مخالفت ہو گئی۔ فرغانہ کے حاکم نے خاقان چچین کی مدد سے چاچ کا محاصرہ کر لیا۔ فرمانروائے چاچ میں خاقان کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ ابوسلم خراسانی کو اس اختلاف کی خبر ہو گئی۔ اس نے فوراً زیاد بن صالح کو روانہ کیا۔ دریائے طراز پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ زیاد نے بڑی فاش شکست دی۔ ۱۳۴ھ میں خالد بن ابراہیم نے کش پر فوج کشی کی اور یہاں کے فرمانروا آخرید کو قتل کر کے بہت سامان غنیمت حاصل کیا اور آخرید کے بھائی طاران کو کش کا حاکم بنایا۔ ❁

❁ ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۶۷-۱۶۸

❁ ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۶۸

❁ یہ حالات ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۶۷-۱۶۸ سے ماخوذ ہیں۔

❁ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۳۵

ولی عہدی

۱۳۶ھ میں سفاح نے اپنے بعد اپنے بھائی ابو جعفر منصور کو اور اس کے بعد اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد مقرر کیا۔ ❀

ابو مسلم خراسانی کا حج

اسی سنہ میں ابو مسلم خراسانی سفاح کی اجازت سے حج کے لیے گیا۔ اس سال کا حج ابو جعفر منصور کی امارت میں ہوا۔ ابھی ابو جعفر حج سے واپس نہ ہوا تھا کہ سفاح کا وقت آخر ہو گیا اور ۱۳۷ھ میں اس نے سفر آخرت کیا اور اپنے پایہ تخت ہاشمیہ میں دفن ہوا۔ انتقال کے وقت ۶۳ یا ۶۶ سال کی عمر تھی۔ مدت خلافت ۴ سال ۸ مہینے۔ وفات سے دو تین دن پہلے اس کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا۔ بعض لوگوں نے اس خیال کی تردید کرنی چاہی۔ سفاح نے کہا گودنیا سے مجھے محبت ہے لیکن آخرت اس سے زیادہ محبوب اور اللہ عزوجل سے ملاقات میرے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اس کی زبان سے آخری الفاظ یہ نکلے تھے۔ حقیقی بادشاہت اللہ جی و قیوم کے لیے ہے۔ وہ بادشاہوں کا بادشاہ اور جباروں کا جبار ہے۔ ❀

اوصاف

سفاح علیہ السلام باوقار عامل مدبر فیاض اور حسن اخلاق سے آراستہ تھا۔ ❀ فیاضی اور سیر چشمی کا وصف نمایاں تھا۔ سیوطی کا بیان ہے کہ وہ بڑا فیاض تھا۔ جو وعدہ کرتا اس کو فوراً اسی مجلس میں پورا کرتا تھا۔ اپنے حریف علویوں کے ساتھ بھی بڑی فیاضی سے پیش آتا۔ عبداللہ بن حسن علوی کا بیان ہے کہ میں نے دس لاکھ کی رقم نہیں دیکھی تھی۔ سفاح نے منگوا کر مجھے دکھائی اور دکھانے کے بعد گھر جاتے وقت میرے ساتھ کر دی۔ ❀ شعر و ادب اور موسیقی سے بہت دلچسپی رکھتا تھا اور شعر اور گویوں کو بڑی بڑی رقمیں دیتا تھا۔ کبھی کوئی شاعر اور گویا اس کے دربار سے خالی ہاتھ واپس نہیں ہوتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ جو لوگ سرور مجھے نقد دیتے ہیں ان کا انعام ادھار پر نہیں ملا جاسکتا۔ لیکن بنی امیہ کے استیصال میں اس نے بڑی سختی کی تھی۔ اس لیے سفاح اس کا لقب ہو گیا اور اسی لقب سے وہ تاریخ اسلام میں مشہور ہے۔

❀ ابن کثیر جلد ۱ ص ۶۱۶ - طبری جلد ۱۰ ص ۸۷

❀ الفخری ص ۱۳۳ - تاریخ الخلفاء ص ۱۷۱

ابو جعفر عبد اللہ بن محمد الملقب بہ منصور

(۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ مطابق ۷۵۳ء تا ۷۷۴ء)

سفاح کے بعد اس کا بھائی ابو جعفر عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب خلیفہ ہوا۔ یہ ایک بربری لونڈی سلامہ کے بطن سے تھا۔ سفاح کی وفات کے وقت جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے وہ مکہ میں تھا۔ دار الخلافہ میں اس کے چچا عیسیٰ بن علی نے اس کی جانب سے بیعت لی۔ راستہ میں منصور کو سفاح کی وفات کی خبر ملی۔ ابو مسلم ساتھ تھا پہلے اس نے خود بیعت لی اس کے بعد جس قدر بنو ہاشم اور اراکین سلطنت ساتھ تھے ان سے بیعت لی اور ذی الحجہ ۱۳۶ھ میں منصور تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اس وقت اس کا اکتالیسواں سال تھا۔

سفاح اپنے زمانہ میں بنو امیہ کا استیصال کر کے منصور کے لیے میدان صاف کر گیا تھا۔ اس لیے ان کی طرف سے وہ بالکل مطمئن رہا، لیکن ابھی اموی حکومت کو مٹے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ اس لیے مختلف صوبوں میں بغاوت کے شعلے بھڑکے۔ علویوں نے علیحدہ زور پکڑا۔ خود عباسی خاندان کے بعض افراد تخت خلافت کے مدعی بن کر کھڑے ہو گئے، لیکن منصور کی بیدار مغزی، تدبیر اور مستعدی ان تمام مشکلات پر غالب آئی اور اس نے ہر طرح کی شورشوں کے باوجود سلطنت میں کوئی انقلاب نہ ہونے دیا۔

عبد اللہ بن علی کا دعویٰ خلافت

سفاح کے انتقال کے وقت اس کا چچا عبد اللہ بن علی شام میں تھا۔ اس کو سفاح کی موت کی خبر ملی تو اس کو تاج و تخت کی طمع دامن گیر ہوئی، چنانچہ اس نے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ سفاح نے مروان کے مقابلہ میں بنو عباس کو بھیجنا چاہا تھا، لیکن میرے سوا کوئی آمادہ نہ ہوا۔ میری مستعدی دیکھ کر سفاح نے کہا تھا کہ اگر تم مروان پر غالب ہو گئے تو میرے بعد تم ہی میرے ولی عہد ہو گے۔ اس کے اس دعویٰ پر بہت سے لوگوں نے شہادت دی، چنانچہ ایک جماعت نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ لیکن یہ بیان واقعہ کے بالکل خلاف تھا۔ اس لیے منصور کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے ابو مسلم سے مشورہ کیا۔ طبری اور ابن اثیر کا بیان ہے کہ ابو مسلم اس کی امداد کے لیے آمادہ ہو گیا، لیکن یعقوبی کا بیان ہے کہ اس نے درمیان میں پڑنا مناسب نہ سمجھا اور یہ جواب دیا کہ شام میں عبد اللہ کی طاقت بہت کمزور ہے اس لیے ادھر توجہ کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کو صرف خراسان سنبھالنا چاہئے۔ یہ رائے دے کر وہ اپنے گھر چلا گیا

✽ الفخری ص ۱۵۰۔

اور اپنے کاتب سے کہا کہ مجھے ان دونوں کے درمیان پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ میں ان دونوں مینڈھوں کو چھوڑ کر خراسان چلا جاؤں جو غالب ہو گا وہ خود ہی بلائے گا۔ کاتب نے کہا لیکن خراسانیوں کو یہ طعنہ دینے کا موقع ملے گا کہ آپ نے جس چیز کو اپنے ہاتھوں بنایا پھر اس کو خود ہی برباد کر دیا چنانچہ کاتب کے اصرار سے مجبور ہو کر ابو مسلم منصور کی امداد و اعانت کے لیے آمادہ ہو گیا۔ اور نصیبین میں عبداللہ کو شکست دے کر اس کی جماعت منتشر کی۔ عبداللہ بھاگ کر اپنے بھائی سلیمان کے گھر میں پناہ گزین ہوا۔ سلیمان نے منصور سے سفارش کر کے اس کی خطا معاف کرادی لیکن امان ملنے کے بعد جب عبداللہ منصور کے پاس گیا تو اس نے اس کو قید کرادیا اور وہ قید ہی میں مرا۔

عبداللہ کو شکست دینے کے بعد اس کا بہت سامال و متاع ابو مسلم کے ہاتھ لگا تھا۔ منصور نے اس نو لینے کے لیے آدی بھیجی۔ ابو مسلم سخت برہم ہوا بولا خونریزی کے لیے تو مجھ پر اعتبار کیا جاتا ہے اور مال کے بارے میں یہ اعتبار اٹھ جاتا ہے۔ وفد کا ایک رکن یقطین بن موسیٰ نہایت ہوشیار شخص تھا ابو مسلم کے تیور دیکھ کر کہا۔ امیر المؤمنین نے مجھ کو صرف فتح پر مبارک باد دینے کے لیے بھیجا تھا۔ مسعودی کا بیان ہے کہ ابو مسلم اصل واقعہ تو سمجھ گیا لیکن یقطین کی بر محل تاویل کے بعد اس کے ساتھ ظاہری اخلاق میں کمی نہ کی لیکن یعقوبی کا بیان ہے کہ اس کی اس تاویل کے بعد بھی وہ دلی جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور منصور کی ماں کی نسبت گستاخانہ کلمات استعمال کیے۔ اس واقعہ سے دونوں کی کشیدگی میں اور اضافہ ہو گیا اور رفتہ رفتہ کشیدگی نے مخالفت کی شکل اختیار کر لی اور ابو مسلم نے خلافت عباسیہ کو مٹانے کا تہیہ کر لیا چنانچہ ذہبی کے بیان کے مطابق وہ نصیبین سے فوجیں لیے ہوئے سیدھا خراسان کی طرف بڑھا تاکہ منصور کی بیعت توڑ کر یہاں علوی سلطنت قائم کرے۔ راستہ میں اوفیہ میں منصور ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نے ابو مسلم کو بلا بھیجا مگر وہ نہ آیا۔ منصور نے دوبارہ عیسیٰ بن موسیٰ اور جریر بن عبداللہ بجلی کو بھیجا۔ یہ دونوں بلا طائف الحیل اس کو لے آئے۔ منصور اس وقت مصلحت و وقت کے خیال سے خاموش رہا اور اپنے کسی طرز عمل سے برہمی کا اظہار نہ ہونے دیا۔ اس ملاقات کے بعد ابو مسلم پھر آنے جانے لگا۔

ابن طقطقی کا بیان ہے کہ اس اختلاف کے بعد ابو مسلم اس کی مخالفت کے خیال سے خراسان روانہ ہو گیا۔ خراسان عباسی دعوت اور ابو مسلم کے اثر و اقتدار دونوں کا مرکز تھا۔ اس لیے یہاں ابو مسلم مخالفت سے عبا بن حکومت کے لیے بڑا خطرہ تھا۔ اس سے منصور بہت گھبرایا اور اسے ایک ہوشیار آدمی کے ذریعہ بلا بھیجا۔ وہ آنے پر آمادہ نہ ہوتا تھا لیکن کسی طرح سمجھانے بجھانے سے چلا آیا۔

۱ یعقوبی جلد ۲ ص ۳۳۸ ۲ مروی الذہب مسعودی جلد ۶ ص ۷۷ ۳ ۸۱ ۷ ۷ ۸ ۹ مطبوعہ لیڈن و یعقوبی جلد ۲ ص ۳۳۰ مطبوعہ لیڈن ۱۰ دول الاسلام ذہبی جلد ۱ ص ۷۰ حیدر آباد کن ۱۱ الفخری ص ۱۵۲ ۱۵۳۔

تاریخ اسلام

ابو مسلم کا قتل

ابو مسلم اپنے آپ کو عباسی سلطنت کا بانی سمجھتا تھا اور اس کو یہ بھی یقین تھا کہ یہ حکومت اسی کے ہل پر قائم ہے۔ اس لیے وہ آزاد اور خود سرانہ حکومت چاہتا تھا، لیکن منصور جیسے بیدار مغز حکمران کے زمانہ میں یہ ممکن نہ تھا۔ خصوصاً جب سے اس نے منصور سے بغاوت کر کے علوی حکومت قائم کرنے کا قصد کیا تھا۔ اس وقت سے منصور اس کو مستقل خطرہ سمجھنے لگا تھا اور اس سے بچنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی کہ ابو مسلم کا قصہ تمام کر دیا جائے، لیکن علانیہ اس کا قتل کرنا بہت مشکل تھا۔ دربار میں اس کی آمد و رفت شروع ہو گئی تھی۔ اس لیے منصور نے ایک دن ابو مسلم کے آنے کے وقت مسلح آدمی چھپا دیے۔ وقت مقررہ پر جب وہ آیا تو اس کی تلوار باہر رکھوا لی گئی۔ پہلے اس میں اور منصور میں ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں پھر منصور نے تیور بدل کر کہا تم اپنی حدود سے کتنا آگے بڑھتے جاتے ہو۔ خطوط میں اپنا نام پہلے لکھتے ہو میری پھوپھی آمنہ کو تم نے شادی کا پیغام دیا۔ تم اپنے کو سبط میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اولاد دیتا تے ہو۔ ابو مسلم ہر جرم کی معذرت میں دست بوسی کرتا جاتا تھا۔ اس کے جرائم گننے کے بعد منصور نے تالی بجائی اور مسلح آدمی نکل کر اس کے اوپر ٹوٹ پڑے اور عباسی حکومت کا یہ بانی اعظم جس نے اس کی تائیس میں چھ لاکھ آدمیوں کا خون کیا تھا خود خاک و خون میں تر پنے لگا۔ ❁

ابو مسلم کے قتل کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ عباسی دربار میں داخل ہوا اور پوچھا ابو مسلم کہاں ہے؟ منصور نے جواب دیا فرش پر لیٹا ہوا ہے۔ عیسیٰ نے کہا کیا قتل کر دیا گیا؟ منصور نے اثبات میں جواب دیا۔ عیسیٰ نے اناللہ پڑھا اور کہا اس کے کارناموں اور جان بخشی کے بعد یہ سلوک؟ منصور نے جواب دیا اللہ کی قسم روئے زمین پر اس سے زیادہ تمہارا کوئی دشمن نہ تھا۔ اس کی زندگی میں تم لوگوں کے لیے حکومت کرنا ناممکن تھا اس سے بچنے کی صرف یہی ایک صورت تھی۔

سنباد کی بغاوت

ابو مسلم کے قتل سے عربی اور عجمی کا سوال پیدا ہو گیا اور ۱۳ھ میں سنباد نام کا ایک مجوسی اس کے انتقام کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ خراسان کے کوہستانی علاقہ کے تمام عجمیوں نے اس کا ساتھ دیا۔ سنباد نے خراسان کے بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا اور مسلمان عورتوں کو قید کر کے خانہ کعبہ ڈھانے کا عزم ظاہر کیا۔ منصور کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے جمہور بن مرار عجمی کو دس ہزار فوج کے ساتھ اس کے

❁ مروج الذهب مسعودی جلد ۶، ص ۱۸۱/۱۸۲۔

مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے ہمدان اور رے کے درمیان سبدا کو بڑی فاش شکست دی۔ ساتھ ہزار مجوسی مارے گئے۔ سبدا نے شکست کھا کر طبرستان نکل جانا چاہا، لیکن راستہ میں اس کا کام تمام کر دیا گیا۔ یہ عباسیوں سے عجمیوں کی پہلی جنگ تھی۔ اس کے بعد سے عجمیوں کے دل میں عباسیوں کی جانب سے غبار پیدا ہو گیا۔

جمہور بن مرار عجمی کی بغاوت

سبدا کو شکست دینے کے بعد جمہور نے اس کے مال و متاع کو دار الخلافہ بھیجنے کے بجائے خود اپنے قبضہ میں کر لیا اور باز پرس کے خطرے سے بغاوت کر بیٹھا۔ منصور نے محمد بن اشعث کو ایک بڑی فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لیے رے بھیجا۔ جمہور رے چھوڑ کر اصفہان چلا گیا۔ ابن اشعث خود رے میں ٹھہرا رہا اور جمہور کے تعاقب میں اصفہان فوج بھیجی۔ جمہور کے ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ اس وقت ابن اشعث کے پاس فوج کم ہے۔ اس لیے عقب سے اس پر حملہ آور ہونا چاہیے چنانچہ وہ پلٹ پڑا، لیکن عین وقت پر ابن اشعث کے پاس خراسان سے امدادی فوج آ گئی۔ فیروزان میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ جمہور شکست کھا کر آذر بائیجان بھاگ گیا۔ یہاں خود اس کے ساتھیوں نے اس کا سر قلم کر کے منصور کے پاس بھجوا دیا۔

مختلف بغاوتیں

ابھی عباسی حکومت کو قائم ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا اور اس کی بنیادیں پورے طور سے جمی نہ تھیں۔ اس لیے ملک کے مختلف حصوں میں بغاوتیں شروع ہو گئیں چنانچہ سبدا دی بغاوت فرو ہونے کے بعد ہی بغاوتیں شروع ہو گئیں۔

ملبد بن حرمہ کی بغاوت

۱۳۷ھ میں جزیرہ کے قریب ایک شخص ملبد بن حرمہ باغی ہو گیا۔ اس کی بغاوت اس قدر شدید تھی کہ مسلسل فوجیں جاتی تھیں اور شکست کھا کر ناکام لوٹ آتی تھیں۔ بالآخر ۱۳۸ھ میں خازم

❖ الفخری ص ۱۵۳ و ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۸۰۔

❖ ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۸۱۔

بن خزیمہ نے بڑی دشواریوں کے بعد اس کا کام تمام کیا۔ ❁

فرقہ راوندیہ کی شورش

۱۴۱ھ میں فرقہ راوندیہ نے شورش برپا کی۔ یہ ایک چھوٹا عجمی فرقہ تھا جو تباخ کا قائل تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی روح عثمان بن نہیک میں حلول کر گئی ہے اور وہ منصور کو رب کہتا تھا اور یثیم بن معاویہ کو جبرائیل مانتا تھا۔ ۱۴۱ھ میں منصور کے محل کے پاس آ کر شور مچانا شروع کیا کہ یہ ہمارے رب کا محل ہے۔ منصور نے ان کے دوسو سردار گرفتار کر کے قید کر لیے۔ راوندیہ اپنے سرداروں کی گرفتاری پر اور برہم ہو گئے اور قید خانہ توڑ کر ان کو نکال لے گئے اور چھ سو بلوائی منصور کے محل کی طرف چلے۔ شہر میں سخت ہنگامہ برپا ہو گیا۔ منصور محل سے نکل آیا۔ اس نازک وقت میں ایک شخص معن بن زائدہ شیبانی کو جو ایک جرم کی وجہ سے منصور کے خوف سے روپوش تھا اور منصور برابر اس کی تلاش میں لگا ہوا تھا۔ کارگزاری دکھانے کا موقع مل گیا، چنانچہ اس نے نہایت بہادری سے مقابلہ کر کے بلوائیوں کو شکست فاش دی۔ ❁

عبدالجبار بن عبدالرحمن ازدی والی خراسان کی بغاوت

۱۴۱ھ میں خراسان کا والی عبدالجبار بن عبدالرحمن باغی ہو گیا۔ اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ اس نے خراسان کے چند افسردوں کو قتل اور چند کو گرفتار کر لیا۔ منصور کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے وزیر دولت ابویوب سے کہا کہ عبدالجبار کا ہمارے حامیوں پر اس طرح بے باکی سے ہاتھ صاف کرنا بغاوت کا پیش خیمہ معلوم ہوتا ہے۔ ابویوب نے مشورہ دیا کہ اس کو لکھ بھیجے کہ میں روم کی طرف بڑھنا چاہتا ہوں، تم فوراً خراسان کے منتخب بہادروں اور وہاں کے اعیان کو مع فوج کے روانہ کر دو۔ اس حیلہ سے فوجی قوت ہٹا لینے کے بعد پھر جس کو چاہے وہاں کا حاکم بنا کر بھیج دیجئے۔ عبدالجبار میں مخالفت کی ہمت باقی نہ رہے گی، چنانچہ منصور نے اس کے پاس حکم بھیج دیا، لیکن عبدالجبار نے یہ عذر کیا کہ اس وقت ترک آمادہ پیکار ہیں۔ اگر یہاں سے فوجیں نہیں تو خراسان ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ اس جواب کے بعد ابویوب نے مشورہ دیا کہ اب اسے لکھئے کہ ”خراسان مجھے تمام ممالک محروسہ میں سب سے زیادہ عزیز ہے اس لیے ترکوں کے خطرہ سے بچنے کے لیے میں دار الخلافہ سے مزید فوجیں بھیجتا ہوں۔“ اس بہانہ سے دار الخلافہ کی فوجیں خراسان بھیج دیجئے، تاکہ اگر عبدالجبار بغاوت کرنا چاہے تو فوجیں اسے زیر کر سکیں، لیکن عبدالجبار کی نیت

فاسد تھی۔ اس لیے پھر اس نے ایک بہانہ کیا کہ اس سال خراسان میں گرانی زیادہ ہے، اگر مزید فوجوں کا بار اس پر ڈالا تو رعایا تباہ ہو جائے گی۔ اس جواب کے بعد جب عبد الجبار کی بدینتی بالکل عیاں ہو گئی تو منصور نے فوراً مہدی اور خزیمہ بن خازم کو اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا، لیکن یہ ابھی پہنچتے بھی نہ پائے تھے کہ مرداروز کے باشندے ان کے آنے کی خبر سن کر خود عبد الجبار کے مقابلہ کے لیے بڑھ گئے اور ان کے پہنچتے پہنچتے اس کو نکال دیا۔ عبد الجبار میدان چھوڑ کر روپوش ہو گیا۔ محشر بن مزاحم نے گرفتار کر کے دار الخلافہ روانہ کر دیا۔ منصور نے اس کے قبضہ سے مال برآمد کر کے اسے قتل کر دیا۔ ❁

۱۴۲ھ میں سندھ کا عامل عینیہ بن موسیٰ باغی ہو گیا، لیکن اس کی بغاوت زیادہ نہ بڑھنے پائی۔ منصور نے عمرو بن حفص کو سندھ اور اضلاع ہندوستان کا حاکم بنا کر بھیجا۔ اس نے بہت جلد عینیہ پر قابو حاصل کر لیا۔

حسان بن محالد کی بغاوت

۱۴۸ھ میں حسان بن محالد ہمدانی خارجی موصل کے قریب ایک قریہ بالفازی میں اٹھا۔ موصل علی شاہی فوجوں نے اس کا مقابلہ کیا، لیکن ناکام رہیں اور خارجیوں نے بازار لوٹ کر آگ لگا دی اور حسان رقبہ ہوتے ہوئے شہر میں داخل ہو گیا۔ یہاں سے پھر موصل واپس آیا۔ موصل کی سرکاری فوج کا امیر العسکر صقر بن نجدہ مقابلہ کے لیے نکلا۔ امیر حسن بن صالح اور بلال قیسی اس کے ساتھ تھے، لیکن حسان کی قوت اتنی مضبوط تھی کہ صقر اس مرتبہ بھی ناکام رہا اور حسان نے ایک افسر بلال قیسی کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ منصور کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے از سر نو فوجیں بھیجنے کا عزم کیا اور پہلے امام ابو حنیفہ اور محدث ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کو بلا کر ان سے کہا کہ موصل والوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ میرے خلاف بغاوت نہ کریں گے، اگر کریں گے تو مجھ پر ان کے مال اور ان کے خون کی ذمہ داری باقی نہ رہے گی۔ اس لیے اب میں بری ہوں۔ امام ابو حنیفہ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ باقی دونوں آدمیوں نے کہا کہ امیر المؤمنین موصل کے باشندے آپ کی رعایا ہیں۔ اگر آپ درگزر سے کام لیں تو وہ اس کے حقدار ہیں اور اگر سزا دیں تو وہ سزا کے مستحق ہیں، لیکن امام صاحب خاموش رہے۔ منصور نے کہا آپ کیوں خاموش ہیں؟ امام صاحب نے یہ بلیغ جواب دیا۔ امیر المؤمنین! انہوں نے ایسی چیز جازر رکھی جس کے خود وہ مالک نہ تھے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ اگر کوئی عورت بغیر نکاح اور ملکیت کے اپنے کو کسی مرد کے سامنے پیش کرے تو کیا اس سے تمتع جازر ہوگا۔ منصور نے کہا نہیں۔ امام موصوف کے اس جواب کے بعد منصور نے

موصول والوں سے مواخذہ کا خیال چھوڑ دیا اور بغاوت ختم ہو گئی۔ ❁

استاذ سیس کا دعویٰ نبوت

۱۵۰ھ میں نواح خراسان میں استاذ سیس نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ہرات، بادغیس اور بختان کے بہت سے باشندے اس کے ساتھ ہو گئے اور وہ ان کی مدد سے خراسان کے بہت سے حصے پر چھا گیا۔ مرو اور زکاکا حاکم اجثم اس فتنہ کو دبانے کے لیے نکلا، لیکن استاذ سیس کی طاقت بہت مضبوط تھی۔ اجثم اور اس کے بہت سے فوجی افر مارے گئے۔ منصور کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو اس نے خزیمہ بن خازم کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ شہزادہ مہدی کے پاس روانہ کیا۔ مہدی نے اس کو مزید ۲۰ ہزار کمک دے کر استاذ سیس کی سرکوبی پر مامور کیا۔ خزیمہ نے بڑے اہتمام سے اس کے مقابلہ کی تیاری کی۔ یثیم بن شعبہ، نہار بن حصین السعدی، بکار بن مسلم وغیرہ منتخب بہادروں کو فوج کے مختلف حصوں پر متعین کیا اور زبرقان کو علم دے کر استاذ سیس کی طرف بڑھایا۔ اس کے آدمی زیادہ تر پیدل تھے۔ اس لیے خزیمہ نے پہلے اس کو مختلف مقامات میں چکر دے کر تھکا دیا۔ پھر ایک مقام پر ٹھہر کر خندق کھودی اور اس کے چاروں رخ پر ہزار ہزار منتخب بہادر متعین کر دیے۔ اس دوران میں استاذ سیس بھی پہنچ گیا اور خندق کے جس رخ پر بکار بن مسلم متعین تھا اس کو پاشنا شروع کیا، لیکن بکار نے انہیں ہٹا دیا۔ یہاں سے ہٹ کر ان لوگوں نے خازم کے مورچہ کا رخ کیا اور حریش نامی ایک سیتانی اس کی جانب بڑھا۔ خازم نے اس کو آتے دیکھ کر یثیم کو بکار کی سمت سے پھر کر عقب سے حملہ کرنے کا حکم دیا اور بکار کو یہ ہدایت کر دی کہ وہ یثیم کا جھنڈا دیکھتے ہی اعلان کر دے کہ طخارستان سے امدادی فوج آ گئی۔ یہ ہدایت دے کر خود حریش کے مقابلہ کے لیے بڑھا۔ ادھر یہ دونوں گتھے ہوئے تھے کہ پیچھے سے یثیم پہنچ گیا۔ ان کو دیکھتے ہی بکار کے دستہ نے خازم کی ہدایت کے مطابق نعرہ لگایا۔ حریش گھبراہٹ میں ادھر متوجہ ہو گیا اور خزیمہ نے نہایت زور و شور سے حملہ کر کے پیچھے ہٹا دیا۔ پیچھے یثیم موجود تھا۔ اس نے ادھر سے گھیر لیا۔ بکار اور نہار علیحدہ اپنی اپنی سمتوں سے ٹوٹ پڑے اور استاذ سیس کی فوج چاروں طرف سے گھر کر پامال ہو گئی۔ ستر ہزار آدمی قتل اور چودہ ہزار گرفتار ہوئے۔ استاذ سیس پہاڑی علاقہ میں بھاگ گیا۔ خازم نے تعاقب کر کے گھیر لیا۔ استاذ سیس نے جب دیکھا کہ بھاگنے سے بھی جان نہیں بچتی تو ابو عون کا حکم مان کر چلا آیا کہ وہ جو فیصلہ کر دے اسے قبول کرے گا۔ اس نے

فیصلہ کیا کہ استاذ سب سے اور اس کے لڑکے قید کیے جائیں اور باقی ماندہ لوگوں کو رہا کر دیا جائے۔ ❁

افریقہ کی بغاوت

شمالی افریقہ کا پورا علاقہ بڑا بغاوت پسند تھا۔ یہاں کے بربری اور خارجی جن کی افریقہ میں بڑی تعداد تھی۔ دونوں بڑے شورش پسند واقع ہوئے تھے۔ بنی امیہ کے آخری زمانہ میں یہاں بڑی عظیم الشان بغاوت ہو چکی تھی۔ جس کے آثار عباسی عہد میں بھی باقی تھے۔ ۱۴۴ھ میں منصور نے امیر محمد بن اشعث کو مصر و مغرب کا والی بنا کر بھیجا۔ اس نے شورش پسندوں کا قلع قمع کر کے امن و سکون قائم کیا اور افریقہ کے برہم شدہ نظام کو از سر نو درست کیا اور کئی سال تک یہاں امن و امان قائم رہا۔ پھر ۱۴۸ھ میں خود ابن اشعث کی فوج کا ایک سردار موسیٰ بن عجلان باغی ہو گیا۔ فوج نے بھی اس کا ساتھ دیا اور ابن اشعث کو نکال کر عیسیٰ بن موسیٰ خراسانی کو افریقہ کا حاکم بنایا۔ اس لیے منصور نے ایک نامور امیر اغلب بن سالم تیمی کو افریقہ کا حاکم بنا کر بھیجا۔ یہ بڑا مدبر تھا۔ اس نے افریقہ پہنچتے ہی حسن تدبیر سے امن و سکون قائم کر دیا، لیکن ایک ہی سال کے بعد ۱۴۹ھ میں بڑی انقلاب انگیز شورش شروع ہو گئی۔ جس کا سلسلہ کئی سال تک مسلسل قائم رہا۔ اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ اس سنہ میں ایک بربری خارجی ابوقرہ بربریوں کو لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اغلب کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ سالم بن سوادہ کو قیروان کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر ابوقرہ کے مقابلہ کے لیے نکلا، لیکن وہ بھاگ گیا۔ اس لیے اغلب نے طبعہ جانے کا ارادہ کیا، لیکن اس کی فوج نے جس میں زیادہ تر بربری تھے انکار کر دیا کہ وہ ابوقرہ کے مقابلہ کے لیے نکلے تھے۔ اس لیے وہ کہیں نہ جائیں گے، چنانچہ اغلب کا ساتھ چھوڑ کر قیروان چلے گئے اور اس کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی رہ گئے۔

اغلب کی فوج کا یہ رنگ دیکھ کر بربری حسن بن حرب نے جو اس وقت تونس میں تھا۔ اس کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اغلب کے نائب سالم بن سوادہ کو گرفتار کر کے قیروان پر قبضہ کر لیا۔ اغلب کو اس کی اطلاع ہوئی تو اپنی مختصر سی ❁ فوج لے کر قیروان پہنچا اور حسن کو شکست دے کر یہاں سے نکال دیا اور وہ تونس چلا گیا، لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد پھر فوجیں لے کر پہنچ گیا۔ اغلب نے مقابلہ کیا اور زخمی ہو کر اس کے صدمہ سے مر گیا۔ اغلب کی موت کے بعد اس کے ایک افسر مخارق بن غفار نے حسن کو شکست دی اور وہ بھی مارا گیا۔

اغلب کی موت کے بعد منصور نے ۱۵۱ھ میں ابو جعفر عمرو بن حفص کو افریقہ کا والی مقرر کیا۔ یہ

❁ ابن اثیر جلد ۵ ص ۲۱۹۔

❁ یہ ابن العذاری کا بیان ہے۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ فوج پھر آ کر اس سے مل گئی تھی۔

مد بردالی تھا۔ اس نے افریقہ کے عمائد کو حسن سلوک سے مائل کر کے افریقہ میں امن قائم کر دیا۔ تین سال کے بعد ۱۵۳ھ میں ایک شہر طنبہ کو بسانے کے سلسلہ میں اسے قیروان چھوڑ کر زاب جانا پڑا۔ اس کے ہٹتے ہی پھر بربری اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابن حفص کے نائب حبیب بن مسیب مہلبی نے مقابلہ کیا، لیکن شکست کھا کر مقتول ہوا اور بربریوں نے پھر قیروان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد طرابلس پہنچے اور یہاں کے حاکم جنید بن بشار کو شکست دے کر محصور کر لیا اور سارے افریقہ میں بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ امیر ابن حفص اس وقت زاب کے شہر طنبہ میں تھا۔ اس لیے ابوقرہ صفری، عبدالرحمن بن رستم، ابو حاتم اور عاصم سدرانی وغیرہ باغی بربری سرداروں نے ہزاروں بربریوں کے ساتھ طنبہ پر ہجوم کر دیا۔ ابن حفص کے پاس کل چند ہزار فوج تھی۔ تاہم اس نے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ اس کے افسروں نے مشورہ دیا کہ ہم میں سے جس کو چاہے مقابلہ کے لیے بھیج دیجئے۔ آپ خود طنبہ نہ چھوڑیئے، اگر آپ کی جان پر آنچ آئی تو سارا مغرب برباد ہو جائے گا۔ اس لیے ابن حفص نے مقابلہ کا خیال چھوڑ دیا اور ابوقرہ کے بھائی کو رشوت دے کر توڑ لیا اور وہ ایک رات کو بربریوں کی بڑی تعداد لے کر چلا گیا۔ اس لیے ابوقرہ کو بھی لوٹ جانا پڑا۔ باغی سرداروں میں سب سے بڑی قوت ابوقرہ کی تھی۔ اس کے چلے جانے کے بعد دوسرے سرداروں کا زیر کر لینا آسان تھا، چنانچہ عبدالرحمن کے مقابلہ میں فوجیں بھیج کر اسے شکست دے دی اور وہ تاہرت چلا گیا اور ابن حفص قیروان واپس آ گیا۔ اس کی واپسی کے بعد ہی ابو حاتم بربری ایک لاکھ تیس ہزار فوج کے ساتھ قیروان پہنچ گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ ابن حفص عرصہ تک مدافعت کرتا رہا، لیکن محاصرہ کی شدت اور طوالت کی وجہ سے اہل شہر کی حالت روز بروز خراب ہوتی گئی۔ خورد و نوش کا تمام سامان ختم ہو گیا۔ آخر میں کتے بلی مار مار کر کھانے کی نوبت آ گئی۔ اس دوران میں اطلاع ملی کہ منصور کی جانب سے یزید بن حاتم ساٹھ ہزار امدادی فوجیں لے کر آ رہا ہے، لیکن ابن حفص محاصرہ کی سختیوں سے اتنا تنگ آ چکا تھا کہ اس نے اس کے پہنچنے کا بھی انتظار نہ کیا اور باہر نکل کر بربریوں کا مقابلہ کر کے مردانہ وار جان دے دی۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۱۵۴ھ میں پیش آیا۔

عمر بن حفص کے بعد لوگوں نے اس کے بھائی جمیل بن حفص کو اس کا قائم مقام بنایا۔ اس نے محاصرہ کی سختیوں سے گھبرا کر ابو حاتم سے صلح کر لینی چاہی، لیکن اس نے منظور نہ کیا اور قیروان کے پھانک کو جلا کر شہر میں داخل ہو گیا۔ یہاں کے اکثر باشندے شہر چھوڑ کر زاب چلے گئے۔ ابو حاتم کے قیروان میں داخلہ کے بعد اس کو اطلاع ملی کہ یزید بن حاتم طرابلس پہنچ گیا ہے۔ اس لیے وہ عبدالعزیز معافری کو قیروان کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر خود یزید بن حاتم کے مقابلہ کے لیے طرابلس روانہ ہو

گیا۔ اس درمیان میں یزید طرابلس پہنچ چکا تھا۔ دونوں میں بڑا سخت معرکہ ہوا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد بربریوں نے شکست فاش کھائی۔ ابو حاتم مارا گیا اور اس کی تیس ہزار فوج کام آئی اور باقی منتشر ہو گئی۔ یزید نے تعاقب کر کے جہاں تک ہوسکا بربریوں کو قتل کرایا۔ ابو حاتم کو شکست دینے کے بعد سعید بن شداد کو طرابلس میں چھوڑ کر خود یزید بن حاتم جمادی الثانی ۱۵۵ھ میں قیہ وان آیا۔ یہاں ابو حاتم کا ایک ساتھی عبدالرحمن اب تک موجود تھا۔ یزید کے پہنچنے کے بعد وہ کتامہ بھاگ گیا۔ یزید نے ۱۵۶ھ میں اس کے تعاقب میں علاء بن سعید کو روانہ کیا۔ اس لیے عبدالرحمن یہاں بھی نہ ٹھہر سکا اور قلعہ چھوڑ کر نکل گیا اور علاء بن سعید نے یہاں کے بربریوں کا قتل عام کیا اور اسی زمانہ میں ایک اور بربری ابو یحییٰ بن فریانس نے طرابلس کے نواح میں علم بغاوت بلند کیا۔ بہت سے بربری اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے، لیکن یہاں کے حاکم عبداللہ بن سبط کندی نے اسے شکست دے کر اس کے جتھے کو تہہ تیغ کر دیا۔ ابو یحییٰ کے بعد افریقہ کی بغاوت کا بالکل خاتمہ ہو گیا اور برسوں کی شورش کے بعد کامل امن وامان قائم ہوا۔ ❊

اندلس میں اموی حکومت کا قیام

منصور کے زمانہ میں اگرچہ بغاوتیں بہت ہوئیں، لیکن ملک کا کوئی حصہ ہاتھوں سے نکلنے نہ پایا، البتہ اندلس میں عبدالرحمن الداخل نے اموی حکومت قائم کر لی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بنی امیہ کے آخری زمانہ ہی سے اندلس کی حکومت کا نظام بگڑ چکا تھا اور یہاں کے عرب اور بربر اور پھر عربوں میں یمنی اور مضری قبائل میں جنگ برپا تھی۔ جس کی تفصیل تاریخ بنی امیہ میں گزر چکی ہے۔ اس مسلسل خونریزی اور بد امنی سے گھبرا کر اہل اندلس نے ہشام بن عبدالملک اموی سے درخواست کی تھی کہ وہ کسی ایسے شخص کو اندلس کا حاکم بنادے جو یہاں اتحاد و اتفاق پیدا کر کے امن وامان قائم کر سکے۔ چنانچہ ہشام نے ۱۲۵ھ میں ابوالخضر حسام بن ضرار کلبی کو اندلس کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اہل اندلس بد امنی سے تنگ آچکے تھے۔ اس لیے سب نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور اندلس میں امن وامان قائم ہو گیا اور ابوالخضر کے آنے کے بعد چار سال تک سکون رہا۔ ❊ لیکن ابوالخضر بھی قبائلی تعصب سے خالی نہ تھا۔ وہ یمنی تھا اس نے ایک ممتاز مضری سردار صمیل بن حاتم کے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا۔ اس سے یمنی اور مضری

❊ یہ حالات البیان المغرب ص ۱۰۳ تا ۱۰۴ کے ملخصاً ماخوذ ہیں۔ کہیں کہیں ابن اثیر سے بھی مدد لی گئی ہے۔ جہاں کہیں دونوں کے بیانات میں اختلاف ہے وہاں البیان المغرب کے بیان کو ترجیح دی گئی ہے۔

❊ مجموعہ اخبار افتتاح اندلس ص ۱۲۵ تا ۱۲۶ ابن خلدون جلد ۲ ص ۱۱۹۔

عصیت پھر تازہ ہو گئی اور دونوں آپس میں لڑ گئے۔ ابو الخطار شکست کھا کر گرفتار ہوا۔ اس گرفتاری کے بعد اہل اندلس نے ثوابہ بن سلامہ جذامی کو حاکم بنایا، لیکن ۱۲۹ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ *
ثوابہ کی موت کے بعد پھر یمن اور مضری حکومت کا سوال پیدا ہو گیا۔ دونوں فریق اپنا اپنا آدمی چاہتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بنی امیہ کی حالت زبوں ہو رہی تھی۔ اس لیے وہاں سے بھی اس کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا اور کامل چار مہینے تک کسی کا تقرر نہیں ہوا۔ عبدالرحمن ابن کثیر کو عارضی طور سے مشیر کار بنالیا گیا تھا۔

آخر میں بڑے سخت اختلاف کے بعد یوسف بن عبدالرحمن مضری کا انتخاب ہوا۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ دونوں میں طے پایا کہ باری باری سے ایک ایک سال یمن اور مضری سے حاکم اندلس کا انتخاب ہوا کرے گا۔ * لیکن افتتاح اندلس کے بیان کے مطابق بلا کسی شرط کے انتخاب ہوا البتہ ایک اور امیدوار سردار یحییٰ بن حریت جذامی یمنی کو یہ علاقہ دے دیا گیا۔ *
لیکن اس سے بھی حالات نہ سنبھلے اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد پھر یمنی اور مضری عصیت بڑی شدت کے ساتھ ابھر آئی اور فریقین میں جنگ شروع ہو گئی۔ اس کے کئی اسباب بیان کیے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ یوسف کی ایک سالہ مدت حکومت ختم ہونے کے بعد جب یمنیوں کی باری آئی تو یوسف نے ان پر حملہ کر دیا۔ دوسرا یہ کہ یوسف کو حاکم بنانے کی تحریک صمیل بن حاتم نے کی تھی۔ یہ دونوں مضری تھے اس لیے یمن اور مضری کا سوال پیدا ہو کر جنگ شروع ہو گئی۔ تیسرا یہ کہ یوسف نے زمام حکومت ہاتھوں میں لینے کے بعد یحییٰ بن حریت جذامی کو جسے ریہ کی حکومت دی گئی تھی معزول کر دیا۔ بہر حال ان تینوں میں سے جو سبب بھی ہو یوسف کے زمانہ میں پھر فریقین میں جنگ شروع ہو گئی اور اس کا سلسلہ کئی سال تک قائم رہا۔ اس خانہ جنگی سے اندلس کے مسلمانوں کی قوت بہت کمزور پڑ گئی اور یہاں کے اصلی باشندوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ بہت سے نو مسلم اندلسی مرتد ہو کر باغی ہو گئے اور سارے اندلس میں انقلاب کی شکل پیدا ہو گئی، لیکن کئی سال کی خونریزی کے بعد بالآخر یوسف اور صمیل نے یمنیوں کو مغلوب کر کے حکومت قائم کر لی۔ * ٹھیک اسی زمانہ میں عبدالرحمن بن معاویہ اندلس پہنچ گیا۔

* مجموعہ اخبار افتتاح اندلس ص ۵۶-۵۷ و ابن خلدون جلد ۲ ص ۱۲۰۔

* ابن خلدون ج ۲ ص ۱۲۰۔

* مجموعہ اخبار افتتاح اندلس ص ۵۷۔

* یہ حالات افتتاح الاندلس میں بہت مفصل اور طویل ہیں ہم نے صرف نتیجہ لکھا ہے۔

عبدالرحمن الداخل کا ورود اندلس اور اموی حکومت کا قیام

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ عباسی حکومت کے قیام کے بعد جب سفاح نے بے دردی سے اموی خاندان کو مٹانا شروع کیا اور وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیے جانے لگے تو ان کو جدھر کا راستہ ملا بھاگ نکلے۔ انہی میں ایک عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک اموی بھی تھا۔ مروان کے خاتمہ کے وقت وہ شام میں تھا۔ جب بنی امیہ کی داروگیر اور ان کا قتل عام شروع ہوا تو وہ چھپ کر بھاگ نکلا۔ عباسی سپاہیوں نے اس کا تعاقب بھی کیا، لیکن وہ کسی نہ کسی طرح جان بچا کر نکل گیا اور مغرب پہنچ کر قبیلہ مکناسہ میں مقیم ہوا اور افریقہ کے حاکم عبدالرحمن فہری کو عبدالرحمن بن معاویہ کے افریقہ پہنچنے کی خبر ہوئی تو اس نے اس کی تلاش شروع کر دی۔ قبیلہ مکناسہ بھی اس کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا تھا۔ اس لیے عبدالرحمن مکناسہ سے قبیلہ نفرزادہ چلا گیا۔ اس کی ماں بربری تھی اور اسی قبیلہ سے تھی اس لیے قبیلہ نفرزادہ نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب یوسف یمنیوں کو مغلوب کر کے اپنی حکومت قائم کر چکا تھا، لیکن اندر ہی اندر مخالفت کی آگ بڑا برسلگ رہی تھی۔ یمنی بنی امیہ کے پرانے وفادار تھے۔ ان کے علاوہ چونکہ یہاں مدتوں اموی حکومت رہ چکی تھی اور اب تک عباسیوں کا اثر یہاں نہ پہنچا تھا۔ اس لیے بنی امیہ کے حامیوں کی بڑی تعداد یہاں موجود تھی، چنانچہ عبدالرحمن نے ان کو اندلس میں اپنی حکومت کے قیام کی دعوت دی اور اپنے غلام بدر کو اندلس بھیجا۔ یمن کے تمام قبائل اور بنی امیہ کے دوسرے طرفداروں نے اس دعوت کو بڑی خوشی سے قبول کر لیا اور ان کا ایک وفد جہاز لے کر عبدالرحمن کو لینے کے لیے مغرب آیا اور ۳۸ھ میں اس کو اپنے ساتھ اندلس لے گیا۔

اہل اندلس عبدالرحمن کے لیے چشم براہ تھے۔ اس کے پہنچتے ہی یمن کے قبائل نے اس کے سامنے سرطاعت خم کر دیا۔ ان کے علاوہ اشبیلیہ، ریہ، شذونہ اور مورور کے مسلمانوں نے بھی اس کی بیعت کر لی۔ ان کی حمایت و امداد حاصل ہونے کے بعد عبدالرحمن اندلس کے پایہ تخت قرطبہ کی طرف بڑھا۔ یوسف اس وقت ایک مہم میں جلیقیہ گیا ہوا تھا۔ یہاں قرطبہ پر عبدالرحمن کی فوج کشی کی خبر پہنچی تو یوسف کی تمام فوجیں اس کا ساتھ چھوڑ کر عبدالرحمن کے پاس قرطبہ چلی گئیں اور اس کے ساتھ بہت تھوڑی جماعت رہ گئی۔ اس کے وزیر و مشیر صمیل نے اس کو عبدالرحمن کے ساتھ لطف و مدارات سے پیش آنے کا مشورہ دیا، لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی اور عبدالرحمن قرطبہ ہوتا ہوا مالقہ پہنچا۔ یہاں آنے

❖ افتتاح الاندلس ص ۵۶۔

کے بعد اکثر شہروں کی فوجیں اس کے پاس چلی آئیں اور قریب قریب پورا اسلامی اندلس اس کے ساتھ ہو گیا اور یوسف کے ساتھ صرف فہر اور قیس کے قبیلے رہ گئے۔ اس دوران میں یوسف بھی قرطبہ پہنچ گیا۔ اس میں اور عبدالرحمن میں مقابلہ ہوا۔ یوسف کی فوج بہت کم تھی اس لیے اس کو شکست ہوئی اور وہ غرناطہ جا کر قلعہ بند ہو گیا۔ عبدالرحمن نے عقب سے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ یوسف کے پاس کوئی بڑی قوت نہ تھی اس لیے اسے مجبور ہو کر عبدالرحمن کی اطاعت قبول کر لینی پڑی اور دونوں میں مصالحت ہو گئی۔ عبدالرحمن نے اسے قرطبہ میں قیام کرنے کی اجازت دے دی، لیکن تھوڑے دنوں کے بعد وہ بدعہدی کر کے طلیطلہ چلا گیا۔ بیس ہزار بربری اس کے ساتھ ہو گئے۔ عبدالرحمن کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے عبدالملک بن عمر مروانی کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے یوسف کو شکست دی اور اس کے ایک آدمی نے حیلہ سے اس کو قتل کر کے اس کا سر عبدالرحمن کی خدمت میں پیش کیا۔ یوسف کے قتل کے بعد ۱۴۱ھ میں اندلس میں بنی امیہ کی حکومت قائم ہو گئی جو کئی صدیوں تک قائم رہی۔ ❀

علوی

خلافت کے بارہ میں اہل بیت اور غیر اہل بیت کی نزاع بنی امیہ کے زمانہ سے چلی آرہی تھی جو بنی عباس کے زمانہ میں بھی قائم رہی، بلکہ پہلے سے زیادہ بڑھ گئی اور منصور کے زمانہ میں اس کا جس شدت کے ساتھ ظہور ہوا، اس کی مثال اموی دور میں بھی نہیں ملتی۔ عباسی حکومت کے خلاف علویوں میں ایک عام حرکت پیدا ہو گئی اور سب سے پہلے محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب نفس زکیہ نے منصور کے مقابلہ میں خروج کیا۔ نفس زکیہ فضل و کمال اور زہد و ورع اور اثر نفوذ کے لحاظ سے بنی ہاشم کے نہایت ممتاز بزرگ تھے۔ ان کے والد عبداللہ نے بنی ہاشم کے حامیوں میں مشہور حدیث ”اسمہ کاسمی“ کی تبلیغ کر کے ان کو یقین دلایا کہ محمد وہی مہدی موعود ہیں جن کی پیشگوئی آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں فرمائی تھی۔ ❀ چونکہ نام سے وہ اس حدیث کے مصداق تھے۔ اس لیے بہت سے عوام خصوصاً شیعین اہل بیت نے آسانی سے اس کو قبول کر لیا اور بہت بڑی جماعت نے ان کو مہدی تسلیم کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور نفس زکیہ ایک زمانہ تک خفیہ دعوت دیتے رہے۔ منصور ابتدا ہی سے ان کی تاک میں لگا ہوا تھا، مگر نفس زکیہ برابر ایک مقام سے دوسرے

❀ ابن خلدون جلد ۴ ص ۱۲۱ افتتاح الاندلس میں ان واقعات کو بڑی تطویل سے لکھا ہے۔

❀ افقری ص ۱۴۸ پوری حدیث یہ ہے۔ لو بقی من الدنیا یوم یطول باللہ ذالک الیوم حتی یبعث فیہ مہدینا اوقامنا اسمہ کاسمی واسمہ ابیہ کاسم ابی، لیکن محدثین کے نزدیک یہ حدیث پایا اعتبار سے ساقط ہے۔

نفس زکیہ کا خروج

4 طبری جلد ۱۰ ص ۱۸۷ و ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۹۳ یہ واقعہ دونوں کتابوں میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ منقول ہے۔ ہم نے اس کا صرف ضروری خلاصہ نقل کیا ہے۔

آل حسن کی گرفتاری کے بعد ان سے نفس زکیہ اور ابراہیم کا پتہ پوچھنے کے لیے ان پر بھی طرح طرح کی سختیاں کی گئیں اور آخر میں یہ لوگ ربذہ سے عراق منتقل کر دیئے گئے اور سختی کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ بہت سے لوگ ان سزاؤں کی تاب نہ لا کر مر گئے۔ نفس زکیہ اور ان کے اتباع کو برابر ان مصائب کی اطلاع مل رہی تھی اور یہ سب سختیاں انہی کی وجہ سے ہو رہی تھیں۔ اس لیے ان کے حامیوں نے ان کو مجبور کیا کہ یہ تمام مصائب آپ ہی کی وجہ سے ٹوٹ رہے ہیں۔ اس لیے جلد میدان میں آئیے۔ چنانچہ رجب ۱۴۵ھ میں وہ بہت بڑی جماعت کے ساتھ نکلے۔ مقامی جماعتوں کے علاوہ مختلف ملکوں کے وفود بھی ساتھ تھے۔ جس ملک کے لوگ نہ آ سکے تھے ان کے خطوط آئے تھے چنانچہ انہوں نے مدینہ پر قبضہ کر کے رہا کر دیا۔ مدینہ پر قبضہ کے بعد مکہ گئے۔ یہاں کے باشندے بھی ساتھ ہو گئے۔

منصور کو ان حالات کی اطلاع پہنچی تو اپنی مستقل مزاجی کے باوجود گھبرا گیا اور نفس زکیہ کے نام خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا:

منصور کا خط

”اللہ کے بندہ عبد اللہ امیر المؤمنین کی جانب سے محمد بن عبد اللہ کو معلوم ہو کہ ”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی پر لٹکائے جائیں یا ان کے دونوں مخالف ہاتھ اور پاؤں کاٹے جائیں یا وہ ملک سے نکال دیئے جائیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔ ہاں جو لوگ قابو پائے جانے سے پہلے ان حرکتوں سے تائب ہو جائیں تو ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ غفور اور رحیم ہے۔“ [آیت قرآنی]

ان آیات قرآنی کے بعد مرقوم تھا کہ ”میں اللہ اور رسول ﷺ کو درمیان میں ڈال کر اور اس کا واسطہ دے کر عہد کرتا ہوں کہ اگر تم میرے قابو میں آنے سے پہلے اپنی حرکتوں سے توبہ کر کے باز آ جاؤ تو میں تمہارے لڑکوں، تمہارے بھائیوں اور تمہارے اہل خاندان اور رفقاء سب کی جان بخشی کرتا ہوں اور تم نے جو جانی اور مالی نقصان پہنچایا ہے اس سے بھی درگزر کروں گا اور دس لاکھ درہم نقد دوں گا۔ تمہاری اور جو ضروریات ہوں گی سب پوری کروں گا اور جو مقام تم اپنے رہنے کے لیے پسند کرو گے وہاں قیام کی اجازت دے دی جائے گی تمہارے خاندان کے جس قدر

لوگ قید ہیں سب رہا کر دیئے جائیں گے تمہارے ہاتھ پر جن لوگوں نے بیعت کی ہے یا کسی حیثیت سے تمہارا ساتھ دیا ہے سب کی جان بخشی کی جائے گی۔ ان میں کسی سے کبھی مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ اگر تم میرے ان شرائط پر اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہو تو جن کو تم پسند کرو انہیں بھیج دو۔ وہ آ کر مجھ سے امان نامہ اور عہد و پیمان لے لیں۔“

محمد بن عبداللہ نے اس کا جواب دیا:

نفس زکیہ کا جواب

”اللہ کے بندہ مہدی محمد بن عبداللہ کی جانب سے عبداللہ بن محمد کے نام ”طسم“ یہ کتاب مبین کی آیتیں ہیں ہم ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں موسیٰ اور فرعون کے بعض سچے حالات تم کو سناتے ہیں۔ فرعون زمین میں بہت بڑھ رہا تھا اور اس نے اس کے باشندوں کے مختلف گروہ بنا دیئے تھے۔ ان میں ایک گروہ کو اس قدر کمزور کر دیا تھا کہ ان کے لڑکوں کو ذبح کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ بیشک وہ مفسدہ پردازوں میں تھا ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں جو کمزور سمجھے گئے ان کے ساتھ احسان کریں اور ان کو سردار بنائیں۔ نیز انہیں ملک کا وارث قرار دیں اور ان کے قدم ملک میں جمائیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کو جن سے وہ ڈرتے تھے انہیں لوگوں کے ہاتھوں تباہ کر دکھائیں۔“

ان آیات کے بعد اصل مضمون یہ تھا کہ: ”تم نے میرے سامنے جس طرح کی امان پیش کی ہے میں بھی اسی طرح کی امان پیش کرتا ہوں۔ خلافت دراصل ہمارا حق ہے۔ ہمارے ہی ذریعہ سے تم نے اس کا دعویٰ کیا ہمارے شیعوں کو لے کر تم اس کے حصول کے لیے نکلے اور ہماری ہی فضیلتوں کے طفیل میں تمہیں یہ اعزاز حاصل ہوا۔ ہمارے باپ علی رضی اللہ عنہ وہی اور امام تھے پھر تم ہمارے یعنی ان کی اولاد کے ہوتے ہوئے کیسے وارث ہو گئے تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ کسی ایسے شخص نے جس کا نسب اور شرف خاندانی تمہارے جیسا ہو خلافت کا دعویٰ نہیں کیا۔ ہم ملعونوں، مطرودوں اور آزاد کردہ غلاموں کی اولاد میں نہیں ہیں۔“

✽ غالباً اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جنگ بدر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ مشرکین کے ساتھ نکلے تھے اور ان کی شکست کے بعد گرفتار ہو گئے تھے اور فدیہ دے کر رہائی حاصل کی تھی۔

ہم کو قرابت رسول ﷺ، سبقت فی الاسلام اور دوسرے فضائل کے جو مفاخر حاصل ہیں وہ بنو ہاشم میں کسی کو حاصل نہیں ہیں زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوطالب کی ماں فاطمہ بنت عمرو کی اولاد ہم تھے نہ کہ تم، اور اسلام میں ان کی لڑکی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہم تھے نہ کہ تم، اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے بہترین نسب منتخب کیا۔ ہمارے والد محمد ﷺ نبیوں میں تھے اور علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان تھے۔ ازواج النبی میں سب سے افضل ہماری نانی خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے قبلہ رخ نماز پڑھی۔ لڑکیوں میں سب سے بہتر فاطمہ رضی اللہ عنہا خواتین جنت کی سردار ہیں۔ اسلام میں پیدا ہونے والوں میں سب سے بہتر حسن و حسین رضی اللہ عنہما نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ کو ہاشم سے دو ہر اشرف اہنیت حاصل ہے۔ ❶ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو عبدالمطلب سے دو ہر اشرف اہنیت حاصل ہے ❷ مجھے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے واسطے سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو ہر اشرف اہنیت حاصل ہے۔ ❸ میں نبی بنی ہاشم کا خلاصہ ہوں۔ میری رگوں میں امہات اولاد کا عجی خون نہیں ہے۔ ❹ اللہ تعالیٰ نے نسب کے لحاظ سے میرے لیے بہترین ماں باپ منتخب کیے اور یہ امتیاز دوزخ میں بھی قائم رکھا۔ میں اس کی اولاد ہوں جس کا درجہ جنت میں سب سے بلند ہوگا۔ ❺ میں اس کی اولاد ہوں جس کو دوزخ میں سب سے کم عذاب ملے گا۔ ❻ پس میں نیکوں میں سب سے بڑے نیک اور بروں میں سب سے کمتر برے اور جنت اور دوزخ کے سب سے بہتر مکین کا فرزند ہوں۔ میں اللہ کا واسطہ دوں کروعدہ کرتا ہوں کہ تم میری دعوت مان کر میری اطاعت قبول کر لو تو میں اللہ کے حدود مسلمانوں اور معاهد کے حقوق کے علاوہ جن کا بار تمہاری گردن پر ہے، تمہاری جان تمہارا مال اور تمہارے تمام محدثات کو معاف کر دوں گا۔ میں خلافت کا تم سے زیادہ حقدار اور ایفاءئے عہد کا تم سے زیادہ پابند ہوں، کیونکہ تم جیسی امان مجھ سے دے رہے ہو

❶ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب ہاشم کے پوتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ماں فاطمہ بنت اسد ہاشم کی پوتی تھیں۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہاشم کے پر پوتے بھی تھے اور پر نواسے بھی۔

❷ اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ عبدالمطلب کے پر پوتے بھی تھے اور پر نواسے بھی۔

❸ نفس زکیہ حضرت حسن کے پر پوتے تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پر نواسے اس لیے وہ ناہمال اور دبیال دونوں جانب سے اہل بیت نبوی میں تھے۔

❹ یہ منصور پر طغریٰ ہے کہ وہ لونڈی کے لطن سے تھا۔

❺ یعنی رسول اللہ ﷺ۔

❻ روایات میں ہے کہ ابوطالب پر سب سے کم عذاب ہوگا۔

ایسی معلوم نہیں کتنی امانیں دوسروں کو دے چکے ہو تم مجھے کس طرح کی امان دیتے ہو؟ جیسی ابن ہبیرہ کو دی، یا جیسی اپنے چچا عبداللہ بن علی کو دی، یا جیسی اپنے قوت بازو ابو مسلم کو دی؟ (ان سب کو امان دینے کے بعد قتل یا قید کر دیا گیا تھا)

منصور نے اس کا نہایت سخت جواب دیا، گو وہ کسی قدر طویل ہے، لیکن دلچسپی سے خالی نہیں

منصور کا دوسرا خط

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ! اما بعد، تمہاری گفتگو میں نے سنی اور تمہاری تحریر دیکھی تم عوام، جہلا اور جفا کاروں کو گمراہ کرنے کے لیے عورتوں کی قرابت کے فخر کا صورت پھونکتے ہو۔ * حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا درجہ چچا، باپ، عصبہ اور اولیا کے برابر نہیں رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چچا کو باپ کا رتبہ دیا ہے۔ * اور اپنی کتاب میں بھی اسی سے شروع کیا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے محض قرابت کی وجہ سے عورتوں کو کوئی رتبہ دیا ہوتا تو اس رتبہ کی سب سے زیادہ مستحق رسول اللہ ﷺ کی ماں آمنہ ہوتیں اور سب سے پہلے وہ جنت میں جاتیں، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے علم کے ذریعہ سے جسے چاہتا ہے رتبہ کے لیے منتخب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحَبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ﴾ [۲۸/ القصص: ۵۶]

”تم جس کو پسند کرتے ہو اس کو ہدایت یا ب نہیں کر سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔“

تم کو ابوطالب کی ماں فاطمہ بنت عمرو کے انتساب پر فخر ہے، حالانکہ اللہ نے ان کی اولاد میں سے کسی کو اسلام کی توفیق نہیں عطا کی اور اگر ان میں قرابت کی وجہ سے کسی کو توفیق دیتا تو اس کے سب سے زیادہ مستحق رسول اللہ ﷺ کے والد عبداللہ تھے، جو دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کے مستحق تھے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے مذہب کی توفیق جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ * جس وقت رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے، اس وقت آپ کے چار چچا زندہ تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو ان میں سے دو نے قبول کی، جن میں ایک (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) ہمارے جدِ اعلیٰ

* یعنی حضرت فاطمہ زہراؓ کی اولاد ہونے کا۔

* یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ منصور کے جدِ اعلیٰ حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے۔

* آنحضرت ﷺ کے والد عبداللہ کا انتقال آپ کی ولادت سے پہلے ہو گیا تھا اور انہوں نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا۔

تھے۔ * اور دو نے انکار کیا۔ ان میں سے ایک (ابوطالب) تمہارے جد اعلیٰ تھے۔ * ان کے انکار پر اللہ تعالیٰ نے ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان قرابت کا رشتہ توڑ دیا، تمہیں اس پر بھی فخر ہے کہ تم دوزخ میں سب سے کم عذاب پانے والے انسان اور بروں میں سب سے کم برے کی اولاد ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کفر میں چھوٹے کفر عذاب میں کم عذاب، شریروں میں کم شریر کا کوئی سوال نہیں، سب برابر ہیں، کوئی مسلمان عذاب دوزخ پر خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو فخر نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿سَيَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (الح) اور یہ فخر کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو عبدالمطلب سے اور تمہیں رسول اللہ ﷺ سے دو ہر اشرف البیت حاصل ہے۔ کوئی فخر نہیں، خیر الاولین والآخرین رسول اللہ ﷺ کو ہاشم اور عبدالمطلب دونوں سے دوہری نہیں بلکہ اکہری نسبت تھی۔ * تمہارا یہ لکھنا کہ تم بنی ہاشم کا خلاصہ ہو والدین کی طرف سے تمہارا نسب زیادہ خالص ہے، تم میں نجی امہات اولاد کا خون نہیں ہے، کتنی بڑی جسارت ہے اس دعوے سے تم پورے بنو ہاشم کے مقابلہ میں فخر کر رہے ہو۔ دیکھو کل تم اللہ کو کیا جواب دو گے تم اپنے دعویٰ میں اپنے حدود سے اتنا آگے بڑھ گئے ہو کہ جو مسلمہ طور پر تم سے ہر اعتبار سے افضل ہے اس کے مقابلہ میں فخر کرتے ہو گویا تم اپنے کور رسول اللہ (ﷺ) کے صاحبزادے حضرت ابراہیم سے افضل سمجھتے ہو جو ام ولد کے لطن سے تھے۔ اس مثال کو جانے دو، خود تمہارے باپ کے بھائی کی بہترین اور افضل ترین اولاد ام ولد ہی کے لطن سے تھی۔ * یہ تم بھی مانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تمہارے خاندان میں علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی نہیں پیدا ہوا۔ وہ بھی ام ولد کے لطن سے تھے اور تمہارے دادا حسن بن حسین سے افضل تھے، پھر ان کے بعد تمہارے خاندان میں محمد بن علی سے بہتر کوئی نہیں ہوا۔ ان کی دادی بھی ام ولد تھیں۔ اور وہ تمہارے باپ سے افضل تھے، ان کے بعد ان کے لڑکے جعفر کی دادی بھی ام ولد تھیں اور وہ تم سے بہتر تھے۔ ان کھلی ہوئی مثالوں کے بعد بھی کیا تمہیں فخر کا حق ہے؟ تمہارا یہ دعویٰ کہ تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے لڑکے ہو قرآن کے سراسر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ [۳۳/ الاحزاب: ۴۰] ہاں تم آپ کی

* دوسرے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ۔

* دوسرے ابوطالب۔

* یعنی حضرت امام زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ۔

* یعنی داد بھائی۔

لڑکی کی اولاد البتہ ہو اور یہ بھی قریبی ہی قرابت ہے، لیکن اس کے لیے میراث جائز ہی نہیں۔ ❀ نہ لڑکی کو ولایت کا حق ہوتا ہے نہ امامت کا، پھر تمہیں کیونکر اس کا حق پہنچ گیا، تم کو معلوم ہے کہ تمہارے باپ علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے حصول کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ انہوں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دن میں نکالا۔ چھپ کر ان کی تیمارداری کی اور رات کو خفیہ دفن کیا، لیکن لوگوں نے شیخین کے سوا ان کی خلافت نہیں تسلیم کی۔ اسلام کے اس قانون میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ نانا، ماموں اور خالہ کسی کو وراثت نہیں ملتی۔ تمہارا یہ فخر کہ علی رضی اللہ عنہ سابقین اسلام میں تھے بے معنی ہے۔ محض سبقت فی الاسلام کوئی ایسا شرف نہیں ہے جو خلافت کا مستحق بناتا ہو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں ان کے علاوہ دوسرے کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ آپ کے بعد مسلمانوں نے علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر یکے بعد دیگرے دو آدمیوں کو خلیفہ منتخب کیا۔ ان دونوں کے بعد جب چھ آدمی نامزد ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ کو خلافت سے دور رکھنے کے لیے سبھوں نے ان کو چھوڑ دیا اور ان کو حقدار نہ سمجھا اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو ان پر ترجیح دی اور عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کے بعد علی رضی اللہ عنہ پر ان کے قتل میں شرکت کا الزام لگایا گیا۔

اس کے بعد جب خود ان کا دور آیا تو طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے ان سے جنگ کی اور سعد رضی اللہ عنہ نے بیعت سے انکار کر کے دروازے بند کر لیے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے علیحدہ اپنی بیعت لی اور علی رضی اللہ عنہ نے ان کا پورا مقابلہ کیا، مگر آخر میں ان کے ساتھی الگ ہو گئے اور بہت سے ان سے بدگمان ہو گئے، پھر انہوں نے اپنا فیصلہ حکمین کے ہاتھوں میں دے دیا۔ جنہوں نے بالاتفاق ان کو معزول کر دیا۔ ان کے بعد ان کے لڑکے حسن رضی اللہ عنہ نے چند کپڑوں اور درہموں کے عوض خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچ کر اپنے حامیوں کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا اور خلافت ایک غیر مستحق شخص کو دے کر اس کے بدلہ میں مال لیا، جس کے وہ مستحق نہ تھے۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد حجاز کے گوشہ عافیت میں بیٹھ گئے۔ بالفرض اگر خلافت تمہارا حق تھا بھی تو تم نے اسے بیچ کر اس کی قیمت لے لی۔ اس کے بعد تمہارے چچا ابن مرجانہ کے مقابلے میں آئے، لیکن جو لوگ ان کے ساتھ تھے خود انہوں نے انہیں قتل کر کے ان کا سرا بن مرجانہ کی نذر کیا، پھر تم لوگ بنو امیہ کے مقابلے میں اٹھے۔ بنو امیہ نے تمہارے ساتھ کیا کچھ نہ کیا۔ تمہیں قتل کیا، تمہیں سولیوں

❀ اس سے یہ مراد ہے کہ عصبات کی موجودگی میں نواسہ وارث نہیں ہوتا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف ہے کہ انبیاء کی وراثت نہیں ہوتی۔

پر لٹکایا آگ میں جلایا، جلاوطن کیا۔ حتیٰ کہ یحییٰ بن زید غریب الوطنی میں خراسان میں قتل ہوئے۔ بنو امیہ نے تمہارے مردوں کو قتل کیا۔ عورتوں اور بچوں کو قید کر کے بلا پردہ کشاں کشاں شام تک لے گئے۔ تا آنکہ ہم ان کے مقابلے کے لیے اٹھے اور ان سے پورا پورا بدلہ لیا اور تمہیں ان کے ملک کا وارث بنایا۔ تمہارے اسلاف کی فضیلت کا ذکر بجا کر ان کا نام روشن کیا۔ ہمارے اس اعلان فضیلت کو تم ہمارے ہی خلاف حجت قرار دیتے ہو اور سمجھتے ہو کہ تمہارے اجداد کا نام ان کی برتری کی وجہ سے لیتے تھے کہ وہ حمزہ عباس اور جعفر رضی اللہ عنہما سے افضل تھے، اگر تمہارا یہ خیال ہے تو سراسر غلط ہے۔ دنیا سے یہ لوگ ایسی حالت میں صاف اور دامن بچائے ہوئے گئے کہ لوگ ان کے فضائل کو مسلمہ طور پر مانتے تھے۔ اس کے برعکس تمہارے باپ علی رضی اللہ عنہ کو جنگ اور خونریزی کی آزمائشوں میں مبتلا ہونا پڑا۔ بنو امیہ ان پر اسی طرح لعنت بھیجتے رہے جس طرح نماز میں کفار پر بھیجی جاتی ہے، ایسے وقت میں ہم ہی نے اس کے خلاف احتجاج کر کے ان کے فضائل کا اشتہار دیا اور نہایت سختی اور جبر کے ساتھ ان کو روکا۔ تم کو زمانہ جاہلیت میں ہمارے سقایہ حجاج اور ولایت زمزم کے شرف و اعزاز کا بھی علم ہے۔ یہ شرف سب بھائیوں میں ہمارے ہی باپ عباس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا۔ اسلام کے زمانہ میں تمہارے باپ نے اس کے لیے جھگڑنا چاہا لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے ہمارے موافق فیصلہ کیا۔ اس لیے ہم کو جاہلیت اور اسلام دونوں میں سقایہ حجاج کا اعزاز حاصل رہا۔ جب مدینہ میں قحط پڑا اور اہل عرب پانی کی ایک ایک بوند کے لیے تڑپتے تھے۔ اس وقت تمہارے باپ علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے ہمارے ہی باپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دوسرا بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے طفیل میں بارانِ رحمت سے سیراب کیا۔ تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عبدالمطلب کی اولاد میں عباس رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی باقی نہ تھا اور وہ چچا کی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث تھے پھر بنی ہاشم کے ایک سے زیادہ آدمیوں نے اسے مانگا، لیکن عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد کے علاوہ کسی کو یہ منصب نہ ملا۔ اس لیے سقایہ کے حقدار بھی عباس رضی اللہ عنہ تھے اور میراث نبوی کے وارث بھی وہی تھے اور اب خلافت کی حقداران کی اولاد ہے۔ پس جاہلیت اور اسلام دنیا اور آخرت کا کوئی ایسا شرف باقی نہیں ہے، جس کی حامل اور وارث عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد نہ رہی ہو۔ تم نے بدر کے معاملہ میں طعنہ زنی کی ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ظہور اسلام کے وقت عباس رضی اللہ عنہ، ابوطالب کی ناداری کی وجہ سے ان کے اہل و عیال کے کفیل تھے، اگر عباس رضی اللہ عنہ جبراً بدر میں نہ لائے جاتے تو طالب اور عقیل بھوکوں مر جاتے اور عتبہ اور شیبہ کے پیالے چائے، لیکن محمد نفس زکیہ کے خط میں اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے۔

عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں کھلا کر اس ذلت سے بچایا۔ اس احسان کے بعد تم ہمارے سامنے سر اٹھاتے ہو۔ جاؤ پہلے پرورش کے عار اور کفالت کے داغ کو دور کرو۔ تمہاری پستی اور ہماری برتری کے ثبوت کے لیے یہ واقعہ کافی ہے۔ اور سنو بدر میں عقیل کو فدیہ دے کر کس نے چھڑایا تھا؟ وہ ہمارے باپ عباس رضی اللہ عنہ تھے اب بھی تمہیں ہمارے مقابلہ میں فخر کا موقع ہے؟ ہم کفر کی حالت میں بھی تم سے بلند مرتبہ رہے اور تمہارے قیدیوں کو چھڑایا۔ بزرگوں کے مغاخر ہماری وجہ سے تم کو حاصل ہوئے۔ خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہم ہوئے، تم نہیں۔ ہم نے ہی بنو امیہ سے تمہارے خون کا انتقام لیا اور ان کو تمہاری جانب سے ایسا سخت بدلہ دیا کہ تم اپنے ذاتی معاملہ کے باوجود اس سے عاجز تھے۔ ❀ والسلام۔

عبداللہ بن علی کا مشورہ

اس خط و کتابت سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ڈیڑھ صدی کے اندر اندر مسلمانوں کی ذہنیت میں کتنا انقلاب پیدا ہو گیا تھا۔ مغاخر نسبی جن کو اسلام نے نہایت سختی سے مٹایا تھا، کس بری طرح ابھر گئے تھے۔ عوام کا ذکر نہیں، خواص اور ائمہ دین تک جن کو مسلمانوں کے لیے نمونہ ہونا چاہیے تھا، ان مہلک خیالات میں مبتلا تھے۔ ظاہر ہے کہ اس خط و کتابت کا مقصد دعوت حق یا دعوت مصالحت نہ تھا، اس لیے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ منصور کا چچا عبداللہ بن علی بڑا مدبر تھا، نازک موقع پر اس کی رائے بہت صائب ہوتی تھی۔ وہ اس وقت قید تھا۔ منصور نے اس کی رائے پوچھ بھیجی۔ اس نے مشورہ دیا کہ کوفہ اہل بیت اور ان کے اعوان و انصار کا مرکز ہے۔ اس لیے مسلح فوجوں کا پہرہ لگا کر اس کی ناکہ بندی کر دی جائے اور وہاں کا جو باشندہ باہر جانا چاہے یا باہر کا کوئی شخص اندر آنا چاہے اس کی گردن اڑادی جائے۔ مسلم بن حنفیہ کورے سے بغداد بلا لیا جائے اور شام کے منتخب بہادروں کو انعام و اکرام دے کر مقابلہ پر روانہ کیا جائے۔ ❀

عبداللہ بن علی کے علاوہ منصور نے ایک اور تجربہ کار اسحاق بن مسلم عقیلی سے بھی مشورہ طلب کیا۔ اس نے رائے دی کہ سب سے پہلے بصرہ کی ناکہ بندی کیجئے اور نفس زکیہ کے مقابلہ میں ایسے لوگوں کو بھیجئے جو مرتبہ میں ان سے کم نہ ہوں۔ تاکہ اگر لوگ نفس زکیہ کی حمایت میں یہ دلیل پیش کریں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں تو دوسرے یہ جواب دے سکیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد ہیں۔ اس

❀ دیکھو طبری جلد ۱۰ ص ۲۰۸ تا ۲۱۵ و ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۹۹ تا ۲۰۱۔

❀ ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۹۸ ابن اثیر کے بیان کے مطابق منصور نے خط و کتابت سے پہلے عبداللہ سے مشورہ طلب کیا تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

مشورہ کے مطابق منصور نے اپنے بھتیجے عیسیٰ کو چار ہزار سوار اور دو ہزار پیدل کے ساتھ روانہ کیا اور محمد بن قحطبہ کو ایک لشکر جزار کے ساتھ ان کی مدد کے لیے عقب سے بھیجا۔ اور ہدایت کر دی کہ اگر محمد بن عبد اللہ مغلوب ہو جائیں تو تلوار نیام میں کر لینا اور امان دے دینا اور علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے جو تمہیں ملے اس کا نام مجھے لکھ بھیجنا اور جو نہ ملے اس کا مال ضبط کر لینا۔

نفس زکیہ مدینہ میں تھے اس لیے عباسی فوج نے سیدہ امینہ کا رخ کیا اور جب اس کے قریب پہنچی تو عبد اللہ بن محمد بعض ہاشمیوں کو لے کر ان سے مل گئے۔ نفس زکیہ کو عیسیٰ کی آمد کی خبر ملی تو انہوں نے وہ خندق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب کے موقع پر کھودی تھی صاف کرائی۔ عیسیٰ نے جنگ شروع کرنے سے پہلے آخری مرتبہ پھر محمد نفس زکیہ کے پاس پیام کہلا بھیجا کہ ”اگر اب بھی آپ جنگ سے باز آ جائیں تو آپ کی اور آپ کے خاندان والوں کی جان بخشی کی جائے گی“ لیکن نفس زکیہ نے اس پیش کش کو نہایت حقارت سے ٹھکرا دیا اور جواب میں کہلا بھیجا کہ تم کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت قریبہ حاصل ہے۔ میں تم کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس پر عمل کی دعوت دیتا ہوں اور اس کے انتقام سے ڈراتا ہوں۔ اللہ کی قسم میں اس وقت تک اپنے دعویٰ سے دست بردار نہیں ہو سکتا جب تک اس سے مل نہ جاؤں۔ تمہیں اس سے بچنا چاہیے کہ جو شخص تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہے وہی تمہیں قتل کرے۔ ایسی صورت میں تم کیسے بڑے مقتول ہو گے اور اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو اس کا وبال تمہارے اوپر ہوگا۔

نفس زکیہ کی شہادت

اس نامہ و پیام کے بعد رمضان ۱۴۵ھ میں عیسیٰ نے مدینہ میں منادی کرا دی کہ اللہ تعالیٰ نے باہم مسلمانوں کی خونریزی حرام کی ہے۔ اس لیے امن و صلح کا پیغام قبول کرو۔ جو شخص ہمارے پاس آجائے یا گھر میں بیٹھ جائے یا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چلا جائے یا ہتھیار ڈال دے یا مدینہ چھوڑ دے وہ مامون ہے۔ ہم کو اور نفس زکیہ کو تنہا چھوڑ دو ہم دونوں سمجھ لیں گے، لیکن اہل مدینہ نے اس امان کا نہایت سخت جواب دیا اور دوسرے دن جنگ شروع ہو گئی۔ نفس زکیہ نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ ابتدا میں ان کے ساتھیوں نے حمایت کا پورا حق ادا کیا، لیکن آخر میں بعضوں نے ساتھ چھوڑ دیا اور نفس زکیہ محمد بن قحطبہ کے ہاتھوں مارے گئے اور ان کا سر کاٹ کر منصور کے پاس بھیجا گیا۔ منصور نے لوگوں

کی عبرت کے لیے پہلے کوفہ میں پھر اور مقامات میں اس کی تشہیر کرائی۔ ❁

ابراہیم بن عبد اللہ کی تلاش

منصور کو نفس زکیہ کے ساتھ ساتھ ان کے بھائی ابراہیم کی طرف سے بھی خطرہ تھا اور وہ ان کی تلاش میں بھی لگا ہوا تھا، مگر ان کی نقل و حرکت بالکل خفیہ ہوتی تھی۔ اس لیے پتہ نہ چلتا تھا۔ منصور کی فوج میں بھی ان کے شیعوں کی خاصی تعداد تھی۔ اس لیے کبھی کبھی وہ بغداد بھی آ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب وہ بغداد آئے ہوئے تھے، منصور کو علم ہو گیا۔ اسی وقت اس نے شہر کی ناکہ بندی کر کے نہایت سختی سے تلاش شروع کر دی۔ ابراہیم بہت خوف زدہ ہوئے۔ ان کے ایک ساتھی سفیان بن حیان قتی نے کہا کہ اب بغیر حیلہ کے رہائی مشکل ہے۔ ابراہیم نے کہا تمہیں اختیار ہے جو طریقہ چاہو اختیار کرو چنانچہ وہ اسی وقت منصور کے پاس پہنچا۔ منصور کو اس کے اور ابراہیم کے تعلقات کا علم تھا اس لیے اس کو دیکھتے ہی برس پڑا۔ اس نے دست بستہ عرض کی کہ امیر المؤمنین جو کچھ فرماتے ہیں میں واقعی اس کا مستحق ہوں، لیکن اب میں تاب نہ ہو کر آپ کے لیے پیام مسرت لایا ہوں۔ میں ابراہیم کو آپ کے حوالے کر دوں گا۔ میں نے خوب ان کو آزمایا، لیکن ان میں کوئی اچھائی نظر نہ آئی۔ مجھے ان کی گرفتاری کے لیے تین چیزیں درکار ہیں۔ میرے اور میرے غلام کے لیے اجازت نامہ (پروانہ راہداری) ڈاک کی سواری اور تھوڑی سی فوج۔ منصور نے ان چیزوں کا انتظام کر دیا۔ سفیان ان کو لے کر ابراہیم کے پاس پہنچا اور ان کو ساتھ لے کر بغداد سے نکل گیا۔ بعض مقامات پر روک ٹوک ہوئی، مگر شاہی اجازت نامہ موجود تھا، اس لیے نکلتا چلا گیا۔ ❁

ابراہیم کا خروج اور قتل

منصور کو ان کے نکل جانے کا علم ہوا تو پھر سختی سے ان کی تلاش شروع ہو گئی، لیکن ابراہیم برابر ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتے رہے۔ آخر میں بصرہ پہنچے اور اہل بصرہ سے اپنے بھائی نفس زکیہ کی بیعت لینی شروع کی۔ ❁ مرہ عیسیٰ، عبدالواحد بن زیاد، عمرو بن سلمہ وغیرہ اور بہت سے عمائد نے ان کی بیعت قبول کر لی اور فقہاء اور اہل علم کی بڑی جماعت بھی ان کے زیر اثر آ گئی۔ سفیان بن معاویہ والی بصرہ یہ صورت دیکھ کر دارالامارہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ ابراہیم نے اس کو گھیر لیا اور سفیان

❁ ابن اثیر جلد ۵ ص ۲۰۲-۲۰۱ ❁ ابن اثیر جلد ۵ ص ۲۰۸

❁ یہ واقعہ نفس زکیہ کے قتل کے پہلے کا ہے۔

ان کی اطاعت کرنے پر مجبور ہو گیا۔ ابراہیم نے قصر امارت پر قبضہ کرنے کے بعد بیت المال کی کل رقم اپنی فوج میں تقسیم کر دی اور بصرہ والوں میں غنوعام کا اعلان کر دیا۔ بصرہ پر تسلط کے بعد اہواز اور واسطہ پر قبضہ کیا۔ پھر عراق کے مختلف حصوں میں عمال اور فوجیں روانہ کر دیں۔ اسی زمانہ میں نفس زکیہ کے قتل کی خبر آ گئی۔ یہ خبر سن کر یہ بصرہ سے کوفہ روانہ ہو گئے۔ اس وقت ایک لاکھ فوج ان کے ساتھ تھی۔ حمزہؓ میں پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ منصور کو ان کے حالات کی خبریں برابر پہنچ رہی تھی۔ نفس زکیہ کے قتل سے فراغت کے بعد اس نے عیسیٰ بن موسیٰ کو ابراہیم کے مقابلہ میں جانے کا حکم دیا۔ حمزہؓ میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ پہلے حملہ میں عیسیٰ کی فوج کا بڑا حصہ پسپا ہو گیا، لیکن عیسیٰ نے پھر سنبھل کر اس زور کا حملہ کیا کہ ابراہیم کی فوج کے پیرا کھڑ گئے۔ ابراہیم چھ سو جانثاروں کے ساتھ نہایت بہادری سے لڑتے رہے مگر دفعۃً مخالف فوج کا ایک تیران کے حلق میں آ کر لگا اور ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا ”میں کچھ چاہتا تھا مگر اللہ کی مرضی کچھ اور تھی۔“

اسی حالت میں ان کے ساتھی ان کو علیحدہ اٹھا کر لے گئے۔ ان کے بھتے ہی ان کی فوج نے میدان چھوڑ دیا۔ ان کا سر کاٹ لیا گیا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۱۴۵ھ کا ہے۔ اس وقت ابراہیم کا سن ۴۸ سال کا تھا۔ ❀

عبداللہ کی اولاد کا قتل اور قید

ابراہیم کے علاوہ نفس زکیہ کے اور دوسرے بھائی اور لڑکے ممالک اسلامیہ کے مختلف حصوں میں ان کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف تھے۔ علی بن محمد مصر میں، عبداللہ بن محمد خراسان اور سندھ میں، حسن بن محمد یمن میں، موسیٰ بن عبداللہ جزیرہ میں، یحییٰ بن عبداللہ رے اور طبرستان میں، اور یس بن عبداللہ مغرب میں۔ منصور نے ان میں سے بعضوں کو گرفتار کر کے قید اور بعضوں کو قتل کر دیا۔ ❀

ملطیہ پر رومیوں کا حملہ

منصور کے زمانہ میں دوسری حکومتوں اور غیر قوموں کے ساتھ بھی معرکے ہوئے۔ ۱۳۸ھ میں قیصر روم قسطنطین نے ملطیہ پر حملہ کر کے اس کی شہر پناہ مسمار کر دی۔ اسی سال اس کی مرمت کرائی گئی اور صالح بن علی، عباس بن محمد اور جعفر بن حظلہ نے مختلف سمتوں سے رومی مقبوضات پر فوج کشی کی۔

❀ ابوالفتح اءجلہ ۲ ص ۴۔

❀ مروج الذهب، سعودی جلد ۶ ص ۱۹۳۔

لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ اس مہم میں دو مسلمان خواتین ام سہلی اور لبابہ بھی مجاہدانہ شریک تھیں۔ ❁
اسی سال رومی حکومت اور مسلمانوں کے درمیان قیدیوں کا تبادلہ ہوا۔

مطلبیہ اسلامی اور رومی سرحد کا بڑا اہم مورچہ تھا۔ اس لیے ۱۲۰ھ میں منصور نے ازسرنو اس کے استحکامات درست کرائے۔ ایک قلعہ تعمیر کر کے اس میں چار ہزار حفاظتی فوج متعین کی۔ قیصر کو ان انتظامات کی خبر ہوئی تو وہ ایک لاکھ فوج لے کر بڑھا، لیکن جیجان آ کر معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی قوت زیادہ ہے اس لیے لوٹ گیا۔

کوہستان، طبرستان اور دباوند پر قبضہ

طبرستان کے ترک اکثر فساد مچا کرتے تھے۔ اوپر نزر چکا ہے کہ ۱۲۱ھ میں منصور نے مہدی کو عبد الجبار والی خراسان کی بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اس سے فراغت کے بعد مہدی کو طبرستان پر فوج کشی کا حکم دیا۔ اس نے منصور کی ہدایت کے مطابق آگے بڑھ کر ابوالنضیب کو اصبہند والی طبرستان کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ وہ اس وقت دباوند کے فرمانروا مصمغان سے برسر پیکار تھا، لیکن مسلمانوں کے مقابلہ میں دونوں نے صلح کر لی اور اصبہند نے لوٹ کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ طبرستان کا علاقہ پہاڑی ہے اس لیے عرصہ تک جنگ کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس لیے منصور نے پہاڑی علاقہ کے ایک واقف کار عمر بن علاء کو مدد کے لیے روانہ کیا۔ اس نے رویان اور طلق کے قلعہ کو فتح کر کے چند دنوں میں پورا علاقہ زیر نگین کر لیا اور اصبہند کو مجبور ہو کر اپنا قلعہ حوالہ کر کے اطاعت قبول کر لینی پڑی۔ اس سے فراغت پر مسلمانوں نے مصمغان کے علاقہ پر فوج کشی کر کے اسے بھی فتح کر لیا۔ ❁
لیکن ایک ہی سال کے بعد ۱۲۲ھ میں اصبہند نے طبرستان کے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ اس مرتبہ منصور نے ابونضیب، خازم بن خزیمہ اور روح بن حاتم کو بھیجا۔ انہوں نے طبرستان پہنچ کر اصبہند کو قلعہ میں محصور کر لیا، لیکن جب عرصہ تک قلعہ فتح نہ ہو سکا تو ابونضیب نے اصبہند کے پاس جا کر اسے یقین دلایا کہ مسلمانوں نے اس کو اس کی حمایت کے جرم میں نکال دیا ہے۔ وہ کہنے میں آ گیا اور ابونضیب کو اپنا معتمد علیہ بنا لیا۔ ایک دن ابونضیب نے تیر کے ذریعہ یہ رقعہ لکھ کر اسلامی لشکر میں پھینک دیا کہ تم لوگ شب کو حملہ کرو میں قلعہ کے پھاٹک کھول دوں گا۔ چنانچہ مسلمانوں نے شب کو حملہ کر دیا۔ ابونضیب نے پھاٹک کھول دیئے اور مسلمان قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اصبہند نے زہر کھا کر خود کشی کر لی۔ ❁

❁ ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۸۱-۱۸۲۔ ❁ ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۸۸-۱۸۹۔

❁ ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۸۹-۱۹۰۔

دیالمہ کی تاخت

۱۴۳ھ میں دیلمیوں نے اپنے یہاں کے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ منصور نے اس کے انتقام کے لیے فوج روانہ کر دی۔ ۱۴۴ھ میں مزید امدادی فوجیں بھیجیں۔ ۱۴۵ھ میں باب الا بواب کے ترک اور خرنہ نے آرمینیا کے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ ۱۴۷ھ استرخان خوارزمی نے نواح آرمینیا پر حملہ کر کے بہت سے مسلمان اور ذمی گرفتار کر لیے اور تفلس میں داخل ہو گیا۔ منصور نے جبرائیل بن یحییٰ اور حرب بن عبداللہ کو ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا، لیکن مسلمانوں کو شکست ہوئی اور حرب جنگ میں کام آیا۔ ❁

رومی مہمات

روم کے علاقے میں حسب معمول صائفہ یعنی گرمائی فوجیں برسرِ پیکار رہیں اور ۱۵۵ھ میں قیصر روم کو جزیہ دینے پر مجبور کر دیا۔ ❁

سندھ کی فتوحات

سندھ کی فتوحات میں بھی اضافہ ہوا۔ سفاح کے دور میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ منصور بن جمہور غلی کے ہاتھوں سے سندھ کو موسیٰ بن کعب تمیمی نے چھڑایا تھا۔ ۱۴۱ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا عیینہ اس کا جانشین ہوا۔ اس کی نااہلی کی وجہ سے سندھ میں عدنانی اور قحطانی قبائل کی عصیت جس نے بنی امیہ کا خاتمہ کیا تھا، ابھر آئی اور بارگاہِ خلافت سے بھی عیینہ کا رویہ باغیانہ ہو گیا۔ اس لیے منصور نے عمر بن حفص عتکی کو اس کی تادیب کے لیے روانہ کیا۔ عیینہ دیہل کے قلعہ میں محصور ہو گیا۔ ابن حفص نے حملہ کر دیا۔ عیینہ نے اپنے طرزِ عمل سے اپنے ساتھیوں کو بھی براہم کر دیا تھا۔ اس لیے وہ سب ابن حفص سے مل گئے اور عیینہ کو مجبور ہو کر اپنے کو ابن حفص کے حوالہ کر دینا پڑا۔ اس نے اسے منصور کے پاس بھجوا دیا۔ راستہ میں وہ موقع پا کر بھاگ نکلا، لیکن رنج میں قحطانیوں کے ہاتھ میں پڑ گیا۔ انہوں نے قتل کر کے اس کا سر منصور کے پاس بھجوا دیا۔

یعقوبی کا بیان ہے کہ سندھ آنے کے دو سال بعد ۱۴۳ھ میں منصور نے ابن حفص کو معزول کر کے ہشام بن عمرو تغلی کو والی بنایا، لیکن ابن اشیر کے بیان کے مطابق ۱۵۱ھ تک وہ سندھ میں رہا۔ اس

❁ یہ حالات ابن اشیر کے مختلف سنین سے ماخوذ ہیں۔ ❁ ابن اشیر جلد ۶، ص ۲۔

کی معزولی کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ نفس زکیہ نے اپنے خروج کے زمانہ میں اسلامی ممالک کے مختلف حصوں میں اپنے دعاۃ بھیجے تھے۔ ابن حفص بھی ان کے حامیوں میں تھا۔ اس کے پاس اپنے لڑکے عبداللہ بن اشتر کو بھیجا۔ اس نے ان کو چھپا کر سندھ میں ان کی خفیہ دعوت شروع کر دی تھی۔ اس دوران میں نفس زکیہ قتل ہو گئے۔ عبداللہ کو اس کی خبر ہوئی تو وہ خوفزدہ ہوئے۔ ابن حفص نے ان کو ہندوستان کے ایک راجہ کے پاس بھیج دیا۔ اس نے بڑی عزت کے ساتھ ٹھہرایا۔ منصور کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو اس نے ابن حفص سے باز پرس کی۔ اسے خوف ہوا کہ اگر وہ جائے گا تو قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے متوسلین میں سے ایک شخص نے وفاداری کا حق ادا کیا اور سارا الزام اپنے سر لینے کے لیے تیار ہو گیا، چنانچہ ابن حفص نے اسے منصور کے پاس بھجو دیا۔ اس نے قتل کر دیا، لیکن ابن حفص متہم ہو چکا تھا اور عبداللہ بن الاشتر سندھ میں موجود تھے۔ اس لیے ابن حفص کا فریقہ تبادلہ کر دیا گیا اور اس کی جگہ ہشام بن عمر تغلی کا تقرر ہوا۔ اس کے سندھ پہنچنے کے بعد اس کا بھائی سفیج ایک مہم میں جا رہا تھا کہ اتفاقی طور پر عبداللہ بن الاشتر کا سامنا ہو گیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی، اس میں عبداللہ مارے گئے۔ ان کے قتل کے بعد منصور نے ہشام کو اس راجہ پر جس کے یہاں عبداللہ پناہ گزین ہوئے تھے، فوج کشی کا حکم دیا۔ چنانچہ ہشام نے فوج کشی کر کے اس کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔ ❁

عبداللہ کی جانب سے اطمینان حاصل ہونے کے بعد ہشام نے سندھ کے مختلف حصوں میں فوجیں روانہ کیں اور خود ملتان کی طرف بڑھا۔ حاکم ملتان نے بڑی شجاعت سے مقابلہ کیا، لیکن ایک خونریز معرکے کے بعد شکست کھائی اور شہر پر ہشام کا قبضہ ہو گیا۔ ❁

عینہ کے زمانہ میں قداہیل پر بعض عرب قابض ہو گئے تھے۔ ملتان کے بعد ہشام نے ان کو یہاں سے نکالا اور ہر دوح کی بندرگاہ گندھار پر حملہ کر کے اس کو فتح کیا اور یہاں ایک مسجد تعمیر کی۔ یہ اس سرزمین میں پہلی مسجد تھی۔ ان فتوحات میں بے شمار دولت ہاتھ آئی۔ انتظامی حیثیت سے بھی ہشام کا دور نہایت کامیاب رہا۔ اس کے زمانہ میں سندھ کی فارغ البالی اور سرسبزی و شادابی میں اتنا اضافہ ہو گیا کہ یہاں کے باشندے اسے بابرکت سمجھنے لگے۔ ❁

ولایت عہد

اوپر گزر چکا ہے کہ سفاح اپنے بعد بالترتیب منصور اور عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد نامزد کر گیا تھا۔

❁ ابن اثیر جلد ۵، ص ۲۲۰-۲۲۱۔ ❁ یعقوبی جلد ۲، ص ۴۴۹۔

❁ فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۹۔

کچھ دنوں تک منصور نے اس وصیت کا احترام ملحوظ رکھا۔ دربار میں عیسیٰ بن موسیٰ کو دائیں جانب جگہ دیتا اور اپنے لڑکے مہدی کو بائیں جانب بٹھاتا تھا، لیکن پھر اس کی نیت میں فتور آ گیا۔ چنانچہ ۱۴۷ھ میں اس نے عیسیٰ بن موسیٰ سے خواہش کی کہ وہ اپنے بجائے مہدی کو ولی عہد مان لے، لیکن وہ آمادہ نہ ہوا۔ اس کے انکار پر منصور نے اس کا رتبہ گھٹانا شروع کر دیا اور دربار میں اس کی جگہ بھی بدل دی اور ہر چیز میں مہدی کے مقابلہ میں اس کو گرانے اور ہر طرح کی تکلیفیں پہنچانے لگا۔ بالآخر ۱۴۷ھ میں اس کا نام ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکے مہدی کو ولی عہد بنادیا۔

وزارت

یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ عباسی حکومت میں وزارت کا عہدہ سب سے پہلے سفاح نے قائم کیا تھا۔ اس کی اہمیت برابر بڑھتی گئی اور آگے چل کر حکومت کا سارا سیاہ و سپید وزراء کے ہاتھ میں آ گیا تھا۔ بیشتر عباسی وزراء بڑے مدبر، عالی دماغ اور ذی علم ہوتے تھے۔ اس لیے عباسی دور کی تاریخ میں ان کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ اس لیے خلفا کے ساتھ ان کے مختصر حالات بھی پیش کیے جائیں گے۔

بعض تاریخوں میں ہے کہ منصور کا سب سے پہلا وزیر ابوسلمہ غلام تھا، جو سفاح کے زمانہ میں بھی اس منصب پر رہ چکا تھا، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ ابن طقطقی اور جہشیری دونوں اس کے عہد کی وزارت کا آغاز ابویوب موریانی سے کرتے ہیں۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ سفاح کی وفات کے وقت خالد بن برمک وزیر تھا۔ اس کی وفات کے بعد منصور کے عہد میں بھی ایک سال چند مہینوں تک رہا۔ پھر ابویوب نے حسن تدبیر سے اس کو ہٹا کر خود وزارت پر قبضہ کر لیا۔ بہر حال منصور کے عہد میں تین وزیر ہوئے۔ خالد بن برمک، ابویوب موریانی اور ربیع بن یونس۔ خالد کے حالات سفاح کے عہد میں گزر چکے ہیں۔

ابویوب

ابویوب کا پورا نام سلیمان بن مخلد ہے۔ یہ ہواز کے ایک قریہ موریان کا باشندہ تھا۔ منصور نے اس کو خلیفہ ہونے سے پہلے جب یہ بچہ تھا، خریدا تھا۔ اسی وقت اس میں ترقی کے آثار تھے۔ منصور نے بڑی توجہ سے اس کی تعلیم و تربیت کی۔ ایک مرتبہ منصور نے اس کو سفاح کے پاس ہدیہ دے کر بھیجا۔ سفاح کو اس کا طور و طریقہ اور اس کی گفتگو بہت پسند آئی۔ پوچھا کس کے غلام ہو؟ اس نے کہا

ابن خلکان جلد ۱ ص ۱۰۶۔

الفخری ص ۱۵۶ و کتاب الوزراء جہشیری ص ۱۰۳۔

امیر المؤمنین کے بھائی کے۔ سفاح نے کہا، اچھا آج سے تم میرے غلام ہو اور منصور کو لکھ دیا کہ میں نے اس کو آزاد کر کے اپنے پاس رکھ لیا ہے چنانچہ سفاح کے دامن عاطفت میں اس کی تربیت ہوئی۔ وہ عقل و فہم، ذکاوت، ذہانت، معاملہ فہمی اور فضل و کمال میں یگانہ روزگار تھا۔ فقہ کے علاوہ تمام علوم پر اس کی نظر تھی۔ کیمیا، طب، نجوم اور حساب میں زیادہ درک تھا۔ منصور کے مزاج میں اس کو اتنا رسوخ و اعتماد حاصل تھا کہ اس نے اس کو وزیر بنا کر مختار جزو کل بنا دیا۔ وزارت کے ساتھ دیوان کا عہدہ بھی اس کے متعلق تھا۔ وہ منصور پر اتنا حاوی تھا کہ عوام میں مشہور ہو گیا کہ ابویوب نے منصور پر سحر کر دیا ہے۔ لیکن جب ابویوب کا ستارہ گردش میں آیا تو یہ سحر الٹ گیا اور خود منصور کے ہاتھوں ابویوب کا خاتمہ ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ منصور نے اس سے کہا کہ میرے لڑکے صالح کے پاس کوئی جاگیر نہیں ہے۔ ابویوب نے عرض کی امیر المؤمنین اہواز میں بہت سی زمینیں بیکار پڑی ہیں۔ اگر تین لاکھ درہم صرف کر کے ان کو باکار بنایا جائے تو کافی آمدنی ہو سکتی ہے۔ منصور نے تین لاکھ روپے دے کر اس کو آباد کرنے کا حکم دیا۔ ابویوب نے یہ پوری رقم اپنی جیب میں رکھ لی اور زمین پر ایک حبہ صرف نہیں کیا۔ بیس ہزار سالانہ منصور کو جائیداد کی آمدنی کے نام سے دے دیا کرتا تھا۔ اس کے دشمنوں نے منصور سے واقعہ بیان کر دیا۔ منصور نے اس کی تحقیقات کی۔ ابویوب نے سرکاری باغات کو دکھا کر دھوکا دینا چاہا، لیکن اس کے دشمن ساتھ تھے۔ انہوں نے اصل واقعہ بیان کر دیا۔ منصور نے اصل مقام کو جا کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ اس خیانت پر منصور نے اس کو قتل کر کے کل اثاثہ ضبط کر لیا۔ ❁

ربیع بن یونس

تیسرا وزیر ربیع بن یونس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام ابو فروہ کی نسل سے تھا۔ یہ بھی عقل و فراز نگاہی اور معاملہ فہمی میں ابویوب کا ہمسر اور شجاعت و شہامت اور تدبیر و سیاست میں یگانہ تھا۔ بڑے دبدبہ و شکوہ کا وزیر تھا۔ سب سے آخر میں وزارت کے عہدہ پر سرفراز ہوا اور منصور کی وفات تک برابر اس پر قائم رہا۔ منصور کے بعد مہدی کی بیعت اسی نے لی تھی۔ ہادی کے زمانہ میں قتل کیا گیا۔ ❁

❁ الفخری ص ۱۵۷۔

❁ فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۹۔

❁ الفخری ص ۱۵۸، ۱۵۷۔

❁ الفخری ص ۱۶۰، ۱۵۹۔

وفات

منصور ذی الحجہ میں پیدا ہوا تھا۔ ذی الحجہ ہی میں تخت نشین ہوا تھا۔ اس لیے اس کو وہم ہو گیا تھا کہ ذی الحجہ ہی میں مرے گا بھی۔ ۱۵۸ھ میں اس نے مہدی سے کہا کہ میرا دل کہتا ہے کہ میں ذی الحجہ میں مر جاؤں گا اور میری موت کا یہی سال ہے چنانچہ اس کو امور سلطنت کے متعلق ضروری امور سمجھائے اور ایک مفصل ہدایت نامہ دے کر حج کے قصد سے نکلا۔ اس کا وہم صحیح نکلا۔ راستہ میں بیمار پڑا اور بیر معونہ پہنچ کر مر گیا۔ اس وقت احرام باندھ چکا تھا اس لیے باب معلیٰ کے قبرستان میں برہنہ سرفن کیا گیا۔ وفات کے وقت ۶۳ سال کی عمر تھی مدت خلافت ۲۲ سال ۳ ماہ چند دن۔

اخلاق و سیرت

عباسی خلفا میں منصور سب سے زیادہ با عظمت خلیفہ تھا۔ گویا عباسی حکومت کا بانی سفاح تھا لیکن اس کو مستحکم منصور نے کیا۔ عباسی خلفا میں اس کی وہی حیثیت تھی جو اموی خلفا میں عبدالملک کی تھی۔ وہ عقل و دانش سیاست و تدبیر جرات و دلیری ہمت و استقلال سطوت و جبروت کا پیکر تھا۔ نازک سے نازک موقعوں پر بھی نہ گھبراتا تھا۔ بڑی بڑی پیچیدہ گتھیوں کو ناخن تدبیر سے سلجھا لیتا تھا۔ اس کے زمانہ میں بڑے بڑے انقلابات ہوئے لیکن اس کی ہمت و تدبیر نے سلطنت کو ہلنے نہ دیا اور اپنے زمانہ میں عباسی سلطنت کو اس قدر مستحکم کر گیا کہ مدتوں اس کے جانشین اطمینان کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔

تمام مؤرخین اس کے اوصاف کمالات کے معترف ہیں۔ ابن طقطقی کا بیان ہے کہ منصور حزم عقل علم اصابت رائے حسن تدبیر اور وقار و کمالت کے لحاظ سے دنیا کے عظیم ترین سلاطین میں تھا۔ خلوت میں وہ خوش مزاج اور خوش اخلاق رہتا تھا۔ لغو اور مزاحیہ باتوں کو بھی برداشت کر لیتا تھا، لیکن جب لباس شاہی زیب تن کر کے دربار میں آتا تو بالکل رنگ بدل جاتا، آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور اس کے تمام اوصاف یکسر بدل جاتے۔ اس نے اپنے لڑکوں تک سے کہہ دیا تھا کہ جب میں اپنے شاہی لباس میں مجلس میں آ جاؤں تو میرے قریب نہ آیا کرو۔ ممکن ہے تمہیں کوئی نقصان پہنچ جائے۔ سب سے اول اسی نے عباسی حکومت کی جڑوں کو مضبوط کیا۔ اس کا نظام قائم کیا۔ اس کے قواعد مرتب اور انہیں نافذ کیا۔ مسعودی کا بیان ہے کہ منصور خوبی تدبیر اور حسن سیاست کی معراج کمال پر پہنچا ہوا تھا۔ جس معاملہ میں نفع کی توقع ہوتی تھی اس میں بے دریغ روپیہ صرف کر دیتا اور جہاں روپیہ

ضائع ہوتا وہاں حقیر سے حقیر رقم بھی نہ صرف کرتا تھا۔ ❊

ابن ہبیرہ کا بیان ہے کہ جنگ اور امن دونوں حالتوں میں منصور سے زیادہ حیلہ ساز اور بیدار مغز کوئی نہ تھا۔ ❊ اس کا ایک خاص وصف تھا کہ نازک سے نازک موقعوں پر بھی وہ نہ گھبراتا تھا۔ اس کا دماغ امن و سکون اور شورش و فساد دونوں موقعوں پر یکساں کام دیتا تھا، اس لیے اس کے عہد میں کوئی انقلابی سازش کامیاب نہ ہو سکی۔ ❊

سیوطی لکھتے ہیں کہ منصور ہیت و شجاعت، حزم و رائے، سطوت و جبروت کے لحاظ سے بنو عباس کا سب سے بڑا آدمی تھا۔ ❊ اس کا سارا وقت امور مملکت پر غور و فکر اور اس کے انتظام میں صرف ہوتا تھا۔ صبح سے دوپہر تک حکام کے عزل و نصب، سرحدوں اور اطراف ملک کے استحکام، راستوں کے قیام امن، حکومت کی آمدنی اور اس کے مصارف، رعایا کی معاش، اس کی راحت و آرام کے مسائل پر غور و فکر کرتا تھا اور ان کے متعلق احکام دیتا تھا۔ عصر کے بعد گھر والوں کے پاس بیٹھتا تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد ان مراسلات و اطلاعوں پر غور کرتا تھا، جو اطراف ملک سے آتی تھیں اور ان پر ارکان سلطنت سے مشورہ کرتا تھا۔ ایک، تہائی شب کے بعد آرام کرتا تھا اور صبح نماز فجر کے بعد پھر معمولات شروع ہو جاتے تھے۔ اپنے لڑکے مہدی سے کہا کرتا تھا کہ کوئی کام غور و فکر کے بغیر نہ کیا کرو۔ غور و فکر عقلمند کے لیے گویا آئینہ ہے جس میں اس کام کی اچھائی برائی نظر آتی ہے۔ ❊

ایک مرتبہ مہدی سے پوچھا تمہارے پاس کتنے جانور ہیں؟ اس نے کہا مجھے تعداد معلوم نہیں۔ منصور نے کہا یہ تو تمہاری بڑی تقصیر ہے۔ جب تم کو جانوروں کا حال نہیں معلوم تو خلافت کو تم اور بھی ضائع کر دو گے۔ ❊

عدل و جور میں منصور کی سیاست

منصور طبعاً سخت گیر اور درشت مزاج واقع ہوا تھا اور تاریخیوں میں اس کے ظلم و زیادتی کے بعض واقعات بھی ملتے ہیں۔ عدل و جور کے بارہ میں اس کی سیاست یہ تھی کہ حکومت کے باغیوں کے مقابلہ میں وہ نرمی روا نہ رکھتا تھا اور ان پر بلاشبہ اس کے زمانہ میں اعتدال سے زیادہ سختیاں ہوئیں، لیکن امن پسندوں اور عام رعایا کے لیے وہ اصولاً اور عملاً دونوں حیثیتوں سے عادل تھا۔ اس کا قول تھا کہ خلیفہ کو صرف تقویٰ درست رکھ سکتا ہے، سلطان کو اطاعت اور رعایا کو عدل۔ جو سزا دینے پر قدرت

❊ مسعودی جلد ۶، ص ۲۳۱۔ ❊ طبری جلد ۱۰، ص ۴۹۰۔ ❊ طبری جلد ۱۰، ص ۴۹۰ ذکر سیرۃ ہارون۔

❊ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۶۱۔ ❊ ابن اثیر جلد ۶، ص ۹۔ ❊ ابن کثیر جلد ۱۰، ص ۱۲۶۔

رکھتا ہے اس کے لیے عفو و درگزر زیادہ مناسب ہے اور وہ بڑا کم عقل ہے جو اپنے زیر دستوں پر ظلم کرتا ہے۔ ❀

وہ کہا کرتا تھا کہ سلطنت کے ارکان چار ہیں جن کے بغیر حکومت نہیں چل سکتی۔ ایک قاضی جو بغیر خوف لائم منصفانہ فیصلہ کرے۔ دوسرے پولیس جو قوی کے مقابلہ میں کمزور سے انصاف کرے۔ تیسرے تحصیلدار جو پورا اخراج وصول کرے لیکن رعایا پر ظلم نہ ہونے پائے۔ چوتھے پرچہ نگار جو ان لوگوں کی صحیح اطلاع دیتا رہے۔ ❀

ان اصولوں کو اس نے جہان بانی میں راہنما بنایا تھا۔ رعایا کے ساتھ قیام عدل میں اتنا اہتمام تھا کہ اس نے لوگوں کو عام آزادی دے رکھی تھی کہ جس کسی کو کسی حاکم سے کوئی تکلیف پہنچے وہ بلا روک ٹوک اس سے اس کی شکایت کر سکتا ہے چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے ایک عامل کی شکایت کی کہ اس نے اس کی جائیداد کا کچھ حصہ اپنی جائیداد میں شامل کر لیا ہے۔ منصور نے فوراً عامل کو لکھا کہ اگر تم عدل کرو گے تو ہمیشہ سلامتی تمہارے ساتھ رہے گی۔ اس لیے اس مظلوم کے ساتھ انصاف سے کام لو۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک دہقانی نے ایک عامل کی شکایت کی۔ منصور نے اس کو جواب دیا کہ اگر تمہارا بیان صحیح ہے تو میں تم کو اس کی اجازت دیتا ہوں کہ عامل کو باندھ کر میرے پاس لے آؤ۔ طبری نے اس قبیل کے اور متعدد واقعات لکھے ہیں۔ ❀

ایک مرتبہ عیسیٰ بن موسیٰ عباسی والی کوفہ نے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ منصور کو اس کی خبر ہوئی تو اس کے قصاص میں عیسیٰ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن معلوم ہوا کہ عیسیٰ نے کسی عداوت یا بد نیتی سے قتل نہیں کیا تھا بلکہ جرم کے شبہ میں قتل کر دیا ہے۔ اس لیے منصور نے قصاص تو نہیں لیا لیکن عیسیٰ بن موسیٰ کو نہایت سخت تحریر لکھی کہ آئندہ سے کسی شخص کو محض شبہ اور گمان پر سزا نہ دی جائے جب تک کہ پورا ثبوت موجود نہ ہو۔ ❀ اس نے رعایا کو اتنی آزادی دے رکھی تھی کہ معمولی معمولی آدمی اسے علانیہ ٹوک دیتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ خطبہ دے رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد شروع کی تھی کہ ایک شخص نے اٹھ کر کہا امیر المؤمنین آپ جس (اللہ) کا ذکر کر رہے ہیں اسے میں آپ کو یاد دلاتا ہوں۔ منصور نے کہا مرحبا تم نے بڑی جلیل القدر ذات کو یاد اور بڑی عظیم ہستی کا خوف دلایا ہے۔ میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میرا شمار ان لوگوں میں ہو کہ جب ان کو اللہ کا خوف دلایا جاتا ہے تو ان کی نخوت اور ان کا غرور ان کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے۔ پسند و موعظت ہمارے ہی گھر سے شروع ہوئی ہے اور ہمارے ہی یہاں

❀ تاریخ خطیب جلد ۱۰ ص ۵۶۔

❀ ابن اثیر جلد ۵ ص ۹۔

❀ طبری جلد ۱۰ ص ۳۷۔

❀ طبری جلد ۱۰ ص ۳۷۔

سے نکلی ہے اس لیے ہم اس کے زیادہ مستحق ہیں لیکن میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس وقت تمہارا مقصود صرف یہ ہے کہ لوگ یہ کہیں کہ اس شخص نے خلیفہ پر اعتراض کیا اور اس کے بدلہ میں اس کو سزا دی گئی۔ یہ بہت پست مقصد ہے میں تم کو معاف کرتا ہوں۔ ❁

گو وہ سخت گیر تھا لیکن اکثر باغیوں کو بھی معاف کر دیتا تھا۔ قطن بن معاویہ کا بیان ہے کہ میں نفس زکیہ کے بھائی ابراہیم کے خروج میں ان کے ساتھ ہو گیا۔ ان کے قتل کے بعد منصور کے خوف سے چھپا چھپا پھرتا تھا۔ اس زندگی سے تنگ آ کر میں نے امیر ابو عمرو بن العلاء سے مشورہ کیا کہ میں منصور کے پاس جا کر اپنی خطاؤں کا اعتراف کر لوں۔ انہوں نے مخالفت کی اور کہا اگر تم گئے تو ضرور قتل کر دیئے جاؤ گے لیکن میں بہت عاجز ہو چکا تھا۔ اس لیے ابو عمرو کا مشورہ قبول نہ کیا اور بغداد جا کر وزیر دولت رنج بن یونس کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس نے حراست میں لے لیا۔ اس وقت مجھے ابو عمرو کا مشورہ نہ قبول کرنے پر ندامت ہوئی۔ اس کے بعد مجھے قصر خلافت پہنچا دیا گیا اور پھانک بند کر دیئے گئے۔ اب مجھے اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ ظہر کے وقت ایک خواجہ سراسو کے لیے پانی اور کھانا لایا۔ وضو کر کے میں نے ظہر کی نماز پڑھی اور روزہ کا عذر کر کے کھانا واپس کر دیا۔ اسی طریقہ سے عصر اور مغرب کا وقت گزرا۔ رات کے وقت جب محل کے پھانک بند ہونے لگے تو مجھے اپنی زندگی سے بالکل مایوسی ہو گئی اور آنکھوں سے نینداڑ گئی۔ آدھی رات گئے ایک خواجہ سراسو آ کر مجھے لے گیا اور میں منصور کے حضور میں پیش کیا گیا۔ اس وقت صرف وہ اور رنج بن یونس تھے۔ مجھے دیکھ کر منصور نے سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر کے بعد سراسو اٹھا کر کہا کہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا امیر المؤمنین میں قطن بن معاویہ ہوں جس نے حضور کے خلاف اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں۔ آپ کی نافرمانی کی آپ کے دشمن کا ساتھ دیا۔ آپ کی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی۔ ان جرائم کے بعد اگر آپ مجھے معاف کر دیں تو آپ اس کے اہل ہیں اور اگر سزا دینا چاہیں تو میرے چھوٹے سے چھوٹے گناہ کے بدلہ میں قتل کر سکتے ہیں۔ منصور نے پھر سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد سراسو اٹھا کر کہا کہ کیا کہتے ہو؟ میں نے پھر اپنے جرائم دہرائے۔ منصور نے کہا امیر المؤمنین نے تم کو معاف کیا۔ یہ سن کر میرا حوصلہ بڑھا۔ میں نے عرض کی حضور کے دروازے سے اس حال میں واپس جاؤں گا کہ میری جائیداد اور میرا گھر ضبط ہے۔ اس لیے اگر رائے عالی ہو تو اس کی، اگر رائے کا بھی حکم ہو جائے۔ منصور نے اسی وقت عبدالملک بن ایوب والی بصرہ کے نام یہ حکم لکھوا دیا کہ امیر المؤمنین قطن بن معاویہ سے راضی ہو گئے

ہیں۔ اس لیے ان کی جائیداد گھر اور جو کچھ ضبط کیا گیا ہو سب واپس کر دیا جائے۔ یہ حکم لے کر میں بصرہ پہنچا اور حکم نامہ عبدالملک کے حوالہ کیا۔ اس نے فوراً میری پوری املاک و اگزار کر دی۔ ❁

لیکن اس میں شبہ نہیں کہ حکومت کے مخالفین خصوصاً علویوں اور آل حسن کے بارہ میں وہ حد اعتدال سے بہت آگے بڑھ گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ رعایا کے ساتھ عدل و جور کے بارہ میں اس کی پالیسی یہ تھی کہ امن پسند اور عام رعایا کے ساتھ وہ جادہ عدل سے باہر قدم نہیں نکالتا تھا، لیکن مخالفین کے ساتھ اس کا عدل سخت گیری اور درشتی بلکہ ظلم سے بدل جاتا تھا اور چونکہ اس کا زمانہ عباسی حکومت کا تاسیسی دور تھا اس لیے بہت سی مخالف طاقتیں انھیں اور ان پر سختیاں بھی زیادہ ہوئیں، لیکن اس کی عام پالیسی نرمی کی تھی۔ وہ ولی عہد مہدی سے کہا کرتا تھا کہ حکومت صرف تقویٰ سے درست ہو سکتی ہے۔ رعایا اطاعت سے اور ملک عدل و انصاف سے آباد ہو سکتا ہے۔ جو شخص غفور و درگزر پر قادر ہے دراصل وہی سزا دینے پر بھی قادر ہے۔ سب سے کمزور وہ انسان ہے جو اپنے زیر دست پر ظلم کرتا ہے۔ اپنے ساتھیوں کے کاموں کی اچھائی برائی کو جانچو اور اس کے مطابق ان کو اس کے ترک و اختیار کرنے کا مشورہ دو۔ کسی ایسی مجلس میں نہ بیٹھو جس میں اہل علم نہ ہوں جو شخص اپنے کو محمود اور مقبول بنانا چاہتا ہے اسے سیرت اپنی درست کرنی چاہیے اور جو تعریف کو برا سمجھتا ہے اسے سیرت بگاڑنی چاہیے۔ ایسا شخص ہمیشہ مذمت کا ہدف اور لوگوں میں ہمیشہ ناپسندیدہ رہے گا۔ عاقل وہ نہیں ہے جو مشکلات میں پڑنے کے بعد اس سے رہائی کی تدبیر کرے بلکہ عاقل وہ ہے جو ایسی تدبیر کرے کہ مشکلات پیش ہی نہ آئیں۔ ❁

ایک موقع پر مہدی کو یہ وصیت کی کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں شکر سے قائم رہتی ہیں۔ قدرت غفور و درگزر سے لوگوں کی اطاعت تالیف قلب سے اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد تواضع اور لوگوں پر رحم کرنے سے اس لیے تم اپنا دنیاوی حصہ فراموش کرو اور نہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو بھولو۔ ❁

اس کی پالیسی کا اندازہ اس وصیت نامہ سے ہوتا ہے جو اس نے مرتے وقت مہدی کے لیے

لکھا تھا۔ یہ وصیت نامہ حسب ذیل ہے

”بينا محمد ﷺ کی امت کی حفاظت کرنا اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کی حفاظت کرے گا۔ حرام خوریزی سے ہمیشہ بچنا کہ یہ اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے اور دنیا میں بھی ایسا عار ہے جو کبھی نہیں مٹتا۔ حلال کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ اس میں تمہارے لیے آخرت میں بھی ثواب ہے اور دنیا میں بھی بھلائی ہے۔ اعتدال سے نہ

❁ تاریخ خطیب جلد ۱۰ ص ۶۰۵۹۔ ❁ ابن اثیر جلد ۸ ص ۱۰۔

❁ ابن کثیر جلد ۱ ص ۳۳۔

بڑھنا کہ اس میں ہلاکت ہے، اگر اللہ تعالیٰ کو حدود کے علاوہ کوئی دوسری ایسی چیز معلوم ہوتی جو اس کے مذہب کے لیے زیادہ موزوں اور اس کے گناہوں پر تنبیہ کرنے والی ہوتی تو اپنی کتاب میں ضرور اس کا حکم دیتا۔ اللہ تعالیٰ کا غضب سب سے زیادہ اپنی بادشاہت کے لیے تیز ہے۔ اس لیے اس نے ایسے شخص کے لیے جو زمین میں فساد پھیلانے والے عذاب اور عقاب کا حکم دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا﴾

[المائدہ: ۳۳]

”پس بیٹا! بادشاہ اللہ کی جبل متین اس کا عروۃ الوثقی اور دین قیم ہے۔ اس کی حفاظت کرنا، اسے مضبوط کرنا، اس کے لیے مدافعت کرنا، اس میں رخ نہ ڈالنے والوں کو سزا دینا۔ اس سے بھاگنے والوں کی بیخ کنی کرنا اور اس سے نکلنے والوں کو عذاب دے کر اور مثلاً کر کے قتل کرنا، لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو حکم دیا ہے اس سے تجاوز نہ کرنا۔ عدل کے ساتھ حکومت کرنا اپنی حد سے آگے نہ بڑھنا کیونکہ یہ باتیں شور و فتن کو روکنے والی اور دشمن کو تباہ کرنے والی اور کارگردا ہیں۔“ ❁

بغداد کی تعمیر

منصور نے اپنے زمانے میں حکومت کے استحکام کے علاوہ اور بہت سے کارنامے انجام دیئے۔ اس کا ایک بڑا کارنامہ بغداد کی تعمیر ہے۔ سفاح نے وقتی طور پر ہاشمیہ کو پایہ تخت بنایا تھا۔ منصور کے زمانہ میں جب عباسی حکومت کی بنیاد پوری طرح مضبوط ہو گئی اور اس کے نظام میں وسعت اور ترقی ہوئی تو اس نے بغداد آباد کر کے اس کو دار الخلافہ بنایا اور بغداد کے خلفا برابر اس کی تعمیر اور آبادی میں اضافہ کرتے رہے، تا آنکہ ایک صدی کے اندر بغداد دنیا کا عظیم الشان شہر بن گیا۔ اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ جتنے جتنے حالات اپنے اپنے موقع پر آئیں گے۔ منصور کے تعمیر کردہ بغداد کا نقشہ اور اس کا اجمالی حال یہ ہے۔

اس کی تعمیر کے لیے منصور نے بڑا اہتمام کیا۔ مختلف مقاموں کی آب و ہوا اور مٹی کا اہتمام کرنے کے بعد ارض بابل و نینوا کا ایک خوش سواد اور سرسبز و شاداب قطعہ جسے دجلہ سیراب کرتا تھا منتخب ❁ طبری جلد ۱۰ ص ۴۴۷ یہ وصیت بہت طویل ہے، ہم نے صرف اسی قدر نقل کیا ہے جس کا تعلق منصور کے طرز حکومت سے ہے۔

کیا گیا اور بڑے ماہر مہندسین نے شہر کا نقشہ بنایا اور اس کی تعمیر کے لیے دنیا کے مختلف حصوں سے معمار، سنگتراش، نجار اور نقاش وغیرہ ہر صنف کے صناع و کارِ گیر جمع کئے گئے اور جن جن ملکوں میں جو سامان تعمیر مل سکتا تھا، فراہم کیا گیا۔

شہر کا نقشہ دائرہ نما تھا۔ درمیان میں منصور کا محل قصر الخلد تھا۔ اس کے بعد حکومت کے دفاتر کی عمارتیں اور عمارت دارکان سلطنت اور امارا کے محلات تھے۔ آخر میں عام آبادی اور بازار و باغات تھے لیکن پھر کچھ دنوں کے بعد بغداد سے متصل اور اس سے الگ کرخ کے نام سے عوام کی ایک الگ آبادی قائم کر دی تھی۔ ابتدا میں شہر میں دو جامع مسجدیں تھیں۔ ایک شاہی دوسری عام آبادی کے لیے۔ شہر کے گرد ۳۵ گز بلند دوہری سنگین شہر پناہ اور اس کے بعد وسیع خندق تھی۔ بیرونی اور اندرونی دونوں فصیلوں کے چار سمت چار بڑے بڑے پھانک باب الکوف، باب الشام، باب البصرہ اور باب الخراسان تھے۔ پھانکوں کے اوپر اونچے اونچے برج تھے۔ اندرونی فصیل کے پھانکوں پر پچاس پچاس گز بلند گنبد اور شہنشین تھیں۔ گنبدوں کی چوٹی پر مختلف مجسمے تھے جو ہوا کے رخ کے ساتھ ساتھ پھرتے تھے۔

قصر الخلد اپنی خوبصورتی، زیب و زینت اور آرائش و زیبائش کے لحاظ سے خلد کا نمونہ تھا۔ اس کا وسطی گنبد زمین سے اسی (۸۰) گز بلند تھا اور اس کے کلس پر ایک نیزہ بردار سوار کا مجسمہ نصب تھا۔ شہر کی آبادی میں ہر قبیلہ اور ہر طبقہ کے محلے الگ الگ اور مختلف چیزوں کے بازار جدا جدا ان کے ناموں سے موسوم تھے۔ کل سڑکیں اور گلیاں مختلف ناموں اور نسبتوں سے منسوب تھیں۔ شوارع عام چالیس چالیس گز چوڑی تھیں۔ وجہ سے کات کر بہت سی نہریں شہر میں جاری کی گئی تھیں۔

بغداد کی آبادی کے چند سال بعد ولی عہد سلطنت مہدی کے لیے بغداد کے مشرقی جانب اس سے متصل ایک عالی شان قصر مع جملہ لوازم و ضروریات کے تعمیر کرایا تھا جو رصافہ کے نام سے موسوم تھا اور بجائے خود ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ اس کی مستقل شہر پناہ اور خندق تھی اور مغربی جانب فوجی چھاؤنی بنوائی۔

ان تعمیرات پر ایک کروڑ اسی لاکھ صرف ہوا تھا جو اس زمانہ کے لحاظ سے بہت بڑی رقم ہے۔ حافظ کا بیان ہے کہ میں نے شام و روم وغیرہ کے بڑے بڑے شہر دیکھے لیکن عمارتوں کی بلندی، آبادی کی گولائی، عظمت و شان، پھانکوں کی وسعت اور فصیل کی مضبوطی کے لحاظ سے کوئی شہر مدینہ ابو جعفر منصور کے پایہ کا نظر نہ آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پورا شہر ڈھلا ہوا ہے۔

خلافت عباسیہ کی مالی و تمدنی ترقی کے ساتھ ساتھ اس شہر کی وسعت و ترقی میں بھی اضافہ ہوتا رہا اور بعد کے خلفاء عالی شان محلات و باغات اور مختلف النوع عمارتیں بنواتے رہے۔ تا آنکہ تیسری اور چوتھی صدی میں بغداد وسعت اور عمارتوں کی عظمت و شان اور عجائبات کے اعتبار سے دنیا کا سب

سے بڑا شہر ہو گیا۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں بغداد میں سترہ ہزار حمام اس سے زیادہ مسجدیں اور دس ہزار سرکیں اور گلیاں تھیں اور اس کے محلات اپنی خوبصورتی اور آرائش کے اعتبار سے رشک فردوس تھے ان میں سے بعض کا تذکرہ آئندہ آئے گا۔ ❀

منصور کے زمانہ میں ارزانی کا یہ حال تھا کہ مینڈھا ایک درہم میں بار بردار جانور چار وائق میں کھجور ایک درہم میں ساٹھ رطل یعنی تقریباً تیس سیر روغن زیتون ایک درہم میں آٹھ سیر گائے کا گوشت ایک درہم میں ایک من سے زیادہ بکری کا گوشت ایک درہم میں تیس سیر شہد ایک درہم میں پانچ سیر چربی ایک درہم میں چھ سیر ملتی تھی۔ اس ارزانی کی وجہ سے رعایا نہایت آسودہ حالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرتی تھی۔ ❀

یعقوبی نے بغداد کی تعمیر کی جو تفصیل لکھی ہے۔ اس سے منصور کے عہد حکومت کے شعبوں پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اس کے بیان کے مطابق حسب ذیل شعبوں کے دفاتر کی عمارتیں تعمیر ہوتی تھیں:

بیت المال (خزانہ) و خزانہ السلاح (اسلحہ خانہ) دیوان الرسائل (احکام و فرامین کا محکمہ)
دیوان الخراج (خراج کا محکمہ) دیوان الخاتم (مہر شاہی کا محکمہ) دیوان الجند (فوج کا محکمہ) دیوان الجواجج (شاہی ضروریات کا محکمہ) دیوان الاشمام (شاہی خدم و خشم کا محکمہ) مطبخ عامہ (باورچی خانہ)
دیوان النفقات (مصارف سلطنت کا محکمہ) ❀

تعمیر حرم

ان تعمیرات کے ساتھ منصور نے خانہ کعبہ میں بھی توسیع کرائی۔ مسجد حرام کی عمارت بہت تنگ تھی۔ ۱۳۸ھ میں منصور نے اس کے ملحقہ مکانات اور دارالندوہ کی عمارت کو اس میں شامل کرایا۔ جس سے حرم کی وسعت دوئی ہو گئی۔ دو سال میں اس تعمیر کی تکمیل ہوئی۔ مسجد خیف بھی چھوٹی تھی۔ حرم کے ساتھ منصور نے اس کی بھی توسیع کرائی اور ۱۴۰ھ میں خود ان عمارتوں کے معائنہ کر لیے مکہ گیا۔ ❀

علمی خدمات

اموی عہد میں گو نہ ہی اور اسلامی علوم کے بڑے بڑے علما پیدا ہوئے اور ان میں سے بعض نے کتابیں بھی لکھیں، لیکن ان کی تعداد اتنی کم ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس دور کے علما کی علمی سعی

❀ خطیب نے اپنی تاریخ میں اس کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ ہم نے صرف منصور کے آباد کردہ شہر کا صرف مختصر اور اجمالی تذکرہ کیا ہے، تفصیل کے لیے دیکھو تاریخ خطیب ج ۱ ص ۹۳۲-۹۳۳۔ ❀ تاریخ خطیب ج ۱ ص ۷۰۔

❀ کتاب البلدان یعقوبی جلد ۲ ص ۲۴۰۔ ❀ یعقوبی جلد ۲ ص ۲۴۴۔

صرف مذہبی علوم کی درس و تدریس اور نقل و روایت تک محدود رہی۔ تالیف و تصنیف اور دوسری قوموں اور زبانوں کے علوم کا مذاق منظور کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ حدیث و تفسیر، فقہ اور مغازی و سیرت کی تالیف کا سلسلہ شروع ہوا، چنانچہ امام مالک نے موطن لکھی۔ امام ابوحنیفہ نے فقہ مدون کی۔ ابن اسحاق نے مغازی مرتب کیے۔ ان کے علاوہ ابن ابی عروہ اور حماد بن سلمہ نے بصرہ میں، معمر نے یمن میں، سفیان ثوری نے کوفہ میں اور یثیم، لیث، ابن لہیعہ، ابن مبارک، امام ابو یوسف اور ابن وہب وغیرہ محدثین و فقہان نے اپنے اپنے مقاموں پر حدیث و فقہ کی تدوین و ترتیب کی جانب توجہ کی۔ اس کے علاوہ ادب و تاریخ پر بھی کتابیں لکھی گئیں۔ ❀

خود منظور کو دوسری قوموں اور زبانوں کے علوم کا بڑا ذوق اور فلسفہ اور نجوم سے خاص دلچسپی تھی۔ ابن صاعد اندلسی کا بیان ہے کہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے خلیفہ ابو جعفر منظور نے علوم کی طرف توجہ کی۔ وہ فقہ کا ماہر اور فلسفہ و نجوم میں دستگاہ رکھتا تھا۔ نجوم سے زیادہ شغف تھا۔ ❀ اس نے قیصر روم سے یونانی کتابوں کی فرمائش کی، اس نے اقلیدس کی اور چند طبیعیات کی کتب بھیجیں۔ ❀ اس کے دربار میں ہر فن کے اصحاب کمال جمع تھے۔ اس کا درباری منجم نوبخت اپنے فن کا ماہر تھا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا ابوبہل باپ کا جانشین ہوا۔ نوبخت کی اولاد نے منظور کے لیے کواکب اور ان کے احکام پر متعدد کتابیں ترجمہ کیں۔

دوسرا درباری منجم ابراہیم فزاری تھا۔ یہ بھی بڑا صاحب کمال تھا۔ تاریخ اسلام میں سب سے اول اسی نے اصطرباب بنایا اور علم ہیئت پر کئی کتابیں لکھیں۔ ایک کتاب سطح کرہ پر تالیف کی۔ اس کی بعض کتابوں کے نام یہ ہیں، کتاب التصدیہ فی علم النجوم، کتاب المقیاس للزوال، کتاب التریح علی سنی العرب، کتاب العمل بالاصطرلابات، ذوات الخلق، کتاب العمل بالاصطرلاب سطح۔ ❀ نجوم سے منظور کی دلچسپی کا شہرہ سن کر دور دور کے منجم بغداد پہنچ گئے تھے۔ ان میں ہندوستان کا بھی ایک منجم تھا۔ اس نے سنسکرت کی مشہور ہیئت کی کتاب سدھانت منظور کی خدمت میں پیش کی۔ اس نے ابراہیم منجم کے لڑکے محمد سے اس کا ترجمہ کرایا اور اس کی مدد سے محمد نے ہیئت کی ایک کتاب سندھند کبیر کے نام سے تالیف کی جو مدتوں علمائے ہیئت کا مرجع رہی۔ ❀ طبی کتابوں کے ترجمہ اور تالیف کا آغاز بھی اسی زمانہ سے ہوا۔ ایک مرتبہ منظور بیمار پڑا۔ اس کے علاج کے لیے جلدیسا پور کے مشہور شفا خانے کا رئیس الاطباء جو رجیس بن تخیشوع بلایا گیا۔ اس کے علاج سے منظور کو فائدہ ہوا۔ اس نے اس کو انعام و اکرام سے نوازا اور اپنا طبیب خاص بنالیا۔ ❀ جو رجیس نے منظور کے

❀ تاریخ الخلفاء ص ۲۶۳۔

❀ طبقات الامم ص ۳۸۔

❀ مقدمہ ابن خلدون ص ۴۰۱۔

❀ فہرست ص ۳۸۱۔

❀ طبقات الاطباء ج ۱ ص ۱۲۳، ۱۲۴۔

❀ الفہرست ص ۳۸۱۔

لیے کئی طبی کتابوں کے ترجمے کیے۔ ایک اور درباری طبیب بطریق نے سقراط اور جالینوس کی کتابوں کے ترجمے کیے۔ ❊

منطق، فلسفہ اور فارسی کی بھی کتابوں کے ترجمے ہوئے۔ منصور کے میرنشی عبداللہ بن مقفع نے جو بڑا نامور ادیب اور فلسفی تھا ارسطاطالیس کی کتاب قاطیغورياس، بادی آرمیناس اور انولوطولیتا اور منطق کی مشہور کتاب ایساغوجی کا ترجمہ کیا۔ کلیلہ دمنہ کو بھی سب سے پہلے اسی نے عربی کا جامہ پہنایا۔ ترجمہ کے علاوہ سیاست پر دور سالے لکھے۔ ❊ فارسی سے پارسی علم الاخلاق کی کتابوں کا ترجمہ الادب الکبیر اور الادب الصغیر بھی ابن مقفع کی یادگار ہے۔ ان کے علاوہ اس نے اور منصور کے دوسرے مترجموں نے ایران کے بائیان مذاہب مانی، ولسیان اور مرقون کی کتابوں کے ترجمے کیے، لیکن اس سے مسلمانوں کے عقائد و خیالات پر اچھا اثر نہیں پڑا۔ ❊

تفریحی مشاغل سے احتراز

تفریحی مشاغل شخصی حکمرانوں اور مطلق العنان سلاطین کی بزم طرب کے ضروری لوازم ہوتے ہیں، لیکن منصور کی ذات اس سے مستثنیٰ تھی۔ یحییٰ بن سلیم، فضل بن ربیع کے کاتب کا بیان ہے کہ منصور کے گھر میں کبھی لہو و لعب کے مشابہ بھی کسی چیز کا گزرنہ ہوا۔ ایک مرتبہ اس کے محل میں ایک غلام طنبور بجا رہا تھا اور لونڈیاں قہقہے لگا رہی تھیں۔ اس کے کانوں میں آواز پہنچی۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ بتایا گیا طنبور، لیکن یہ طنبور کو بھی نہیں جانتا تھا۔ پوچھا طنبور کسے کہتے ہیں؟ اس کی وضع و ہیئت بتائی گئی۔ منصور اسی وقت اٹھا اور طنبور بجانے والے کے سر پر طنبور توڑ کر اسی وقت اس کو نکال دیا۔ ❊ ابن طقطقی کا بیان ہے کہ ہمیشہ موٹا جھوٹا کپڑا استعمال کرتا تھا۔ بسا اوقات پیوند لگے ہوئے کپڑے بھی پہنتا اور اس کے گھر میں لہو و لعب بلکہ اس سے مشابہ بھی کسی چیز کا گزرنہ ہوا۔ ❊

ایک مرتبہ اس کی ایک لونڈی نے اس کے بدن پر پیوند لگے ہوئے کرتے کو دیکھ کر کہا کہ خلیفہ اور پیوند لگا ہوا کرتا؟ منصور نے اس کے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

(قدیدرک الشرف الفتی ورداہ خلق وجیب قمیصہ مرقوع)

یعنی مرد آدمی اس حالت میں عزت و شرف حاصل کر لیتا ہے کہ اس کی چادر پرانی ہوتی ہے اور اس کی قمیص کا جیب پیوند لگا ہوا ہوتا ہے۔“

❊ طبقات الاطباء ج ۱ ص ۲۰۸ ❊ طبقات الامم ابن صاعد اندلسی ص ۱۴۹
❊ مروج الذهب، مسعودی۔ ❊ طبری جلد ۱ ص ۳۹۲ ❊ الفخری ص ۱۴۱

کفایت شعاری

منصور کی فرد حساب میں اسراف و تہذیر کی کوئی مد نہ تھی بلکہ اس کی احتیاط بخل تک پہنچ گئی تھی۔ اپنے گھروالوں کو ہدایت کیا کرتا تھا کہ اپنے مال کی حفاظت کرو اس کو بچاؤ بیکار نہ ضائع کرو۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ جس کی دولت کم ہوئی اس کے اعوان و انصار کم ہوئے۔ بس کے اعوان و انصار کم ہوئے اس کے دشمن اس پر قوی ہو جائیں گے اور جس کے دشمن اس پر قوی ہوئے اس نے اپنا ملک ضائع کر دیا۔ جس نے ملک ضائع کیا اس کی املاک پر ہر شخص دست درازی کرے گا۔ ❀

منصور نے مہدی کے لیے جو تحریری ہدایت نامہ لکھا تھا اس میں خزانہ کی آبادی اور کفایت شعاری پر خاص طور سے زور دیا تھا۔ اس کے زمانہ میں کوئی حاکم تفریحی مشاغل میں روپیہ نہ صرف کر سکتا تھا۔ بعض عمال نے شعرا کو بڑے بڑے انعامات دیئے۔ منصور کو خبر ہوئی تو اس نے سختی کے ساتھ ان کو تنبیہ کی اور شعرا کو بقدر واجب انعام دے کر بقیہ رقم واپس لے لی۔ ❀

وہ چراغ میں بے کار تیل جلانا بھی پسند نہ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ محل کے پھانک میں داخل ہوا۔ اس میں تین قندیلیں روشن تھیں۔ پرچھا ان کے بجائے کیا ایک کافی نہ تھی۔ اسی شب کی صبح کو جب وہ برآمد ہوا تو وابستگان دولت ناشتہ کر رہے تھے ناشتہ کم تھا اس لیے کم پڑ گیا۔ منصور نے اسی وقت قہر مان کو طلب کر کے پوچھا کھانا کم پڑنے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے جواب دیا آپ نے شب کو قندیلوں پر اعتراض کیا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ جب تیل کی مقدار مقرر کر دی گئی ہے تو ممکن ہے کھانے کی بھی مقرر کر دی گئی ہو۔ منصور نے بگڑ کر کہا تم اس بخل میں جو بیکار جلتا ہے اور کھانے میں فرق نہیں کرتے کھانا اگر بچ بھی جائے تو بھی کسی کے کام آ جائے گا اور اسی وقت قہر مان کو سات کوڑے لگوائے۔ ❀

فیاضی

اس قسم کے واقعات کو مورخین نے بخل سے تعبیر کیا ہے لیکن درحقیقت منصور بخیل نہ تھا۔ البتہ فضول روپیہ ضائع نہ کرتا تھا۔ کبھی کبھی وہ فیاضی کے جذبہ میں آ کر بڑی بڑی رقمیں دے ڈالتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی اس کے پاس آیا۔ منصور کو اس کی باتیں بہت پسند آئیں۔ خوش ہو کر کہا تمہاری جو ضرورت ہو بیان کرو۔ اعرابی نے کہا اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کی عمر دراز کرے میری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ منصور نے اصرار سے کہا کہ نہ تم ہمیشہ میرے پاس پہنچ سکتے ہو اور نہ میں ہمیشہ دینے کے لیے تیار

❀ یعقوبی جلد ۲ ص ۲۶۶۔ ❀ طبری جلد ۱ ص ۲۴۳ طبع یورپ۔ ❀ تاریخ خطیب جلد ۱ ص ۵۶۔

رہوں گا اس وقت موقع ہے جو ضرورت ہو بیان کر دو۔ اعرابی نے کہا یا امیر المومنین ایسا کیوں ہے؟
 نہ میں خدا نخواستہ آپ کی عمر کو کم سمجھتا ہوں اور نہ آپ کے مال کو مال غنیمت کہ جو کچھ لینا ہو اسی وقت
 لے لوں۔ ساری روئے زمین کے عرب یہ جانتے ہیں کہ آپ سے گفتگو کرنا عزت و شرف ہے اور کوئی
 شریف آپ سے انحراف نہیں کر سکتا۔ آپ سے سوال کرنا کوئی عیب اور برائی نہیں ہے بلکہ آپ کا
 عطیہ عزت و زینت ہے۔ منصور نے یہ شائستہ اور فصیح گفتگو سن کر اس کو ایک ہزار اشرفیاں عطا کیں۔ ❁

خزانہ عامرہ

درحقیقت منصور کی اسی کفایت شعاری کا نتیجہ تھا کہ تعمیر کا مور میں بے شمار دولت صرف
 کرنے کے باوجود اپنے بعد اتنی دولت چھوڑ گیا کہ مہدی کو کبھی روپیہ کی کمی کی شکایت نہیں ہوئی۔ منصور
 خود اپنے وصیت نامے میں لکھ گیا تھا کہ میں نے تمہارے لیے اتنی دولت جمع کر دی ہے کہ اگر تم کو دس
 سال تک بھی خراج نہ ملے تو تم کو اخراجات کی تنگی کی شکایت نہ ہوگی۔ ❁



محمد بن منصور الملقب بہ مہدی

(۱۵۸ھ تا ۱۶۹ھ مطابق ۷۷۵ء تا ۷۸۵ء)

منصور کے بعد اس کا لڑکا محمد الملقب بہ مہدی تخت نشین ہوا۔ اس کی ماں اروئی خمیری خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ منصور کے انتقال کے وقت جو عمائد سلطنت اور افسران فوج اس کے ہمراہ تھے ان سے ربیع کا تب نے اور اہل مکہ سے عباس بن محمد بن سلیمان نے بیعت لی اور منصور کی وفات کے بارہویں دن بغداد میں بیعت عام ہوئی اور ذی الحجہ ۱۵۸ھ میں مہدی تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کا ۳۳واں سال تھا۔

مہدی کا پہلا کام

منصور نے اپنے زمانہ میں جن جن لوگوں کو قید کیا تھا اور جن کی جائیدادیں ضبط کی تھیں ان کے متعلق مہدی کو وصیت کرتا گیا تھا کہ اس کے بعد سب کو رہا کر کے ان کی جائیدادیں واپس کر دی جائیں چنانچہ مہدی نے تخت خلافت پر بیٹھنے کے ساتھ سب سے پہلے اس وصیت کی تعمیل کی اور قیدیوں کو رہا کر کے انہیں انعام و اکرام سے نوازا۔ اس کا اثر عام رعایا پر بہت اچھا پڑا۔ * منصور اپنے زمانہ میں سیاسی سازشوں اور انقلاب پسندوں کا قلع قمع کر گیا تھا۔ اس لیے مہدی کے زمانہ میں کوئی اہم سیاسی انقلاب رونما نہیں ہوا تاہم بعض معمولی شورشیں ضرور ہوئیں۔

مقتنع کا دعویٰ الوہیت

ان میں ایک خراسانی ملحد مقتنع کے دعویٰ الوہیت نے بڑی اہمیت حاصل کر لی تھی۔ یہ مرو کا باشندہ اور یک چشم تھا۔ اس عیب کو چھپانے کے لیے سونے کا چہرہ منہ پر چڑھائے رہتا تھا۔ اس لیے مقتنع یعنی نقاب پوش کہلاتا تھا۔ اس نے مہدی کے زمانہ میں الوہیت کا دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے اس میں حلول کر گیا تھا۔ آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام میں اور اسی طرح مختلف انسانوں کے قالب میں منتقل ہوتا ہوا ابو مسلم خراسانی کے بعد اس میں جلوہ گر ہوا ہے۔ * لوگوں کو فریب دینے کے لیے وہ شعبہ بازی سے مصنوعی آفتاب طلوع کر کے دکھاتا تھا۔ *

* یعقوبی جلد ۲ ص ۳۷۵۔ * انفری ص ۱۶۲/۱۶۱۔ * ابوالفداء جلد ۲ ص ۹۹ دول الاسلام ذہبی۔

سے سادہ لوح عوام اس کے دام تزویر میں پھنس کر اس پر ایمان لے آئے اور اس کے مستقر کی سمت
سجدہ کرتے تھے۔ ❁

چند دنوں میں اس کے پیروؤں کی بڑی تعداد ہو گئی اور انہوں نے بسام اور سخرہ میں حکومت کے
خلاف اجتماع کیا۔ ترک اور صفد بھی ان کے ساتھ ہو گئے اور مسلمان آبادیوں پر تاخت شروع کر
دی۔ کش کے بعض محلات اور نواسب کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ ابوعمان جنید اور لیث نے یکے بعد دیگرے
ان کا مقابلہ کیا، لیکن کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی۔ آخر میں جبرائیل بن یحییٰ اور یزید نے متقع کے ایک
ممتاز پیر و مہذبہ کا مقابلہ کر کے اسے بھگایا۔ اس کے بعد مہدی نے ابوعون کو متقع کے مقابلہ کے لیے بھیجا
یہ بھی ناکام رہا تو یہ مہم ۱۶۱ھ میں معاذ بن مسلم اور سعید حرشی کے سپرد ہوئی۔ انہوں نے طواوئیس میں متقع
کے ساتھیوں کو شکست دی اور وہ بھاگ کر متقع کے پاس چلے گئے۔ سعید حرشی نے متقع کو اس کے ساتھیوں
سمیت گھیر لیا۔ چند دنوں کے بعد اس کے ساتھیوں نے سپردال دی اور تیس ہزار آدمیوں نے سعید سے
جان بخشی کر اے متقع کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ دو ہزار سے کچھ اوپر آدمی رہ گئے۔ عباسی فوج نے
محاصرہ اور زیادہ سخت کر دیا۔ جب متقع نے دیکھا کہ اس کے لیے مفر کی صورت باقی نہیں ہے تو اس نے
اپنی عورتوں اور اہل و عیال کو زہر کھلا کر ختم کر دیا اور آگ جلوا کر باقی ساتھیوں سے کہا کہ جو شخص میرے
ساتھ آسمان پر چلنا چاہتا ہے وہ اس آگ میں کود پڑے۔ یہ کہہ کر پہلے خود اس میں کودا۔ اسے دیکھ کر اس
کے سب ساتھیوں نے کود کر اپنا خاتمہ کر لیا۔ بعض راویوں میں ہے کہ متقع نے زہر کھا کر جان دے دی اور
جب مسلمان قلعہ میں داخل ہوئے تو اس میں کچھ نہ تھا۔ ❁

یوسف البرم کی بغاوت

۱۶۰ھ میں خراسان میں یوسف بن ابراہیم المعروف بہ برم نے مہدی کے خلاف علم بغاوت بلند
کیا۔ بہت سے شورش پسند اس کے ساتھ ہو گئے، لیکن اس کا فتنہ زیادہ بڑھنے نہ پایا۔ یزید بن مزید شیبانی
نے بہت جلد اس پر قابو حاصل کر لیا اور اس کو مع اس کے ساتھیوں کے گرفتار کر کے دار الخلافہ روانہ
کیا۔ بغداد میں ان سب کے سر قلم کر دیئے گئے۔ ❁

عبدالسلام یشکری اور اہل الحوف کی بغاوت

❁ الفخری ص ۱۶۲۔ ❁ ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۰۷ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۷۳۔

❁ یعقوبی نے ۱۶۲ھ میں یہ بغاوت لکھی ہے۔

۱۶۲ھ میں عبدالسلام بن ہاشم یثقری نے جزیرہ میں بغاوت برپا کی اور اس کی طاقت اتنی بڑھ گئی کہ مسلسل کئی مہینے اس کے مقابلہ میں ناکام رہیں۔ بالآخر شیب نے قنسر میں بڑی مشکلوں سے اس کا کام تمام کیا۔ سندھ میں الحوف (مصر) کے باشندوں نے علم بغاوت بلند کیا۔ یہاں کے حاکم موسیٰ بن مصعب نے مقابلہ کیا اور باغیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ موسیٰ کے قتل کے بعد مہدی نے فضل بن صالح کو بھیجا۔ اس نے مہدی کی وفات کے بعد امن و امان قائم کیا۔ ❀

مختلف غیر مسلم حکمرانوں سے معاہدے اور ان کی اطاعت

اکثر سرحدی علاقوں کے غیر مسلم حکمران عباسی حکومت کے باغیوں سے مل جاتے تھے جس سے بڑی مشکلات پیش آتی تھیں۔ اس لیے ۱۶۲ھ میں مہدی نے اپنے ماتحت باجگزاروں اور سرحدی فرمانرواؤں کے پاس سفراء بھیج کر ان سے صلح اور مفاہمت کر کے اس خطرہ کا سد باب کیا۔ اس سلسلہ میں کابل، طبرستان، صغد، طخارستان، بامیان، فرغانہ، اشروسنہ، جستان، ترک، تبت، سندھ اور چین کے فرمانرواؤں اور ہندوستان کے بعض راجاؤں نے اطاعت کا معاہدہ کیا۔ ❀

رومیوں سے معرکہ آرائیاں

مہدی کے زمانہ میں اندرونی خلفشار نسبتاً بہت کم رہا۔ اس لیے اس کو بیرونی فوج کشی کا زیادہ موقع ملا۔ گو اس کا زمانہ دس بارہ سال سے زیادہ نہیں تھا، لیکن اتنی مدت میں اتنی فوج کشیاں ہوئیں کہ بنو امیہ کے بعد سے اس کے زمانہ تک اس کی مثال نہیں ملتی۔ گرمائی فوجیں رومی ممالک پر ہر سال حملہ آور ہوتی تھیں۔ مہدی نے اپنی تخت نشینی کے پہلے ہی سال اپنے چچا عباس کو بھیجا۔ اس نے ادھرہ فتح کیا۔ ❀ ۱۶۱ھ میں ثمانہ بن ولید نے فوج کشی کی اور دابق میں اترا۔ میخائیل رومی اسی (۸۰) ہزار فوج کے ساتھ نکلا اور عقیق مرعش میں بہت سے مسلمانوں کو قتل اور قید کر کے مرعش کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں بھی بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور میخائیل محاصرہ اٹھا کر جیحان لوٹ گیا ❀ اس کے کچھ ہی دنوں بعد ۱۶۲ھ میں رومیوں نے اسلامی اور رومی سرحد حدث پر حملہ کر کے اس کی شہر پناہ گرا دی۔ مہدی نے حسن بن قطبہ کو ایک جہاز لشکر کے ساتھ بھیجا۔ اس نے اذرولیہ پہنچ کر رومی حدود سلطنت میں تاخوت و تاراج کی اور سالم و غانم واپس آیا۔ اسی سنہ میں یزید بن اسید سلمی نے قالیقلا کے

❀ یعقوبی جلد ۲ ص ۳۸۳۔ ❀ یعقوبی جلد ۲ ص ۳۷۹۔

❀ ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۱۳۔ ❀ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۹۔

نواح میں حملہ کر کے تین قلعے فتح کیے۔ ❁

۱۶۳ھ میں مہدی نے خود بہ نفس نفیس رومیوں کے مقابلہ میں ننگنہ کا ارادہ کیا۔ خراسان اور دوسری چھاؤنیوں سے تازہ دم فوجیں منگوائیں اور بغداد میں اپنے لڑکے موسیٰ ہادی کو اپنا قائم مقام بنا کر خود فوجیں لے کر نکلا اور موصل و جزیرہ ہوتا ہوا فرات کو عبور کر کے حلب پہنچا۔ یہاں زندیقوں کی بڑی تعداد تھی ان کو جمع کر کے قتل کیا اور ان کی کتابیں تلاش کر کے ضائع کرائیں۔ اس کے بعد جحان آیا اور یہاں سے ہارون عیسیٰ بن موسیٰ، ربیع، حسن بن قطیبہ، سلیمان ابن برمک، یحییٰ بن خالد اور دوسرے عمائد کو رومی حدود کی جانب روانہ کیا۔ انہوں نے سالو کا قلعہ فتح کیا اور بہت سی چھوٹی چھوٹی فتوحات حاصل کیں، لیکن کوئی بڑا معرکہ پیش نہیں آیا اور مہدی بیت المقدس ہوتا ہوا بغداد واپس آیا۔ ❁

۱۶۴ھ میں عبدالکبیر بن عبدالحمید باب حدث کی طرف بڑھا۔ میخائیل اور طارادار منی بطریق نوے ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کو نکلا۔ عبدالکبیر میں اس انبوء عظیم کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی اس لیے لوٹ گیا۔ مہدی اس کمزوری پر بہت برا فروختہ ہوا اور عبدالکبیر کو قتل کر دینا چاہا، لیکن لوگوں کی سفارش سے قید کرنے پر اکتفا کی۔ ۱۶۵ھ میں ہارون الرشید کو تقریباً چھانوے ہزار فوج کے ساتھ صائفہ کا امیر بنا کر بھیجا۔ ہارون اس لشکر جوار کو لے کر ایشیائے کوچک میں داخل ہوا۔ نقیطارومی مقابل میں آیا۔ یزید بن مزید نے اس کو شکست فاش دی اور اس کے کل ساز و سامان پر قبضہ کر کے دمشق رومی کی طرف بڑھا۔ اس نے ایک خطرناک رقم دے کر صلح کر لی۔ اس لیے ہارون اسے چھوڑ کر آگے بڑھا اور خلیج قسطنطنیہ تک بڑھتا چلا گیا۔ اس وقت قسطنطنیہ کے تخت پر لیون کی بیوہ اپنے صغیر السن بچے کی والیہ کی حیثیت سے حکمران تھی۔ اس نے ستر ہزار دینار سالانہ فدیہ پر صلح کر لی اور شرائط صلح میں یہ بھی تھا کہ مسلمان جن جن راستوں سے گزریں وہاں وہاں رومی بازار لگائیں گے اور راہنمائی کے فرائض انجام دیں گے۔ ان لڑائیوں میں مسلمانوں کو بکثرت مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ❁

سندھ کی فتوحات

سندھ کے علاقہ میں بھی بعض فتوحات حاصل ہوئیں۔ ۱۵۹ھ میں مہدی نے عبدالملک بن شہاب مسمعی کو بحری مہم میں سندھ روانہ کیا۔ اس نے باربد (بھڑ بھوت) کے ساحل پر لشکر انداز ہو کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے مدافعت میں پوری قوت صرف کر دی، لیکن ناکام رہے اور مسلمانوں نے باربد فتح کر لیا۔ اس معرکہ میں بے شمار سندھی کام آئے اور مسلمانوں کی صرف چند جانیں ضائع

❁ ابن اثیر جلد ۶، ص ۱۹۔ ❁ ابن خلدون جلد ۳، ص ۲۱۳ و ابن اثیر جلد ۶، ص ۲۰۔

❁ ابن خلدون جلد ۳، حالات سنین مذکور و ابن اثیر ج ۶، ص ۲۱، ۲۲۔

ہوئیں۔ اس مہم کو سر کر کے مسلمان واپس ہو رہے تھے کہ ایرانی سواحل کے قریب ان کا بیڑا طوفان میں گھر گیا۔ بعض جہاز ٹوٹ گئے اور بہت سے مسلمان ضائع ہوئے، صرف چند جہاز صحیح و سالم واپس پہنچے۔ ❁

طبرستان کے حاکم و نداد ہرمزاد شروین اکثر فساد برپا کیا کرتے تھے۔ ۱۶۷ھ میں موسیٰ ہادی نے فوج کشی کر کے ان کی پوری تنبیہ کی۔

ولایت عہد

سفاح نے منصور کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد بنادیا تھا۔ منصور نے اس کا نام مہدی کے بعد کر دیا تھا۔ مہدی نے بھی باپ کی تقلید میں عیسیٰ کا نام خارج کر کے اپنے لڑکے ہادی کو ولی عہد بنادیا اور اس کے بعد ہارون کا نام رکھا اور اس کے بدلہ میں اس کو ایک کروڑ نقد اور بہت بڑی جاگیر عطا کی۔

وزارت

مہدی کے زمانہ میں تین وزیر ہوئے۔ ابو عبید اللہ معاویہ بن یسار، ابو عبد اللہ یعقوب ابن داؤد فیض بن ابی صالح، ان تینوں کے مختصر حالات یہ ہیں:

معاویہ بن یسار اشعریوں کا غلام تھا، لیکن بڑا عالی دماغ تھا۔ منصور کے زمانہ سے عباسی دربار سے متوسل تھا اور اسی وقت سے وزارت کے لیے اس پر نگاہ اٹھتی تھی، لیکن منصور کی زندگی میں اس کو یہ منصب نہ مل سکا اور مہدی کے سیکرٹری کی حیثیت سے جو اس زمانہ میں وزارت کے فرائض انجام دیتا تھا، کام کرتا رہا۔ معاویہ مہدی پر اتنا حاوی تھا کہ وہ کسی معاملہ میں اس کی مخالفت نہ کرتا تھا اور عملاً وزارت معاویہ ہی کے ہاتھ میں تھی۔ منصور ہمیشہ مہدی کو معاویہ کے مشورہ پر عمل کرنے کی ہدایت کرتا رہتا تھا۔ ❁ اور یہ تاکید کر دیتی تھی کہ معاویہ کے بارہ میں کسی کی شکایت نہ سننا، منصور کی وفات اور مہدی کی خلافت تک برابر اس کا یہ اثر و اقتدار قائم رہا۔

مہدی کو اس کی قابلیت کا پورا تجربہ تھا۔ اس لیے تخت نشین ہونے کے بعد ہی اس نے ۱۵۹ھ میں اس کو وزیر بنا لیا۔ اس نے اپنے دور وزارت میں مختلف شعبوں کو ترقی دی اور ان میں مفید اصلاحات کیں۔ ہر شعبہ کے دفاتر مرتب کیے۔ شعبہ خراج میں اس سے پہلے پیداوار کا ایک مقررہ خراج لیا جاتا تھا۔ معاویہ نے بٹائی کا طریقہ رائج کیا اور کھجور اور دوسرے پھلدار درختوں پر خراج لگایا

اور قانون خراج پر ایک کتاب لکھی۔ تاریخ اسلام میں اس موضوع پر یہ سب سے پہلی کتاب تھی، لیکن ان خوبیوں کے ساتھ وہ سخت متکبر اور مغرور تھا۔ اسی غرور نے اس کو مسند وزارت سے قعر مذلت میں گرایا۔

اس کے غرور نے دوستوں کو بھی دشمن بنادیا تھا، چنانچہ ربيع کا تب جو ایک زمانہ میں اس کا بڑا اخیر خواہ تھا اور مہدی کے مقابلہ میں اس کی حمایت کیا کرتا تھا اس کے برتاؤ سے اس کا سخت دشمن ہو گیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ منصور کی وفات کے بعد ربيع مکہ سے جب مہدی کی بیعت لے کر لوٹا تو مہدی کے دربار میں حاضری سے قبل معاویہ کے پاس گیا۔ اس نے اول تو بڑی دیر انتظار کرانے کے بعد اندر آنے کی اجازت دی۔ پھر بدستور اپنی مسند پر بیٹھا رہا اور منصور کی وفات اور مہدی کی بیعت وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں پوچھا۔ ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ ربيع نے چھینٹنا بھی چاہا مگر معاویہ اس ذکر ہی کو ٹال گیا۔ ربيع کو اس کا یہ طرز عمل سخت ناگوار گزر اور اس نے قسم کھالی کہ اپنی ساری قوت اس کے گرانے میں صرف کر دے گا۔ گو معاویہ بڑا مدبر تھا، آسانی کے ساتھ اسے زیر کرنا مشکل تھا، لیکن معاویہ کی شومی قسمت سے اس کا لڑکا عبداللہ طحہ تھا اور مہدی طحہوں کا سخت دشمن تھا اور ان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر سزا دیتا تھا، چنانچہ ۶۶ھ میں جب طحہوں کی ایک جماعت گرفتار ہو کر آئی تو اس میں معاویہ کا لڑکا بھی تھا۔ مہدی نے اس سے کہا قرآن پڑھو۔ اس نے پڑھا تبارکت وعالموک بعظم الخلق ربيع کو موقع مل گیا۔ اس نے عبداللہ کو قتل کرنے کا مشورہ دیا اور مہدی کے حکم سے اس کا سر قلم کر دیا گیا، لیکن اس واقعہ کا اثر معاویہ کے عہدہ پر نہیں پڑا۔ وہ بدستور وزیر رہا۔ کچھ دنوں کے بعد ربيع نے مہدی کے بعض خادموں سے سازش کی کہ میں تم کو تیس ہزار اشرفی اس شرط پر دوں گا کہ جب ابو عبید اللہ (معاویہ) مہدی کے پاس جائے تو تم اس کی تلوار کا قبضہ پکڑے ہوئے ساتھ رہو، اگر مہدی اس پر اعتراض کرے تو کہنا کہ امیر المؤمنین جس کے لڑکے کو کل آپ نے قتل کیا ہو، اس کا تنہائی میں آپ کے پاس مسلح آنا کیسے گوارا کیا جاسکتا ہے۔ اس تدبیر سے مہدی اس سے بدظن ہو گیا۔ اور گو اس وقت اس نے یہی کہا کہ مجھے ان پر ہر حال میں اعتماد ہے، لیکن دل میں بات جم چکی تھی۔ اس لیے کچھ دنوں کے بعد اس بہانہ سے کہ میں نے ابو عبید اللہ کے لڑکے کا قتل کیا ہے، اس لیے مجھے اس سے ندامت معلوم ہوتی ہے، اس کو منصب وزارت سے الگ کر دیا اور وہ نہایت غم و الم کی حالت میں زندگی کے دن کاٹتا ہوا ۷۰ھ میں مر گیا۔

ابو عبد اللہ یعقوب

✽ کتاب الوزراء والکتاب جیشیاری ص ۱۸۰ تا ۱۷۶

✽ الفخری ص ۱۶۵۔ الفخری اور جیشیاری کے بیان میں بعض جزئی اختلافات ہیں۔

معاویہ کے بعد یعقوب بن داؤد کی قسمت کا ستارہ چمکا۔ یہ بھی غلاموں کے زمرہ میں تھا۔ اس کا باپ داؤد اور اس کے دوسرے بھائی امیر نصر بن سیار، امیر خراسان کے کاتب تھے۔ ابتداً اس میں تشبیح تھا اور وہ عبداللہ بن حسن بن حسن کی طرف مائل تھا۔ چنانچہ منصور کے زمانہ میں اس کا سارا گھر امام ابراہیم بن عبداللہ کے ساتھ ہو گیا تھا۔ ابراہیم کے مارے جانے کے بعد ان کے حامیوں کے ساتھ یعقوب اور علی گرفتار کر کے قید کر دیئے گئے تھے۔ منصور کے بعد جب مہدی نے اپنے زمانہ میں سیاسی قیدیوں کو رہا کیا تو اس سلسلہ میں یہ دونوں بھی چھوٹے۔

مہدی علویوں اور سادات کی مخالفت سے بہت گھبراتا تھا۔ اس لیے اس کو ایسے آدمی کی تلاش تھی جس کو آل حسن سے تعلق رہ چکا ہو تاکہ وہ اس سے ضرورت کے وقت کام لے سکے۔ یعقوب اس کام کے لیے موزوں شخص تھا۔ اس لیے رنج کی سفارش پر مہدی نے اس کو بلایا۔ اس کی عقل و فرائض کا مہدی پر بہت اچھا اثر پڑا اور اس کو اس نے اپنے خواص میں شامل کر لیا اور رفتہ رفتہ وزارت کے منصب تک پہنچ گیا اور مہدی کے مزاج میں اتنا رسوخ حاصل کر لیا کہ کل امور مملکت پر حاوی ہو گیا۔ اس کے اقتدار نے اس کے بہت سے حاسد پیدا کر دیئے جنہوں نے اس کو مہدی کی نگاہوں سے گرانے کی کوشش شروع کر دی۔

یعقوب کے دل میں آل حسن کی محبت برابر قائم تھی اور وہ علائقہ ان کی حمایت کرتا تھا۔ اپنے عہد وزارت میں اس نے بہت سے زیدیوں کو حکومت کے معزز عہدوں پر پہنچا دیا۔ اس سے اس کے حاسدوں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے مہدی سے کہا کہ ساری سلطنت یعقوب اور اس کی جماعت کے قبضہ میں ہے۔ وہ جب چاہے ایک دن میں اسے زیر و زبر کر سکتا ہے۔ مہدی علویوں کے بارہ میں یعقوب کے جذبات سے واقف تھا۔ اس لیے اس کے دل میں یہ بات اتر گئی، چنانچہ ایک موقع پر آزمائش کے لیے اس نے یعقوب سے ایک علوی کو قتل کرنے کا وعدہ لے کر اس کے حوالہ کر دیا۔ علوی نے یعقوب سے کہا میں علی بن ابی طالب اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کی اولاد ہوں، تم میرے خون کا بار اپنی گردن پر لے کر اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ یعقوب نے کہا اللہ کی قسم یہ باری میں اپنی گردن پر نہ لوں گا۔ تم یہ مال لو اور اپنی جان بچا کر نکل جاؤ۔ ایک لونڈی نے جو یہ گفتگو سن رہی تھی، فوراً مہدی کو اطلاع دے دی۔ مہدی نے اسی وقت اس علوی کو گرفتار کروا لیا اور یعقوب سے بلا کر پوچھا کہ تم نے علوی کو کیا کیا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس سے امیر المؤمنین کو مطمئن کر دیا۔ مہدی نے کہا کیا وہ مر گیا؟ یعقوب نے اثبات میں جواب دیا۔ مہدی نے اس سے قسم لی اور قسم لینے کے بعد علوی کو بلوا کر سامنے کھڑا کر دیا۔ یعقوب اس کو دیکھ کر متحیر ہو گیا۔ اب اس

کے لیے کسی حیلہ کی گنجائش نہ تھی۔ مہدی نے اسی وقت اس کو قید کر دیا۔ کئی سال تک قید رہا۔ ہارون رشید کے زمانہ میں اس سے نجات ملی اور ۱۸۶ھ میں مکہ میں وفات پائی۔ ❁

فیض بن ابی صالح نیشاپوری

یعقوب کے بعد ابو صالح وزیر ہوا۔ اس کا وطن نیشاپور اور آبائی مذہب عیسوی تھا۔ اس کا گھرانہ ترک وطن کر کے بنوعباس کے زیر سایہ آ گیا تھا اور شرف اسلام سے مشرف ہوا چنانچہ فیض نے عباسیوں کے دامن تربیت میں پرورش پائی اور وزارت کے عہدہ تک پہنچا جو دو کرم میں عدیم النظیر تھا۔ یحییٰ بن خالد برہکی جس کی فیاضیوں کی داستانیں مشہور عالم ہیں کہا کرتا تھا کہ اگر تم لوگ فیض کی فیاضیاں دیکھتے تو میری فیاضیاں حقیر معلوم ہوتیں۔ مہدی کی وفات تک یہ وزارت کے منصب پر فائز رہا۔ اس کی وفات کے بعد ہادی نے علیحدہ کر دیا اور ہارون رشید کے زمانہ تک زندہ رہا اور ۱۷۳ھ میں وفات پائی۔ ❁

وفات

محرم ۱۶۹ھ میں مہدی نے انتقال کیا۔ اس کے سبب وفات کے بارہ میں مختلف روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ ایک دن شکار کے لیے نکلا۔ ایک شکار کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا۔ وہ ایک ویران عمارت کے پھانگ میں گھستا چلا گیا۔ اس کی رگڑ سے پیچھے کو اتنا صدمہ پہنچا کہ ۱۲ محرم ۱۶۹ھ کو انتقال کر گیا۔ ❁ دوسری روایت یہ ہے کہ اس کی لونڈی نے زہر دے دیا یا خودکشی کے لیے اس نے خود اپنے کھانے میں زہر ملا یا تھا جسے غلطی سے مہدی نے کھا لیا۔ تیسری روایت یہ ہے کہ ایک دن خواب میں اس کو ہاتف غیب نے دنیا کی بے ثباتی کا پیغام دیا اور اس کے دسویں دن مہدی دنیا سے چل بسا۔ ❁ اس کا انتقال ماسبدان کے ایک قریہ میں ہوا تھا۔ ہارون رشید نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی غربت کدہ میں پیونہ خاک کیا گیا۔ وفات کے وقت ۳۳ سال کی عمر تھی۔ مدت خلافت دس سال ایک ماہ۔

مہدی اپنے ذاتی محاسن اور طریقہ حکمرانی دونوں حیثیتوں سے بہترین فرمانروا تھا۔ اس کی خوبیوں نے اس کو رعایا میں بہت محبوب و مقبول بنا دیا تھا۔ اس کا عہد عدل و انصاف امن و سکون اور آسودہ حالی کے اعتبار سے ملک کے لیے عیش و وفا بیت کا دور تھا۔ مسعودی کا بیان ہے کہ مظالم کے

❁ الفخری ص ۱۶۶ ۱۶۷ء واقعہ فخری طبری ابن اثیر سب میں ہے۔ ❁ الفخری ص ۱۶۹ ۱۷۰ء

❁ دول الاسلام جلد اول ص ۶۷ و یعقوبی جلد ۲ ص ۴۸۴ ❁ ابن اثیر جلد ۶ ص ۲۷

انسان کو قتل و خونریزی سے احتراز، خوف زدوں کی پشت پناہی اور داد و دہش نے مہدی کو خاص و عام میں محبوب بنا دیا تھا۔ ❶ محدث ذہبی لکھتے ہیں کہ اس کا دور حکومت بڑا مبارک و مقبول تھا۔ اس کی صورت و سیرت دونوں پسندیدہ تھیں۔ رعایا میں بہت مدوح و محبوب تھا۔ ❷

اس کی حکومت کا آغاز بھی نیکیوں سے ہوا تھا۔ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ تخت نشینی کے ساتھ ہی منصور کے زمانہ کے جتنے قیدی تھے سب کو رہا کر دیا اور جن جن لوگوں کی جائیدادیں ضبط کی گئی تھیں سب واپس کر دی گئیں۔ ❸

تدبیر مملکت

مہدی گوعیش پرست تھا، لیکن امور مملکت سے کبھی غافل نہیں ہوا۔ منصور کی طرح وہ بھی حکومت کے جزی سے جزی امور پر نگاہ رکھتا تھا۔ ❹ میدان جنگ میں بھی نکلتا تھا۔ اس لیے عیش پرستی کے باوجود نظام حکومت میں خلل نہ آنے پایا۔ ❺ روزانہ مظالم کی تحقیقات کے لیے بیٹھتا تھا۔ ❻ اور مظلوموں کی وادری کے لیے ہر وقت اس کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ کان بیجلس فی کل وقت لرد المظالم ❷

بنی امیہ کے دور میں بیشتر انتظامی شہبہ جات ملے ہوئے تھے۔ مہدی نے ان کو الگ کر کے ان کے علیحدہ علیحدہ منتظم اور نگران مقرر کئے اور ان کا نام دیران الازامہ رکھا۔ ❸ اس جدید تنظیم سے بہت سے نئے شعبے اور محکمے قائم ہو گئے اور حکومت کا پورا نظام نہایت مرتب ہو گیا۔ مکہ مدینہ یمن اور بغداد وغیرہ اہم شہروں کے درمیان اونٹ اور خیروں کی ڈاک قائم کی اور پوری اسلامی قلمرو کے کوڑھیوں کی پرورش کا انتظام کیا۔

اخلاق و سیرت

مہدی ذاتی اوصاف کے لحاظ سے بھی محاسن اخلاق کا مجموعہ تھا۔ منصور جتنا ہی ورشت مزاج اور سخت گیر تھا مہدی اتنا ہی نرم اور تحمل مزاج تھا۔ عفو و درگزر اس کی خصوصیت تھی۔ ایک ممتاز فوجی افسر بار بار غلطی کرتا تھا۔ مہدی نے کئی دفعہ اس کو فہمائش کی، لیکن وہ باز نہ آتا تھا۔ آخر میں مہدی نے

❶ مروج الذهب جلد ۶ ص ۲۳۱۔ ❷ دول الاسلام ذہبی جلد اول ص ۸۳۔

❸ یعقوبی جلد ۲ ص ۲۷۵۔ ❹ الفخری ص ۱۶۲۔

❺ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۷۶۔ ❻ ابن اثیر جلد ۶ ص ۲۷۶۔

❷ نجوم الراہرہ ابن تغری بردی۔ ❸ الفخری ص ۱۶۱۔

اس سے کہا کہ تم کب تک غلطی کرتے رہو گے؟ اور میں کب تک معاف کرتا رہوں گا؟ اس نے کہا میں ہمیشہ بھولتا رہوں گا اور اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کی عمر دراز کرے وہ ہمیشہ مجھے معاف کرتے رہیں گے۔ یہ جواب سن کر مہدی شرمندہ ہو گیا اور اسے معاف کر دیا۔ ❀

ربیع حاسب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مہدی نے عشاء کی نماز میں کلام اللہ کی یہ آیت تلاوت کی ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ وَتَقَطَّعُوا اَرْحَامَكُمْ﴾ [۲۴: ۳۱] نماز ختم کرنے کے بعد مجھ سے کہا ”ربیع! موسیٰ“ میں نے دل میں خیال کیا کون موسیٰ مراد ہے۔ شاید موسیٰ بن جعفر مقصود تھا جو اس وقت میری قید میں تھا۔ میں نے اس کو لا کر پیش کر دیا۔ مہدی نے اس سے کہا میں نے جب ﴿تَقَطَّعُوا اَرْحَامَكُمْ﴾ پڑھا تو مجھے خیال آیا کہ کہیں میں تمہارے معاملہ میں قطع رحم کا مرتکب تو نہیں ہو رہا ہوں۔ اس لیے تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم میرے مقابلہ میں خروج نہ کرو گے۔ موسیٰ نے وعدہ کیا اور مہدی نے اسی وقت اس کو رہا کر دیا۔ ❀

منصور کے زمانہ سے بہت سے علوی فیدہ مند تھے۔ مہدی نے ان سب کو رہا کر کے ان کے وظائف مقرر کر دیئے۔ ❀ اس کی رقیق القلسیٰ کہ ایسے عبرت آموز واقعہ تاریخوں میں مذکور ہے۔ بنی امیہ کے ساتھ بنی عباس کی دشمنی معلوم و مشہور ہے۔ مہدی ایسا شریف دل تھا کہ اس کو ان پر رحم آ جاتا تھا۔ ایک مرتبہ مہدی کی بیوی اور دوسری خواتین شاہی محل میں بیٹھی تھیں کہ خادم نے آ کر اطلاع دی کہ ایک شریف مگر بد حال عورت اندر آنے کی اجازت چاہتی ہے لیکن نام نہیں بتاتی۔ مہدی کی بیوی خیزران نے بلا لیا۔ عورت اندر آئی وہ پچھلے پرانے کپڑوں میں تھی لیکن بشرہ پر شرافت کا جمال نمایاں تھا۔ خیزران نے پوچھا بہن تم کون ہو؟ اس نے کہا میں مروان بن محمد (آخری اموی خلیفہ) کی بیوی مزند ہوں۔ زمانہ نے مجھے اس نوبت کو پہنچا دیا ہے۔ میرے جسم پر تم یہ جو پرانے کپڑے دیکھ رہی ہو یہ بھی میرے نہیں ہیں بلکہ مانگے کے ہیں۔ گو زمانہ نے ہم کو اس نوبت کو پہنچا دیا ہے لیکن اب بھی ہماری شرافت کا وقار ہم کو عامۃ الناس سے ملنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لیے ہم تمہارے پاس آئے ہیں کہ ہماری جو نوبت بھی ہو تمہارے پردہ میں ہو۔ مزند کی باتیں سن کر خیزران کی آنکھیں ڈبڈبائیں لیکن اس کی مغفانی نسبت نے جو بڑی منہ چڑھی تھی بولی! مزند تم وہ دن بھول گئیں جب ہم حران میں تمہارے پاس ابراہیم کی لاش لنگر کر لیے گئے تھے۔ ❀ اس وقت تم نے ہم کو ڈانٹ کر نکلوا دیا تھا اور کہا تھا کہ مردوں کے معاملات میں عورتوں کو کیا دخل۔ تم سے اچھا سلوک تو مروان نے کیا تھا اور لاش

❶ طبری جلد ۱ ص ۵۲۷ ❷ ابن اثیر جلد ۶ ص ۲۸

❸ یعقوبی جلد ۲ ص ۷۵ ❹ سفاح کے بڑے بھائی جو مروان کے زمانہ میں گرفتار کر کے قتل کیے گئے تھے۔

ہمارے حوالہ کر کے مالی سلوک بھی کرنا چاہا تھا، لیکن ہم نے انکار کر دیا۔ مزمنہ نے کہا اللہ کی قسم ہماری یہ حالت اسی کا نتیجہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم اس حالت کو اچھی سمجھتی ہو جیسی اس سیدہ (خیزران) کو ایسے کام پر ابھار رہی ہو جس میں ہم مبتلا ہو کر اس نوبت کو پہنچ گئے ہیں۔ تم کو چاہئے تھا کہ نیکی اور بھلائی پر آمادہ کرتیں اور برائی کے بدلہ میں برائی کرنے سے روکتیں تاکہ اللہ نے تم کو جو نعمت عطا کی ہے وہ باقی اور قائم رہے۔ بہن زینب تم دیکھ رہی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کی حق تلفی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کا ہم سے یہ بدلہ لیا ہے۔ پھر بھی تم ہماری ہمدردی سے اجتناب برتی ہو۔ یہ کہہ کر وہ روتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ خیزران دل میں بہت متاثر ہوئی، لیکن زینب کی مخالفت نہ کر سکتی تھی۔ اس لیے ظاہری اخلاق نہ برت سکی اور ایک لونڈی کو اشارہ کر دیا کہ وہ چپکے سے کمرے میں لے جا کر کپڑے وغیرہ بدلا دے۔ رات کو جب مہدی محل میں آیا تو خیزران نے یہ سارا قصہ اس کو سنایا۔ اس نے اسی وقت لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ کمرہ میں جانے کے بعد مزمنہ کیا کہہ رہی تھی؟ اس نے کہا امیر المؤمنین وہ رورور کر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ رہی تھی۔

﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾ [النحل: ۱۶]

”اور اللہ نے ایسی ہستی کی مثال بیان کی جو امن و چین سے تھی۔ اس کے پاس ہر جگہ سے فراغت سے رزق آتا تھا۔ پس اس نے اللہ کی نعمتوں کے ساتھ کفر کیا، اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بھوک اور خوف کا مزہ چکھایا۔“

یہ سن کر وہ زار زار رونے لگا اور اللہ کے حضور میں دعا کی۔ ”بارالہا میں زوال نعمت سے پناہ مانگتا ہوں“ اور خیزران سے کہا کہ اگر تم مزمنہ کے ساتھ شرافت سے پیش نہ آئی ہو تیں تو میں تم سے کبھی نہ بولتا اور زینب پر سخت برہمی ظاہر کی اور ایک لونڈی کے ذریعہ مزمنہ کے پاس سلام کے بعد یہ پیام کہلا بھیجا کہ بنت عم اس وقت تمہاری سب بہنیں میرے پاس جمع ہیں۔ ایسی حالت میں اگر میرا تمہارے پاس آنا تم کو غزدہ نہ کر دیتا تو میں خود آتا۔ مزمنہ اس کا مطلب سمجھ گئی اور خود چلی آئی۔ مہدی نے اپنے پاس بٹھایا اور دیر تک اس کے خاندان کی تباہی پر ہمدردانہ گفتگو کرتا رہا اور کہا اگر میں تمہارے خاندان میں شادی کرنا پسند کرتا تو ضرور تمہارے ساتھ شادی کر لیتا، لیکن ایسا نہیں کر سکتا۔ اس لیے بہتر ہے کہ تم مجھ سے پردہ کر دو اور اپنی بہنوں (عباسی خواتین) کے ساتھ محل میں رہو جو سلوک ان کے ساتھ کیا جاتا ہے وہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ چنانچہ مزمنہ کے آرام و راحت کا تمام سامان مہیا کر دیا۔ اس میں اور خاندان

شاہی کی خواتین میں کوئی فرق نہ کرتا تھا۔ حتیٰ کہ ان کے برابر جاگیر بھی اس کو دے دی اور مزہ نے راحت اور عزت و آبرو کے ساتھ اسی محل میں پوری عمر گزاری۔ ہارون رشید کے زمانہ میں انتقال کیا۔ ❁

خوش خلقی

نہایت خوش اخلاق تھا۔ مزاج میں سختی و درشتی کا نام تک نہ تھا۔ معمولی سے معمولی انسان سے بڑی نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آتا تھا۔ خطیب نے اس کی خوش خلقی کے بہت سے واقعات نقل کیے ہیں۔ ایک مرتبہ وہ بصرہ گیا، نماز ہمیشہ مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھتا تھا۔ ایک دن کسی وقت نماز میں جب اقامت ہو چکی تھی ایک اعرابی نے کہا۔ امیر المؤمنین میں آپ کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتا ہوں، لیکن مجھے غسل کی ضرورت ہے۔ اس لیے آپ لوگوں کو حکم دیجئے کہ میرا انتظار کریں۔ مہدی محراب میں کھڑا ہو چکا تھا، لیکن اس وقت تک انتظار کرتا رہا جب تک اعرابی نہ آ گیا۔ اس خوش اخلاقی پر لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ ❁ غرض وہ خوش خلقی اور حسن اخلاق کا نمونہ تھا۔

حرمین کی خدمت

اپنے زمانہ میں اس نے حرمین کی بڑی خدمت کی۔ ۱۶۰ھ میں خانہ کعبہ کی عمارت میں توسیع کرائی۔ ❁ اس کے چاروں طرف رواق تعمیر کرائے اور ان میں سنگ رخام کے ستون لگوائے۔ ❁ کعبہ کے پرانے غلافوں کو اتروا کر اس کی دیواروں پر مشک و عنبر ملوایا اور قباطلی، خز اور دیبا کے تین غلاف چڑھائے۔ ❁

اسی زمانہ میں مسجد نبوی کی عمارت میں ترمیم و توسیع اور اس کی آرائش کرائی۔ شامی رخ پر عمارت میں سو ہاتھ کا اضافہ کیا اور سنگ رخام کے دس نئے ستون لگوائے اور پوری عمارت کو نقش و نگار سے آراستہ کرایا۔ ❁

ان کے علاوہ مکہ کا راستہ درست کرایا۔ یہاں بہت سی نئی عمارتیں تعمیر کرائیں۔ حوض بنوایا، بغداد مکہ، مدینہ اور یمن کے درمیان ڈاک کا سلسلہ قائم کیا۔ ❁ حرمین کے باشندوں میں کئی کروڑ نقد اور ڈیڑھ لاکھ کپڑے تقسیم کیے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ حرمین کے باشندوں کی اتنی خدمت کسی نے نہ کی تھی۔ ❁

❁ مسعودی جلد ۲ ص ۲۲۹-۲۳۰ خطیب جلد ۵ ص ۴۰۰

❁ تاریخ مکہ از رقی جلد ۱ ص ۱۷۶-۱۷۷

❁ تاریخ مکہ از رقی ص ۱۷۶ خلاصۃ الوفاء ص ۱۴۳-۱۴۴

❁ تاریخ الخلفاء ص ۲۷۴

❁ دول الاسلام جلد اول ص ۸۳

دوسری تعمیرات

حرمین کے علاوہ مہدی نے اور بہت سی عمارتیں بنوائیں۔ اپنے قیام گاہ رصافہ میں ایک محل تعمیر کرایا۔ بصرہ کی جامع مسجد وسیع کرائی۔ عیسیٰ آباد میں نکسال کی عمارت تعمیر کرائی۔ رومیوں کی تاخت و تاراج کو روکنے کے لیے حدت کی سرحد کو مستحکم کرایا۔

علمی حیثیت

علمی اعتبار سے مہدی کوئی امتیازی درجہ نہ رکھتا تھا، لیکن اس کی تعلیم و تربیت اچھی ہوئی تھی اور اسے اہل علم کی صحبت مرغوب تھی۔ تادب و جالس العلماء * شاعری کا سحر اذوق رکھتا تھا۔ خود بھی شعر کہتا تھا۔ سیوطی نے اس کے اشعار نقل کیے ہیں۔ حدیث میں بھی درک رکھتا تھا۔ اپنے والد اور مبارک بن فضالہ سے حدیث کی روایت کی ہے۔ * ارباب علم کا بڑا قدر دان تھا اور ان کی خدمت سعادت سمجھتا تھا۔ ایک مرتبہ قاضی شریک اس کے پاس آئے۔ اس نے کہا تین باتوں میں سے ایک بات آپ کو قبول کرنا پڑے گی۔ یا عہدہ قضا قبول کیجئے یا میری اولاد کی تربیت کا فرض انجام دیجئے اور ان سے حدیث بیان کیجئے یا میرے ساتھ ایک لقمہ کھا لیجئے۔ شریک نے تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد آخری صورت منظور کر لی۔ مہدی نے بڑے اہتمام کے ساتھ ان کی دعوت کی۔ *

مشہور محدث سفیان ثوری امرا و سلاطین سے بہت گھبراتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی طرح مہدی کے دربار میں لائے گئے، لیکن کسی قسم کے شاہی آداب نہیں برتے۔ محض السلام علیکم پر اکتفا کی۔ مہدی نے خوش طبعی کے طور پر کہا۔ آپ مجھ سے بھاگے بھاگے پھرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اب تو آپ میرے قبضہ میں ہیں جو حکم چاہوں دے دوں۔ سفیان ثوری نے جواب دیا، جو حکم تم میرے بارے میں دو گے وہی حکم قادر مطلق تمہارے بارے میں دے گا جو حق و باطل کا فیصلہ کر دے گا۔ اس جواب پر حاجب شاہی رنج نے ان کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کیے اور تلوار اٹھانے کی اجازت چاہی۔ مہدی نے اس کو ڈانٹا اور کہا ایسے بزرگوں کو قتل کر کے ان کی خیر و برکت سے محروم ہو جائیں اور اسی وقت کوفہ کے عہدہ قضا کا پروانہ لکھ کر ان کے حوالہ کیا اور یہ بھی آزادی دے دی کہ ان کے فیصلوں میں کوئی مداخلت نہ کی جائے گی۔ سفیان نے یہ پروانہ تولے لیا، لیکن وہاں سے نکلنے کے بعد اس کو چاک کر کے دجلہ میں پھینک دیا اور کہیں روپوش ہو گئے۔ مہدی

* تاریخ الخلفاء ص ۲۷۵ - * تاریخ الخلفاء ص ۲۷۵ - * تاریخ الخلفاء ص ۲۷۸

نے بہت تلاش کرایا، لیکن کہیں پتہ نہ چلا۔ ❀

ایک مرتبہ مہدی کا ایک لڑکا قاضی شریک کی خدمت میں حاضر ہوا اور ٹیک لگا کر ان سے حدیث پوچھی۔ شریک نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ اس نے دوبارہ پوچھا۔ شریک نے پھر کوئی توجہ نہ کی۔ لڑکے نے کہا آپ خلفا زادوں کی توہین کرتے ہیں۔ شریک نے کہا ایسا نہیں ہے البتہ علم کی ناقدری نہیں کرتا، بلکہ اس کا احترام کرتا ہوں۔ شہزادہ سمجھدار تھا فوراً سمجھ گیا اور گھٹنے ٹیک کر حدیث پوچھی۔ شریک نے کہا ہاں اس طرح علم حاصل کیا جاتا ہے۔ ❀

اصلاح عقائد

عقائد میں بہت پختہ اور مذہب کے معاملہ میں بڑا متشدد تھا۔ عقائد اسلامی میں وہ کسی قسم کی آزادی اور رخنہ اندازی پسند نہ کرتا تھا۔ اس کے زمانہ میں عجمیوں کے اثر سے طہدوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی تھی، جو اپنے عقائد کی اشاعت بھی کرتی تھی اور اس کا اچھا خاصا لٹریچر پیدا ہو گیا تھا۔ مہدی نے ان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر بے دریغ قتل کرایا اور ان کی کتابیں جہاں تک مل سکیں، جلوائیں۔ ❀

علمی خدمات

مذہبی اصلاح کے سلسلہ میں مہدی نے بعض مفید علمی خدمات انجام دیں اور الحاد و زندقہ کے تدارک کے لیے حکما کو مناظرانہ کتابوں کی تالیف کا حکم دیا جس سے علم کلام کی بنیاد پڑی۔ ❀ اس طرح اس عظیم الشان فن کی ایجاد کا سہرا جو مسلمانوں کے لیے سرمایہ فخر ہے، مہدی کے سر ہے۔ علم کلام کے علاوہ بعض ادبی کتابیں بھی لکھوائیں، چنانچہ مفصل ذبی نے اس کے حکم سے امثال و ایام عرب پر ایک کتاب لکھی۔ ❀

مساوات

وہ اسلامی مساوات کے خلاف کوئی امتیاز بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ جب سے نماز کی حالت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا انہوں نے مسجد میں ایک مقصورہ یعنی ایک خیمہ نما حجرہ بنوایا

❀ مروج الذهب جلد ۶ ص ۲۸۵، ۲۸۶ ❀ تاریخ الخلفاء ص ۲۷۸

❀ طہدوں کے استیصال کا ذکر دول الاسلام ذہبی و تاریخ الخلفاء سیوطی وغیرہ سب میں ہے۔

❀ تاریخ الخلفاء ص ۲۷۴ ❀ طبری جلد ۱ ص ۵۳۳

تھا۔ اسی میں وہ نماز پڑھتے تھے لیکن بعد میں خلفا نے اظہارِ تفاخر کے لیے اس کو استعمال کیا اور شان و شوکت کے لیے مسجدوں میں بڑے بڑے منبر رکھوائے۔ یہ دونوں باتیں دین کی سادگی اور مساوات کے خلاف تھیں۔ اس لیے مہدی نے مقصورہ کو تو اٹھوایا اور منبروں کو گھٹا کر منبرِ نبوی کے برابر کر دیا۔ ﴿﴾ نماز باجماعت کا بڑا اہتمام تھا۔ سفر میں بھی نماز پنج گانہ جامع مسجد میں ادا کرتا تھا۔ ﴿﴾

خشیت الہی

اس کا دل خشیت الہی سے لبریز تھا۔ مزنی کی حالت سن کر اس کی گریہ وزاری اور اللہ کے حضور میں اس کی عاجزانہ دعا کا حال اوپر گزر چکا ہے۔ حسن الوصف کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہوا کا اتنا سخت طوفان آیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ حشر بپا ہو جائے گا۔ میں امیر المؤمنین کی تلاش میں نکلا۔ دیکھا تو وہ رخساروں کو فرشِ خاک پر رکھے دعا میں مصروف ہیں کہ ”الہی امت محمد ﷺ کی حفاظت کر! الہی ہمارے دشمنوں کو ہماری تباہی پر ہنسنے کا موقع نہ دے۔ اگر میرے گناہوں کی پاداش میں تو نے عالم کو پکڑا ہے تو یہ پیشانی تیرے حضور میں حاضر ہے۔ ﴿﴾

محبت رسول ﷺ

مہدی کو ذاتِ نبوی ﷺ سے اتنی عقیدت تھی کہ آپ کی جانب کسی چیز کی جھوٹی نسبت کا بھی بڑا احترام کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص رومال میں ایک جوتا لپیٹ کر اس کے پاس لایا اور کہا کہ یہ حضرت محمد ﷺ کی نعل مبارک ہے۔ آپ کی خدمت میں ہدیہ کے لیے لایا ہوں۔ مہدی نے اسے لے کر بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا اور لانے والے کو دس ہزار درہم انعام عطا کیا، اس کے واپس جانے کے بعد حاضرین سے کہا، میں جانتا ہوں کہ اس جوتے پر رسول اللہ ﷺ کی نگاہ بھی نہیں پڑی، پہننا تو بڑی بات ہے، لیکن میں نے اس کو صرف اس لیے لے لیا کہ وہ شخص کہتا پھرتا کہ میں امیر المؤمنین کے پاس رسول اللہ ﷺ کا جوتا لے گیا اور انہوں نے واپس کر دیا۔ ﴿﴾

فیاضی

عباسی خلفا کی تاریخ میں اس سے زیادہ فیاض، دریا دل، بلکہ سرف دوسرا خلیفہ نہ تھا۔ منصور اپنے زمانہ میں انتہائی کفایت شعاری سے کام لے کر بڑی دولت چھوڑ گیا تھا۔ مسعودی کے بیان کے

﴿﴾ تاریخ الخلفاء ص ۱۸۱۔

﴿﴾ تاریخ الخلفاء ص ۲۷۶۔

﴿﴾ تاریخ خطیب جلد ۵ ص ۳۹۴۔

﴿﴾ طبری جلد ۱ ص ۵۳۰۔

مطابق جواہرات کے علاوہ خزانہ میں ایک کروڑ چالیس لاکھ اشرفیاں اور ساٹھ کروڑ درہم تھے۔ مہدی نے چند دنوں میں یہ ساری دولت اڑادی۔ آخر میں خزانہ بالکل خالی ہو گیا اور ابو حارثہ خزائچی نے کنجیاں لاکر اس کے سامنے ٹپک دیں کہ خالی خزانہ کے لیے کنجیوں کی کیا ضرورت ہے۔ ❁

اس کی نگاہ میں دولت کی کوئی وقعت ہی نہ تھی۔ بات بات پر روپیہ کی بارش کرتا تھا۔ اس کی فیاضی کے واقعات سے تاریخیں بھری ہوئی ہیں۔ خطیب کا بیان ہے کہ جب منصور کا خزانہ اور اس کے ذخیرے مہدی کے قبضہ میں آئے تو جس قدر مال ظلم و زیادتی سے حاصل کیا گیا تھا سب واپس کر دیا گیا۔ اپنے اعزہ و اقربا اور دوسرے معززین میں دولت تقسیم کی۔ اپنے خاندان والوں کافی کس پانچ سو ماہانہ وظیفہ مقرر کیا اور دس دس ہزار یکمشت دیئے۔ ❁

ربیع حاسب کا بیان ہے کہ آخری اموی فرمانروا مروان بن محمد کا جو توشہ خانہ عباسیوں کے قبضہ میں آیا تھا اس کو منصور نے ایک دن کھولا تو اس میں صرف ریشم کے تھانوں کی بارہ ہزار گانٹھیں نکلیں۔ منصور نے ایک تھان نکال کر مجھے دیا کہ اس میں ایک جبہ میرا اور ایک مہدی کا بنادو۔ میں نے کہا اس میں دو جبے نہیں ہو سکتے۔ اس نے کہا تو پھر میرا ہی جبہ اور ٹوپی قطع کر دو اور مہدی کے لیے دوسرا تھان دینا گوارا نہ کیا اور جب مہدی کے قبضہ میں یہ توشہ خانہ آیا تو اس نے خادموں اور غلاموں میں اس کو تقسیم کر دیا۔ ❁ ایک ایک شاعر کو اس نے پچاس پچاس ہزار اشرفیاں دیں۔ ❁ اسی سے دوسرے مصارف کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ خطیب نے اس کی داد و دہش اور غلط کنشیوں کے بہت سے واقعات نقل کیے ہیں۔ ❁

عیش پرستی

ان خوبیوں کے ساتھ وہ بڑا عیش پرست اور رنگین مزاج تھا۔ اس کا محل حسین عورتوں کا جمالستان تھا، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس عیش پرستی کے باوجود وہ امور مملکت سے کبھی غافل نہ ہوا اور اس کے لیے ایوان عیش کی رنگینیاں اور میدان کارزار کی ہولناکیاں دونوں یکساں دلچسپ تھیں۔ وہ عیش بھی کرتا تھا اور امور مملکت پر بھی نگاہ رکھتا تھا اور میدان جنگ میں بھی نکلتا تھا۔ اسی لیے اس کا زمانہ ہر حیثیت سے کامیاب رہا۔

❁ مسعودی جلد ۶ ص ۲۳۳ ❁ تاریخ خطیب جلد ۵ ص ۳۹۳

❁ تاریخ خطیب جلد ۵ ص ۳۹۳ ❁ دول الاسلام ذہبی جلد ۱ ص ۸۷

❁ تفصیل کے لیے دیکھو خطیب جلد ۵ ص ۳۹۱ و ما بعد۔

موسیٰ بن مہدی الملقب بہ ہادی

(۱۶۹ھ تا ۱۷۰ھ مطابق ۷۸۵ء تا ۷۸۶ء)

مہدی کے بعد اس کا لڑکا موسیٰ تخت نشین ہوا۔ یہ ایک ام ولد خیزران کے لطن سے تھا۔ مہدی کا انتقال سفر کی حالت میں ماسہندان میں ہوا تھا۔ اتفاق سے اس وقت ہادی بھی دار الخلافہ سے دور جرجان کی مہم میں مشغول تھا۔ یحییٰ بن خالد برکی اور ہارون نے جو سفر میں مہدی کے ساتھ تھے عصا اور خاتم خلافت ہادی کے پاس بھجوا دی اور بڑی ہوشیاری کے ساتھ ہادی کی بیعت لے لی۔ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ مہدی کی وفات کے بعد ماسہندان ہی میں بیعت لی گئی اور بعض لکھتے ہیں کہ ہادی کے بغداد آنے کے بعد یہاں عام بیعت ہوئی اور صفر ۱۶۹ھ میں وہ مسند خلافت پر بیٹھا اور ربیع کو منصب وزارت پر سرفراز کیا۔ اس وقت ہادی کا پچیسواں سال تھا۔

حسین بن علی کا خروج اور قتل

ہادی کے خلیفہ ہونے کے بعد ہی حسین بن علی بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نے مدینہ میں خروج کیا۔ اس کی تیاری وہ پہلے سے کر رہے تھے اور عراق کے شیعیان علی ان کے ہاتھوں پر بیعت کر کے مجتمع ہو چکے تھے۔ ایک واقعہ سے ان کو میدان میں آنے کا بہانہ مل گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رحمۃ اللہ علیہ حاکم مدینہ نے حسن بن محمد مسلم بن جندب ہذلی اور عمر بن سلام کو نبیذ نوشی کے جرم میں سزا دی اور ان کی تشہیر کرائی۔ حسین بن علی کو معلوم ہوا تو وہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور کہا: علمائے عراق نبیذ کو جائز سمجھتے ہیں۔ اس لیے تمہیں ان لوگوں کو سزا دینے کا حق نہیں ہے۔ ان کے اس اعتراض پر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نبیذ پینے والوں کو قید کر دیا پھر حسن بن محمد کو حسین بن علی کی ضمانت پر اس شرط کے ساتھ رہا کر دیا کہ وہ اطمینان کے لیے ان کو وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہیں گے مگر یہ شرط پوری نہ ہو سکی اور حسن بن محمد کہیں غائب ہو گئے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حسین بن علی اور یحییٰ بن عبداللہ کو بلا کر باز پرس کی۔ انہوں نے کہا وہ تو کہیں غائب ہو گئے۔ عمر نے اس جواب پر سخت الفاظ استعمال کیے۔ یحییٰ کو بھی غصہ آ گیا۔ انہوں نے جھلا کر کہا کہ جب تک تمہارے سامنے ان کو پیش نہ کر دوں گا اس وقت تک نہ سوؤں گا اور ان کو لا کر تمہارا دروازہ کھٹکھاؤں گا۔ ان کے واپس آنے کے بعد حسین نے یحییٰ سے پوچھا کہ تم نے اتنی بڑی ذمہ داری کیوں لے لی؟ تمہیں حسن

کہاں ملیں گے؟ تم نے ایسی چیز کے متعلق حلف لیا ہے جو تمہارے بس سے باہر ہے۔ یحییٰ نے کہا میں نے صحیح حلف لیا ہے، میں تلواروں سے اس کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ ان کی جماعت پہلے سے تیار تھی۔ خروج کا وقت بھی مقرر ہو چکا تھا۔ چنانچہ ایک دن انہوں نے دارالامارۃ کا محاصرہ کر لیا اور قید خانے توڑ کر قیدی نکال لیے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مقابلہ کیا مگر اس کو شکست کھا کر پسپا ہونا پڑا۔ حسین کے ساتھیوں نے بیت المال کو لوٹ لیا اور مدینہ میں عام ہنگامہ مچا ہو گیا۔ لوگوں نے اپنے اپنے گھر بند کر لیے۔ پہلے یہ ہنگامہ مدینہ ہی تک محدود تھا، پھر حسین مکہ پہنچے اور اعلان کر دیا کہ ”جو غلام ہمارے ساتھ آ جائے گا وہ آزاد ہے“ اس اعلان پر غلاموں کی بہت بڑی تعداد ان کے ساتھ ہو گئی۔

آخر میں بڑی مشکلوں سے محمد بن سلیمان اور سلیمان بن منصور نے مقام فتح میں حسین کو شکست دی اور ان کا سر قلم کر کے ہادی کے سامنے پیش کیا۔ سر دیکھ کر وہ بہت برہم ہوا اور کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ کسی طاغوت کا سر لائے ہو۔ اس کا کم سے کم بدلہ یہ ہے کہ تم کو کچھ نہ دیا جائے۔ مسعودی کا بیان ہے کہ ہادی سر دیکھ کر رو دیا اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی ترک یا دیلم کا سر لائے ہو۔ یہ عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سر ہے۔ اس کا کمترین بدلہ یہ ہے کہ اس کا کوئی صلہ نہ دیا جائے۔ حسین بن علی کی شہادت کے بعد ان کے ماموں ادریس بن عبداللہ بن حسن بھاگ کر مغرب پہنچے۔ فارس کے باشندوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور وہ یہاں مقیم ہو گئے۔ کچھ دنوں کے بعد انہیں دانتوں کے درد کی شکایت ہوئی۔ مہدی کے ایک غلام ادریس بن شامخ نے جو ادریس بن عبداللہ کو دھوکہ دینے کے لیے ان کے اتباع میں داخل ہو گیا تھا، منجن میں زہر دے دیا۔ اس کے اثر سے وہ مر گئے۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ ہادی کے بعد ہارون رشید کے زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے لڑکے ادریس ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے بعد میں ادریسی سلطنت قائم کی۔

حمزہ بن مالک خارجی کی بغاوت

ابھی علویوں کا ہنگامہ فرو ہوا تھا کہ حمزہ بن مالک خارجی خارجی نے جزیرہ میں علم بغاوت بلند کیا۔ یہاں کے حاکم منصور بن زیاد نے اس کے مقابلہ کے لیے فوجیں بھیجیں۔ موصل کے علاقہ میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ حمزہ نے شکست دے کر منصور کی فوج کے تمام سامان پر قبضہ کر لیا، لیکن پھر کچھ ہی

طبری جلد ۱۰ ص ۵۵۲، ۵۵۳۔ الفخری ص ۱۷۳۔

ابن اثیر جلد ۶ ص ۳۱۳۰۔ الفخری ص ۱۷۲۔

مروج الذهب جلد ۶ ص ۲۶۷۔ یعقوبی جلد ۲ ص ۲۸۸، ابن اثیر جلد ۶ ص ۳۱۔

دنوں کے بعد دو آدمی اس کے ساتھ جا کر رہنے لگے اور دھوکے سے قتل کر دیا۔ ❁

رومیوں سے معرکہ آرائی

ہادی کا زمانہ بہت مختصر تھا۔ اس لیے اس کے زمانہ میں بیرونی مہمات کا زیادہ موقع ہی نہ ملا تھا۔ البتہ رومیوں نے حدیثہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا، لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد ۱۶۹ھ میں معیوف بن یحییٰ نے انہیں نکال کر حدیثہ کو واپس لے لیا اور رومی علاقہ میں آشنہ تک بڑھتا چلا گیا۔ ❁

ولایت عہد

ہادی کے بعد ہارون ولی عہد تھا۔ ۷۰ھ میں ہادی نے اپنے اسلاف کی تقلید میں ہارون کا نام ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکے جعفر کو ولی عہد بنانا چاہا۔ افسران فوج بھی اس کے ساتھ ہو گئے اور انہوں نے اپنی پوری جماعت کو ہارون کی مخالفت پر آمادہ کر لیا۔ اس سے ہادی کو بڑی تقویت ہوئی، چنانچہ اس نے ہارون پر دست برداری کے لیے زور ڈالنا شروع کیا اور اس کو ملکی صلاح و مشورہ سے خارج کر دیا۔ یحییٰ بن خالد مہدی کے زمانہ سے ہارون کا اتالیق اور مشیر کار تھا۔ ہارون کے مخالفین نے ہادی کو سمجھا دیا کہ ہارون کبھی آپ کے فیصلہ کی مخالفت نہ کرتا، یحییٰ اس کو بھڑکاتا ہے۔ ہادی نے یحییٰ سے باز پرس کی۔ اس نے کہا مہدی کے بعد آپ ہی نے مجھ کو ہارون کی خدمت کا حکم دیا تھا اس لیے میں صرف حکم بجالاتا تھا۔ اس جواب پر ہادی کا غصہ کم ہوا اور اس نے ہارون کو ولی عہدی سے خارج کرنے کے بارہ میں یحییٰ سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا اگر آج امیر المؤمنین! امیر المؤمنین مہدی کے نامزد کردہ ولی عہد کو لوگوں کے کہنے سننے سے ولی عہدی سے خارج کر دیں گے تو کل ان کے لیے امیر المؤمنین کے نامزد کردہ ولی عہد کا علیحدہ کر دینا بھی آسان ہوگا۔ ہاں اگر آپ ہارون کے بعد جعفر کو ولی عہد بنانا چاہیں تو یہ ولی عہدی زیادہ پائیدار ہوگی۔ بات معقول تھی۔ ہادی کی سمجھ میں آ گئی۔ اس نے کہا تم سچ کہتے ہو، لیکن افسران فوج اور اس کے ہم خیال جماعت نے پھر ہادی کو بھڑکادیا، چنانچہ اس نے یحییٰ کو قید کر دیا۔ یحییٰ نے قید خانے سے کہلا بھیجا کہ امیر المؤمنین سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ ہادی نے اجازت دے دی۔ اس نے آ کر کہا، اگر نصیب اعدا امیر المؤمنین کا سایہ سر سے اٹھ جائے تو کیا امیر المؤمنین کو اس کی امید ہے کہ لوگ نابالغ شہزادے جعفر کی خلافت قبول کر لیں گے؟ اور وہ نماز حج اور جہاد وغیرہ میں ان کی امارت پسند کریں گے؟ ہادی نے کہا اس میں تو ضرور شبہ

ہے۔ یحییٰ نے کہا ایسی صورت میں کیا آپ یہ خطرہ نہیں محسوس کرتے کہ آپ کے بعض بزرگ اہل خاندان خلافت کے مدعی ہو جائیں اور یہ شرف آپ کے پدر بزرگوار کی اولاد سے ان میں منتقل ہو جائے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر امیر المومنین مہدی ہارون کو ولی عہد نہ بھی بنا گئے ہوتے تو بھی آپ کا یہ فرض تھا نہ کہ آپ خود ان کو ولی عہدی سے خارج کر رہے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ ہارون کی ولی عہدی برقرار رکھیے۔ جعفر کے بلوغ کے بعد میں خود ہارون کو لا کر دست بردار کرادوں گا۔ ہادی نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور یحییٰ رہا کر دیا گیا، لیکن افسران فوج نے پھر اس کو مذہب کر دیا اور اس نے ہارون کو بلا بھیجا یہ آیا مگر پھر شکار کے بہانہ سے واپس چلا گیا۔ ہادی ہارون سے اتنا بدگمان ہو رہا تھا کہ پھر اس کو طلب کیا۔ اس مرتبہ اس کو آنے میں تامل ہوا، مگر ہادی نے اس پر اتنا زور ڈالا کہ مجبور ہو کر واپس آنا پڑا، لیکن ہارون کی خوش قسمتی سے اس کی واپسی کے کچھ ہی دنوں بعد ہادی کا وقت آخر ہو گیا اور اس کو کسی عملی کارروائی کا موقع نہ مل سکا۔ ❀

وزارت

ہادی کا سب سے پہلا وزیر رجب بن یونس تھا اور اس کی وزارت کا زمانہ بہت مختصر تھا۔ وزارت کے چند ہی دنوں بعد وہ مر گیا۔ اس کے بعد ابراہیم بن ذکوان حرانی وزیر ہوا۔ یہ ہادی کی طالب علمی کے زمانہ میں اس کے استاد کے ساتھ آیا کرتا تھا۔ اس لیے ہادی اس سے اتنا مانوس ہو گیا تھا کہ بغیر اس کے اس کو چین نہ آتا تھا، لیکن مہدی ہادی سے اس کا ملنا جلنا پسند نہ کرتا تھا۔ اس لیے ہادی کو منع کر دیا تھا لیکن وہ نہ مانا اور ابراہیم کو برابر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ مہدی نے آخر میں یہاں تک دھمکی دی کہ اگر تم فوراً ابراہیم کو میرے پاس نہ بھیج دو گے تو میں تم کو ولی عہدی سے خارج کر دوں گا۔ اس لیے ہادی نے مجبور ہو کر اس کو مہدی کے پاس بھجوا دیا، لیکن احتیاط کے خیال سے اپنے آدمی ساتھ کر دیئے۔ مہدی ابراہیم پر سخت برہم ہوا اور کہا میں تجھے قتل کر کے رہوں گا، مگر ابراہیم کی خوش قسمتی سے اس وقت مہدی شکار کے لیے پابہ رکاب تھا، اس لیے ابراہیم کو آدمیوں کے سپرد کر کے شکار کے لیے چلا گیا اور پھر اس کو زندہ واپس آنا نصیب نہ ہوا۔ ❀ اور ہادی کی تخت نشینی کے بعد ابراہیم منصب وزارت پر فائز ہوا۔

وفات

ابھی ہادی کو تخت نشین ہوئے کل سوا سال ہوا تھا کہ پیام اجل آ پہنچا اور رجب الاول ۷۰ھ میں

❀ ابن اثیر جلد ۶، ص ۳۱۳۔ ❀ الفخری ص ۱۷۴۔

اس کا انتقال ہو گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ طبعی موت مرا اور دوسری یہ ہے کہ خود اس کی ماں خیزران نے مروا ڈالا۔ اس کے دو اسباب بیان کیے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ خیزران اپنے شوہر مہدی کے زمانہ میں امور مملکت پر بہت حاوی تھی۔ یہی طریقہ اس نے ہادی کے زمانہ میں بھی قائم رکھنا چاہا، وہ اس کو ناپسند کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ آپ کو چرخہ و تلاوت قرآن اور تسبیح سے کام رکھنا چاہیے۔ آپ کیوں امور مملکت میں دخل دیتی ہیں مگر وہ نہ مانی اور جب ہادی نے سختی سے روکنے کی کوشش کی تو اس نے اس کا کام تمام کر دیا۔ دوسرا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب ہادی نے ہارون کو ولی عہدی سے دست برداری پر مجبور کرنا شروع کیا اور اسے دھمکایا تو خیزران نے ہادی کی عداوت اور دوسرے بیٹے کی محبت میں اسے ختم کر دیا، لیکن یہ آخری روایت لائق اعتما نہیں۔ ابن خلدون بھی اس روایت کو کمزور سمجھتا ہے۔ عیسیٰ آباد کے باغ میں دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت کل ۲۶ سال کی عمر تھی۔ مدت خلافت ایک سال تین مہینے۔

اس میں شبہ نہیں کہ ہادی اور اس کی ماں کے تعلقات کشیدہ تھے، لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اس نے بیٹے کو زبردستی کر مار ڈالا صحیح نہیں ہے۔ اس نے ماں کو صرف امور مملکت میں مداخلت کرنے سے روکا تھا، لیکن ماں کی عظمت و محبت میں فرق نہیں آنے دیا، جس کی تصدیق خود اس کے مرض الموت کے بیان سے ہوتی ہے۔ جب اس کا وقت آخر ہوا تو ماں کو عفو و تقصیر کے لیے بلا کر کہا کہ میں نے سیاست ملکی کی بنا پر آپ کو امور مملکت میں دخل دینے سے روکا تھا۔ شرعی احکام کی بجا آوری اور نیک کاموں سے نہیں روکا تھا۔ میں آپ کا نافرمان نہیں ہوں، بلکہ حق شناس اور اطاعت گزار فرزند ہوں۔ ❀

اوصاف

ہادی جملہ اوصاف جہاں بانی سے متصف تھا۔ ابن طقطقی لکھتا ہے کہ ہادی بیدار مغز، غیور، فیاض، جری، بہادر، سخت گیر، مجتمع الحواس اور عزم و ہمت کا فرمانروا تھا۔ ❀ سیوطی کا بیان ہے کہ وہ بڑے دبدبہ اور جبروت کا خلیفہ تھا۔ جب وہ نکلتا تھا تو عصا بردار اور سپاہی اس کے آگے آگے نگیں تلواریں اور کنجھی ہوئی کمانیں لے کر چلتے تھے۔ اس کے عمال نے بھی اس کی تقلید کی۔ اس لیے اس کے زمانہ میں اسلحہ عام ہو گیا۔ ❀ پرائیویٹ صحبتوں میں وہ بہت بے تکلف رہتا تھا، لیکن دربار میں آتے ہی رنگ بدل جاتا تھا۔ اس کے رضاعی بھائی حسین بن معاذ بن مسلم کا بیان ہے کہ

❀ تفصیل کے لیے دیکھو ابن خلدون جلد ۳ ص ۱۷۱ ابن اثیر جلد ۶ ص ۳۳ تاریخ الخلفاء ص ۲۸۳۔

❀ مروج الذهب، مسعودی۔ ❀ الفخری ص ۱۷۱۔ ❀ تاریخ الخلفاء ص ۲۸۳۔

پرائیویٹ صحبتوں میں میرے دل میں ہادی کی مطلق ہیبت نہ ہوتی تھی اور میں اس کو پچھاڑ کر زمین پر پٹک دیتا تھا، لیکن جب وہ درباری لباس پہن کر ایوان شاہی میں آتا اور میں اس کی پشت پر کھڑا ہوتا تو پھر میں اپنے کو اس کے خوف و ہراس اور ہیبت سے نہیں روک سکتا تھا۔ ❊

ہادی بھی باپ کی طرح عیش پرست اور مذہب میں تشدد اور ٹھروں اور زندلیقوں کا سخت دشمن تھا، چنانچہ اس نے بھی ان کی بڑی تعداد قتل کی۔ ❊ مانی مذہب کا خاص طور سے بڑا دشمن تھا، چنانچہ اس کو اس نے مٹانے کی بڑی کوشش کی، اگر کچھ دنوں وہ اور زندہ رہ گیا، ہوتا تو اس مذہب کا نام و نشان باقی نہ رہتا۔ ❊

ذات نبوی ﷺ سے محبت و عقیدت:

آحضرت ﷺ کی ذات مبارک سے خاص عقیدت و محبت تھی۔ ایک مرتبہ ابوالخطاب سعدی شاعر مدحیہ قصیدہ کہہ کر لایا۔ جب یہ شعر سنایا۔

یا خیر من عقدت کفہا حیزتہ وخیر من قلوته امرہا مضر

تو ہادی نے فوراً ٹوکا کیونکہ اس میں آحضرت ﷺ کا بھی استثناء تھا۔ ابوالخطاب سمجھ گیا اور برجستہ یہ شعر پڑھا:

الا نبی رسول اللہ ان له فضلا وانت بذالک الفضل تفتخر

ہادی نے کہا اب تم نے درست کہا اور پچاس ہزار درہم عطا کیے۔ ❊

اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ایک شخص نے قبیلہ قریش کو برا بھلا کہا۔ اس سلسلہ میں ذات پاک نبوی ﷺ کے متعلق بھی گستاخی کی۔ وہ ہادی کے سامنے لایا گیا۔ اس نے علما و فقہاء کو جمع کر کے اس کے متعلق فتویٰ لیا اور کہا اس کی سزا کے لیے قریش ہی کی اہانت کافی تھی نہ کہ اس اللہ کے دشمن نے رسول پاک ﷺ کو بھی اس میں شامل کر لیا، چنانچہ اس کا سر قلم کر دیا۔ ❊

ہادی کی علمی استعداد بھی اچھی تھی۔ سیوطی کا بیان ہے:

کان فصیحا قادرا علی الکلام ادبیا ❊

رعایا نوازی

❊ طبری جلد ۱۰ ص ۵۵۶ - ❊ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۸۲ - ❊ طبری جلد ۱۰ ص ۵۸۸ -

❊ تاریخ الخلفاء ص ۲۸۵ - ❊ تاریخ خطیب جلد ۱۳ ص ۲۳ - ❊ تاریخ الخلفاء ص ۲۸۲ -

رعایا پروری میں بھی وہ باپ کے نقش قدم پر تھا۔ اس کی سہولت اور دادرسی کے لیے اس نے فضل بن ربیع کو حکم دیا تھا کہ کسی شخص کو میرے پاس آنے سے نہ روکو۔ اس سے برکت جاتی رہتی ہے اور میرے سامنے کوئی ایسا معاملہ نہ پیش کرو جو تحقیقات کے بعد غلط نکلے کہ یہ حکمران اور رعایا دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ ❁

فیاضی

فیاضی اور دریادلی بھی باپ سے وراثت میں ملی تھی۔ طبری اور خطیب نے اس کی فیاضی کے بہت سے واقعات لکھے ہیں۔ ❁



❁ طبری جلد ۱۰ ص ۵۸۵۔ ❁ تفصیل کے لیے دیکھو خطیب حوالہ مذکور۔

ہارون بن مہدی الملقب بہ رشید

(۱۷۰ھ تا ۱۹۳ھ مطابق ۷۸۶ء تا ۷۸۹ء)

ہارون ہادی کا حقیقی بھائی اور خیزران کے بطن سے تھا۔ ہادی کی وفات کے بعد اس کی بیعت ہوئی اور ربیع الاول ۱۷۰ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کی عمر ۲۲ سال کی تھی۔ تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اپنے قدیم محسن اور خیر خواہ یحییٰ بن خالد برکی کو منصب وزارت پر سرفراز کیا۔ ہارون الرشید کا عہد دولت عباسیہ کا اوج شباب تھا۔ اس نے مسند نشینی کے پہلے سال حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا اور حرمین کے باشندوں پر انعام و اکرام کی بارش کی اور آل علی پر سے قید و بند اٹھا کر ان کو مدینہ میں سکونت کی اجازت دی۔

یحییٰ بن عبد اللہ کا خروج

ہارون کے زمانہ میں ملک کے مختلف حصوں میں شورشیں نمایاں ہوئیں، لیکن اس نے بروقت ان کا تدارک کیا اور کوئی انقلاب نہ ہونے پایا۔

۱۷۶ھ میں نفس زکیہ کے بھائی یحییٰ بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب نے دیلم میں خروج کیا۔ مشرقی ملکوں کے بہت سے باشندے ان کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور چند دن میں ان کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ ہارون الرشید کو فضل بن یحییٰ برکی کو ان کے مقابلہ میں مامور کرنا پڑا۔ برکی خاندان اہل بیت کا ہمدرد تھا۔ اس لیے فضل نے لڑنے کے بجائے حسن تدبیر سے یحییٰ کو صلح پر آمادہ کر لیا اور یہ شرط قرار پائی کہ خود ہارون ان کو امان لکھ کر دے گا جس میں قضاۃ فقہاء اور عمائد بنو ہاشم کے دستخط ہوں گے۔ ہارون نے یہ تمام شرطیں مان لیں اور انعام و اکرام سے بھی نوازا، لیکن آخر میں قید کر دیا اور یحییٰ نے قید ہی میں انتقال کیا۔ ❁

دمشق کے مضری اور یمنی قبائل میں جنگ

اسی سنہ میں دمشق کے یمن اور مضری کے قبائل میں عصبیت کی پرانی آگ بھڑک اٹھی اور دونوں میں سخت کشت و خون شروع ہو گیا۔ دمشق کے حاکم عبدالصمد بن علی نے صلح کرانے کی کوشش کی، لیکن یمنی تیار نہ ہوئے اور فریقین کے سینکڑوں آدمی قتل ہوئے۔ اس لیے ہارون نے عبدالصمد کے بجائے

❁ ابن اثیر جلد ۶، ص ۳۱ والفخری ص ۱۷۱۔

ابراہیم بن صالح کو دمشق کا حاکم بنایا، لیکن یہ بھی اس فتنہ کو دبانے میں ناکام رہا اور دو سال تک مسلسل خون کی ندیاں بہتی رہیں۔ یہ صورت دیکھ کر ہارون نے ابراہیم کو بھی ہٹا کر موسیٰ بن عیسیٰ کو دمشق کا حاکم اور ایک سندھی کو فوج کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ ان دونوں نے بڑی مشکل سے اس فتنہ کو فرو کیا اور اس کا سرغنہ ابوالہندام باختلاف روایت قتل کیا گیا یا نکل بھاگا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر شورش کے آثار رونما ہوئے، لیکن جعفر بن یحییٰ کے حسن تدبیر سے ابھرنے نہ پائی۔

یعنی اور مضری قبائل کی عصیت بہت پرانی تھی۔ اس سے مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچا تھا۔ اموی حکومت کے زوال کے اسباب میں ایک سبب ان دونوں قبیلوں کی عصیت اور جنگ بھی تھی جو عباسی حکومت کے لیے بھی مضرتھی۔ یہ کشمکش محض حصول امتیاز کے لیے تھی۔ مضری بنی اسماعیل تھے اس لیے وہ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں عرب کا مرجع رہے۔ زمانہ جاہلیت میں خانہ کعبہ کی تولیت اسی خاندان میں رہی۔ پھر ظہور اسلام کے بعد نبوت و خلافت وغیرہ سے بھی یہی خاندان سرفراز رہا۔ اس لیے وہ یمینوں کے مقابلہ میں اپنے کو معزز سمجھتے تھے اور یمینوں کو گو یہ امتیازات حاصل نہ تھے لیکن وہ عرب کا قدیم اور تاریخی خاندان تھا جو صدیوں تک حکومت اور تمدن کا وارث رہا تھا۔ اس لیے وہ اپنے کو بنی اسماعیل سے کم نہ سمجھتا تھا۔ ہارون رشید نے اس رقابت کو بڑے حسن تدبیر سے ختم کر کے دونوں قبائل کے معززین و سرداروں کو بلا کر ان کی دعوت کی اور ان کو اس ترتیب سے بٹھایا کہ پہلے دہنی جانب ایک مضری سردار کو جگہ دی اور بائیں جانب یحییٰ کو پھر دونوں جانب ہر مضری اور یحییٰ کے بعد ایک ایک مضری اور یحییٰ کو۔ اس ترتیب سے بٹھانے کے بعد تقریر کی کہ ”اللہ عز و جل نے قریش کو عرب کے درمیان میزان میزاں بنایا ہے اور مضری میں ان کا داد ہیاں اور یمین میں نا نہال بنایا۔ اس لیے جو قریشی بھی یمین کے مقابلہ میں تعصب سے کام لیتا ہے وہ جہالت کرتا ہے۔ مضریو! میں اس دعویٰ میں تمہارے ساتھ ہوں کہ جب تم اپنے یحییٰ بھائیوں کے ساتھ کسی کام کے لیے نکلو تو امیر تمہارا ہو اور یمینو! میں اس قول میں بھی تمہارے ساتھ ہوں کہ جب میں نے ہر مضری کے پہلو میں یحییٰ کو اور ہر یحییٰ کے پہلو میں مضری کو بٹھایا ہے تو مضری کو یحییٰ پر تقدم حاصل نہیں ہوا۔ مضریہ کہیں گے کہ مضری کو داہنے جانب اور یحییٰ کو بائیں جانب بٹھایا گیا ہے اور دائیں سمت بائیں سے افضل ہے جو ہمارے تقدم کی دلیل ہے، لیکن کل یحییٰ سرداروں کو داہنے جانب اور مضری سرداروں کو بائیں جانب بٹھایا جائے گا اور دونوں کی نشستیں آئندہ بدلتی رہیں گی۔ ہارون الرشید کی اس تقریر کا دونوں قبائل پر بہت اچھا اثر پڑا اور دونوں مطمئن ہو گئے۔

شام کے مشہور فاضل کرد علی نے یہ واقعہ اپنی کتاب الاسلام والحضارة العربیہ میں نقل کیا ہے۔ غالباً کسی قلمی یا کباب مطبوعہ کتاب سے لیا ہے۔ کتاب مذکور جلد ۲ ص ۲۱۲۔

سندھ میں شورش

دشمن کا فتنہ فروہی ہوا تھا کہ سندھ کے یمنی اور مضری قبائل میں جنگ شروع ہوگئی۔ ہارون نے یکے بعد دیگرے کئی حکام بھیجے، لیکن سب ناکام رہے اور کئی سال تک کشت و خون کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۸۴ھ میں داؤد بن حاتم مہلسی کو بھیجا گیا۔ اس نے اپنے بھائی مغیرہ کو مامور کیا۔

اس وقت مضریوں نے سندھ پر قبضہ کر کے یمنیوں کو یہاں سے نکال دیا تھا۔ اس لیے جب مغیرہ منصورہ پہنچا تو مضری مزاحم ہوئے، لیکن پھر اس شرط پر اسے شہر میں داخل ہونے کی اجازت دی کہ وہ مضر کے ساتھ تعصب نہ برتے گا اور جو لوگ یہاں سے نکلنا چاہیں انہیں روکا نہ جائے گا۔ مغیرہ نے منظور کر لیا اور بہت سے مضری منصورہ چھوڑ کر چلے گئے، لیکن منصورہ میں داخل ہونے کے بعد مغیرہ نے معاہدہ کے خلاف مضریوں پر سختی شروع کر دی۔ انہوں نے بھی مقابلہ کیا اور مغیرہ کو شکست کھا کر منصورہ چھوڑ دینا پڑا۔ داؤد بن یزید کو اس کی خبر ہوئی تو وہ خود منصورہ پہنچا اور مضریوں کو بے دریغ قتل کر کے منصورہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اور شہروں کو ان سے چھڑا کر سندھ میں ان کا زور توڑ دیا۔ ❁

دوسری مختلف بغاوتیں

۱۷۷ھ میں موصل میں ایک شخص عطف نے پورے علاقہ پر قبضہ کر لیا اور دو سال تک قابض رہا۔ ہارون نے اس کے مقابلہ میں بہ نفس نفیس فوج کشی کر کے اس کو شکست دی اور آئندہ بغاوت کے خطرہ سے شہر پناہ تڑوا دی۔ ۱۷۸ھ میں مصر میں قیس اور قضاہ کے قبائل میں بغاوت پھیلی۔ یہاں کے حاکم اسحاق بن سلمان نے مقابلہ کیا اور ہرثمہ بن اعین والی فلسطین نے مطیع بنالیا۔

ولید خارجی کا قتل

اسی سنہ میں ولید بن طریف خارجی نے جزیرہ میں خروج کیا اور آرمینیا اور حلوان وغیرہ پر چھا گیا۔ ہارون رشید نے یزید بن مزید شیبانی کو اس کے مقابلہ میں مامور کیا۔ اس نے جنگ کرنے کے بجائے حسن تدبیر سے قابو میں لانے کی کوشش کی۔ برا مکہ یزید کے مخالف تھے۔ انہوں نے رشید سے کہا کہ یزید ولید کا ہم قبیلہ ہے، اس لیے وہ اس سے لڑنا نہیں چاہتا۔ رشید ان کے کہنے میں آ گیا اور یزید کو ایک غضب آلود حکم بھیجا۔ اس حکم پر یزید کو ولید سے جنگ کرنی پڑی۔ ۱۷۹ھ میں ایک خونریز معرکہ کے بعد ولید مارا گیا۔ ❁

افریقائی فوج کی بغاوت

۷۷ھ میں افریقہ میں بغاوت ہوئی جس کا سلسلہ ۸۱ھ تک قائم رہا۔ اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ ۷۷ھ میں ہارون رشید نے فضل بن روح کو افریقہ کا والی بنایا۔ اس نے تونس کے علاقہ پر اپنے بھتیجے مغیرہ بن بشر کا تقرر کیا۔ مغیرہ نا سمجھ اور ناتجربہ کار تھا۔ اس نے فوج کے ساتھ تحقیر آمیز طریقہ اختیار کیا۔ اس سے وہ برہم ہو گئی اور فضل سے مغیرہ کی معزولی کا مطالبہ کیا، لیکن فضل نے منظور نہ کیا۔ اس کے انکار پر خود فوج نے مغیرہ کو نکال دیا اور فضل کو اطلاع بھیج دی کہ ہم نے مغیرہ کو بغاوت کے خیال سے نہیں بلکہ صرف اس کی بدسلوکی کی وجہ سے نکالا ہے اور اچھے امیر کی اطاعت کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ اس پیام پر فضل نے مغیرہ کی جگہ عبداللہ بن یزید کو بھیجا، لیکن فوج کے سرغنہ عبداللہ بن جارد نے سب کو بھڑکا دیا کہ یہ فضل کا فریب ہے۔ فی الحال ہم لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے عبداللہ بن یزید کو بھیج دیا ہے۔ اس کے بعد وہ تم سے بدلہ لے گا چنانچہ فوج نے عبداللہ بن یزید کو قتل کر دیا اور فضل کو بھی افریقہ سے نکالنے کا عزم کر لیا اور یہاں کے تمام بڑے اور ممتاز فوجی افسروں اور عہدیداروں کو لکھا کہ فضل نے امیر المؤمنین کے ملک میں فساد برپا کر دیا ہے۔ اس لیے ہم لوگ بغاوت پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ہم کو آپ سے زیادہ کوئی شخص لائق اعتماد اور امیر المؤمنین کا خیر خواہ نظر نہیں آتا۔ ہم آپ کی مدد سے فضل کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اگر آپ کامیاب ہو گئے تو امیر المؤمنین سے آپ کی امارت کی درخواست کریں گے اور اگر ناکام رہے تو کسی کو اس کی خبر نہ ہونے پائے گی۔ اس ترغیب سے افریقہ کے پورے علاقہ کی فوج ساتھ ہو گئی۔ فضل نے باغیوں کے مقابلہ کے لیے فوجیں بھیجیں، مگر یہ شکست کھا کر قیروان واپس ہو گئیں اور باغیوں نے تعاقب کر کے قیروان پر قبضہ کر لیا اور ابن جارد نے فضل کو قتل کر دیا اور باغی فوج کا ایک حصہ فضل کے قتل کا مخالف تھا۔ اس لیے وہ ابن جارد کے خلاف ہو گیا اور اس کے آدمیوں کو قیروان سے نکال کر خود اس پر قبضہ کر لیا۔ ابن جارد اس وقت تونس میں تھا۔ اس کو اس کی خبر ہوئی تو فوراً وہاں سے روانہ ہو گیا، لیکن اس کے آتے آتے فوج کا بڑا حصہ قیروان سے منتشر ہو چکا تھا، جو لوگ باقی رہ گئے تھے ابن جارد نے انہیں شکست دے کر ان کے سرغنہ قتل کر دیے۔ یہ لوگ یہاں سے اربس پہنچے اور یہاں کے حاکم علاء بن سعید کو اپنا سردار بنا کر قیروان واپس آئے۔

اس دوران میں ہارون نے ہرثمہ بن اعین اور یحییٰ بن موسیٰ کو بغاوت فرو کرنے کے لیے افریقہ بھیجا۔ باغیوں کے سرغنہ جارد اور ابن فارس غمی تھے اور یحییٰ کا خراسانیوں پر بڑا اثر تھا۔ اس

لیے اس نے ابن جارد سے مقابلہ کرنے کے بجائے اس کو ملانے کی کوشش کی۔ اس نے دھوکہ دینا چاہا۔ یحییٰ کو اندازہ ہو گیا، اس لیے اس نے اسے چھوڑ کر دوسرے سرغنہ ابن فارس کو ملا لیا۔ اس نے ابن جارد کی فوج کے ایک حصہ کو اس سے الگ کر کے خود اس کے مقابلہ میں کر دیا، لیکن عین اس وقت ابن جارد نے ابن فارس کو دھوکے سے قتل کر دیا اور اس کی جماعت منتشر ہو گئی اور یحییٰ طرابلس لوٹ گیا اور یہاں دوبارہ تیاری کر کے ابن جارد کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ ابن جارد میں اس کی تازہ دم قوت کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لیے محرم ۷۹ھ میں اس نے قیروان چھوڑ دیا۔

یہ صورت دیکھ کر علاء بن سعید والی اربس جو پہلے باغیوں کے ساتھ تھا اپنی کارگزاری دکھانے کے لیے یحییٰ سے پہلے قیروان پہنچ گیا اور ابن جارد کے بہت سے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور ہرثمہ بن اعین نے علاء بن سعید اور ابن جارد دونوں کو ہارون الرشید کے پاس بھجوا دیا۔ اس نے علاء کو انعام و اکرام سے نوازا اور ابن جارد کو قید کر دیا اور ربیع الاول ۷۹ھ میں قیروان پر قبضہ اور امن و امان قائم ہو گیا اور ہرثمہ نے آئندہ بغاوت کے سد باب کے لیے طرابلس کے گرد شہر پناہ تعمیر کرائی۔ ❁

اس کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد عیاض بن وہب اور کلیب بن جمیع کلبی نے ایک جتھا جمع کیا، لیکن یحییٰ نے اسے منتشر کر دیا اور ہرثمہ نے افریقہ کی شورش پسندی سے گھبرا کر استعفیٰ دے دیا۔ اس کے بعد ہارون نے اپنے رضاعی بھائی محمد بن مقاتل کو افریقہ بھیجا۔ یہ نہایت بدخلف تھا، اس لیے پھر فوج باغی ہو گئی اور خالد بن خالد کو اپنا سردار بنا لیا۔ بہت سے شورش پسند بربر اس کے ساتھ ہو گئے، لیکن محمد بن مقاتل نے ان کو شکست دے کر خالد کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد کچھ دنوں تک سکون رہا۔ ۱۸۳ھ میں پھر تونس میں ایک شخص تمام بن تمیم اٹھ کھڑا ہوا اور محمد بن مقاتل کو شکست دے کر قیروان پر قبضہ کر لیا اور اس شرط پر ابن مقاتل کی جان چھوڑی کہ وہ افریقہ سے نکل جائے، چنانچہ وہ قیروان سے طرابلس چلا گیا۔

ابراہیم بن اغلب والی زاب کو جو تمام کام قبیلہ تھا، اس کی یہ سرکشی بہت گراں گزری اور وہ اس کے مقابلہ کے لیے قیروان پہنچا۔ تمام میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس نے قیروان چھوڑ دیا اور ابراہیم نے ابن مقاتل کو بلا کر قیروان اس کے حوالے کر دیا، لیکن یہاں کی رعایا بھی ابن مقاتل کو ناپسند کرتی تھی۔ اس لیے تمام بن تمیم اس امید پر کہ قیروانی اس کی مدد کریں گے پھر قیروان پہنچا، لیکن ابراہیم اور مقاتل دونوں نے مل کر اس کو شکست دی۔ ❁

ابراہیم بن اغلب کی ولایت افریقہ

قیروانی ابن مقاتل کے خلاف تھے چنانچہ تمام کی شکست کے بعد انہوں نے ابراہیم کو مجبور کیا کہ وہ خلیفہ سے افریقہ کی حکومت کی درخواست کرے۔ ابراہیم نے ان کے اصرار پر درخواست کی۔ ابراہیم بڑا مدبر تھا۔ افریقہ کے سابق والی ہرثمہ نے بھی ہارون سے اس کی تعریف کی چنانچہ ۸۴ھ میں افریقہ کی ولایت پر اس کا تقرر ہو گیا۔ اس نے چند دنوں کے اندر تمام شورش پسندوں کا قلع قمع کر دیا اور جتنے مشتبہ لوگ تھے سب کو پکڑ کر دار الخلافہ بھجوا دیا اور افریقہ میں پورا امن وامان قائم ہو گیا۔

قیام امن کے بعد اندرونی انتظامات کی طرف توجہ کی اور قیروان کے پاس ایک شہر شامہ بسایا۔ دو سال کے بعد ۸۶ھ میں ایک شخص حمدیس نے تونس میں علم بغاوت بلند کیا۔ ابراہیم نے اس کی سرکوبی کے لیے عمران کو مامور کیا۔ اس نے حمدیس کو شکست دے کر اس کی جماعت تہہ تیغ کر دی۔

اسی زمانہ میں ادریس بن ادریس علوی نے مغرب اقصیٰ میں خروج کا ارادہ کیا، لیکن ابھی یہ فوجیں جمع کر رہے تھے کہ ابراہیم کو اطلاع ہو گئی۔ اس نے ادریس کے داعی بہلول بن عبد الواحد مغربی کو ہدایا و تحائف کے ذریعہ توڑ لیا۔ اس کے الگ ہوتے ہی ادریس کی جماعت منتشر ہو گئی اور اس کو آخر میں مجبور ہو کر ابراہیم کے دامن میں پناہ لینی پڑی۔

اسی زمانہ میں ابراہیم کا ایک خاص آدمی عمران بن مخلد ایک معمولی سی بات پر ابراہیم سے بگڑ کر بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ افریقہ کے بغاوت پسند باشندے اور فوج کا ایک حصہ اس کے ساتھ ہو گیا اور کامل ایک سال تک ابراہیم کا مقابلہ کرتا رہا۔ ایک سال کے بعد ہارون نے دار الخلافہ سے روپیہ بھیجا۔ ابراہیم نے منادی کرادی کہ سرکاری فوج کی جو سپاہ عمران کے ساتھ ہو گئی ہو وہ آ کر اپنا روپیہ لے لے۔ یہ اعلان سن کر ساری فوج عمران کو چھوڑ کر منتشر ہو گئی اور ابراہیم کی فوج نے آسانی سے اس کو شکست دے دی اور سب کو امان دے کر ان میں روپیہ تقسیم کیا۔ عمران شکست کھانے کے بعد زاب چلا گیا اور افریقہ میں امن وامان ہو گیا اور کئی سال تک قائم رہا۔ ❀

۸۹ھ میں طرابلس میں بغاوت پھیلی۔ بربر فطرتاً شورش پسند تھے اور ہمیشہ اپنے والیوں کے شاکی رہتے تھے۔ ابراہیم محض بغاوت کے خطرہ سے ان کی شکایت پر والیوں کو بدل دیا کرتا تھا۔ ۸۹ھ میں اس نے سفیان بن المضاء کو طرابلس کا والی مقرر کیا۔ طرابلسی اپنی عادت کے مطابق اس کے بھی خلاف ہو گئے اور اس کو نکال دیا۔ سفیان جامع مسجد میں پناہ گزیں ہوا۔ باغیوں نے اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور سفیان کو طرابلس میں آنے کے کل ۲۷ دن کے بعد مجبور ہو کر طرابلس چھوڑ دینا پڑا۔ اس کو نکال دینے کے

بعد باغیوں نے ابراہیم بن سفیان کو والی بنایا۔ اس درمیان میں اہل طرابلس اور بنی ابی کنانہ اور بنی یوسف میں جنگ چھڑ گئی اور سارے طرابلس میں اس کے شعلے بھڑک اٹھے۔ ابراہیم نے فوجیں بھیج کر ان کے سرغنڈوں کو پکڑ کر قیروان بلوایا۔ ان لوگوں نے معافی چاہی۔ ابراہیم نے درگزر سے کام لیا اور یہ سب معافی نامہ لے کر طرابلس واپس گئے۔ اس کے بعد پھر کوئی بغاوت نہیں ہوئی۔

خارجی حالات اور فتوحات

ہارون کا عہد بیرونی فتوحات کے لحاظ سے نہایت ممتاز ہے۔ اس کے زمانہ میں رومیوں کے ساتھ خاص طور سے بکثرت معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ بعض مہموں میں خود ہارون شریک ہوتا تھا اور بعض میں خاندان شاہی کے معزز ارکان کو افسران بنا کر بھیجتا تھا۔ رومی ممالک پر تقریباً ہر سال فوج کشی ہوتی تھی۔ ۱۸۱ھ میں خود ہارون نے صفصف کا قلعہ فتح کیا اور اسی سن میں عبدالملک بن صالح ایشیائے کوچک میں انقرہ تک بڑھتا چلا گیا اور مطمورہ فتح کیا۔ ۱۸۷ھ میں قاسم بن رشید نے قرہ کا محاصرہ کیا اور عباس بن جعفر نے حصن سنان کا یہاں کے باشندوں نے محاصرہ سے گھبرا کر تین سو بیس مسلمان قیدیوں کو جوان کے ہاتھوں میں اسیر تھے رہا کر کے صلح کر لی۔

اس سلسلہ کا سب سے اہم معرکہ ایشیائے کوچک پر حملہ ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قسطنطنیہ کی ملکہ رینی (آرینی) ہارون رشید کی باجگزار تھی۔ رومیوں نے جب اس کو معزول کر کے نقفور (نسی فور) کو بادشاہ بنایا تو اس نے ہارون کو لکھ بھیجا کہ ”ملکہ اپنے بچاؤ کے لیے تم کو رخ کی جگہ استعمال کرتی اور اپنی خلقی کمزوری اور ضعف عقل کی وجہ سے تم کو روپیہ دیتی تھی حالانکہ تمہیں خود اسے خراج دینا چاہئے تھا۔ اس لیے میرا خط دیکھتے ہی جس قدر رقم تم وصول کر چکے ہو فوراً واپس کر دو ورنہ تمہارا فیصلہ تلوار کرے گی۔“ یہ خط پڑھ کر ہارون جوش غضب سے لبریز ہو گیا اور اسی کی پشت پر یہ جواب لکھ کر واپس کر دیا۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، امیر المؤمنین ہارون الرشید کی طرف سے روم کے کئے نقفور کو

معلوم ہو کہ میں نے تجھ کا فریاد کا خط پڑھا تو اس کا جواب آنکھوں سے دیکھ لیا گا۔“

یہ جواب بھیج کر اسی وقت فوجوں کو کوچ کا حکم دے دیا اور ایشیائے کوچک پر حملہ کر کے ہر قلعہ فتح کیا اور بہت سی آبادیاں برباد کر ڈالیں۔ نسی فور میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی اس لیے اس کو خراج دے کر صلح کرنی پڑی۔ یہ سردی کا زمانہ تھا۔ مسلمان ایشیائے کوچک کی سخت سردی نہ برداشت کر سکتے تھے

اس لیے ہارون کے لوٹتے ہی وہ عہد و پیمان سے پھر گیا۔ ہارون کو راستہ میں اس کی خبر ملی۔ وہیں سے وہ پلٹ پڑا اور ایشیائے کوچک کو پوری طرح پامال کر کے واپس ہوا اور دوسرے سال ۱۸۸ھ میں ابراہیم بن جبرائیل کو بھیجا۔ عیسیٰ فوراً نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور اس کے چالیس ہزار آدمی مارے گئے۔ ❀

یورپین مؤرخین میں لیبان نے اس کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ ❀

عیسیٰ فوراً اس بد عہدی کے انتقام میں ہارون نے رومی سلطنت کے مختلف حصوں پر عام یورش شروع کر دی۔ داؤد بن عیسیٰ نے متعدد مقامات فتح کیے۔ شریل بن معن نے حصن حقالیہ اور دلہ یزید بن مخلد نے صفصاف اور مفلونیہ کو فتح کیا اور حمید بن معیوف نے سواحل شام اور مصر میں فتوحات حاصل کیں اور سترہ ہزار رومی قید کیے۔ خود ہارون طوانہ کی طرف بڑھا اور اس پیہم یورش سے عیسیٰ فوراً گھبرا گیا اور جزیرہ و خراج دے کر صلح کرنے پر مجبور ہو گیا۔ ان فتوحات کے علاوہ قونیہ اور اناطولیہ کے بعض دوسرے مقامات بھی فتح کئے۔ ❀

شام رومیوں کا بڑا نازک مورچہ تھا۔ اسلامی تسلط کے بعد مسلمان اسی کو مرکز قرار دے کر براہ خشکی اناطولیہ کی طرف بڑھے تھے اور قونیہ و انگورہ پر بھی اسی راستہ سے قابض ہوئے تھے۔ اس لیے رومیوں کو شام واپس لینے کی فکر دامن گیر رہتی تھی، لیکن خشکی کے راستے سے حملہ کا دروازہ بالکل بند تھا، کیونکہ اناطولیہ میں قونیہ تک مسلمان قابض ہو چکے تھے۔ اس لیے وہ بحر روم کے ذریعہ سے شام کے ساحل پر بحری حملے کرتے تھے۔ ہارون نے اس خطرہ کو مٹانے کے لیے سواحل شام پر فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ قلعے بنوائے اور طرطوس، عین زربہ اور ہارونیہ بسایا اور مصیصہ کو از سر نو مستحکم کر کے ان شہروں میں مسلمان آباد کیے اور دلہ کے شورش پسندوں کو جلا وطن کیا۔ ❀

ولایت عہد

ہارون کے متعدد اولادیں تھیں۔ ان میں وہ امین اور مامون کو زیادہ مانتا تھا۔ امین کی تربیت فضل نے اور مامون کی جعفر نے کی تھی، لیکن مامون میں امین سے زیادہ صلاحیت تھی اور وہ ہر حیثیت سے امین سے ممتاز تھا۔ ہارون بھی اس کی ذہانت طبعی اور علم کی وجہ سے اس کو بہت مانتا تھا، لیکن امین ہارون کی چیمپی بیوی زبیدہ کے لطن سے تھا اس لیے جب ولی عہد کے تقرر کا وقت آیا تو زبیدہ کی

❀ ابن اثیر ج ۶ ص ۶۰، ۶۱، ابن خلدون ج ۳ ص ۲۲۶۔ ❀ تمدن عرب ص ۱۷۲، ۱۷۳۔

❀ ابن اثیر جلد ۶ ص ۶۲۔ ❀ فتوح البلدان ص ۱۷۷، ۱۷۸۔

محبت نے زمرہ انتخاب امین کے نام نکالا۔ مامون کے مقابلہ میں امین کی ولی عہدی نہ صرف نا انصافی بلکہ بڑی فاش غلطی تھی، جس کے مذموم نتائج ہارون کے بعد ظاہر ہوئے، لیکن زبیدہ کی محبت نے ہارون کو انجام سے غافل کر دیا تھا۔ مامون کی اشک شوئی کے لیے اس نے اسے خراسان کا صوبہ مستقل دے دیا اور بہت سے امتیازات عطا کئے اور امین کے بعد اس کو اور اس کے بعد موتمن کو ولی عہد بنایا اور دونوں بھائیوں سے ایفائے عہد کا تحریری معاہدہ لے کر اس کو عمائد سلطنت کے روبرو خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا۔ ❁

پھر ۱۸۹ھ میں مامون کی دلہی اور اس کے اطمینان کے لیے رے میں فوجیں، اسلحہ، خزانہ اور خدم و حشم وغیرہ جملہ لوازم شاہی مامون کے نام علیحدہ نامزد کر کے افسران فوج سے اس کی بیعت لی اور قضاۃ اور شہود کو اس پر گواہ بنایا۔ ❁

خاندان برا مکہ

ہارون کا زمانہ خلافت عباسیہ کا عہد زریں تھا۔ گو اس کی درخشانی میں خود ہارون کی ذاتی خصوصیات کو بھی بڑا دخل تھا۔ وہ بڑا مخیر، فیاض، علم دوست اور تمدن نواز تھا، لیکن عباسی عہد کی ترقیوں کا سہرا ہارون سے زیادہ اس کے نامور برکی وزراء کے سر ہے۔ ان کی فیاضیوں، زرپاشیوں، علم نوازی اور تمدن پروری نے ہارونی عہد کو نہ صرف عباسی دور بلکہ تاریخ اسلام کا درخشاں عہد بنا دیا۔ اس نامور خاندان نے اس قدر عروج و اقتدار اور عظمت و شان حاصل کی جو بڑے بڑے فرمانرواؤں کو میسر نہ ہوئی، لیکن یہ تاریخ کا نہایت المناک واقعہ ہے کہ ہارونی عہد ہی میں اس پر ایسا زوال آیا کہ اس خاندان کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ اس خاندان کا عروج و زوال دونوں ہارونی عہد کے اہم واقعات ہیں اس لیے اس کے ذکر کے بغیر اس عہد کی تاریخ ناقص رہے گی۔ اس خاندان کی مختصر تاریخ یہ ہے:

برا مکہ کا جد اعلیٰ برک بلخ کے بدھ مندر نو بہار کا متولی اور پجاری تھا۔ اس لیے خراسانی اس کو بڑی عزت و وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جب ابو مسلم نے خراسان میں عباسیہ کی دعوت شروع کی، تو برک کا لڑکا خالد بھی اس کے ساتھ ہو گیا۔ یہ بڑا صاحب علم، دانشمند، صائب الرائے، فصیح و بلیغ، عالی ہمت، شجاع اور بہادر تھا۔ اس لیے دعوت عباسیہ کی تبلیغ میں اس سے بڑی مدد ملی اور بعض نازک مواقع پر اس کی فہم و فراست نے ابو مسلم کی فوج کو دشمنوں سے بچا لیا۔ عباسی حکومت کے قیام کے بعد جب

وزارت کا عہدہ قائم ہوا تو پہلے اس پر ابوسلمہ خلال کا تقرر ہوا۔ اس کے بعد سفاح نے خالد کو اس کی عقل و فراست اور گزشتہ خدمات کے صلہ میں اس منصب پر ممتاز کیا۔ * سفاح کے بعد منصور کے ابتدائی عہد میں بھی وہ کچھ دنوں تک وزیر رہا۔ پھر منصور نے ابویوب کو قلمدان وزارت سپرد کر دیا اور خالد فارس کی ولایت پر بھیج دیا گیا۔ ابویوب کو خالد کی عقل و فرازگی سے خطرہ تھا کہ وہ کسی نہ کسی دن اس کو منصب وزارت سے ہٹا دے گا۔ اس لیے وہ ہمیشہ خالد کو منصور کی نگاہ سے گرانے کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔ اس میں وہ کامیاب ہو گیا، چنانچہ ایک بے بنیاد اطلاع پر منصور نے اس کو فارس سے واپس بلا لیا اور اس کے ذمہ خراج کی ایک خطیر رقم نکالی۔ خالد کے پاس اتنا بھی نہ تھا کہ وہ معمولی سی رقم ادا کر سکتا۔ اس کے ہوا خواہوں نے اپنے پاس سے یہ رقم جمع کی۔ ہارون کی ماں خیزران نے بھی ایک قیمتی ہیرا دیا۔ منصور کو اس کا علم ہوا تو اسے خالد کی برأت کا یقین ہو گیا اور اس نے رقم کا مطالبہ چھوڑ دیا اور ابویوب کو سخت شرمندگی اٹھانی پڑی۔ اس ناکامی کے بعد اس نے ایک نصرانی کو ایک بڑی رقم دے کر منصور کے سامنے پیش کر دیا کہ خالد نے اس کے پاس یہ روپیہ جمع کروایا تھا۔ یہ ایک ایسی تدبیر تھی کہ منصور پھر متذبذب ہو گیا اور اس نے خالد سے دوبارہ باز پرس کی۔ اس نے حلفیہ لائے علمی ظاہر کی۔ اس قسم پر منصور کو شک ہوا۔ اس نے نصرانی سے کہا، اگر تم خالد کو دیکھو تو اس کو پہچان لو گے۔ اس نے کہا ہاں۔ خالد اس کے سامنے ہی موجود تھا۔ منصور نے نصرانی سے کہا خالد تو تمہارے پاس موجود ہے۔ اس گرفت پر نصرانی نے گھبرا کر اصل واقعہ بیان کر دیا۔ اس کے بعد پھر کبھی منصور نے خالد کے بارہ میں ابویوب کی باتوں کا اعتبار نہ کیا۔ *

یحییٰ

۱۲۳ھ میں خالد کا انتقال ہو گیا۔ اس کا لڑکا یحییٰ باپ کے تمام اوصاف و کمالات کا وارث اور عباسی دربار سے متوکل تھا۔ منصور کے عہد سے لے کر ہادی کے زمانہ تک مختلف اوقات میں متعدد خدمتیں اس کے سپرد ہوئیں۔ ان سب کو اس نے خوش اسلوبی سے انجام دیا اور اپنی کارگزاری سے دربار میں بڑا سرخ پیدا کر لیا۔ مہدی نے اس کو ہارون کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ ہادی کے زمانہ میں بھی وہ اس خدمت پر مامور رہا۔ ہارون میں جو کمالات تھے وہ سب اسی کے فیض تربیت کا نتیجہ تھے۔ ہارون نے فضل کی ماں یعنی یحییٰ کی بیوی کا دودھ پیا تھا اور ہارون کی ماں خیزران نے فضل کو دودھ پلایا

* ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۳۳۔ * کتاب الوزراء والکتاب ج ۱ ص ۱۰۵۶۔

تھا۔ اس لیے یحییٰ ہارون کا رضاعی باپ بھی تھا اور وہ اس کو باپ ہی کہتا تھا۔ یحییٰ بھی ہارون کو اپنے لڑکے کی جگہ سمجھتا تھا اور ہر موقع پر اس کا خیر خواہ رہا اور ہر طرح کے خطرات برداشت کر کے ہادی کو ہارون کی ولی عہدی کی منسوخی سے باز رکھا۔ اس کی خاطر جیل بھی گیا۔ ہارون کو اس احسان کا پورا احساس تھا چنانچہ جب وہ خلیفہ ہوا تو اس نے کہا کہ ابا! آپ ہی کی برکت احسان اور حسن تدبیر نے آج مجھ کو اس مقام پر پہنچایا ہے اس لیے میں اس صلہ میں آپ کو تمام سپید و سیاہ کا مالک بناتا ہوں اور قلمدان وزارت اس کے حوالہ کر دیا چنانچہ ہارون کے ابتدائی عہد میں تمام امور مملکت اسی کے حکم سے انجام پاتے تھے۔ ہارون اس میں کچھ دخل نہ دیتا تھا۔ ❀

فضل

یحییٰ کے چار لڑکے تھے۔ فضل، جعفر، موسیٰ اور محمد۔ ان چاروں میں کچھ نہ کچھ خصوصیات تھیں لیکن فضل اور جعفر نے اپنے اوصاف و کمالات کی وجہ سے زیادہ ناموری حاصل کی۔ فضل سب میں بڑا اور خاندانی اوصاف کا حامل تھا۔ فیاضی اور سیر چشتی میں خاندان میں کوئی اس کے ہمسر نہ تھا چونکہ ہارون اور فضل دونوں نے ایک دوسرے کی ماں کا دودھ پیا تھا اس لیے ہارون کو اس سے زیادہ تعلق تھا اور وہ اسے بھائی کہتا تھا چنانچہ اس نے اس کو مختلف مناصب پر مامور کیا اور وہ مختلف اوقات میں خراسان اور شروان وغیرہ کا حاکم رہا۔ ابتدائی زمانہ میں فضل کو سیر و شکار اور دوسرے تفریحی مشاغل سے زیادہ دلچسپی تھی۔ نامہ نگاروں نے ہارون الرشید کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے یہ خط یحییٰ کو دے دیا۔ یحییٰ نے اس کو نہایت بلیغ نصیحتیں لکھ بھیجیں۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ فضل نے بے کار مشاغل چھوڑ دیئے اور اس کا سارا وقت دفتری کاموں میں صرف ہونے لگا اور اس کی توجہ سے خراسان کا نظام بہت بہتر ہو گیا۔ اسی زمانہ میں اس نے وہاں بکثرت مساجد حوض اور سرائیں تعمیر کرائیں۔ ہارون اس کی اس خوشگوار تبدیلی سے بہت خوش ہوا اور جب عراق میں یہ دونوں ملے تو ہارون نے شعرا سے اس کی شان میں قصائد کہلائے۔ رفتہ رفتہ اپنے حسن خدمات کی وجہ سے وزارت میں دخیل ہو گیا اور اپنے باپ یحییٰ کی نیابت کرنے لگا۔ ہارون نے اس کو امین کا اتالیق بھی مقرر کیا۔ رفتہ رفتہ وزارت کے سارے کام اس کے ہاتھوں میں آ گئے اور یحییٰ برائے نام وزیر رہ گیا۔ اس نے اپنے زمانہ عروج میں ہزاروں انسانوں کو مالا مال کر دیا۔ کوئی سائل اس کے در سے ناکام واپس نہ ہوتا تھا۔ اس کے عہد میں سخاوت و

فیاضی میں اس کا کوئی مقابل نہ تھا۔ اپنے دشمنوں تک کے ساتھ سلوک کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ابو الہول حمیری نے اس کی جھولکھی۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اس کے پاس سائل کی حیثیت سے آیا۔ اس نے کہا کس منہ سے مجھ سے ملنے آئے ہو؟ اس نے کہا اسی منہ سے جس سے اللہ تعالیٰ سے ملوں گا حالانکہ آپ کے گناہ اس کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔ اس جواب پر فضل بے ساختہ ہنس پڑا اور اس کو انعام و اکرام دے کر واپس کیا۔

جعفر

یحییٰ کا دوسرا لڑکا جعفر تھا۔ یہ مجموعی حیثیت سے اپنے تمام بھائیوں پر فائق تھا۔ قاضی ابو یوسف کے دامن علم میں اس کی تعلیم ہوئی۔ خاندان برامکہ میں اس سے زیادہ بلند مرتبہ عالی ہمت اور دبدبہ و شکوہ کا کوئی شخص نہیں تھا۔ فصاحت و بلاغت اور ادب و انشاء میں اس کو اتنا کمال حاصل تھا کہ ایک ایک رات میں ہزار ہزار توجیعات لکھ ڈالتا تھا۔ اپنی ذہانت طباعی اور خوش مزاجی سے ہارون کے مزاج میں بہت رسوخ حاصل کر لیا تھا اور وہ اس کو فضل سے بھی زیادہ ماننے لگا تھا۔ دربار میں اس سے زیادہ کسی کی عزت نہ تھی۔ فضل کو جو اپنے رسوخ کی وجہ سے وزارت پر حاوی ہو گیا تھا آخر میں جعفر کے لیے جگہ خالی کرنی پڑی۔ ہارون کو جعفر سے غیر معمولی انس تھا۔ اسے کوئی صحبت اس کے بغیر پر لطف معلوم نہ ہوتی تھی اور یکجائی میں بھی اتنی قربت ہوتی تھی کہ مخصوص صحبتوں میں دونوں ایک ہی کپڑا اوڑھتے تھے۔ جس زمانہ میں فضل امین کا اتالیق مقرر ہوا تھا اسی زمانہ میں جعفر کو مامون کی اتالیقی سپرد ہوئی تھی۔ گو مامون میں ترقی اور بڑائی کی فطری صلاحیت تھی لیکن جعفر کی تربیت کو بھی اس کے سنوارنے میں بہت کچھ دخل تھا۔ جعفر ۱۸۶ھ میں افریقہ کی حکومت پر مامور ہوا اور ترقی کرتے کرتے وزارت کے عہدہ جلیلہ تک پہنچا۔ ہارون رشید چونکہ فضل کو بھی مانتا تھا اور فضل سب بھائیوں میں بڑا بھی تھا۔ اس لیے جب اس نے فضل سے جعفر کی طرف وزارت منتقل کرنے کا ارادہ کیا تو صاف حکم نہیں دیا بلکہ یحییٰ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ بھائی فضل کی انگٹھی جعفر کو پہنا دوں۔ فضل کنایہ سمجھ گیا اور خود جعفر کے لیے مسند وزارت خالی کر دی۔ جعفر نے اپنے زمانہ وزارت میں اتنا عروج حاصل کر لیا کہ سلطنت کا مدار تمام تر اس پر ہو گیا تھا۔ ہارون رشید کو برائے نام دخل رہ گیا تھا۔ یہی غلبہ اور اقتدار برامکہ کی تباہی کا باعث ہوا۔ یحییٰ کے باقی دولوکوں محمد اور موسیٰ نے فضل اور جعفر کے مقابلہ میں کوئی خاص ناموری نہیں حاصل کی۔ البتہ موسیٰ شجاعت اور بہادری میں ممتاز تھا۔ ہارونی عہد کی تمام علمی و فنی جعفر اور فضل کے تمام حالات ابن خلکان، کتاب الوزراء و الکتاب اور الفخری سے ماخوذ ہیں۔

اور تمدنی ترقیاں زیادہ تر برا مکہ ہی کے فیض کا نتیجہ تھیں، لیکن یہ تاریخ کا نہایت افسوس ناک واقعہ ہے کہ وہ خاندان جس نے مدتوں اس شان کی وزارت کی جس کی مثال تاریخ اسلام میں مشکل سے ملے گی اور جس نے اپنے عہد وزارت میں عباسی تہذیب کو تماشا گاہ عالم بنا دیا۔ اس کے زوال کی داستان دوسروں کیلئے سامان عبرت ہے۔

زوال برا مکہ کی غلط روایات

مؤرخین نے برا مکہ کے زوال کے اسباب مختلف لکھے ہیں اور متاخرین نے جعفر و عباسہ کی لغو اور مبہل داستان کو افسانہ بنا کر اسے اور بد نما کر دیا ہے۔ اس کی تردید میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اب اہل نظر کی نگاہ میں یہ واقعہ افسانہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ اس پر زیادہ لکھنا بے کار ہے۔ تاہم چونکہ ہارونی عہد کی تاریخ بغیر اس پر کچھ لکھے ہوئے ناقص رہ جاتی ہے اس لیے اس کی تردید میں صرف چند شہادتیں پیش کی جائیں گی۔

قدیم تاریخوں خصوصاً ان تاریخوں میں جو عباسیوں کے حالات میں زیادہ مستند ہیں اس واقعہ کا کہیں اشارہ بھی نہیں ملتا، چنانچہ تاریخ اسلام کے سب سے قدیم مؤرخ ابن قتیبہ التونی ۲۷۱ھ نے اپنی کتاب میں کہیں اس کا ذکر نہیں کیا، بلکہ مہدی کی اولاد کی تفصیل کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ ہارون نے عباسہ کی پہلی شادی محمد بن سلیمان عباسی سے کی تھی۔ اس کی موت کے بعد دوسرا عقد ابراہیم بن صالح بن علی سے کر دیا۔ * اس کتاب کا مصنف زوال برا مکہ کے کل ۲۵ سال بعد پیدا ہوا اس لیے اس کی شہادت اس باب میں سب سے زیادہ معتبر ہے۔ قریب قریب اسی زمانہ کا دوسرا مؤرخ محمد بن عبدوس جیشاری ہے جس نے اپنی کتاب ”کتب الوزراء والکتب“ میں عباسی حکومت خصوصاً ہارونی عہد اور برا مکہ کے حالات نہایت وضاحت سے لکھے ہیں۔ یہ بھی اس واقعہ کا کوئی تذکرہ نہیں کرتا۔ یہ نادر کتاب ویانا میں ملکی چھپی ہے۔ محمد بن عبدوس کا زمانہ تیسری صدی کا آخر اور چوتھی صدی کا اول ہے۔

اس کے بعد اس عہد کے تیسرے نامور مؤرخ احمد بن داؤد دینوری التونی ۲۸۱ھ نے بھی اپنی کتاب اخبار الطوال میں اس واقعہ کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ اسی عہد کا چوتھا مؤرخ احمد بن ابی یعقوب بن واضح جو عباسی کا تب بھی تھا، تاریخ یعقوبی میں اس واقعہ کا ذکر نہیں کرتا۔ قدیم مؤرخین میں سب سے پہلے طبری نے یہ واقعہ لکھا ہے۔ گو طبری مستند مؤرخ ہے، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہے کہ وہ ایک واقعہ کے متعلق جس قدر مستند اور غیر مستند روایتیں ہوتی ہیں، بلا اظہار رائے سب کو نقل کر دیتا ہے۔ کسی پر

نفذ و تبصرہ نہیں کرتا چنانچہ اس نے منجملہ اور واقعات کے جعفر و عباسہ کا واقعہ بھی مختصر الفاظ میں نقل کر دیا ہے، لیکن اس میں کوئی حاشیہ آرائی اور فسانہ طرازی نہیں ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ طبری کا زمانہ اول الذکر مؤرخین کے مقابلہ میں برا مکہ کے بہت بعد میں ہے اور اتنی مدت میں ایک واقعہ کیا کیا شکلیں اختیار کر سکتا ہے۔

طبری کے بعد ابن اثیر اور ابوالفداء کی تاریخوں میں یہ واقعہ ملتا ہے، لیکن ابن اثیر طبری کا اور ابوالفداء ابن اثیر کا خلاصہ ہے اس لیے یہ بھی گویا طبری کا بیان ہے۔ سب کے آخر میں ابن خلدون کا نمبر آتا ہے۔ گو یہ بھی اپنے پیش رو مؤرخین کا خوشہ چین ہے، لیکن محض مقلد نہیں ہے۔ ہر واقعہ کے متعلق تحقیقی رائے رکھتا ہے اور ان کو فلسفہ تاریخ کی کسوٹی پر جانچتا ہے۔ اس لیے اس کی رائے مشتبہ واقعات کی تصدیق اور تردید میں زیادہ صاحب مانی جاتی ہے۔ اس لیے اس واقعہ کے متعلق بھی اس کی رائے زیادہ صحیح اور محققانہ ہوگی۔

اس نے مقدمہ کے اس باب میں جہاں مؤرخین کے مغالطہ اور اوہام میں مبتلا ہونے کے اسباب پر بحث کی ہے۔ وہاں اس نے بے اصل مگر مشہور واقعات کے سلسلہ میں جعفر و عباسہ کے افسانہ پر تنقید کر کے اس کو بے بنیاد قرار دیا ہے چونکہ یہ بحث لمبی ہے اس لیے ہم اس کو قلم انداز کرتے ہیں۔ جو صاحب دیکھنا چاہیں وہ مقدمہ ابن خلدون ص ۱۶ تا ۱۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

زوال برا مکہ کے حقیقی اسباب

شخصی حکومتوں کی تاریخ میں یہ نیا واقعہ نہیں ہے کہ بادشاہ وقت کو جس شخص پر اعتماد ہونا ہے اس کو وہ ابتدا میں حکومت کے تمام سیاہ و سپید کا مالک بنا دیتا ہے اور جب وہ رفتہ رفتہ اپنے حدود سے بڑھ کر تمام امور سلطنت پر حاوی ہو جاتا ہے اور بادشاہ اس کے مقابلہ میں اپنے کو بے بس اور مملوب الاختیار پاتا ہے اس وقت وہ اس کے گرانے کی کوشش کرتا ہے۔ برا مکہ بھی اس بے عنوانی کا شکار ہوئے۔ یحییٰ ہارون کا رضاعی باپ تھا اسی نے اس کو سلطنت دلوائی تھی۔ اس لیے ہارون نے اس کو مختار جزو کل بنا دیا تھا۔ فضل اور جعفر وزارت میں اس کے دست راست تھے پھر جب یحییٰ بوڑھا ہوا تو پہلے فضل پھر جعفر کے ہاتھ میں قلدان وزارت آیا تو ان کی زر پاشیوں اور ارباب علم کی قدر دانیوں نے کل رعایا کو ان کا گرویدہ بنا دیا۔ ہارون محض نام کا بادشاہ رہ گیا تھا عملاً بادشاہت برا مکہ کے ہاتھ میں تھی۔ اس عروج نے اس کو اتنا خود سر بنا دیا تھا کہ ہارون کے احکام کی مطلق پرواہ نہ کرتے تھے اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ اگر ہارون کو خزانہ سے معمولی رقم کی ضرورت ہوتی تو آسانی سے ملنا مشکل

ہو جاتا تھا۔ * در آنحالیکہ خود برا مکہ محض نمود و نمائش کے لیے بے دریغ رو پیہ لٹاتے تھے۔ اپنے حاشیہ نشینوں اور قرابت داروں کو بڑے بڑے انعام دیتے تھے۔ شعرا اور سائلیں پر خلعت اور انعام و اکرام کی بارش کرتے تھے۔ ممالک محروسہ کے تمام عمدہ علاقوں اور جاگیروں پر وہ قابض ہو گئے تھے۔ *

ہارون رشید کی برہمی کا دوسرا سبب یہ تھا کہ برا مکہ عباسیوں کے حریف مقابل اور ان کے مخالف ائمہ اہل بیت کرام کے ساتھ نہ صرف حسن سلوک سے پیش آتے تھے بلکہ ہارون کے علی الرغم ان کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے۔ یحییٰ بن عبد اللہ نفس زکیہ کے بھائی حکومت کے باغی تھے۔ رشید نے ان کو گرفتار کر کے قید کرنے کے لیے جعفر کے حوالہ کیا۔ اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ فضل بن ربیع کو جو برا مکہ کا سخت دشمن تھا اس کی خبر لگ گئی۔ اس نے ہارون سے کہہ دیا۔ دوسرے دن جب جعفر دربار میں آیا تو ہارون نے پوچھا، یحییٰ کیا حال ہے؟ اس نے کہا امیر المؤمنین وہ اب تک قید خانہ میں بند ہے۔ اس نے کہا سچ کہتے ہو؟ اس مکر رسوال پر جعفر تاڑ گیا کہ ہارون کو اس کی خبر ہو گئی۔ عرض کی آقائے من وہ امیر المؤمنین کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اس لیے میں نے ان کو چھوڑ دیا۔ ہارون نے جواب دیا۔ اچھا کیا میں بھی ان کو چھوڑنا چاہتا تھا، لیکن جب جعفر چلا گیا تو ہارون نے کہا میں تجھ کو قتل کر کے چھوڑ دوں گا۔ * صرف یہی ایک واقعہ نہیں ہے بلکہ غمیت کی وجہ سے عام طور پر برا مکہ کا سلوک اہل بیت کے ساتھ ایسا ہی تھا، گواخلاقی نقطہ نظر سے یہ کوئی قابل اعتراض فعل نہیں شمار کیا جاسکتا، بلکہ اسے مستحسن ہی کہا جائے گا، لیکن بنی عباس کی سیاست کے بالکل خلاف تھا اس لیے اس سے ہارون کی برگشتگی میں اور اضافہ ہوا۔

برا مکہ کے اثر و اقتدار نے ہارون کو نہ صرف مسلوب الاختیار کر دیا تھا بلکہ رعایا بھی انہی کو بادشاہ سمجھنے لگی تھی۔ سلطنت کے تمام عمائد ہارون کو چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ سلاطین اور وزراء ہدایا و تحائف براہ راست برا مکہ کے پاس بھیجتے تھے۔ خراج کی کل رقم انہی کے پاس آئی تھی اور انہی کے قبضہ میں رہتی تھی۔ * جسے وہ ہر طرح کے جائز و ناجائز اخراجات میں صرف کرتے تھے اور ہارون رشید کے ضروری اخراجات کے لیے بھی مشکل سے رقم نکلتی تھی۔ برا مکہ کے ایک ایک محل پر دو دو کروڑ درہم صرف ہو جاتے تھے۔ * حکومت کے تمام بڑے اور معزز عہدوں کی کتابت، قیادت اور حجاب وغیرہ پر برا مکہ نے اپنے خاندان والوں کو بھردیا تھا۔ ان حالات نے ایک طرف ہارون رشید کے دل میں ان کی جانب سے بدگمانی پیدا کر دی، دوسری طرف دوسرے عباسی متوسلین میں ایک

* مروج الذهب جلد ۶ ص ۳۶۳ مطبوعہ یورپ۔ * مقدمہ ابن خلدون ص ۱۳۔

* طبری جلد ۱ ص ۶۷۰۔ * مقدمہ ابن خلدون ص ۱۳۔ * ابن اثیر جلد ۶ ص ۵۸۔

جماعت ان کے خلاف ہو گئی جس نے ہارون رشید کو ان کے خلاف درغلانا شروع کر دیا۔ جس میں خود جعفر کے نانہالی رشتہ دار بھی تھے۔ لیکن ہارون رشید پر برا مکہ کا اثر غالب تھا کہ ابتدا میں اس نے ان شکایتوں کی جانب توجہ نہ کی، مگر پھر ان کی خود سری نے ہارون رشید کے دل میں بھی رفتہ رفتہ یہ بات جمادی کہ یہ سب اس کو عضو معطل بنا کر سلطنت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے کہ محض نقطہ نظر کے بدل جانے سے وہ شے جو کبھی ممدوح معلوم ہوتی ہے مذموم نظر آنے لگتی ہے۔ اس کا یہ عبرت انگیز واقعہ سننے کے لائق ہے کہ دجلہ کے ساحل پر قصر شاہی کے بالمقابل برا مکہ کے محلات و قصور تھے۔ ہارون کے طبیب خاص سختی شروع کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہارون رشید کے پاس گیا۔ اس وقت برا مکہ کے محل کے سامنے سوار و پیادہ حاجتمندوں کا جھوم تھا۔ ہارون رشید نے کہا اللہ تعالیٰ یحییٰ کو جزائے خیر دے اس نے مجھ کو کتنی زمتوں سے بچا کر عیش و آرام کا موقع دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر جانے کا اتفاق ہوا تو پھر وہی منظر تھا، لیکن ہارون برا مکہ سے بدظن ہو چکا تھا۔ اس مرتبہ اس نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ یحییٰ سے سمجھے حکومت کا مختار کل بن گیا ہے اور میرا صرف نام رہ گیا ہے۔

برامکہ کا قتل و جس

غرض مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر برا مکہ کے آفتاب پر زوال آ گیا اور ۱۸ھ میں ہارون نے جعفر کو قتل کر دیا اور یحییٰ اور فضل قید محن میں ڈلوادیے گئے۔ خاندان برا مکہ میں محمد بن خالد کے سوا کوئی فرد قید کی مصیبت سے نہ بچا۔ ان کے محلات، باغات، جائیدادیں، نقد و جنس، غرض کل اثاثہ ضبط کر لیا گیا۔ یحییٰ اور فضل دونوں باپ بیٹے جیل کے مصائب اور سختیاں جھیلتے جھیلتے بالترتیب ۱۹۰ھ اور ۱۹۳ھ میں نہایت بے کسی کے عالم میں مرے۔ یا برا مکہ کا وہ اقبال تھا کہ بڑے بڑے امرا و عمائدان کی آستان بوسی کو فخر سمجھتے تھے ان کی زر پاشیوں نے دجلہ کے بالمقابل سونے اور چاندی کا دریا بہا دیا تھا۔ ان کا محل فقیروں اور مسکینوں کا بلجا و ماویٰ تھا۔ علما و شعرا اور دوسرے ارباب کمال ان کی فیاضیوں سے مالا مال تھے یا یہ ادب آ یا کہ جعفر کی ماں عبادہ جس کی خدمت میں چار چار سو کنیریں رہتی تھیں، عین عید کے دن پھٹے پرانے کپڑوں میں محمد بن عبد الرحمن امام مسجد کوفہ کے گھر معمولی امداد کے لیے نظر آتی ہے اور اس کے پاس بکری کی دو کھالوں کے سوا جن میں سے ایک اوڑھتی اور ایک بچھاتی ہے اور کچھ میں ہے۔ جعفر کے قتل کے بعد ہارون کی مسرتوں کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ اس کے بعد پھر کبھی اس کے چہرہ پر خوشی کی جھلک نظر نہ آئی اور وہ ہمیشہ ان کے غم میں سگوں رہا۔

وفات

برکی خاندان کی تباہی کے چند ہی برسوں بعد اس کا بھی وقت آخر ہو گیا۔ ۱۹۳ھ میں اس نے ایک مہم میں خراسان کا سفر کیا۔ طبیعت پہلے سے کچھ ناساز تھی، جرجان پہنچ کر زیادہ خراب ہو گئی۔ اس لیے طوس لوٹ آیا۔ علاج معالجہ سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جب زندگی سے مایوس ہو گیا تو خود اپنی قبر کھدوائی اور اس میں قرآن پڑھوایا اور جمادی الثانی ۱۹۳ھ میں طوس کے غربت کدہ میں انتقال کیا۔ اس وقت ۴۷ سال کی عمر تھی، مدت خلافت ۲۳ سال۔

ہارونی عہد کی خصوصیات

ہارون رشید دولت عباسیہ کا گل سرسبد اور اس کا عہد عباسی حکومت کا دور زریں تھا۔ اس کے زمانہ میں دولت عباسیہ علمی، تمدنی، سیاسی ہر حیثیت سے اوج کمال پر پہنچ گئی۔ بیت الحکمت جس سے عباسی حکومت میں علوم و فنون کا دروازہ کھلا، اسی کے زمانہ میں قائم ہوا۔ عربی اور ایرانی تمدن کی آمیزش سے ایک ایسا دوآتشہ اور بولقمون تمدن پیدا ہوا جو اس دور کے اسلامی تمدن کا معیار بن گیا۔ ابن طقطقی نے اس کے دور خلافت کی خصوصیات پر یہ مختصر مگر جامع تبصرہ کیا ہے: اس کا دور حکومت بہترین تھا۔ اس کے زمانہ میں حکومت کا بڑا وقار تھا۔ اس میں بڑی رونق اور بڑی بھلائیاں تھیں۔ اس کی سلطنت کا رقبہ بڑا وسیع تھا۔ دنیا کے بڑے حصے سے خراج آتا تھا۔ والی مصر اس کا ایک عامل تھا۔ اس کے دربار میں جتنے علماء، شعرا، فقہا، قضاة، کاتب، ندیم اور گویے جمع ہوئے، وہ کسی خلیفہ کے دربار میں نہ تھے۔ وہ ان میں سے ہر ایک کو انعام دیتا اور بڑے بڑے مدارج پر پہنچاتا تھا۔ وہ خود بھی بڑا فاضل، شاعر، اخبار و آثار و اشعار کا راوی اور صحیح المذاق تھا۔ خواص اور عوام سب کے دلوں میں اس کی ہیبت تھی۔ ❁

ہارونی عہد میں سلطنت نہایت مضبوط ملک شاد آباد، خزانہ معمور تھا اور رعایا مرفہ الحال اور فارغ البال تھی۔ اس کو رعایا کی اصلاح و بہبود کی اتنی فکر رہتی تھی کہ وہ بہ نفس نفیس اس کے حالات کی جستجو کرتا تھا۔ اس کی جستجو کے واقعات نے افسانے کی شکل اختیار کر لی ہے، لیکن افسانے حقیقت سے خالی نہیں۔ اپنے زمانہ میں اس نے حکومت کے استحکام، عدل و انصاف کے قیام اور رعایا کی فلاح کے بہت سے کام انجام دیئے۔ گو اسلامی خلافت کے ضوابط اور اسلامی اصول حکمرانی قرآن مجید اور احادیث نبوی میں موجود ہیں اور عہد رسالت اور خلافت راشدہ کے زمانہ میں ان پر عمل ہوتا رہا، لیکن اموی دور سے ان

میں بے عنوانی شروع ہو گئی تھی جو عباسی دور میں بھی قائم تھی۔ عموماً عمال پر کوئی احتساب نہ تھا۔ خراج کی تحصیل وصول میں سختی برتی جاتی تھی۔ شرعی محاصل کے علاوہ اور بہت سی ناجائز آمدنیاں لی جاتی تھیں۔ ہارون رشید نے اس کی اصلاح کے لیے قاضی ابویوسف سے خراج کا قانون مرتب کروایا جو آج بھی کتاب الخراج کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے اگرچہ یہ کتاب دراصل خراج و صدقات و جزیہ وغیرہ محاصل حکومت کے قانون پر ہے، لیکن اس میں حکومت اور رعایا کے تعلقات کی نوعیت ذمی اور مسلمان رعایا کے حقوق و فرائض حکومت کے عمال اور عہدہ داروں کے اختیارات ان کے فرائض ان کی نگرانی وغیرہ اسلامی اصول حکمرانی کے متعلق بہت سی مفید ہدایات ہیں۔ اس کے جستہ جستہ اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں جس سے ہارونی عہد کی اصلاحات کا اندازہ ہوگا۔ کتاب کا آغاز اس تمہید کے ساتھ کیا گیا ہے۔

”امیر المؤمنین نے رعایا سے ظلم کے ازالہ اور اس کی فلاح و بہبود کے لیے خراج، عشور، صدقات اور جزیہ پر ایک جامع کتاب لکھنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو ان امور سے متعلق اس کے فرائض کی تکمیل کی توفیق دے۔ امیر المؤمنین کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی ذمہ داری سپرد کی ہے۔ اس کا ثواب بھی بہت بڑا ہے اور عذاب بھی بہت بڑا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس امت کا ذمہ دار بنایا ہے اور اس کے ذریعہ آپ کو آزمائش میں مبتلا کیا ہے۔ کوئی عمارت جس کی بنیاد تقویٰ پر نہ ہو قائم نہیں رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے بنانے والے پر گردانتا ہے۔ اس لیے اس امت اور رعایا کی جو ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی ہے اس کو ضائع نہ کیجئے۔ عمل میں اللہ تعالیٰ قوت عطا فرماتا ہے اور آج کا کام کل پر نہ اٹھا رکھیے، اگر آپ نے ایسا کیا تو اس کو ضائع کر دیا۔ موت انسان کی آرزوؤں سے زیادہ قریب ہے۔ اس لیے عمل میں جلدی کیجئے۔ موت کے بعد پھر عمل کا موقع نہیں ہے۔ بادشاہوں کو اپنے رب کے بارے میں وہی چیز پیش کرنا ہوگی جو چرواہا اپنے مالک کی خدمت میں واپس کرتا ہے یعنی (رعایا) اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس چیز کا والی بنایا ہے اس میں حق و انصاف کو قائم کیجئے، اگرچہ تھوڑی دیر سہی۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ خوش قسمت وہ راعی ہوگا جس کے ذریعہ اس کی رعایا کو خوش بختی حاصل ہوئی ہو۔ کج روی اختیار نہ کیجئے، ورنہ رعایا بھی سیدھی راہ سے ہٹ جائے گی۔ خواہش نفس کی تعمیل اور غصہ کی بنا پر مواخذہ کرنے سے بچئے۔ جب آپ کے سامنے ایسے دو امور آئیں جن میں سے ایک میں دنیا کا بھلا ہو اور دوسرے میں آخرت کا تو آخرت والے امر کو اختیار کیجئے۔ دنیا فانی اور آخرت پائیدار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف ہمیشہ نگاہ میں رکھیے۔ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں قریب و بعید سب کو برابر سمجھئے اور اس بارہ میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کا خوف

نہ کیجئے۔ خوف دل سے ہوتا ہے زبان سے نہیں۔ تقویٰ اختیار کیجئے، وہ احتیاط سے حاصل ہوتا ہے۔ جو شخص اللہ کے لیے تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بچاتا ہے۔

مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ خراج کے عمال اپنی جانب سے ایسے تحصیلداروں کو بھیجتے ہیں جو ظلم کرتے اور ناجائز مال وصول کرتے ہیں۔ اس خدمت پر صالح اور پاک دامن لوگوں کو مقرر کرنا چاہیے۔ جب اس پر آپ کسی عامل کا تقرر کیجئے اور وہ اپنی جانب سے کسی امین دیاندار اور معتبر آدمی کو یہ خدمت سپرد کرے تو اس کو اس آمدنی سے مقررہ دستور کے مطابق مناسب معاش دی جائے، لیکن وہ اتنی زیادہ نہ ہو جس میں صدقات کی کل آمدنی ہی ختم ہو جائے۔

جو شخص اس خدمت پر مامور کیا جائے اس کو فقیہ عالم اور امین ہونا چاہیے اور اس کو اہل الرائے سے مشورہ کرنا چاہیے۔ عموماً ان کے تقرر میں احتیاط نہیں کی جاتی، بلکہ جو شخص چند دنوں تک کسی والی کے در سے چھٹ جاتا ہے اس کو مسلمانوں کی گردن پر سوار کر دیا جاتا ہے، خواہ اس کے اخلاق پاک دامنی اور سلامت روی کا کوئی علم نہ ہو۔

خراج کے عمال کے تقرر میں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ وہ ظالم اور خراج ادا کرنے والوں کی تحقیر و تذلیل کرنے والے نہ ہوں۔ ان کی عام پالیسی نرم، لیکن خفیف سختی آمیز ہونی چاہیے، مگر اس طرح کہ کسی شخص پر ظلم و زیادتی نہ ہونے پائے۔ مسلمانوں کے ساتھ نرمی، نافرمانوں کے ساتھ سختی، ذمیوں کے ساتھ عدل، مظلوم کے ساتھ انصاف، ظالم پر درشتی اور عام لوگوں سے درگزر کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ والی خراج کی جانب سے جو ظلم و زیادتی بھی ہوگی وہ بالائی حکم (خلیفہ کا حکم) پر محمول کی جائے گی اور ماتحتوں کے لیے سند جواز سمجھی جائے گی، اگر ان میں سے کسی ایک کو پوری سزا دی جائے گی تو دوسروں پر اس کا اثر پڑے گا اور وہ ڈریں گے ورنہ سب جبری ہو جائیں گے اور خراج دینے والوں پر زیادتی اور ان سے ناجائز مال وصول کریں گے۔ اس لیے جب کسی عامل یا والی پر ظلم رعایا کے مال میں خیانت، فتنی کے مال میں حرام خوری یا بدکرداری ثابت ہو جائے تو اس کو اس کے عہدہ پر برقرار رکھنا اس سے مدد لینا رعایا کے کسی معاملہ میں اس کو مختار بنانا اور حکومت کے معاملات میں شریک کرنا حرام ہے۔ اس کو ایسی عبرت ناک سزا دینی چاہیے جس سے دوسروں کو سبق ہو اور آئندہ ایسے کاموں کی جرأت نہ کریں۔

مجھ کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سرکاری خبر رساں اور پرچہ نگار خبروں میں بے احتیاطی کرتے ہیں اور حکام اور رعایا کے جن حالات سے ان کو واقف اور باخبر ہونا چاہیے اس سے بے توجہی کرتے ہیں۔ رعایا کے معاملات میں حکام کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور ان کی زیادتیاں اور صحیح خبریں چھپاتے ہیں۔ ایسا بھی

ہوتا ہے کہ جو دالی اور عمال ان کو راضی نہیں رکھتے ہیں، ان کے متعلق غلط خبریں دیتے ہیں۔ ان امور کی پوری تحقیقات ضروری ہے۔ اس جگہ کے لیے ہر شہر اور آبادی کے عادل اور ثقہ لوگوں کا انتخاب کرنا چاہیے اور بیت المال سے ان کو تنخواہ ملنی چاہیے۔ کسی غیر عادل خبر رساں کی اطلاع کو قبول نہ کرنا چاہیے۔ اس کا اہتمام ضروری ہے کہ خبر رساں رعایا اور حکام کی کوئی خبر نہ چھپانے پائیں اور نہ اس میں اپنی جانب سے کوئی اضافہ کریں۔ ایسا کرنے والوں کو سزا دی جائے۔ قضاۃ والیوں اور دوسرے عہدہ داروں پر خبر رساںوں کی نگرانی ضروری ہے، لیکن جب تک وہ عادل اور ثقہ نہ ہوں، ان کی بھیجی ہوئی اطلاعات قبول نہ کی جائیں۔ ❀

ان اقتباسات سے اس کا پورا اندازہ ہو جاتا ہے کہ حکومت کے نظم اور عدل و انصاف کے قیام کے تمام اساسی اصول اس میں آگئے ہیں۔ ہارون رشید نے ان اصولوں کو اپنا راہنما بنایا، چنانچہ خراج کی تحصیل وصول میں سختی کو یک قلم موقوف کر دیا۔ ❀ سواد کے علاقہ میں خراج کی مقررہ شرح سے زیادہ جو دسواں حصہ لیا جاتا تھا، اس کو بند کر دیا۔ ❀ عمال کے تقرر کے وقت ان کو عدل و انصاف کی ہدایت کرتا۔ ❀ ظالم اور خائن عمال کو نہایت عبرت انگیز سزا دیتا۔

ایک نامور اور مقتدر عباسی امیر علی بن عیسیٰ کے جو روزِ ظلم سے مسلمان اور ذمی اور ادنیٰ و اعلیٰ سب عاجز تھے۔ وہ خراسان کے اعیان و عمامہ تک کی تذلیل و تحقیر کرتا تھا اور سب سے ناجائز روپیہ وصول کرتا تھا، لیکن ہارون رشید کو خوش رکھتا تھا۔ اس لیے اس کو اس کی زیادتیوں کی خبر نہ ہونے پاتی تھی، لیکن جب اس کے مظالم حد سے بڑھ گئے اور ہارون رشید کے پاس بیہم اس کی شکایتیں بھیجیں تو اس نے بڑی ذلت کے ساتھ علی بن عیسیٰ کو معزول کر کے اس کی جگہ ہرثمہ بن اعین کا تقرر کیا۔ (طبری میں اس کی پوری تفصیل ہے) ❀

علی بن عیسیٰ کو معزول کر کے ہارون رشید نے اس کو تقرر کا جو پروانہ لکھا تھا اس سے ہارون کی سیاست پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ اس لیے اس کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

”میں نے تمہارا مرتبہ بڑھایا، تمہارا نام بلند کیا، سردارانِ عرب کو تمہارے نقش قدم پر چلایا، سلاطینِ عجم کی اولاد میں تمہارا رشتہ قائم کیا اور ان کو تمہارا تابع فرمان بنایا۔ اس کا بدلہ تم نے یہ دیا کہ مجھ سے عہد شکنی کی، میرے احکام کو پس پشت ڈال کر ملک میں فتنہ و

❀ یہ نکلے کتاب الخراج میں متفرق مقامات پر ہیں۔ ہم نے ان کو ایک جگہ نقل کر دیا ہے۔

❀ یعقوبی ج ۲ ص ۵۰۱۔ ❀ ابن اثیر جلد ۶ ص ۳۹۔

❀ ابن اثیر جلد ۶ ص ۳۹۔ ❀ طبری جلد ۱۱ ص ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴

فساد برپا اور رعایا پر ظلم کیا اور اپنی بدکرداری، حرص و طمع اور خیانت سے اللہ اور اس کے خلیفہ کو ناراض کیا۔ اس لیے میں نے تم کو معزول کر کے ہرثمہ بن العین کو خراسان کا والی بنایا ہے اور اس کو حکم دیا ہے کہ وہ تم پر تمہاری اولاد تمہارے کاتبوں اور ماتحت عہدہ داروں پر سختی کر کے تم سے ایک ایک درہم وصول کر لیں اور مسلمانوں اور ذمیوں سے تم نے جس قدر مال ناجائز حاصل کیا ہے اس کو حاصل کر کے اس کے مستحقین کو واپس کر دیں اور اگر تم اور تمہارے متعلقین اس میں مزاحمت کریں تو تازیانہ کی سزا دی جائے۔ تم لوگ ان سب سزاؤں کے مستحق ہو جو عہد توڑنے اور ظلم و زیادتی کرنے والوں کے لیے ہیں۔ تم اللہ، خلیفہ، مسلمان اور ذمی سب کے مجرم ہو۔“

اور ہرثمہ کو لکھا

”میں تم کو خراسان اور اس کے تمام ماتحت علاقوں کا حاکم مقرر کرتا ہوں اور تم کو اللہ کے خوف، اس کی اطاعت، اس کے احکام کی رعایت اور ان کی حفاظت کا حکم دیتا ہوں۔ جملہ امور میں کتاب اللہ کو اپنا راہنما بناؤ۔ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو۔ مشتبہ امور میں خود فیصلہ نہ کرو بلکہ دین کے واقف کاروں اور کتاب اللہ کے عالموں سے پوچھو اور علی بن عیسیٰ اور اس کے متعلقین کے پاس حکومت عام مسلمانوں اور ذمیوں کا جس قدر ناجائز مال ہو اس کو وصول کر کے ان کے مستحقین کے پاس پہنچا دو اور مجرمین کو مونے کپڑے پہنا کر میرے پاس بھیج دو۔ میں نے اس حکم میں اپنے نفس کی خواہش کے مقابلہ میں (بارون رشید علی بن موسیٰ کو بہت مانتا تھا) اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دین کی حرمت کو بہت ترجیح دی ہے۔ اس لیے تم بھی اس کی تعمیل کرو اور جن جن اضلاع سے تمہارا گزر ہو وہاں کے حکام کے ساتھ ایسا طرز عمل اختیار کرو کہ وہ تم سے متوحش، مشتبہ اور خوف زدہ نہ ہوں۔ خراسان کے سرحدی علاقہ کے باشندوں کی خواہش کو پورا کرو۔ ان کی معذرت قبول کر کے ان کو امان دو (سرحدی علاقے کے باشندے علی بن عیسیٰ کے ظلم و جور کی وجہ سے حکومت سے آمادہ بغاوت ہو گئے تھے) اور ایسا طرز عمل اختیار کرو جس سے اللہ تعالیٰ، خلیفہ اور رعایا سب کی خوشنودی اور رضامندی حاصل ہو۔“

طبری نے ان احکام کو مفصل لکھا ہے۔ ہم نے صرف ضروری خلاصہ نقل کیا ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھو جلد ۱۱ ص ۱۹۱۹۔

علمی خدمات اور علما و اصحاب علم کی قدردانی

علم و فن اور علما و اصحاب کمال کا قدردان اور سرپرست اور بے کسوں اور حاجتمندوں کا ملجی و ماویٰ تھا۔ فیاضی اور سیرچشمی میں وہ اپنے پیش روؤں سے بڑھ گیا تھا۔ خطیب کا بیان ہے کہ ہارون فیاضی اور داد و دہش کے علاوہ اخلاق و عادات میں منصور کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا تھا اور مانگنے پر اور بے مانگے دونوں حالتوں میں بڑے گراں قدر عطیے دیتا تھا۔ کوئی شخص جس کو اس سے ادنیٰ تعلق بھی تھا اس کے در سے محروم نہیں رہا۔ علما و اصحاب کمال سے رغبت و فقہ و فقہا اور شعر و شعرا سے محبت رکھتا تھا اور ادب و ادب کی عظمت کرتا تھا۔ ❀

علما کا جس قدر احترام کرتا تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ اس نے ایک مرتبہ ایک نابینا عالم ابو معاویہ ضریر کی دعوت کی اور خود ان کے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ابو معاویہ سے پوچھا آپ کو معلوم ہے کہ کون آپ کے ہاتھ پر پانی ڈال رہا ہے؟ ابو معاویہ نابینا تھے ان کو اندازہ نہیں ہو سکا تھا بولے ”نہیں“ ہارون نے کہا میں نے خود یہ خدمت انجام دی ہے۔ اس دور کے علما بھی علم کی اتنی عظمت کرتے تھے۔ ابو معاویہ نے اس پر کسی ممنونیت کا اظہار نہیں کیا بلکہ یہ جواب دیا کہ ہاں آپ نے علم کی عزت کے لیے ایسا کیا۔ ❀ وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے امام مالک رحمہ اللہ سے سماع حدیث کے لیے مدینہ کا مخصوص سفر کیا۔ ❀

اس کی علما نوازی اور علم پروری کے بہت سے واقعات ہیں۔ دولت عباسیہ میں علم و فن کا آغاز ابو جعفر منصور نے کیا۔ ہارون نے اس کو اور زیادہ ترقی دی اور بیت الحکمت کے نام سے تالیف و تراجم کا ایک ادارہ قائم کیا اور اس میں بیش قرار تنخواہوں پر علما و مترجمین مقرر کر کے ان سے یونانی، فارسی اور دوسری زبانوں کی متعدد مفید کتابیں ترجمہ کرائیں۔ ❀

اس کا دربار ہر صنف کے اصحاب کمال کا مرکز تھا۔ اس کے تمام وابستگان دولت اور متعلقین خاص اپنے اپنے اوصاف میں منتخب روزگار تھے۔ خطیب کا بیان ہے کہ ہارون کے پاس جیسا نورتن جمع تھا اور کسی فرمانروا کو میسر نہ آیا۔ اس کے وزیر برا مکہ تھے۔ اس کے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ تھے۔ اس کا درباری شاعر مروان بن ابی حفصہ جیسا قادر الکلام تھا جو اپنے زمانہ کا جریر شمار کیا جاتا تھا۔ اس کا ندیم عباس بن محمد تھا۔ اس کا حاجب فضل بن عباس جیسا مرجع الخلاف تھا۔ اس کا مغنی ابراہیم موصلی جیسا

❀ تاریخ خطیب جلد ۱ ص ۷۔ ❀ تاریخ خطیب جلد ۱ ص ۸۔ ❀ تاریخ الخلفاء ص ۲۹۷۔

❀ تفصیل کے لیے دیکھو اخبار الخلفاء ص ۱۶۹ و طبقات الاطباء جلد اول ص ۱۷۵۔

یگانہ روزگار گویا تھا۔ اس کی بیوی ام جعفر (زبیدہ) جیسی مخیر خاتون تھی، جس نے نیکی اور رفاه عام کے بہت سے کام انجام دیئے۔ ❁

ہارون کی خوش قسمتی سے اس کو وزراء بھی ایسے ملے تھے جو کسی فرمانروا کو مشکل سے میسر آ سکتے ہیں۔ برکلی خاندان نہ صرف عباسی وزارت میں بلکہ دنیا کی تاریخ میں اپنے اوصاف و کمالات اور کارناموں میں ممتاز ہے۔ وہ ہارون سے بھی زیادہ علم دوست، علما نواز، بلند نظر، خوش مذاق، مخیر اور فیاض تھے۔ ان کا آستانہ ہر صنف کے اصحاب کمال کا مرجع تھا۔ انہوں نے جو کارنامے انجام دیئے اور عباسی حکومت کو علم و تمدن کے جس درجہ تک پہنچایا، اس کی تفصیل کے لیے مستقل کتاب درکار ہے۔ ان کے دور وزارت کے متعلق ابن طباطبائی، جمالی تبصرہ بالکل صحیح ہے:

”برا مکہ کا دور وزارت جبین دہر کا نور اور زمانہ کے سر کا تاج تھا۔ ان کے مکارم ضرب النشل تھے۔ وہ دنیا کا مرجع آمال تھے اور لوگ کھینچ کھینچ کر ان کے آستانہ پر آتے تھے۔ دنیا نے اپنی ساری نعمتیں ان کے سامنے سجادی تھیں۔ بچی اور اس کے لڑکے ان کے انجم تاباں“

اس لیے سیوطی کے بقول ہارون رشید کا پورا دور سراسر خوبی تھا اور اس کا ہر روز روز عید اور ہر شب شب برأت معلوم ہوتی تھی۔ اس کے دور کی تمام ترقیوں کا حال کتاب کے آخر میں آئے گا۔

اخلاق و سیرت

وہ مجموعہ اوصاف تھا۔ اس میں متضاد اوصاف جمع تھے۔ ایک طرف اس کی زندگی بڑی پر شکوہ رنگین اور عیش پرستانہ تھی۔ اس کی رنگینیوں نے عباسی تہذیب کو تماشا گاہ عالم بنا دیا تھا، دوسری طرف وہ بڑا دین دار اور پابند شریعت، علم دوست اور علما نواز تھا، لیکن اس کی رنگینی کی داستانوں میں اس کی زندگی کا مذہبی رخ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

خطیب اور طبری کا بیان ہے کہ وہ محرمات کی عزت کرتا تھا۔ روزانہ سو رکعت نفل پڑھتا تھا۔ ایک ہزار درہم روزانہ خیرات کرتا تھا۔ اکثر حج کرتا تھا اور سوعلا اور فقہاء کو اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔ جس سال خود نہ جاسکتا اس سال تین سو آدمیوں کو نقد و جنس کے ساتھ بھیجتا۔ حج میں بڑی الحاح و زاری سے دعائیں مانگتا، مناسک حج ادا کرتے وقت آنکھوں سے آنسو رواں رہتے تھے۔ ❁

جہاد کا شوق اور شہادت کا بڑا اولولہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ محدث ابو معاویہ نے اس سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری آرزو ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا

جاؤں پھر مارا جاؤں۔ یہ حدیث سن کر روتے روتے ہارون کی ہچکی بندھ گئی۔ اس ولولہ کا یہ اثر تھا کہ پابندی سے وہ ایک سال حج کرتا تھا اور ایک سال جہاد میں شریک ہوتا تھا۔ ❁

رسول اللہ ﷺ کی محبت سے سرشار تھا۔ جب اس کے سامنے آپ کا نام مبارک لیا جاتا تو صلی اللہ علیہ وسلم علی سیدی کہتا۔ ایک مرتبہ ابو معاویہ نے ایک حدیث بیان کی۔ ایک شخص نے اس پر اعتراض کیا۔ ہارون جوش غضب سے لبریز ہو گیا اور کہا یہ شخص زندیق ہے رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر اعتراض کرتا ہے اور اسی وقت تلوار منگوائی ابو معاویہ نے سمجھا بجھا کر غصہ ٹھنڈا کیا۔ ❁

علماء اور صلحا کی صحبت بہت مرغوب تھی۔ مشہور محدث سفیان ثوری اور مشہور زاہد فضیل بن عیاض اور ابن سماک سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ ان سے درخواست کر کے چند و نصائح سنتا۔ ایک مرتبہ ابن سماک سے نصیحت کی درخواست کی۔ انہوں نے فرمایا اللہ سے ڈرا کر جس کا کوئی شریک نہیں اور اس پر یقین رکھ کہ کل تجھے اللہ کے روبرو جانا ہے اور وہاں تجھے دو مقاموں میں سے ایک مقام اختیار کرنا ہے جس کے علاوہ تیسرا مقام نہیں ہے۔ یہ مقام جنت و دوزخ ہے۔ یہ سن کر ہارون رشید اتار دیا کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ یہ حالت دیکھ کر ہارون کے حاجب فضل بن ربیع نے کہا سبحان اللہ امیر المؤمنین کے جنت جانے میں بھی کوئی شبہ ہے۔ وہ اللہ کے حقوق ادا کرتے ہیں اس کے بندوں کے ساتھ عدل کرتے ہیں اس کے صلہ میں انشاء اللہ ضرور جنت میں جائیں گے۔ ابن سماک نے ہارون سے فرمایا۔ امیر المؤمنین اس دن فضل تیرے ساتھ نہ ہوگا اس لیے اللہ سے ڈرتا رہ اور اپنے نفس کی دیکھ بھال رکھ۔ یہ سن کر ہارون پھر زار زار رویا۔ ❁

ایک مرتبہ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے حسین چہرے والے تو اس امت کا ذمہ دار ہے۔ تجھی سے اس کی باز پرس ہوگی۔ یہ نصیحت سن کر ہارون زار و قطار رویا۔ منصور بن عمار کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں تین آدمی رفیق القلب تھے۔ خثیت الہی سے جن کی پلکوں پر آنسو رکھے رہتے تھے۔ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ، ابو عبد الرحمن زاہد رضی اللہ عنہ اور ہارون رشید۔ ❁

ایک مرتبہ ابن سماک کے سامنے ہارون نے پینے کے لیے پانی مانگا۔ خادم نے حاضر کیا۔ ابن سماک نے ہارون سے پوچھا اگر یہ پانی روک دیا جائے تو اس کو حاصل کرنے کے لیے کتنی قیمت تک میں خرید دوں گا؟ اس نے کہا نصف سلطنت کے عوض۔ جب ہارون پانی پی چکا تو پھر پوچھا کہ اگر یہ پانی

❁ اغفری ص ۱۷۵۔ ❁ تاریخ خطیب جلد ۳ ص ۷۶۔

❁ طبری جلد ۱۱ ص ۴۵۰۔ ❁ تاریخ خطیب جلد ۱۲ ص ۸۔

بدن سے خارج نہ ہو سکے تو اس کے نکالنے میں کتنا خرچ کرو گے؟ ہارون رشید نے کہا کل سلطنت۔
ابن سماک بولے جس سلطنت کی قیمت ایک چلو بھر پانی ہو اس کے لیے جھگڑنا نہ چاہیے۔ یہ حکیمانہ
نصیحت سن کر ہارون رو دیا۔ ❁

ہارون کے ان اوصاف کی وجہ سے فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ جیسا زاہد اس سے محبت کرتا تھا
چنانچہ وہ فرماتے تھے کہ لوگ اس شخص کو ناپسند کرتے ہیں، لیکن مجھے یہ بہت محبوب ہے۔ ❁



محمد الامین بن ہارون

(۱۹۳ھ تا ۱۹۸ھ مطابق ۸۰۹ء تا ۸۱۳ء)

ہارون کے انتقال کے بعد اس کا ولی عہد محمد امین تخت نشین ہوا۔ یہ تاریخ اسلام کی نامور خاتون زبیدہ کے بطن سے تھا۔ زبیدہ ہاشمیہ تھی۔ اس لیے امین کی رگوں میں ماں باپ دونوں کی جانب سے خالص ہاشمی خون تھا۔ یہ خصوصیت اس کے علاوہ کسی عباسی خلیفہ کو حاصل نہ تھی۔ ہارون نے طوس میں وفات پائی تھی جو عمائد اور ارکان سلطنت اس کے ساتھ تھے ان سے فضل بن ربیع نے امین کی بیعت لی اور اس کے اٹھارہویں دن بغداد میں بیعت عام ہوئی اور جمادی الاول ۱۹۳ھ میں امین تخت پر بیٹھا۔

رافع بن لیث کی شورش اور اس کی اطاعت

رافع بن لیث نے ہارون کے زمانہ میں علم بغاوت بلند کیا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کی شورش اور بڑھ گئی اور اس نے بلخ، طخارستان، صغد اور ماوراء النہر کی غیر مسلم قوموں کو جو مسلمانوں کی دشمن تھیں، ساتھ ملا کر قتل و غارت سے بڑی شورش اور بدامنی پھیلا دی اور بہت سے علاقوں میں آگ لگادی۔ ہارون اپنی وفات سے پہلے ہرثمہ بن اعین کو اس مہم پر مامور کر گیا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد ہرثمہ نے بڑی خونریز جنگ کے بعد رافع کو شکست دی اور اسے بے بس ہو کر ہرثمہ کے دامن میں پناہ لینی پڑی۔ ❁

امین و مامون میں اختلاف

ہارون نے ایک سلطنت کے دو فرمانروا بنا کر غلطی کی تھی۔ اس کے نتائج اس کی آنکھ بند ہوتے ہی نکلنے لگے۔ مامون خراسان کا مستقل فرمانروا تھا۔ صرف خطبہ کی حد تک اس کو بغداد کی مرکزی حکومت سے تعلق تھا۔ خراسان کی مہم میں ہارون کے ساتھ جو خزانہ فوج اور خدم و حشم تھا، وہ سب مرنے سے پہلے مامون کو دے گیا تھا۔ اس سے امین کے دل میں مامون کے ساتھ اور بنائے خصامت بڑھ گئی، لیکن باپ کی زندگی میں کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کے مرض الموت کی خبر سن کر فضل بن ربیع اور ان ارکان سلطنت کے پاس جو ہارون کے ہم رکاب تھے، خفیہ کہلا بھیجا کہ امیر المؤمنین کے انتقال کے بعد کل

❁ یعقوبی جلد ۲ ص ۵۲۸۔

خراسان فوج اور خدم و حشم اس کے پاس بغداد بھجوا دیا جائے۔

فضل بن ربیع مامون کو ناپسند کرتا تھا۔ اس کا بڑا سبب تو یہ تھا کہ امین میں کوئی صلاحیت نہ تھی۔ اس کے مقابلہ میں مامون مدبر اور دانشمند تھا اس لیے فضل بن ربیع امین پر آسانی کے ساتھ حاوی ہو سکتا تھا اور مامون کے یہاں اس کا چراغ جلنا مشکل تھا۔ دوسرے برا مکہ کی تباہی میں فضل بن ربیع کا بھی ہاتھ شامل تھا اور مامون پر اس خاندان کا بڑا اثر تھا۔ اس لیے فضل کو اس کی جانب سے انتقام کا بھی خطرہ تھا۔ اس لیے وہ اندرونی طور سے مامون کے خلاف تھا۔ امین کے حکم سے اسے علانیہ مخالفت کا موقع مل گیا اور وہ ہارون کی وصیت کے خلاف جملہ سامان لے کر امین کے پاس بغداد روانہ ہو گیا۔ ❀

مامون کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ارکان سلطنت سے مشورہ کیا۔ انہوں نے رائے دی کہ ابھی وہ لوگ زیادہ دور نہیں گئے ہیں۔ اس لیے آپ خود جا کر انہیں واپس لے آئیے، لیکن تجربہ کار ذوالریاستین فضل بن سہل نے مخالفت کی اور کہا کہ اگر آپ گئے تو وہ لوگ آپ کو پکڑ کر امین کے پاس سوغات میں پیش کریں گے۔ پہلے آپ امر کو خط لکھ کر انہیں عہد شکنی سے روکیے، اگر وہ نہ رکیں گے تو پھر کوئی دوسری تدبیر کی جائے گی، چنانچہ مامون نے سہل بن سعد کو خط دے کر فضل بن ربیع کے پاس بھیجا۔ وہ اس کو نیشاپور میں ملا۔ اس نے کہا میری حیثیت تو ایک معمولی سپاہی کی ہے۔ میرے اختیار میں کیا ہے۔ ایک دوسرے شخص عبدالرحمن بن جبلة انباری نے نیزہ تان کر کہا اپنے آقا سے جا کر کہہ دو کہ اگر وہ یہاں موجود ہوتا تو یہ نیزہ اس کے جسم میں پیوست ہوتا۔ قاصد نے واپس آ کر یہ صورت حال مامون سے بیان کی۔ وہ سن کر بہت دل شکستہ ہوا۔ ذوالریاستین نے تسلی دی کہ آپ گھبرائیے نہیں، خراسان میں آپ کا بال بھی بیکا نہیں ہو سکتا۔ میں آپ کو خلافت دلانے کا ذمہ دار ہوں۔ اس کی اس حوصلہ افزائی پر مامون نے اسے مختار کل بنا دیا۔ ❀

ذوالریاستین بڑا مدبر اور عالی دماغ تھا۔ پہلے اس نے خراسانی امر کو ملانے کی کوشش کی، لیکن جب اس میں ناکامی ہوئی تو مامون نے ذوالریاستین کے مشورہ سے قیام حق، عمل بالحق اور احیائے سنت کی عام دعوت دی اور خود عدل و انصاف میں خاص اہتمام کرنے لگا۔ اس تدبیر سے چند ہی دنوں میں سارا خراسان اس کا گرویدہ ہو گیا۔ اس کے علاوہ مامون نے چوتھائی خراج معاف کر دیا۔ اس کا اتنا اچھا اثر پڑا کہ سارا خراسان مامون کے ساتھ ہو گیا اور ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ مامون ہمارا بھانجا (مامون کی ماں عجمی تھی) اور ہمارے نبی ﷺ کا ابن عم ہے۔ ❀

امین کا نقض عہد

دوسری طرف فضل بن ریح نے خراسان سے واپس آنے کے بعد امین اور مامون کے اختلاف کو پائیدار کرنے کے لیے امین کو آمادہ کیا کہ وہ مامون کو ولی عہد سے خارج کر کے اپنے لڑکے موسیٰ کو ولی عہد بنادے۔ مامون کے دوسرے مخالفین نے بھی اس کی تائید کی، لیکن امین کے حقیقی خیر خواہوں نے مخالفت کی اور کہا نقض عہد کی مثال قائم ہو جانے کے بعد آپ کے ساتھ جو عہد و پیمان ہوں گے ان کے توڑنے میں بھی لوگوں کو تامل نہ ہوگا۔ اس لیے امین نے مامون کا نام خارج تو نہیں کیا، لیکن اس کے ساتھ موسیٰ کا نام بھی خطبہ میں داخل کر دیا۔ مامون کو اطلاع ہوئی تو اس نے شاہی نشان سے امین کا نام خارج کر دیا اور بغداد سے اپنا تعلق بالکل منقطع کر لیا۔ اس واقعہ کے چند دنوں کے بعد امین نے مامون کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ موسیٰ کی ولی عہدی منظور کر لے اور فوراً بغداد حاضر ہو۔ مامون نے دونوں باتوں کو مسترد کر دیا۔

یہ گویا ایک طرح سے اعلان جنگ تھا۔ اس لیے ذوالریاستین نے حفاظتی تدبیریں شروع کر دیں اور امین کے ایک درباری عباس بن موسیٰ کو خفیہ ملا کر امین کے دربار میں اپنا جاسوس مقرر کر دیا جو برابر وہاں کی خبریں خراسان بھیجتا رہا۔ مامون کا جواب ملنے کے بعد امین نے اس سے دوسرا مطالبہ یہ کیا کہ وہ خراسان کے بعض حصے بغداد کی حکومت سے ملحق کر دے اور اس کے نامہ نگار کو خراسان میں رہنے کی اجازت دے، لیکن مامون نے ان دونوں مطالبوں کو ماننے سے بھی انکار کر دیا اور سرحدوں کی ناکہ بندی کر کے خبر رسانی اور جاسوسی کے دروازے بند کر دیے۔ ❀

مخالف حکمرانوں سے صلح

امین سے اختلاف کے ساتھ مامون کے لیے دوسری مشکل یہ پیش آئی کہ خراسان کے سرحدی علاقہ کے کئی فرمانروا اس کے خلاف ہو گئے، چنانچہ تبت کا بادشاہ مخالف ہو گیا، جغو یہ کے فرمانروا نے علم بغاوت بلند کیا، ترک حکمرانوں نے خراج دینا بند کر دیا، لیکن ذوالریاستین کی خوش تدبیری سے یہ گتھیاں آسانی کے ساتھ سلجھ گئیں۔ مامون نے شاہ تبت اور جغو یہ کو آزاد حکمران تسلیم کر لیا۔ ترک سلاطین کا خراج معاف کر دیا اور کابل سے صلح کر لی۔ شاہ تبت سے مصالحت کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ آئندہ کے لیے مامون کو تبت میں ایک جائے پناہ مل گئی۔ ان امور کی جانب سے اطمینان حاصل ہونے کے بعد

مامون نے امین کو لکھ بھیجا کہ میں خراسانی سرحد کا محافظ ہوں۔ والد نے مجھ کو یہاں سے ہٹنے کی ممانعت کر دی تھی اس لیے حاضری سے معذور ہوں۔ ❊

معاهدوں کا چاک کرنا

اس جواب کے بعد امین نے اس کا نام ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے صغیر السن بچہ موسیٰ کو ولی عہد بنا دیا اور تمام ممالک محروسہ میں فرمان جاری کر دیا کہ آئندہ سے خطبہ میں مامون کے بجائے موسیٰ کا نام لیا جائے اور ہارون کے تمام معاہدے جو اس نے خانہ کعبہ میں محفوظ کروادے تھے منکوا کر چاک کر ڈالے۔ ❊

فوجوں کی روانگی

اور ۱۹۵ھ میں علی بن عیسیٰ بن ہامان کو ۵۰ ہزار فوج کے ساتھ مامون کے مقابلہ کے لیے خراسان بھیجا۔ امین کی ماں زبیدہ خاتون نے خود اس فوج کو روانہ کیا اور فوج کے افسر اعلیٰ علی بن عیسیٰ کو ہدایت کر دی کہ مامون کی گرفتاری کے بعد اس کے ساتھ کوئی اہانت آمیز بدسلوک نہ کیا جائے اس کا احترام ملحوظ رکھا جائے اور ایک چاندی کی زنجیر دی کہ گرفتاری کے بعد اس میں باندھا جائے لیکن تقدیر ان ہدایات پر بس رہی تھی۔ غرض شعبان ۱۹۵ھ میں فوج بغداد سے اس شان سے روانہ ہوئی کہ اہل بغداد نے کبھی ایسا منظر آنکھوں سے نہ دیکھا تھا۔ ❊

جنگ اور شکست

مامون کو بغداد کی تمام خبریں پہنچ رہی تھیں۔ اس لیے وہ مدافعت کے پورے انتظامات کر چکا تھا اور اس کی فوجیں مقابلہ کے لیے روانہ ہو چکی تھیں چنانچہ آگے بڑھ کر علی بن عیسیٰ کو اطلاع ملی کہ طاہر بن حسین خراسانی فوج کے ساتھ مقابلہ کے لیے پہنچ چکا ہے۔ اس لیے علی بھی اسی سمت بڑھا۔ رے سے چند فرسخ کی مسافت پر دونوں کا سامنا ہوا۔ طاہر نے جنگ شروع ہونے سے پہلے فوج میں امین کی فسخ بیعت اور مامون کی بیعت کا اعلان کر دیا تا کہ علی بن عیسیٰ لوگوں کو امین کی بیعت کا فریب نہ دے سکے۔ بغدادی فوج کی تعداد پچاس ہزار تھی۔ اس کے مقابلہ میں خراسانی ۴ ہزار سے بھی کم تھے۔ تاہم

❊ ابن خلدون جلد ۲ ص ۲۳۱-۲۳۲ ❊ طبری جلد ۱۱ ص ۷۹۵۔

❊ ابن خلدون جلد ۲ ص ۲۳۳ والفخری ص ۱۹۵۔

انہوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ طاہر نے بغدادی فوج کا قلب توڑنے میں پورا زور صرف کر دیا اور اس کی فوج کے ایک سپاہی نے علی کو تیر کا نشانہ بنا دیا۔ علی کے قتل ہوتے ہی بغدادی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور خراسانیوں نے ان کی بڑی تعداد قتل کر ڈالی۔ طاہر نے مامون کو ان الفاظ میں فتح مندی کی بشارت دی کہ امیر المؤمنین کو مژدہ ہو کہ علی کا سر میرے سامنے ہے اس کی انگلی میری انگلی میں ہے اور اس کی فوج میرے قبضہ اقتدار میں ہے۔ ذوالریاستین نے یہ مژدہ مامون کو سنایا اور رعایا نے آ کر سلام خلافت پیش کیا۔ اس کے دو دن بعد علی بن عیسیٰ کا سر پہنچا۔ اس کی تشہیر کرائی گئی۔ ❁

دوسری فوج کی روانگی اور شکست

امین کو جس وقت فوج کی شکست اور علی کے قتل کی اطلاع پہنچی اس وقت وہ اپنے غلام کوثر کے ساتھ حوض پر مچھلیوں کا شکار کر رہا تھا۔ اس وقت بھی اس کے سر پر جوں تک نہ رہی تھی۔ جواب دیا ٹھہرو کوثر نے دو مچھلیاں شکار کر لیں اور مجھے ابھی تک ایک بھی نہیں ملی۔ اس سے فرصت ملنے کے بعد عبدالرحمن بن جبلة انباری کو ہمدان کا والی بنایا اور بیس ہزار فوج کے ساتھ طاہر کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے ہمدان کا محاصرہ کر لیا۔ اس دوران میں طاہر بھی پہنچ گیا۔ ہمدان کے باہر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ عبدالرحمن شکست کھا کر ہمدان میں داخل ہو گیا اور دوبارہ پھر سنبھل کر نکلا، لیکن پھر شکست کھائی اور ہمدان میں قلعہ بند ہو گیا۔ طاہر نے ایسا سخت محاصرہ کیا کہ عبدالرحمن کے لیے طاہر کی پناہ میں آنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہ گیا اور اس نے اپنے کو طاہر کے حوالہ کر دیا۔ قریب ہی قزوین میں امین کا دوسرا عامل کثیر بن قادرہ تھا۔ عقب سے اس کے حملہ کا خطرہ تھا۔ اس لیے عبدالرحمن سے فراغت کے بعد طاہر اس کی طرف بڑھا۔ کثیر قزوین چھوڑ کر بھاگ گیا اور ہمدان اور عراق عجم کا پورا علاقہ مامون کے زیر نگیں ہو گیا۔

عبدالرحمن بن جبلة طاہر کی امان میں آنے کے بعد کچھ دنوں تک اس کی نگرانی میں رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ طاہر اس کی طرف سے غافل ہے، -طعن ہو گیا تو ایک دن دفعۃً اپنے آدمیوں کو لے کر حملہ کر دیا اور قتل کر دیا گیا۔ ❁

تیسری فوج کی روانگی اور واپسی

اس شکست کے بعد امین نے ۱۹۶ھ میں اسد بن یزید، احمد بن مزید اور عبداللہ بن قحطبة کی سرکردگی میں ۲۰ ہزار فوج کی تیسری مہم بھیجی۔ بغدادی فوج خاقین میں خیمہ زن ہوئی۔ اس مرتبہ طاہر

نے مقابلہ کرنے کے بجائے جاسوسوں کے ذریعہ بغدادی فوج میں یہ خبر مشہور کرادی کہ تم لوگ یہاں ہو اور وہاں بغدادی فوجوں کی تتخماہیں تقسیم ہو رہی ہیں۔ یہ تدبیر نہایت کارگر ثابت ہوئی۔ بغدادی فوجوں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ جیسی آئی تھیں ویسی ہی واپس گئیں۔ ان کی واپسی کے بعد ظاہر آگے بڑھ کر حلوان میں مقیم ہوا۔ ❁

عراق میں مامون کی بیعت

عراق میں اہواز سب سے اہم مورچہ تھا۔ بغدادی فوجوں کی واپسی کے بعد مامون نے طاہر کو اہواز کی جانب بڑھنے کا حکم دیا۔ اس نے حسین بن عمرو ستمی کو آگے بھیج دیا اور خود اس کے عقب سے روانہ ہوا۔ جاسوسوں نے اطلاع دی کہ امین کی جانب سے محمد بن یزید اہواز کی حفاظت کے لیے آ رہا ہے۔ اس لیے طاہر نے محمد بن طلوت، محمد بن العلاء عباس بن نجار اور قریش بن شبل کو حسین ابن عمرو کی مدد کے لیے بھیجا اور قریش بن شبل کو حکم دیا کہ محمد بن یزید کے اہواز پہنچنے سے پہلے کسی طرح پہنچ جائے اور خود مزید امدادی فوجوں کی فراہمی کے لیے لوٹ گیا۔

قریش طاہر کی ہدایت کے مطابق محمد بن یزید سے پہلے اہواز پہنچ گیا۔ اس کے بعد بغدادی فوجیں پہنچیں۔ دونوں میں بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ محمد کی فوجیں پسپا ہو گئیں، لیکن اس نے خود لڑ کر جان دے دی اور اہواز اور اسی کے ساتھ یمامہ، بحرین اور عمان پر طاہر کا قبضہ ہو گیا۔ اہواز کے بعد واسط کا رخ کیا۔ یہاں کے حاکم سندھی بن یحییٰ اور یثیم بن شعبہ اس کا رخ دیکھ کر بھاگ گئے اور واسط پر بھی قبضہ ہو گیا۔ طاہر کی ان کامیابیوں اور بغدادیوں کی ناکامی سے اہل عراق کے حوصلے پست ہو گئے اور طاہر نے ایک فوجی افسر کو بھیج کر کوفہ، بصرہ اور موصل کے حکام سے امین کی بیعت منسوخ کرا کے مامون کی تحریری بیعت لے لی اور حارث بن ہشام اور داؤد بن موسیٰ کو قصر ابن ہبیرہ کی طرف بھیجا۔ امین کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے محمد بن سلیمان اور ابن حماد بربری کو روکنے کے لیے روانہ کیا۔ حارث اور داؤد نے انہیں شکست دے کر قصر ابن ہبیرہ پر بھی قبضہ کر لیا۔

کوفہ ان کا مرکز تھا، اس لیے امین نے اسے واپس لینے کی کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ قصر ابن ہبیرہ کے بعد مدائن کا نعرہ تھا۔ یہ گویا بغداد کا دروازہ تھا۔ اس لیے یہاں امین کی جانب سے حفاظت کے بڑے مکمل انتظامات تھے اور بغداد سے فوجوں کا تار بندھا ہوا تھا۔ اس لیے طاہر نے مدائن کا رخ کیا۔ قریش بھی راستہ میں مل گیا۔ مدائن کے حاکم برکی نے مقابلہ کی تیاریاں کیں، لیکن اس کی فوجوں

میں ایسی ابتری پھیلی ہوئی تھی کہ وہ انہیں جنگ کے لیے آمادہ نہ کر سکا۔ اس لیے مقابلہ کا خیال چھوڑ دیا اور اس کی فوجیں بغداد لوٹ گئیں۔ اس طرح مدائن پر بھی قبضہ ہو گیا۔ ❁

اب بغداد بالکل سامنے تھا۔ طاہر نے بڑھ کر نہر صرصر پر جو بغداد سے چار فرسخ کی مسافت پر ہے، مورچہ قائم کیا۔

حرمین کی بیعت

خلافت کا فیصلہ ایک حد تک حرمین کی حکومت اور یہاں کے باشندوں کی بیعت پر تھا۔ یہ دونوں مقامات امین کے قبضہ میں تھے، لیکن امین کی بدعہدی خصوصاً ان معاہدوں کو جنہیں ہارون رشید خانہ کعبہ میں محفوظ کر گیا تھا، چاک کر دینے کا حرمین پر بہت برا اثر پڑا تھا اور مکہ کے حاکم داؤد بن عیسیٰ نے کعبہ کے خدام علمائے مکہ اور عمائد قریش کو جمع کر کے امین کی بدعہدی اور معاہدہ چاک کرنے کا حال سنا کر کہا: ”ایسے شخص کی بیعت فسخ کر کے مامون کی بیعت کر لینی چاہئے۔“ سب نے اس سے اتفاق کیا اور داؤد نے مجمع عام میں تقریر کر کے فسخ بیعت کا اعلان کیا اور اہل مکہ نے مامون کی بیعت کر لی۔ مکہ کے بعد داؤد نے اپنے لڑکے سلیمان حاکم مدینہ کو لکھا۔ اس نے وہاں مامون کی بیعت لی اور رجب ۱۹۶ھ میں حرمین میں مامون کی خلافت تسلیم کر لی گئی۔ مامون داؤد بن عیسیٰ کی اس کارگزاری سے بہت خوش ہوا اور اس کو انعام و اکرام سے نوازا۔ ❁

امین کی ناکامی اور بغداد میں شورش

اد پر گزر چکا ہے کہ طاہر بغداد کے قریب نہر صرصر پر پہنچ چکا تھا۔ امین نے اس کو روکنے کے لیے فوجوں کا تار باندھ دیا، لیکن اس کی ساری کوششیں ناکام رہیں اور اس کی فوجوں کو شکست پر شکست اٹھانی پڑی۔ جب فوجی مقابلہ میں ناکامی ہوئی تو اس نے روپیہ کے زور سے مامون کو شکست دینے کی کوشش کی اور اس کی فوج کے ایک حصہ کو توڑ بھی لیا، لیکن طاہر نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی اور اس کے پاس جتنی فوج باقی رہ گئی تھی اسی کو لے کر اس شجاعت سے مقابلہ کیا کہ بغدادی فوجوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ شکست کھا کر بغداد لوٹ گئیں۔ امین نے ان کا حوصلہ بڑھانے کے لیے افسروں میں روپیہ تقسیم کیا، لیکن عام سپاہیوں کو نظر انداز کر دیا۔ طاہر کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ان کو توڑ کر خود ان کے افسروں سے لڑا دیا۔ امین کو اس کا علم ہوا تو اس نے اس کا تدارک کرنے کے بجائے ان کو سزا

❁ ابن خلدون جلد ۲ ص ۲۳۷ ❁ ابن اثیر جلد ۶ ص ۸۹

دینے کے لیے فوجیں بھیجیں۔ اس وقت طاہر نے ان سب کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ذی الحجہ ۱۹۶ھ میں باب الدینار سے آگے بڑھ کر بستان کی سمت خیمہ زن ہوا اور اپنی فوج کے افسروں ان کے لڑکوں اور خواص کے وظائف و چند کر دیئے۔ باب الدینار بغداد کا ایک دروازہ تھا۔ اس لیے خراسانی فوجوں کی قربت سے شہر میں شورش پیدا ہو گئی۔ اوباشوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ قیدی قید خانہ توڑ کر نکل گئے اور بغداد میں عام بد امنی پیدا ہو گئی۔ ❁

بغداد کا محاصرہ

طاہر اور ہرثمہ بن اعین نے آغاز ۱۹۷ھ میں بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ شہر میں پہلے سے شورش پیدا ہو چکی تھی۔ محاصرہ نے حالت اور زیادہ نازک کر دی۔ خزانہ بالکل خالی ہو گیا تھا۔ روپیہ کی قلت سے بغدادی فوجوں میں بغاوت کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ امین نے سکے ڈھالنے کے لیے تمام نقری و طلائی سامان لگا دیا۔

بغداد کی حالت دیکھ کر امین کے بعض امرا طاہر سے مل گئے۔ بغداد اتنا عظیم الشان شہر تھا کہ اس کے مختلف حصے بجائے خود مستقبل شہر کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی حفاظت کے لیے علیحدہ علیحدہ افسر مقرر تھے۔ ان میں سے جو افسر طاہر سے مل جاتا، اتنا حصہ اس کے قبضے میں آ جاتا تھا۔ طاہر نے یہ اعلان کروا دیا کہ بغدادی امراء بنی ہاشم اور افسران فوج میں سے جو اس کا ساتھ نہ دے گا، بغداد پر قبضہ کرنے بعد اس کی جائیداد ضبط کر لی جائے گی۔ بغداد کی حالت چونکہ روز بروز نازک ہوتی جاتی تھی اس لیے اس اعلان سے خوفزدہ ہو کر بہت سے امرا طاہر کے ساتھ ہو گئے اور تھوڑے دنوں میں امین کی فوج نے ہمت ہار دی اور شہر کے اوباشوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔

یہ بد امنی دیکھ کر بغداد کا شہنشاہ محمد بن عیسیٰ بھی طاہر سے مل گیا۔ اس کے ملنے کے بعد قیام امن کا یہ سہارا بھی جاتا رہا۔ شہر کے اوباشوں نے البتہ امین کی جانب سے خراسانی فوجوں کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی، لیکن عوام کا بے نظام انہوہ باقاعدہ فوج کا کب تک مقابلہ کر سکتا تھا۔ امین کے ساتھ جو افسر باقی رہ گئے تھے، طاہر نے ان کو لکھا کہ اگر وہ مامون کی بیعت کر لیں تو ان کی جان بخشی کی جائے گی۔ اس تحریر پر بہت سے امرا اور افسران فوج اس کے ساتھ ہو گئے اور امین کی قوت بالکل ٹوٹ گئی اور بغداد میں اتنی بد امنی پھیل گئی کہ وہاں کے باشندے گھر بار چھوڑ کر نکل گئے۔ قصر صالح میں اوباشوں نے خراسانی فوج کا مقابلہ کر کے بہت سے آدمی قتل کر ڈالے۔ اس کے انتقام میں طاہر نے

یہاں کی بہت سی عمارتیں مسمار کراڈالیں اور ناکہ بندی کر کے رسد روک دی اور جو کشتیاں بغداد میں غلہ پہنچاتی تھیں انہیں وجہ سے فرات میں منتقل کر دیا۔ اس سے بغداد میں سخت قحط پڑ گیا۔ اس موقع پر بغداد کے اوباشوں نے بڑی بہادری سے خراسانی فوجوں کا مقابلہ کیا اور متعدد افسروں کو جو بغداد کے مختلف حصوں میں قابض ہو گئے تھے نکال دیا اور ان کی فوج کا بڑا حصہ برباد کر ڈالا۔

یہ صورت دیکھ کر طاہر دجلہ کو عبور کر کے آگے بڑھا اور بڑی مشکلوں سے ان کو شکست دے کر ہٹایا، لیکن بغداد کی حالت اتنی ابتر ہو گئی تھی کہ بہت سے امرا شہر چھوڑ کر طاہر سے مل گئے۔ امین کے حقیقی بھائی موتمن نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ خزیمہ بن حازم اور محمد بن علی نے جو ہرثمہ کو آگے بڑھنے سے روکے ہوئے تھے، امین کی بیعت توڑ کر ہرثمہ کو عسکر کرم (بغداد کا ایک حصہ) میں داخل کر دیا۔ ان کے مل جانے سے بغداد میں کوئی مزاحم باقی نہ رہ گیا اور طاہر دوسرے دن شہر میں داخل ہو گیا اور یہاں امن عام کی منادی کرادی۔

بغداد میں شاہی قصور و محلات کا ایک وسیع سلسلہ تھا، جن میں سے ہر ایک محل مستقل قلعہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ طاہر نے ان سب کا محاصرہ کر کے قلعہ شکن آلات نصب کرادیئے۔ اس سلسلہ میں مدینہ المنصور کا بھی جس میں امین فروکش تھا، محاصرہ ہوا۔ گو بہت سے امرا امین کا ساتھ چھوڑ چکے تھے پھر بھی ان کی تھوڑی تعداد اس کے ساتھ تھی۔ مدینہ المنصور کے محاصرہ کے بعد ان میں سے اکثر امرا اور افسران فوج سے لے کر لوٹنی غلاموں تک نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ صرف چند مخصوص جان نثار باقی رہ گئے۔

اس وقت اس کے ہوا خواہ محمد بن حاتم اور محمد بن ابراہیم نے اسے صلاح دی کہ ہمارے پاس سات ہزار سپاہ موجود ہے۔ ہم کو راتوں رات شام نکل جانا چاہیے۔ وہاں محفوظ جائے پناہ مل جائے گی اور آپ اطمینان سے اپنے لیے کوشش کیجئے گا۔ امین نے اسے منظور کر لیا۔ طاہر کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے امین کے بعض امرا کو جو اس سے مل گئے تھے مجبور کیا کہ جس طرح ممکن ہو اس کو اس ارادہ سے روکو۔ ان لوگوں نے جا کر امین کو ڈرایا کہ محمد بن ابراہیم اور محمد بن حاتم طاہر سے سرخروئی حاصل کرنے کے لیے دھوکا دے کر آپ کو اس کے حوالہ کر دینا چاہتے ہیں۔ اس لیے آپ کہیں جانے کا قصد نہ کیجئے۔ آپ کی بھلائی اس میں ہے کہ ہرثمہ سے پناہ مانگ کر اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دیجئے۔ ان لوگوں کے واپس جانے کے بعد امین حاتم اور ابن ابراہیم نے امین کو بہت سمجھایا کہ اگر پناہ ہی لینا ہے تو طاہر سے لیجئے، لیکن اس پر وہ آمادہ نہ ہوا اور ہرثمہ سے پناہ کی درخواست کی، اگرچہ ہرثمہ مامونی افسر تھا۔

لیکن ہارون کا نمک خوار تھا اور عرب تھا۔ اس لیے وہ امین کے ساتھ بھی کوئی ناروا سلوک پسند نہ کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے امین کو اپنی پناہ میں لے لیا اور وعدہ کیا کہ میں آپ کی حفاظت میں اپنی جان فدا کروں گا۔ طاہر کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بہت گھبرایا کہ اگر امین ہرثمہ کی پناہ میں چلا گیا تو اس مہم کی کامیابی کا سہرا اسی کے سر ہو جائے گا۔ اس لیے اس نے امین کے محل کے گرد خفیہ پہرہ لگا دیا کہ وہ جیسے ہی نکلے اس کا کام تمام کر دیا جائے۔ امین کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے جب دیکھا کہ پناہ مانگنے کے بعد بھی اس کی جان بخشی ہوتی نظر نہیں آتی تو اس نے نکل جانا چاہا اور ہرثمہ کو اس کی خبر کر دی۔ اس نے سمجھایا کہ تھوڑا توقف کیجئے میں آپ کی حفاظت کا سامان کر لوں تو چلے جائیے گا، مگر امین پر کچھ ایسا خوف و ہراس طاری تھا کہ وہ ٹھہرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ ہرثمہ نے مجبور ہو کر کشتیاں تیار کرادیں۔ امین نے اپنے لڑکوں کو بلایا اور آخری مرتبہ ان سے رورو کر جدا ہوا۔

امین کی گرفتاری اور قتل

محل سے نکل کر کشتیوں پر بیٹھا۔ ہرثمہ نے اس کے ہاتھوں اور سر کو بوسہ دیا۔ طاہر کے آدمی پہلے سے چھپے ہوئے تھے۔ جیسے ہی کشتیاں چلیں انہوں نے دفعۃً حملہ کر کے ڈبو دیا۔ امین کو کسی نہ کسی طرح ملال نے نکال لیا اور وہ پکڑ کر قید کر دیا گیا۔ رات کو طاہر کے آدمیوں نے قید خانہ میں گھس کر قتل کر دیا اور اس کا سر قلم کر کے طاہر کے حضور میں پیش کیا۔ اس نے ان لوگوں کی عبرت کے لیے پہلے اسے نصب کرایا، پھر مرع عصا و خاتم اور ردائے خلافت کے مامون کے پاس بھجوا دیا اور محرم ۱۹۸ھ میں بغداد پر مامون کا مکمل قبضہ ہو گیا اور جمعہ کے دن جامع بغداد میں بحیثیت خلیفہ اس کے نام کا پہلا خطبہ پڑھا گیا۔

قتل کے وقت امین کی کل عمر ۲۴ سال تھی مدت خلافت ۴ سال آٹھ مہینے چند دن۔

عام حالات

امین نہایت خوش رو، کشیدہ قامت اور شجاع و بہادر تھا۔ علمی استعداد بھی خاصی تھی۔ فصاحت و بلاغت اور ادب و انشاء میں مہارت رکھتا تھا، لیکن تدبیر و سیاست سے خالی اور عیش پرستی کا دلدادہ تھا۔ چنانچہ حکومت ملنے کے بعد لہو و لعب، سیر و تماشا، عیش و عشرت میں ایسا ڈوبا کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔ خواجہ سراؤں کو بڑی بڑی قیمتوں پر خرید کر ان کی بیش قرار تنخواہیں مقرر کیں۔ ان کو اپنا محرم راز اور امور سلطنت میں مشیر کار بنایا۔ تمام ممالک محروسہ سے مسخروں کو جمع کر کے ان کے بڑے بڑے

یہ تمام حالات ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۳۸ تا ۲۴۱ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

مشاہرے مقرر کیے۔ ہر قسم کے جانوروں کو جمع کر کے عجائب خانہ قائم کیا۔ اپنے بھائیوں، خاندان شاہی کے ارکان اور افسران فوج کو دربار سے الگ کر دیا۔ ان کی تحقیر و تذلیل کی، بیت المال کا کل نقد و جنس خواجہ سراؤں اور اپنے ہم نشینوں میں تقسیم کر دیا۔ عیش پرستی اور تفریحی مشاغل کے لیے طرح طرح کی نزہت گاہیں بنوائیں۔ دجلہ کی سیر کے لیے شیر ہاتھی، عقاب، سانپ اور گھوڑوں کی شکل کے قیمتی بجرے بنوائے، جن پر بیٹھ کر دجلہ کی سیر کا لطف اٹھاتا تھا۔ شبانہ روز حسین عورتوں اور مسخروں کے ساتھ انہی رنگ رلیوں میں مصروف رہتا تھا۔ فضل بن ربیع اس کے پردہ میں حکومت کرتا تھا اور وہ شراب و کباب اور رنگ رلیوں میں ڈوبا رہتا تھا۔ یہی غفلت اور لاپرواہی اس کی تباہی کا سبب بنی۔ اس کی غفلت کے علاوہ اس کے خود غرض وزیر فضل بن ربیع کے ناعاقبت اندیشانہ مشوروں نے اس کو اور زیادہ تباہ کیا۔

فضل بن ربیع معمولی حالت سے ترقی کر کے وزارت کے درجہ تک پہنچا تھا۔ منصور کے زمانہ میں حاجب تھا۔ ہارون کے زمانہ میں برا مکہ کے قتل کے بعد وزیر بنا اور آخر تک اس عہدہ پر رہا۔ ہارون کی وفات کے بعد امین کا وزیر ہوا۔ گو یہ سلاطین کے آداب اور ان کے حالات کا واقف کار اور بڑا علم دوست تھا۔ وزارت ملنے کے بعد اس نے علما و فضلا کی مجلس قائم کر دی تھی۔ مشہور شاعر ابونواس اس کا درباری شاعر تھا، لیکن ان خوبیوں کے ساتھ حد درجہ حاسد اور کینہ پرور تھا۔ برا مکہ کے عروج پر حسد کر کے ہارون کو ان کے خلاف درغلائیا۔ برا مکہ کے زوال کے اسباب میں ایک سبب اس کی کینہ پروری بھی تھی۔ پھر مامون سے نمک حرامی کر کے امین سے مل گیا اور دونوں بھائیوں کو لڑا کر حکومت بغداد کو کمزور کیا، پھر امین کی شکست کے بعد روپوش ہو گیا اور طاہر بن حسین کی سفارش پر مامون نے اس کی خطاؤں سے درگزر کیا۔ اس نے ۲۰۸ھ میں وفات پائی۔



عبداللہ بن ہارون الملقب بہ مامون

(۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ مطابق ۸۱۳ء تا ۸۳۳ء)

امین کے قتل کے بعد محرم ۱۹۸ھ میں بغداد میں مامون کی بیعت ہوئی۔

طاہر کے خلاف فوج کی بغاوت

طاہر کے پاس دولت اور خزانہ نہ تھا۔ اس نے محض حسن تدبیر اور فوجوں کو آئندہ کے لیے سبز باغ دکھا کر امین کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کی تھی چنانچہ مامون کی بیعت کے بعد جب فوج نے طاہر سے روپیہ کا مطالبہ کیا تو وہ اس کو پورا نہ کر سکا اس لیے وہ باغی ہو گئی۔ ابھی بغداد میں طاہر کے قدم پورے طور پر جمے نہ تھے اس لیے اس کو عقرب بھاگ جانا پڑا جو افسران فوج اس کے ساتھ رہ گئے تھے انہوں نے باغیوں سے مقابلہ کا ارادہ کیا، لیکن پھر خود باغی فوج کے سرداروں اور بغداد کے عمائد نے طاہر سے معذرت کر لی اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

نصر بن شبث عقیلی کی بغاوت

امین خالص ہاشمی تھا اور مامون میں نانہال کی جانب سے عجمی خون کی بھی آمیزش تھی۔ اس لیے امین کے مقابلہ میں اہل عجم نے اس کی بڑی مدد کی تھی اور انہی کی مدد سے وہ کامیاب ہوا تھا۔ اس لیے امین کے قتل کے بعد عربی اور عجمی سوال پیدا ہو گیا اور ایک عرب سردار نصر بن شبث عقیلی نواح حلب میں مامون کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ بہت سے اعراب اس کے ساتھ ہو گئے۔ اس نے آس پاس کے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور دریائے فرات کو عبور کر کے مشرقی علاقے کی طرف بڑھا۔ مامون نے طاہر کو موصل، جزیرہ اور شام کا والی بنا کر نصر بن شبث کے مقابلہ پر مامور کیا۔ اس نے پہلے خط و کتابت کے ذریعہ اس کو مطیع بنانے کی کوشش کی۔ جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو کیسوم کے قریب اس کا مقابلہ کیا۔ اس میں بھی ناکام رہا اور ابن شبث مسلسل گیارہ سال تک باغی رہا۔ ۲۰۹ھ میں طاہر کے لڑکے عبداللہ نے بڑی مشکلوں سے اس کو قابو میں کیا اور کیسوم کا قلعہ سمار کرا دیا۔ اس کی مزید تفصیل اپنے موقع پر آئے گی۔

محمد بن ابراہیم کا خروج

۱۹۹ھ میں خاندان اہل بیت کے ایک بزرگ محمد بن ابراہیم المعروف بہ ابن طباطبائی نے عراق میں خلافت کا دعویٰ کیا اور ان کی قوت اتنی بڑھی کہ کچھ دنوں کے لیے اسلامی سلطنت کے بڑے حصہ سے مامون کی حکومت اٹھ گئی۔ ان کے خروج کے متعلق مختلف روایات ہیں۔

صحیح تر روایت یہ ہے کہ ایک جرائم پیشہ آدمی ابوالسرایا اپنا جتھہ بنا کر ڈاکہ زنی کرتا تھا۔ امین و مامون کی جنگ میں وہ مامون کی فوج میں شامل ہو گیا۔

امین کے قتل کے بعد فوجی اخراجات کی تخفیف کے سلسلہ میں ابوالسرایا کی تنخواہ کم کر دی گئی۔ اس وقت وہ حکومت کے خلاف ہو گیا اور حج کے بہانہ سے رخصت لے کر الگ ہو گیا اور جتھہ بنا کر حکومت کے عمال پر چھا پہ مارنے لگا، لیکن اس طریقہ سے جب اس کو کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی تو اس نے محمد بن طباطبائی کی بیعت کر لی۔

یعقوبی کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب مامون نے حسن بن سہل کو عراق وغیرہ کا عامل بنایا تو سری بن منصور شیبانی المعروف بابی اسے ایانے کوفہ میں بغاوت کی اور محمد بن ابراہیم علوی المعروف بہ ابن طباطبائی کے ساتھ تھے۔

محمد بن ابراہیم کی موت اور محمد بن محمد کی بیعت

کوفہ ہمیشہ سے شیعان علی کا مرکز تھا۔ اس لیے ابن طباطبائی دعوت بہت جلد مقبول ہو گئی اور کوفہ اور نواح کوفہ کے ہزاروں آدمی ان کے ساتھ ہو گئے۔ ان کی مدد سے ابوالسرایا نے کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ کوفہ کے عامل سلیمان بن منصور نے زبیر بن مصیب فہمی کو دس ہزار فوج کے ساتھ ابن طباطبائی کے مقابلہ کے لیے بھیجا، لیکن ان کی قوت بہت بڑھ چکی تھی۔ اس لیے زبیر کو شکست فاش ہوئی اور شکست خوردہ فوج کا ساز و سامان ابوالسرایا نے بطور مال غنیمت اپنے قبضہ میں کرنا چاہا۔ ابن طباطبائی نے اس کو روک دیا۔ عوام کی عقیدت محمد بن ابراہیم کے ساتھ تھی۔ ان کے مقابلہ میں ابوالسرایا کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اسے لوگ محض ان کے خادم کی حیثیت سے مانتے تھے۔ ابوالسرایا نے جب دیکھا کہ ان کی موجودگی میں اس کا ذاتی اثر قائم نہیں ہو سکتا تو اس نے محمد بن ابراہیم کو زہر دے کر ہلاک کر دیا، لیکن بغیر کسی سہارے کے وہ خود کچھ بھی نہ تھا۔ اس لیے نام کے لیے اس نے اس خاندان کے ایک نو عمر

لڑے محمد بن محمد بن زید بن علی بن حسین کو محمد بن ابراہیم کا جانشین بنایا۔ ❁

عباسی اعمال کا اخراج اور ابوالسرایا کا قبضہ

زہیر کی ناکامی کے بعد حسن بن ہبل نے عبدوس بن محمد کو ابوالسرایا کے مقابلہ پر مامور کیا۔ اس نے بڑی فاش شکست کھائی اور اس کی فوج کا ایک آدمی بھی زندہ نہ بچا اور ابوالسرایا نے کوفہ میں اپنا سکدر راج کر دیا اور عراق عرب میں اپنے والی مقرر کیے۔ ❁ یعقوبی کا بیان ہے کہ اس نے علاقہ جبل کیسوم، دیار مضمر، قسریں، حلب، حماہ، بصرہ، واسط، یمن، حجاز، نھسین، موصل، میافارقین، آرمینہ، آذربائیجان وغیرہ تمام مقاموں میں عمال مقرر کر کے بھیجے۔ جنہوں نے چند دنوں میں اکثر مقامات سے عباسی عمال کو نکال کر ان پر قبضہ کر لیا۔ ❁

یہ صورت دیکھ کر حسن بن ہبل نے مشہور مامونی جنرل ہرثمہ بن اعین کو ابوالسرایا کے مقابلہ میں مامور کیا اور علی بن سعید کو واسط اور مدائن بھیجا۔ ابوالسرایا نے فوراً مدائن کی حفاظت کا انتظام کیا اور اس کی فوجیں علی بن سعید سے پہلے یہاں پہنچ گئیں، لیکن علی نے اسے یہاں سے نکال دیا۔ دوسری طرف قصر ابن ہبیرہ میں ابوالسرایا اور ہرثمہ کا مقابلہ ہوا۔ ابوالسرایا کے کچھ آدمی مارے گئے اور وہ ہٹ کر کوفہ چلا گیا اور یہاں کے عباسیوں اور ان کے متعلقین کی جائیدادیں تباہ کر کے انہیں کوفہ سے نکال دیا۔ ❁

مکہ پر حسین الافطس کا قبضہ

اس دوران میں حج کا موسم آ گیا۔ ابوالسرایا نے اپنی جانب سے حسین بن حسن الافطس کو امیر الحج بنا کر مکہ بھیجا۔ عباسی حکومت کی جانب سے داؤد بن عیسیٰ امیر الحج تھا۔ امیر مسرور نے اس سے کہا کہ تم تیار ہو جاؤ، میں حسین الافطس کو یہاں سے نکال دوں گا، لیکن انہوں نے حرم میں کشت و خون پسند نہ کیا اور مکہ چھوڑ کر نکل گئے۔ ان کے بٹنے کے بعد حسین الافطس جو صرف میں مقیم تھے، مکہ میں داخل ہو گئے۔ ❁

ابوالسرایا کا قتل

ابوالسرایا کے کوفہ میں داخل ہونے کے بعد ہرثمہ نے کوفہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابوالسرایا محاصرہ کی

❁ یعقوبی جلد ۶ ص ۵۴۰-۵۴۱

❁ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۰۳

❁ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۰۳

❁ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۰۵

❁ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۰۴

مختیوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور چند ہی دنوں میں یہاں سے خفیہ نکل گیا اور ہرثمہ کوفہ میں داخل ہو گیا۔ کوفہ سے نکلنے کے بعد ابوالسرایا نے راستہ میں ابوزکریا کا سرکاری مال لوٹ لیا اور یہاں کے عباسی حاکم حسین بن علی سے لڑ گیا۔ اس نے شکست دے کر اس کی جماعت منتشر کر دی اور وہ اس عین کی سمت نکل گیا۔ نو عمر امام محمد اس کے ساتھ تھے۔ جلواء میں حماد الکندغوش نے ابوالسرایا کو پکڑ کے حسن بن سہل کے پاس بھیج دیا۔ اس نے قتل کر کے اس کا سر مامون کے ملاحظہ کے لیے دار الخلافہ بھیج دیا اور جسم باغیوں کی عبرت کے لیے بغداد کے پل پر آویزاں کر دیا۔ ❁

ابوالسرایا کے قتل کے بعد اس کی جماعت کا شیرازہ بکھر گیا۔ علی بن سعید نے اس کے بصری والی موسیٰ بن جعفر صادق سے بصرہ خالی کر لیا اور حجاز پر قبضہ کے لیے فوجیں روانہ کیں۔

محمد بن جعفر صادق کی بیعت

مکہ پر حسین الافطس کے قبضہ کے بعد ان کے آدمیوں نے حرم کی بڑی بے حرمتی کی۔ مکہ کے تمام عباسیوں کا مال و متاع لوٹ لیا۔ اس سلسلہ میں اور بہت سے بے گناہوں کا مال ضبط ہوا۔ حرم کے ستونوں سے سونے کے پتر چھڑا لیے اور خانہ کعبہ کا کل قیمتی سامان لے کر اپنے آدمیوں میں تقسیم کر دیا۔ حرم کی اس توہین پر اہل مکہ میں بڑی برہمی پھیل گئی، لیکن ابوالسرایا کی موجودگی میں وہ بے بسی کی وجہ سے خاموش رہے تھے۔ اس کے قتل کے بعد جب حسین الافطس کا بازو ٹوٹ گیا اور ان کو اہل حرم کی جانب سے انتقام کا خطرہ پیدا ہوا تو اہل بیت نبوی ﷺ کے ایک مقدس بزرگ حضرت محمد بن جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس وقت آپ سے زیادہ کوئی شخص خلافت کا اہل نہیں ہے۔ اس لیے اس منصب کو قبول فرمائیے، کسی کو اس سے اختلاف نہ ہوگا۔ محمد بن جعفر ایک گوشہ نشین آدمی تھے، انہوں نے انکار کر دیا، مگر حسین الافطس نے ان کے صاحبزادے علی بن محمد کو درمیان میں ڈال کر آمادہ کر لیا اور اہل مکہ سے طوعاً اور کرہاً ان کی بیعت لے کر ان کو امیر المؤمنین کا لقب دیا اور ان کے نام کو آڑ بنا کر ان کے لڑکوں علی اور حسین نے اس تحریک کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

اہل مکہ کی برہمی اور حسین الافطس کی شکست

محمد بن جعفر کو خلیفہ بنانے کے بعد حسین الافطس نے اور کھیل کھیلے اور حرم محترم کے اندر فرق و

فجور کا کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھا۔ دن و دیناڑے عورتوں اور مردوں کو پکڑ لے جاتے تھے۔ بالآخر حرم کے باشندوں نے ان کی بدکاری سے عاجز آ کر محمد بن جعفر سے فریاد کی کہ آپ اس کو روکیے ورنہ ہم آپ کی بیعت فسخ کر کے آپ کو قتل کر دیں گے۔ وہ ان باتوں سے بالکل بے خبر تھے اس لیے لاعلمی ظاہر کی اور اس کے تدارک کی مہلت مانگی اور اپنے لڑکے کو اس سے روکنے کی کوشش کی۔

اس دوران میں اسحاق بن موسیٰ عباسی فوجیں لے کر پہنچ گیا۔ علویوں نے مقابلہ کیا، لیکن اسحاق نے حرم کی بے حرمتی کے خیال سے لڑنا مناسب نہ سمجھا اور معمولی جنگ کے بعد لوٹ گیا۔ راستہ میں دو اور افسر جلو دی اور رجا، جنہیں ہرثمہ نے فوجیں دے کر بھیجا تھا، اسے ملے۔ یہ دونوں اسے مکہ واپس لے گئے اور سب نے مل کر حسین الافطس کو بڑی فاش شکست دی۔ محمد بن جعفر کو نا کردہ گناہ عباسی فوج کے دامن میں پناہ لینی پڑی۔

جمادی الثانی ۲۰۰ھ میں مکہ پر عباسیوں کا قبضہ ہو گیا اور محمد بن جعفر جھجھ چلے گئے۔ راستہ میں ان کو چند عباسی موالیٰ نے لوٹ لیا۔ اس لیے وہ آدمی جمع کر کے مدینہ کے والی ہارون ابن مستب کے مقابلہ میں آ گئے، لیکن شکست کھائی۔ ان کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ خود ان کی ایک آنکھ ضائع ہوئی اور رجا اور جلو دی کی پناہ میں جا کر آخری ذوالحجہ ۲۰۰ھ میں اہل مکہ کے سامنے اپنی برأت ظاہر کی کہ مجھے مامون کی موت کی غلط اطلاع ملی تھی اس لیے لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، لیکن اب معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے، اس لیے مجھے ندامت ہے اور میں خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں۔ یہ تقریر کر کے وہ عراق چلے گئے اور حجاز و عراق میں امن قائم ہو گیا۔ ❀

یمن کے علوی عامل ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر تھے۔ جس زمانہ میں یمن ان کے متعلق کیا گیا تھا، اس زمانہ میں یہاں کا عباسی عامل اسحاق بن موسیٰ مکہ کی مہم میں مصروف تھا۔ اس لیے انہیں یمن کے داخلہ میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی اور یمن کے قبضہ کے بعد انہوں نے ایک عقلی کو یمن کے قافلہ کا امیر المرحل بنا کر مکہ بھیجا، مگر یہاں مقتسم مع افسران فوج کے موجود تھا۔ اس لیے مکہ کے باہر ہی بستان ابن عامر میں ٹھہرنا پڑا۔ اسی درمیان میں غلاف کعبہ اور عطریات حرم کا قافلہ ادھر سے گزرا۔ اس قافلہ کے ساتھ تجارت بھی تھی۔ عقلی نے ان کا کل ساز و سامان اور غلاف کعبہ و عطریات حرم سب لوٹ لیے۔ مقتسم نے جلو دی کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ اس نے کل سامان اس سے چھینا اور کوڑوں سے پیٹ کر ان سب کو بھگا دیا۔ ❀

ہرثمہ بن اعین کا قتل

اسی سنہ یعنی ۲۰۰ھ میں ہرثمہ بن اعین جس کے کارنامے اوپر گزر چکے ہیں عربی اور عجمی رقابت کا شکار ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس طرح سفاح اور منصور کے زمانہ میں ابو مسلم خراسانی اور رشید کے زمانہ میں براکہ حکومت پر قابض ہو گئے تھے اسی طرح مامون کے زمانہ میں وزیر اعظم فضل بن سہل المقلب بہ ذوالریاستین اور اس کے بھائی حسن بن سہل کی کارگزاریوں کی وجہ سے ان کا اقتدار اتنا بڑھ گیا تھا کہ حکومت کا کل سیاہ و سپید ان کے ہاتھ میں ہو گیا تھا اور وہ ملک کی خبریں تک مامون کے کانوں تک نہ پہنچنے دیتے تھے۔ یہ دونوں عجمی تھے اور ہرثمہ عرب تھا۔ اسے ان کا اقتدار پسند نہ تھا۔ اس نے مامون کو اس خطرہ سے آگاہ کرنا چاہا، چنانچہ ابوالسرایا کا فتنہ دبانے کے بعد اس نے مامون کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد کیا۔ راستہ میں اس کو مامون کا یہ حکم ملا کہ ”اس کی خدمت کے صلہ میں حجاز و شام میں سے جس کو وہ پسند کرے وہاں اس کو حاکم بنا دیا گیا اور وہ حکم ملتے ہی فوراً روانہ ہو جائے“، لیکن ہرثمہ فضل کے استبداد کی جانب اسے متوجہ کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ اس لیے اس حکم کی فوری تعمیل نہ کی۔ فضل بن سہل کو ہرثمہ کے خیالات اور اس کے اندرونی ارادے کا پورا اندازہ تھا۔ اس لیے اس نے مامون کو بھڑکا دیا کہ ہرثمہ ابوالسرایا کا خاص آدمی ہے اور اس کی بغاوت میں اس کا ہاتھ بھی شامل تھا اگر وہ نہ چاہتا تو یہ ہنگامہ نہ ہوتا۔ اس کی سرکشی کا تازہ ثبوت یہ ہے کہ وہ امیر المؤمنین کے حکم کے باوجود واپس نہیں گیا، اگر اس وقت درگزر سے کام لیا گیا تو دوسروں پر اس کا برا اثر پڑے گا۔

مامون پر فضل کا برا اثر تھا اس لیے وہ اس کے بھڑکانے میں آ گیا۔ ہرثمہ نے قریب پہنچ کر اس خیال سے کہ ذوالریاستین اس کی آمد کو مامون سے چھپا نہ سکے، طبل و دمامہ بجواتا ہوا داخل ہوا۔ مامون نے آواز سنی تو پوچھا یہ کیا ہے؟ فضل کے آدمیوں نے کہا ہرثمہ کڑکتا اور چمکتا ہوا آ رہا ہے۔ مامون پہلے ہی سے اس سے برگشتہ ہو چکا تھا اس واقعہ نے اس کو اور برہم کر دیا۔

چنانچہ ہرثمہ مامون کی خدمت میں جب باریاب ہوا تو اس نے اس سے کہا، تم نے کوفہ میں علویوں کو بڑھنے کا موقع دیا اور ابوالسرایا کو بھڑکایا، اگر تم چاہتے تو ان سب کو پکڑ سکتے تھے۔ ہرثمہ نے ہر چند معذرت کی، لیکن مامون نے شنوائی نہ کی اور اس کو پناہ کر قید کر دیا اور قید ہی میں قتل کر دیا گیا اور

مامون ایک بڑے اور خیر خواہ عرب سردار سے محروم ہو گیا۔ ❀

فوج کی بغاوت

ہرثمہ کی فوج میں جو عرب تھے وہ بھی قدرتنا ذوالریاستین اور اس کے بھائی حسن کے خلاف تھے۔ ہرثمہ جس زمانہ میں خراسان کی مہم میں مصروف تھا اس زمانہ میں اس کی فوج نے حسن بن سہل اور اس کے تمام افسروں کو بغداد سے نکلوا دیا تھا اور حسن کو مدائن بھیج دیا تھا۔ ہرثمہ کے قتل پر حسن بن سہل کو فوج سے بدلہ لینے کا موقع مل گیا چنانچہ اس نے امیر علی بن ہشام کے پاس کہلا کر فوج کی تنخواہ رکوا دی۔ اس پر وہ بگڑ گئی اور ایک عرب سردار محمد بن ابی خالد جو علی بن ہشام کے خلاف تھا فوج کا راہنما بن گیا۔ بنی ہاشم اور بغداد کے عربوں نے بھی اس کا ساتھ دیا اور محمد بن ابی خالد نے علی بن ہشام کو بغداد سے نکال دیا۔ اسے نکالنے کے بعد ۲۰۱ھ میں منصور بن مہدی کو خلیفہ بنانا چاہا۔ اس نے انکار کیا۔ اس کے انکار پر اس کو مامون کا نائب بنا دیا۔ حسن بن سہل اس وقت مدائن میں تھا۔ اسے یہ حالات معلوم ہوئے تو مدائن سے واسطہ چلا گیا۔ محمد بن ابی خالد نے اس کا تعاقب کیا اور راستہ میں اس کی فوجوں کو شکست دیتا ہوا واسطہ پہنچا۔ یہاں حسن کی فوجوں سے بڑا زبردست مقابلہ ہوا۔ ابن ابی خالد بڑا سخت زخمی ہوا۔ اس کی فوج پسپا ہو گئی، لیکن اس حالت میں بھی وہ برابر لڑتا رہا تا آنکہ حسن کی فوجوں کو شکست دے کر اس کا مکمل سامان چھین لیا۔ یہ صورت دیکھ کر حسن خود مقابلہ پر آیا۔ دونوں میں بڑی پر زور جنگ ہوئی، لیکن محمد زخمی ہو چکا تھا۔ تازہ دم فوجوں کا مقابلہ دشوار تھا اس لیے بغداد لوٹ گیا۔ یہاں پہنچ کر زخموں کے صدمہ سے مر گیا۔

اس کے بعد اس کے لڑکے ابو زنبیل نے اس کی جگہ لی۔ اسے حسن بن سہل نے مغلوب کر لیا اور وہ شکست کھا کر اپنے بھائی ہارون کے پاس نبل چلا گیا۔ حسن کی فوجوں نے یہاں پہنچ کر ہارون کو شکست دی اور وہ مدائن چلا گیا۔ ❁

اس بغاوت میں وہ تمام بنی ہاشم اور عرب افسران فوج جو حسن بن سہل کے خلاف تھے محمد بن ابی خالد کے ساتھ تھے۔ اس کی موت کے بعد انہوں نے کہا کہ ہم مجوسی بن مجوسی حسن بن سہل کی حکومت برداشت نہیں کریں گے اور مامون کی بیعت فسخ کر کے منصور بن مہدی کو خلیفہ بنانے کی کوشش کی۔ اس نے انکار کر دیا، البتہ اس شرط پر اس کی نیابت قبول کر لی کہ اگر مامون خود آ جائے (مامون اب تک خراسان میں تھا) یا کسی کو اپنی جانب سے حاکم بنا کر بھیج دے تو وہ ہٹ جائے گا۔

بغداد میں شورش اور اس کا تدارک

اس بغاوت کی وجہ سے بغداد میں سخت بد امنی پھیل گئی۔ یہاں کے اوباشوں اور لٹیروں نے دن دیہاڑے ڈاکے ڈالنے شروع کر دیے۔ کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہ رہ گئی۔ عورتوں کو علانیہ چھین لے جاتے تھے اور دیہاتوں کو لوٹتے پھرتے تھے اور کوئی روکنے والا نہ تھا۔ لوٹا ہوا مال علانیہ بازاروں میں بیچتے تھے اور کوئی باز پرس کرنے والا نہ تھا۔ یہ صورت دیکھ کر ایک شخص خالد بن درویش نے اہل بغداد کو ساتھ لے کر لٹیروں کا مقابلہ کیا اور ایک خراسانی سہل بن سلامہ انصاری نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کے ذریعہ اس بد امنی کو روکنے کی کوشش کی اور بڑی مشکلوں سے یہ شورش رفع ہوئی۔ ❀

بغداد کے اکثر اوباش منصور بن مہدی اور عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کے جتھے کے تھے۔ اس لیے قیام امن کے بعد ان دونوں کی قوت کمزور ہو گئی۔ عیسیٰ بن محمد عرصہ سے حسن بن سہل سے خفیہ امان کی درخواست کر رہا تھا۔ حسن بھی اس فتنہ و فساد سے گھبرا گیا تھا۔ اس لیے چند شرائط پر دونوں میں صلح ہو گئی اور حسن نے غوغا عام کا اعلان کر دیا اور شوال ۲۰۱ھ میں باغی فوجیں منتشر ہو گئیں اور اہل بغداد کو سکون حاصل ہوا۔ ❀

علی بن موسیٰ رضا کی ولی عہدی

ابھی یہ شورش فرو ہوئی تھی کہ اس سے بھی بڑا انقلاب پیا ہو گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مامون اپنے اسلاف کے برعکس اہل بیت نبوی ﷺ سے محبت رکھتا تھا اور حضرت علی بن موسیٰ رضا سے اس کو اتنی محبت تھی کہ ۲۰۱ھ میں اس نے ان کو ولی عہد بنا کر تمام ممالک محروسہ میں اس کا اعلان کر دیا اور عام حکم جاری کر دیا کہ فوج میں عباسی حکومت کے سیاہ رنگ کے بجائے آئندہ سے سبز فاطمی رنگ کی وردیاں استعمال کی جائیں اور فوج اور بنی ہاشم سے علی بن موسیٰ رضا کی بیعت لی جائے۔

اس حکم پر کچھ وابستگان دولت تو راضی ہو گئے، لیکن اکثروں نے اسے بھی حسن بن سہل کا جو مہمان اہل بیت میں تھا، شعبدہ سمجھا۔ بنی عباس میں اس سے بڑی برہمی پیدا ہو گئی اور انہوں نے مامون کی بیعت توڑ کر اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا۔ مہدی عباسی کے لڑکوں منصور اور ابراہیم نے خاص طور سے اس کی مخالفت کی اور جب بغداد میں علی رضا کی بیعت لی جانے لگی تو

عباسیوں نے اعلان کیا کہ وہ مامون کی بیعت منسوخ کر کے ابراہیم بن مہدی کی بیعت کر چکے ہیں اور ایک شخص کو سکھا دیا کہ جب مؤذن جمعہ کی اذان دے تو وہ کہے کہ ہم لوگ خطبہ میں مامون کے بعد ابراہیم کا نام چاہتے ہیں اور بعضوں کو ہدایت کی کہ وہ صاف کہہ دیں کہ ہم مامون کو مطلق نہیں چاہتے۔ اس کی بجائے ابراہیم کی بیعت کی جائے اور ان کے بعد ان کا بھتیجا اسحاق نامزد کیا جائے۔ غرض جمعہ کے دن عباسیوں نے مامون سے اپنی بیزاری کا اعلان کر دیا۔ ❀

ابراہیم کی بیعت

اور آغاز ۲۰۲ھ میں اہل بغداد نے بھی ابراہیم کی بیعت کر کے اس کو المبارک لقب دیا اور جمعہ کے دن بنی ہاشم اور افسران فوج نے بھی درجہ بدرجہ بیعت کر لی۔ فوج کو دو درہم فی کس تقسیم کیے گئے جن کو نقد نہ مل سکا انہیں سواد کے علاقہ سے غلہ دلایا گیا اور ابراہیم نے بغداد میں اپنے حکام مقرر کیے اور کوفہ اور سواد پر قبضہ کر کے مدائن میں فوجیں اتار دیں۔ ❀ اس انقلاب میں ابراہیم کے نقیب مطلب بن عبد اللہ اس میں پیش پیش تھے۔

مامون کی بے خبری اور انکشاف حقیقت

بغداد میں اتنا عظیم الشان انقلاب ہو گیا، لیکن ذوالریاتین نے اپنے مصالح کی بنا پر مامون کو اس کی خبر نہ ہونے دی۔ امام علی رضا کو اس کی اطلاع مل چکی تھی۔ انہوں نے صحیح واقعات اس کے گوش گزار کیے اور اسے بتایا کہ اہل بغداد نے آپ کی بیعت توڑ کر ابراہیم کو خلیفہ بنالیا ہے۔ مامون نے کہا کہ فضل کی اطلاع تو یہ ہے کہ خلیفہ نہیں بلکہ امیر بنایا ہے۔ امام موصوف نے اس کی تردید کی اور متعدد فوجی افسروں نے شہادت دی کہ فضل آپ سے اصل واقعات چھپاتا ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ اہل بغداد نے ابراہیم کی بیعت کر لی ہے اور اس کو ”سنی“ خلیفہ کا لقب دیا ہے اور امام رضا کی دلی عہدی کی وجہ سے آپ پر فرض کا اتہام لگاتے ہیں اور یہ حقیقت بھی ظاہر کی کہ گزشتہ انقلاب میں صرف ہرثمہ نے آپ کی خلافت بچائی تھی اور آپ کے پاس خیر خواہانہ مشورہ دینے کے لیے آیا تھا، لیکن فضل نے اس کو قتل کر دیا۔ طاہر جس کے دست و بازو نے آپ کو مسند خلافت پر بٹھایا، اس کو فضل نے رقبہ کے ایک گمنام گوشہ میں ڈال دیا ہے اور اس کی بے مثال شجاعت سے حکومت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے، اگر وہ اس وقت موجود ہوتا تو یہ واقعات رونما نہ ہونے دیتا۔ ان واقعات کے سننے کے بعد افسروں نے

❀ تفصیل کے لیے طبری جلد ۱۱ ص ۱۰۱۲ تا ۱۰۱۴۔ ❀ طبری جلد ۱۱ ص ۱۰۱۵ تا ۱۰۱۶۔

درخواست کی کہ آپ بغداد چلے۔ بغدادی آپ کو دیکھ کر اب بھی سرطاعت خم کر دیں گے۔ ❁

مامون کا سفر بغداد اور وزیر اعظم کا قتل

اصل واقعات کے بے نقاب ہونے کے بعد جب ۲۰۲ھ میں مامون مرو روانہ ہوا۔ فضل کو ان افسروں کی شہادت کی خبر ملی تو اس نے مامون کی جان بخشی کے باوجود ان کو سخت سزائیں دیں۔ حضرت علی بن موسیٰ رضا نے مامون کو اس کی جانب توجہ دلائی۔ اس نے کہا میں اس سے غافل نہیں ہوں۔ ابھی مامون سرخس پہنچا تھا کہ ۲ شعبان ۲۰۲ھ کو ذوالریاستین فضل بن بہل ایک حمام میں خفیہ قتل کر دیا گیا اور قاتل روپوش ہو گئے۔ مامون نے ان کا پتہ چلانے والے کے لیے دس ہزار انعام مقرر کیا۔ عباس بن جشم دینوری نے ان کو گرفتار کیا۔ ان میں سے ایک غالب مسعودی دوسرا قسطنطین رومی تیسرا فرج دیلمی اور چوتھا موفق صقلی تھا۔ یہ سب مامون کے سامنے پیش ہوئے اور کہا کہ آپ ہی نے ہمیں قتل کا حکم دیا تھا۔ مامون اس پر بہت برہم ہوا اور اسی وقت سب کے سر قلم کر کے فضل کے بھائی حسن کے پاس بھجوا دیئے اور تعزیت میں لکھا کہ فضل کے قتل سے تم لوگوں پر جو مصیبت پڑی ہے اس کا مجھے خوف اندازہ ہے اور اس کی تلافی کے لیے فضل کی جگہ حسن کو وزارت عظمیٰ پر ممتاز کیا اور اس کی لڑکی بوران سے شادی کی۔ اس حسن تلافی سے بڑی حد تک حسن کی تسلی ہو گئی۔ ❁

مطلب بن عبد اللہ کی علیحدگی

مامون کی خراسان سے روانگی کے بعد ابراہیم کے سب سے بڑے حامی مطلب ابن عبد اللہ کو جب اس کا یقین ہو گیا کہ ابراہیم کی خلافت چند روزہ ہے، تو ان کا ساتھ چھوڑ کر مامون کے طرفدار بن گئے اور بیماری کے بہانہ سے مدائن چھوڑ کر بغداد چلے آئے اور ابراہیم کی بیعت فسخ کر کے مامون کی خلافت اور منصور بن مہدی کی دلی عہدی کی خفیہ کوشش شروع کر دی۔ منصور بن مہدی خزیمہ بن خازم اور متعدد دفعتی افسر اس کام میں ان کے مددگار بن گئے۔ مطلب نے اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ علی بن ہشام اور حمید کو ابراہیم کے مقابلہ کا حکم دیا۔ ابراہیم کو اس کی خبر ہوئی تو وہ مدائن سے زندہ رود پہنچے اور منصور اور خزیمہ کو گرفتار کر لیا، لیکن مطلب بچ گئے۔ منصور نے ان کا گھر لٹا دیا۔ علی بن ہشام اور حمید کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے پلٹ کر مدائن پر قبضہ کر لیا۔ ❁

امام علی بن موسیٰ رضا کی وفات

مامون کو امام علی رضا سے اتنی محبت تھی کہ اس نے اپنی ایک لڑکی ام حبیبہ ان سے بیاہ دی تھی اور دوسری ام فضل محمد بن علی رضا سے۔ شادی کے چند ہی دنوں بعد علی رضا دفعۃً انتقال کر گئے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ یہ موت انگور کھانے سے ہوئی۔ اسی لیے بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان انگوروں میں خود مامون نے زہر ملوایا تھا، لیکن یہ روایت ناقابل اعتبار ہے۔

عیسیٰ بن محمد کی علیحدگی

مامون جس دن خراسان سے بغداد روانہ ہوا تھا، اسی دن سے ابراہیم کے حامی ان کا ساتھ چھوڑنے لگے تھے۔ علی رضا کی موت کے بعد جب مخالفت کا اصل سبب جاتا رہا تو ان کے بہت سے حامی ان سے علیحدہ ہو گئے۔ ۲۰۳ھ میں ان کا سب سے بڑا حامی عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد بھی خفیہ ان کے خلاف ہو گیا اور انہیں گرفتار کر دینے کی سازش کی۔ ابراہیم بار بار جنگ کرنے کا حکم دیتے تھے، لیکن وہ کسی نہ کسی بہانہ سے ٹال دیتا تھا۔ عیسیٰ کے بھائی ہارون نے جو عیسیٰ کے خلاف تھا، ابراہیم کو اس سازش کی خبر دی۔ انہوں نے عیسیٰ کو بلا بھیجا۔ پہلے اس نے حیلہ کیا، مگر پھر ابراہیم کے اصرار پر اسے آنا پڑا۔ ابراہیم نے اس کو کوڑوں سے پٹوایا اور اس کے ساتھیوں سمیت قید کر دیا۔ ان میں سے بعض آدمی جن میں ایک عباس بھی تھا، قید سے نکل گئے اور لوگوں کو ابراہیم کے خلاف ورغلا کر ان کے بعض عہدہ داروں کو بغداد سے نکال دیا اور حمید کو بغداد حوالہ کرنے کے لیے بلا بھیجا۔ اس لیے پھر بغداد میں ہنگامہ مچا ہو گیا۔ ❁

مامون اور ابراہیم کے حامیوں کی جنگ

عیسیٰ بن محمد کا اہل بغداد پر بڑا اثر تھا۔ اس لیے اس کی گرفتاری سے وہ سب ابراہیم کے خلاف ہو گئے اور ان کی بیعت توڑ دی۔ اسی دوران میں حمید جسے عباس نے بغداد حوالہ کرنے کے لیے بلایا تھا، پہنچ گیا۔ عباس اور بغدادی افسران فوج آ کر اس سے مل گئے اور یہ طے پایا کہ فوج بھی ابراہیم کی بیعت فتح کر دے اور جمعہ کے دن خطبہ میں ابراہیم کے بجائے مامون کا نام لیا جائے اور اس کے صلہ میں فی سپاہی پچاس دینار انعام دیا جائے گا۔ ابراہیم کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے بغدادیوں کا غصہ

ٹھنڈا کرنے کے لیے عیسیٰ کو قید سے نکال کر بحال کرنا چاہا، لیکن اس نے انکار کر دیا اور بغداد میں قرارداد کے مطابق جمعہ کے دن خطبہ میں مامون کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ حمید نے اس کے صلہ میں سپاہیوں کو مقررہ رقم سے دس دس درہم زیادہ دیئے۔

مامون کی فوجوں کا بغداد میں داخلہ اور ابراہیم کا فرار

بغداد میں مامون کی بیعت کا عام رجحان دیکھ کر ابراہیم کے اکثر اعوان و انصار اور افسران فوج ان کا ساتھ چھوڑ کر حمید سے آکر مل گئے اور مدائن پر جو ابراہیم کے قبضہ میں تھا، حمید کا قبضہ کرا دیا۔ ابراہیم نے اپنے باقی ماندہ آدمیوں کو حمید سے لڑنے کا جبری حکم دیا۔ یہ لوگ چارونا چار بے دلی سے نکلے اور شکست کھائی اور حمید کی فوج بغداد میں داخل ہو گئی۔ اس کے داخلہ کے بعد بنی ہاشم، افسران فوج اور عمائد شہر سب یکے بعد دیگرے حمید سے مل گئے۔ بغداد پر قبضہ کے بعد ابراہیم کی گرفتاری کی تدبیر ہو رہی تھی کہ ان کو اس کی خبر ہو گئی اور وہ راتوں رات بھاگ نکلے۔ لوگوں نے بہت تلاش کیا مگر پتہ نہ چلا اور ایک سال گیارہ مہینے کے بعد ان کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ ❁

بغداد میں مامون کا داخلہ

بغداد پر قبضہ اور قیام امن کے بعد مامون عراق کا دورہ کرتا ہوا صفر ۲۰۴ھ میں مع خدم و حشم بغداد آیا۔ مامون کا بدلا ہوا سبز رنگ جو اہل بیت کا نشان تھا ابھی تک باقی تھا، لیکن اہل بغداد کو اس رنگ سے اتنی نفرت تھی کہ جہاں اس رنگ کا لباس دیکھتے پھاڑ ڈالتے، چنانچہ بنی عباس اور خراسانی فوج نے مامون سے کہہ کر یہ رنگ بدلوایا اور پھر قدیم عباسی سیاہ رنگ جاری ہو گیا۔ سب سے پہلے طاہر بن حسین نے اپنے لیے سیاہ لباس کی اجازت لی۔ اس کے بعد تمام عمال حکومت کو سیاہ خلعتیں ملیں اور پھر سیاہ رنگ حکومت کا رنگ قرار پایا۔ ❁

فضل بن رجب جو مامون و امین کے اختلاف کی بنیاد تھا، دوپوش ہو گیا تھا۔ مامون کو معلوم ہوا کہ وہ مر گیا۔ اس لیے اس نے اس کا کل مال و متاع ضبط کر لیا، لیکن ایک دن دفعۃً طالب امن کی شکل میں نمودار ہو گیا۔ مامون کو اس کی اطلاع دی گئی۔ اس نے کہا: ”جب وہ دوسری دنیا سے دوبارہ لوٹا ہے تو ہاروں بھی اس کے ساتھ ہوگا۔“ اور باپ کی یادگار کی حیثیت سے اس کو امان دے کر ان کا کل مال و متاع واپس کر دیا۔

خراسان کی ولایت پر طاہر بن حسین کا تقرر

۲۰۵ھ میں مامون نے اپنے مشہور و معروف جنرل طاہر بن حسین کو تمام مشرقی ممالک یعنی خراسان سے لے کر سندھ تک کا گورنر جنرل مقرر کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن مامون اپنی بزم عیش میں نبیذپی رہا تھا کہ طاہر آیا۔ مامون نے اسے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ طاہر نے دست بستہ عرض کی خادم کو آقا کے سامنے بیٹھنے کی مجال نہیں۔ مامون نے کہا یہ آداب درباری ہیں۔ منجی صحبتوں میں ان کے برتنے کی ضرورت نہیں۔ اثنائے گفتگو میں طاہر کی نظر مامون کی آنکھوں پر پڑی دیکھا کہ ڈبڈبائی ہوئی ہیں۔ عرض کی ایسے وقت میں جبکہ پورا ملک حضور کے زیر فرمان ہے رعایا مطیع اور ان کے دلوں میں حضور کی محبت ہے رونے کا کیا موقع ہے؟ مامون نے کہا اس راز کو افشا کرنا ذلت اور چھپانا تکلیف دہ ہے۔ اس کے بعد طاہر چلا گیا، لیکن اس کے دل میں برابر یہ راز کھٹکتا رہا اور اس نے مامون کے ساقی اور ندیم خاص حسین کو دولاکھ درہم دیئے کہ وہ کسی موقع پر اس معتمد کو حل کرے چنانچہ دوسرے دن جب مامون نے نبیذ مانگی تو حسین نے اصرار سے پوچھا کہ گزشتہ شب کو طاہر کے آنے پر حضور کی آنکھیں کیوں ڈبڈبائی تھیں؟ مامون نے کہا تم اس راز کو کیوں پوچھتے ہو؟ اس نے کہا اس واقعہ نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ مامون نے کہا اچھا میں بتائے دیتا ہوں، لیکن اگر تم نے اس کو اپنی زبان سے نکالا تو سر قلم کر دوں گا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب طاہر کو دیکھتا ہوں تو بھائی امین کی ذلت اور بے کسی کی موت کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ مجھ کو خطرہ ہے کہ کسی نہ کسی دن طاہر کو میرے ہاتھ سے نقصان پہنچ جائے۔ طاہر کو یہ راز معلوم ہوا تو وہ بہت گھبرایا۔ اس نے وزیر اعظم احمد بن ابی خالد سے درخواست کی کہ وہ اسے کسی طرح مامون سے دور کسی مقام پر بھجوا دے۔ اس نے وعدہ کیا چنانچہ دوسرے دن جب وزیر مذکور دربار گیا تو اس نے مامون سے کہا کہ مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔ اس نے پوچھا کیوں؟ کہا آپ نے غسان کو خراسان کا والی بنایا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر کسی دن ترک اٹھ کھڑے ہوئے تو اس کا خاتمہ کر دیں گے۔ مامون نے کہا میں بھی اس پر غور کر رہا ہوں۔ تمہاری نظر میں کون اس عہدے کا اہل ہے؟ اس نے طاہر کا نام لیا۔ مامون نے کہا مجھ کو اس کی طرف سے بغاوت کا خطرہ ہے۔ احمد بن ابی خالد نے کہا میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ احمد کی سفارش پر مامون نے ذیقعدہ ۲۰۶ھ میں طاہر کو کل مشرقی صوبہ جات کا والی بنایا۔

ابن اثیر جلد ۶، ص ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴

مامون کا خطرہ بالکل صحیح نکلا۔ طاہر تقرر کے دو ہی سال بعد باغی ہو گیا اور خطبہ میں اس کا نام نہیں لیا۔ مامون کو خبر ہوئی تو اس نے احمد بن ابی خالد کو بلا کر کہا تمہاری ذمہ داری پر اس کا تقرر ہوا تھا اس لیے اس کو فوراً حاضر کرو، لیکن بغاوت کی خبر کے بعد اس کی موت کی خبر آ گئی۔ اس لیے احمد بن ابی خالد مواخذہ سے بچ گیا۔ ❀

نصر بن سیار پر فوج کشی اور گرفتاری

اوپر گزر چکا ہے کہ امین کے قتل کے بعد اس کے ایک عرب سردار نصر بن شبث ابن سیار عقیلی نے کیسوم میں علم بغاوت بلند کیا تھا، لیکن اس وقت مامون اس سے بڑی مہموں میں مشغول تھا اس لیے ادھر توجہ نہ کر سکا اور نصر نے رفتہ رفتہ بڑی قوت حاصل کر لی۔

بغداد پر قبضہ کے بعد جب مامون کو اطمینان ہوا تو ۲۰۶ھ میں اس نے طاہر کے لڑکے عبداللہ کو رقبہ سے مصر تک کا والی بنا کر نصر کے مقابلہ پر مامور کیا۔ اس موقع پر اس کے باپ طاہر ❀ نے اس کو اصول سیاست و جہان بانی کے متعلق ایک مفصل دستور العمل لکھ کر دیا، جو اپنی جامعیت اور خوبی کے اعتبار سے عدیم المثال تھا۔ طبری اور ابن اثیر نے اس کو پورا نقل کیا ہے۔ مامون نے اس کی نقلیں تمام ممالک محروسہ کے عمال کے پاس بھجوائیں۔ عبداللہ اس دستور العمل کو لے کر روانہ ہوا اور ۲۰۹ھ میں نصر کا محاصرہ کر لیا اور وہ چند شرائط پر امان لینے پر مجبور ہو گیا۔ ❀ مامون نے محمد بن جعفر عامری کو نصر سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا۔ نصر نے اور تمام باتیں منظور کر لیں، لیکن دربار کی حاضری سے معافی چاہی۔ مامون نے اسے منظور نہ کیا اور کہا کہ وہ مجھ سے اتنا کیوں گھبراتا ہے؟ محمد بن جعفر عامری نے کہا اپنے جرم کی وجہ سے شرمندہ ہے۔ مامون نے کہا وہ فضل بن ربیع اور عیسیٰ بن محمد سے بڑا مجرم نہیں ہے جنہوں نے میری حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا۔ میں نے انہیں معاف کر دیا۔ محمد نے کہا یہ ارشاد بجا ہے، لیکن ان کے آباء اجداد کی خدمات ان کی سفارشی تھیں اور نصر کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔ چند دنوں تک تو نصر اپنی ضد پر قائم رہا، لیکن عبداللہ بن طاہر نے اس کو اس قدر تنگ کیا کہ آخر میں اس نے غیر مشروط طور پر اپنے کو عبداللہ کے حوالہ کر دیا۔ اس نے اس کو مامون کے پاس بھجوادیا اور اس کا قلعہ مسار کر دیا۔ ❀

❀ ابن اثیر جلد ۶، ص ۱۲۲-۱۲۳۔ ❀ یہ واقعہ طاہر کی موت سے پہلے کا ہے۔
❀ ابن اثیر جلد ۶، ص ۱۳۱-۱۳۲۔ ❀ ابن اثیر جلد ۶، ص ۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴۔

افریقہ کی بغاوت

مامون کے زمانہ میں افریقہ میں بڑی زبردست بغاوت ہوئی، لیکن اب یہاں انگریزوں کی نیم خود مختار حکومت قائم ہو گئی تھی، جن کا عباسیہ سے محض برائے نام تعلق تھا۔ اس لیے ان کے حالات قلم انداز کئے جاتے ہیں۔

عبدالرحمن بن احمد علوی کا خروج

مامون نے اپنے اسلاف کے مقابلہ میں علویوں کے ساتھ اپنا طرز عمل بدل دیا تھا۔ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔ امام رضا کی محبت میں اس نے اپنی خلافت تک خطرہ میں ڈال دی تھی، لیکن علویوں کے طرز عمل میں کوئی فرق نہ آیا اور انہوں نے اس کے ساتھ بھی اپنی قدیم مخالفتانہ روش قائم رکھی، چنانچہ ۲۰۷ھ میں عبدالرحمن بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی نے یمن میں اہل بیت کی دعوت شروع کی۔ یمنی عباسی عمال کے خلاف تھے۔ اس لیے بہت سے یمنی عبدالرحمن کے ساتھ ہو گئے۔ مامون کو یہ حالات معلوم ہوئے تو ۲۰۷ھ میں اس نے دینار بن عبداللہ کو ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا، لیکن اتنا لحاظ اس وقت بھی رکھا کہ عبدالرحمن کے لیے امان نامہ لکھ کر دے دیا کہ اگر وہ اطاعت قبول کر لیں تو ان سے جنگ نہ کی جائے، چنانچہ دینار نے یمن پہنچ کر پہلے یہ امان نامہ بھجوایا۔ عبدالرحمن نے اسے قبول کر لیا اور عبداللہ کے ساتھ مامون کے پاس چلے آئے۔ مامون انہیں امان دے چکا تھا اس لیے ان کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی، لیکن علویوں سے بددل ہو کر انہیں دربار میں داخلہ کی ممانعت کر دی اور ان کے خاندانی سبز رنگ کی بجائے سیاہ عباسی رنگ استعمال کرنے کا حکم دیا۔ ❁

ابراہیم کے حامیوں کی سازش

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ بغداد میں مامون کے داخلہ کے وقت ابراہیم ابن مہدی روپوش ہو گئے تھے۔ گو اب ان میں کوئی دم خم نہ رہ گیا تھا، لیکن ان کے بعض حامی و ہوا خواہ ابراہیم بن محمد المعروف بابن عائشہ، محمد بن ابراہیم افریقی اور مالک بن شامی وغیرہ خفیہ ان کی بیعت کے لیے کوشاں تھے، چنانچہ ۲۱۰ھ میں انہوں نے یہ سازش کی کہ جب بغدادی فوج نصر بن شبث عقیلی کی ہم سے فراغت کے بعد

واپس آئے اور بغداد کے پل کو عبور کرنے لگے تو پل توڑ دیا جائے۔ عمران القطر بلی کو اس کا علم ہو گیا، اس نے حکام کو اطلاع دے دی اور سب سازشی گرفتار کر لیے گئے۔ انہوں نے چند دوسرے آدمیوں کو شریک جرم بتا کر پھنسانا چاہا لیکن مامون نے اس کو باور نہ کیا اور صرف ابن عائشہ اور ابن شامی کو جن پر قید خانہ میں نقب لگانے کا بھی الزام تھا، قتل کرا دیا۔

عبداللہ بن سری کی بغاوت اور اسکندریہ سے اندلسیوں کا خراج

بغداد کے انقلاب نے بعض عمال میں خود سری کا حوصلہ پیدا کر دیا تھا چنانچہ ۲۰۵ھ میں سری بن محمد والی مصر کے لڑکے عبداللہ نے جو اپنے باپ کی موت کے بعد ۲۰۵ھ میں اس کی جگہ والی ہوا تھا، علم بغاوت بلند کر دیا تھا اور اہل اندلس کے ایک جرگہ نے جنہیں حکم بن ہشام نے وہاں سے نکال دیا تھا، اسکندریہ پر قبضہ کر کے ابو جفص بلوخی کو اپنا سردار بنالیا تھا اور مصر و اسکندریہ دونوں خطرے میں پڑ گئے تھے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ مامون نے عبداللہ بن طاہر کو مصر کا والی بنا کر نصر بن شبث کے مقابلہ پر مامور کیا تھا۔ اس سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اس نے ۲۱۰ھ میں عبداللہ بن سری ابن محمد کی طرف توجہ کی اور اسے شکست دے کر مطیع بنایا۔ اس کے بعد اندلسیوں کو اسکندریہ سے نکالنے کے لیے فوجیں بھیجیں۔ ان میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی اس لیے انہوں نے اس شرط پر خود اسکندریہ چھوڑ دیا کہ انہیں کسی قریبی جزیرہ میں نکل جانے دیا جائے چنانچہ یہاں سے نکل کر کریٹ میں آباد ہو گئے۔ ان کی اولاد مدتوں اس جزیرہ کی حکمران رہی تا آنکہ فرنگیوں نے ان کو یہاں سے نکالا۔ ❁

قم کی بغاوت

اسی سنہ میں قم میں بغاوت رونما ہوئی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ مامون نے عراق کے دورے کے سلسلہ میں رے کا خراج گھٹا دیا تھا۔ قم کے باشندے بھی اس رعایت کے طالب ہوئے، لیکن مامون نے ان کی درخواست نہ سنی۔ انہوں نے خراج دینا بند کر دیا۔ مامون نے علی بن ہشام کو بھیجا۔ اس نے انہیں زیر کر کے سرکشی کی سزا میں مقررہ رقم سے کئی گنا زیادہ وصول کیا۔

زریق بن علی کی بغاوت

اسی زمانہ میں موصل کے ایک عرب زریق بن علی ازدی نے کردستان اور آذربائیجان کے

درمیانی علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ سید بن انس ازدی والی موصل نے اس کو ہٹانے کی کوشش کی۔ دونوں میں کئی معرکے ہوئے۔ ۲۱۱ھ میں زریق چالیس ہزار فوج لے کر چڑھ آیا۔ ابن انس نے مقابلہ کیا اور اس مقابلہ میں کام آ گیا۔

مامون کو اس کی موت کا بڑا صدمہ ہوا۔ اس نے ۲۱۲ھ میں محمد بن حمید کو اس سے انتقام لینے اور بابک خرمی کی شورش (اس کا حال آئندہ آتا ہے) دبانے کے لیے بھیجا۔ زاب میں دونوں کا سامنا ہوا۔ محمد بن حمید نے اس کو اطاعت کی دعوت دی۔ اس نے مسترد کر دی۔ اس کے انکار پر محمد بن حمید اور محمد بن سید نے مل کر زریق کو شکست دی اور اس نے جان بخشی کرا کے اپنے کو حوالہ کر دیا۔ محمد بن حمید نے اسے مامون کے پاس بھجوادیا۔ اس نے اس کی کل املاک ضبط کرنے کا حکم دیا۔ زریق کے لڑکوں نے اس حکم کی تعمیل میں کوئی تامل نہیں کیا۔ اس لیے محمد نے ان کی اطاعت کیشی کے صلہ میں جائیداد انہیں واپس کر دی۔

زریق سے فراغت کے بعد محمد بن حمید آذربائیجان جس پر بعض مخالفین قابض ہو گئے تھے روانہ ہو گیا، لیکن اس کے پہنچنے سے پیشتر یعلیٰ بن مرہ نے انہیں نکال کر آذربائیجان واپس لے لیا تھا۔ ❁

بابک خرمی کا خروج

۲۰۱ھ میں ایک باطنی عجمی بابک خرمی ایک نئی تحریک جو اس کی نسبت سے خرمی مشہور ہے لے کر اٹھا۔ یہ تحریک ایران کے پرانے مذہب مزدکی کی پیداوار ہے۔ مزدکی مذہب کے ایران سے مٹنے کے بعد سب سے پہلے ایک مجوسی جاویدان نے اس کو زندہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ دوسرے عجمی مذہب کی طرح تناخ اس کا بنیادی عقیدہ تھا اور چونکہ اس عقیدہ میں فنا نہیں ہے بلکہ محض قالب بدلتا رہتا ہے اس لیے اس نے اپنا لقب جاویدان یعنی ہمیشہ رہنے والا رکھا۔ اسلامی عہد میں بابک نے اس کو زندہ کرنے کی کوشش کی اور دعویٰ کیا کہ تناخ کے ذریعہ جاویدان کی روح اس میں منتقل ہو گئی ہے اور وہ اس کا جانشین ہے۔ مزدکی مذہب میں اباحت یعنی جنسی تمتع کے لیے بلا کسی قید کے مطلق آزادی کی خاص تعلیم تھی اسی لیے بابک نے خرمی یعنی شادمانی اپنا لقب رکھا۔ اس آزادی کی وجہ سے ہزاروں آدمی اس میں شریک ہو گئے۔ ❁

❁ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۳۸۹

❁ کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۵۱ وابن اثیر جلد ۶ ص ۱۱۱۔

یہ تحریک مذہبی رنگ میں تھی، لیکن درحقیقت مسلمانوں کے خلاف ایک سیاسی تحریک تھی، چنانچہ بابک نے اسلامی آبادیوں پر حملہ کر کے ہزاروں مسلمان تہہ تیغ کر دیے۔ مامون نے کئی فوجیں اس کے مقابلہ کے لیے روانہ کیں، لیکن سب ناکام واپس ہوئیں۔ ۲۱۲ھ میں محمد بن حمید اس مہم پر مامور ہوا، چنانچہ وہ زریق کو مطیع بنانے کے بعد بڑے اہتمام سے بابک کے مقابلہ کے لیے نکلا۔

بابک نے ایک دشوار گزار کوہستان کو اپنا مرکز بنایا تھا۔ محمد بن حمید اس کو طے کر کے مقام ہشتادسر پہنچا اور فوجوں کو از سر نو مرتب کر کے آگے روانہ کر دیا اور خود ان کی حفاظت کے لیے پیچھے رہا۔ بابک پہاڑی کے اوپر درروں میں چھپا ہوا تھا۔ جیسے ہی مسلمان اس کی زد پر پہنچے بابک دفعۃً کمین گاہ سے نکل کر ٹوٹ پڑا۔ محمد بن حمید نے ہر چند مسلمانوں کو سنبھالنے کی کوشش کی، لیکن بابک کا حملہ ایسا ناگہانی اور سخت تھا کہ وہ سنبھل نہ سکے اور غریبوں نے محمد بن حمید کو قتل کر دیا۔ ❁

مامونی عہد میں ان ہنگاموں کے علاوہ اور بھی چھوٹے چھوٹے واقعات رونما ہوئے، لیکن وہ چنداں لائق ذکر نہیں ہیں۔

فتوحات

اگرچہ مامون کا قریب قریب پورا عہد اندرونی شورشوں اور بغاوتوں کے فروا اور حکومت کے گھڑتے ہوئے نظام کو درست کرنے میں گزرا، لیکن اس کے باوجود فتوحات کے لحاظ سے بھی اس کا عہد نہایت کامیاب رہا اور اس پر شور عہد میں بعض اہم فتوحات حاصل ہوئیں۔ یہ فتوحات مختلف سنوں میں ہوتی رہیں، لیکن تسلسل کے خیال سے ان سب کو متفرق طور پر لکھنے کے بجائے شورش اور ہنگاموں کے بعد ایک جگہ لکھنا مناسب معلوم ہوا۔

شاہ کا بل کی اطاعت

ٹھیک بغداد کی شورش کے زمانہ میں جب کہ ایک طرف اس کی فوجیں بغداد کے محاصرہ میں مصروف تھیں، دوسری طرف اس کا ایک حصہ کوہستان کا بل میں برسر پیکار تھا، چنانچہ اسی زمانہ میں کا بل کے بادشاہ نے اطاعت قبول کر کے اسلام قبول کیا اور تاج شاہی مامون کی پیش کش کے لیے بھیجا۔ ❁

بادشاہ اشروسنہ کی اطاعت اور اسلام

❁ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۳۹-۱۴۰ ❁ فتوح البلدان بلاذری ص ۲۳۶-۲۴۰

عین اسی زمانہ میں ترکستان کے فرمانرواؤں سے بھی مقابلہ جاری رہا اور یہاں بعض فتوحات بھی ہوئیں۔ چنانچہ اشروسنہ کے بادشاہ کاؤس نے ذوالریاستین فضل بن سہل سے اس شرط پر صلح کی درخواست کی کہ اگر ہمارے حدود سلطنت میں مداخلت نہ کی جائے تو ہم اس کے بدلہ میں ایک مقررہ رقم پیش کرتے رہیں گے۔ ذوالریاستین نے یہ درخواست قبول کر لی تھی، لیکن جب مامون بغداد آیا تو کاؤس معاہدہ پر قائم نہ رہا۔ اس لیے مامون نے اس کی تادیب کے لیے فوجیں روانہ کیں اور کاؤس کو نقض عہد کی سزا سننے کے لیے اسلام قبول کرنا پڑا۔ کاؤس کے دو لڑکے تھے، فضل و حیدر * کاؤس نے فضل کی شادی اپنے ایک مقرب قہرمان کی لڑکی سے کر دی تھی۔ اس تعلق سے قہرمان فضل کی تعریف اور حیدر کی مذمت کیا کرتا تھا۔ حیدر نے غصہ میں آ کر قہرمان کو قتل کر دیا، لیکن پھر باپ کے خوف سے گھبرایا اور اس کے مواخذہ سے بچنے کے لیے مامون کی خدمت میں جا کر اس سے کہا کہ اشروسنہ نہایت آسانی کے ساتھ فتح ہو سکتا ہے اور وہاں تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ بھی بتا دیا۔ مامون کاؤس کے نقض عہد کی وجہ سے پہلے سے برہم تھا اس لیے فوراً احمد بن ابی خالد کو اشروسنہ پر فوج کشی کا حکم دے دیا۔ کاؤس کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ترک سلاطین سے مدد مانگی۔ ان میں ایک شخص دہم نے امداد دینے کا وعدہ کیا، لیکن اس کی مدد آنے سے پہلے ہی احمد اشروسنہ پہنچ گیا۔ کاؤس اس وقت اشروسنہ سے دور تھا اس لیے احمد کی فوج کشی کی خبر سن کر گھبرایا۔ اس کے دوسرے لڑکے حیدر پر بھی جو دہم کی مدد کے لیے آ رہا تھا، ایسا خوف طاری ہوا کہ وہ بھی امدادی فوج کو راستہ میں چھوڑ کر باپ کے پاس چلا گیا اور ترکی دستہ راستہ میں پانی کی قلت کی وجہ سے ہلاک ہو گیا اور کاؤس کے لیے اطاعت قبول کرنے کے سوا چارہ کار نہ رہ گیا، چنانچہ اس نے مامون کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ مامون نے اس صلہ میں اس کی حکومت قائم رکھی اور اس کے بعد اس کے لڑکے حیدر کو اس کا قائم مقام بنایا۔ *

طبرستان کے پہاڑی امرا کی اطاعت

۲۰۱ھ میں عبداللہ بن خردازنہ والی طبرستان نے دیلم پر چڑھائی کی اور بلاذر، شیراز اور طبرستان کے بعض کوہستانی علاقوں کو فتح کر کے ابولہٰی بادشاہ دیلم اور کوہستانی علاقے کے بعض فرمانرواؤں کو مامون کی خدمت میں بھیجا۔ *

* حیدر ترکی نام افشین تھا۔ * فوج البلدان ص ۱۳۶ تا ۱۳۷۔

* ابن اثیر جلد ۲ ص ۱۱۱۔

ایشیائے کوچک کی فتوحات

محرم ۲۱۵ھ میں مامون نے بہ نفس نفیس ایشیائے کوچک پر فوج کشی کی اور منبج، وابق، انطاکیہ، مصیصہ اور طرسوس ہوتا ہوا ایشیائے کوچک میں داخل ہوا اور حصن ماجد کو صلیحاً اور حصن قرہ کو بزور شمشیر فتح کر کے برباد کر ڈالا اور امیر اشناس کو حصن سندس اور جعفر کو حصن ستاز پر مامور کیا۔ اشناس کے قلعہ دار کو گرفتار کر لیا اور ستاز کے قلعہ دار نے اطاعت قبول کر لی اور مامون غافر و غانم و مشق واپس گیا۔

اس کے ایک سال بعد رومیوں نے طرسوس اور مصیصہ کے کئی ہزار مسلمان قتل کر ڈالے۔ مامون کو اس کی خبر ہوئی تو ۲۱۷ھ میں پھر روم پر فوج کشی کی اور انطیجو کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں کے باشندوں نے صلح کر لی اور مامون نے ہر قلعہ کا رخ کیا۔ یہاں کے باشندوں نے بھی مصالحت کر لی اور مامون نے مقتسم کو رومی قلعوں کی تسخیر پر مامور کیا۔ اس نے تیس قلعے اور مٹمورہ کو فتح کیا اور قاضی یحییٰ بن اٹم نے بہت سے رومی گرفتار کیے اور مامون کیسوم ہوتا ہوا دمشق لوٹ آیا۔ ❀

۲۱۷ھ میں پھر نکلا اور لولہ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس میں کامیابی نہ ہوئی اس لیے عجیف کو متعین کر کے خود لوٹ گیا۔ واپسی میں وہ مرض الموت میں مبتلا ہو گیا جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔ مامون کی واپسی کے بعد قیصر روم توفیل مدافعت کے لیے پہنچا۔ اس دوران میں مامون کی بھیجی ہوئی تازہ دم کمک آگئی تھی۔ اس لیے توفیل کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور لولہ کے باشندے اطاعت پر مجبور ہو گئے۔ ❀ اور مامون نے ان مقامات کی حفاظت کے لیے طوانہ میں قلعہ تعمیر کر کے یہاں مسلمانوں کی آبادی قائم کی۔

کریٹ کی فتح

جزیرہ کریٹ کا کچھ حصہ ولید اموی اور اس کے بعد ہارون کے زمانہ میں فتح ہوا تھا۔ مامون کے زمانہ میں ابو حفص عمر بن عیسیٰ اندلسی نے یہاں ایک اور قلعہ فتح کیا اور رفتہ رفتہ پورا جزیرہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ ❀

صقلیہ کی فتح

مامونی دور کی ایک بڑی یادگار صقلیہ کی فتح ہے، گواس کا عباسی حکومت سے براہ راست کوئی

❀ فتوح البلدان ص ۲۳۵۔

❀ ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۵۶۔

❀ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۳۱۔

تعلق نہیں ہے اور اس کا سہرا شمالی افریقہ کے حکمران اعلیوں کے سر ہے، لیکن وہ عباسی حکومت کے باجگزار تھے اور صقلیہ کی فتح نہایت اہم ہے اس لیے اس کے مختصر حالات لکھے جاتے ہیں۔

صقلیہ پر حملہ کی ابتدا اموی دور میں ہو چکی تھی، لیکن اس کی تسخیر مامونی دور میں عمل میں آئی۔ اس زمانہ میں صقلیہ حکومت قسطنطنیہ کا ایک ماتحت علاقہ تھا اور یہاں کے حکمرانوں کا عزل و نصب قیصر کے اختیار میں تھا۔ صقلیہ کی فتح کے زمانہ میں شہنشاہ روم کی جانب سے قسطنطنیہ یہاں کا حکمران تھا۔ اس نے فینی نامی شخص کو امیر البحر بنایا۔ فینی نے افریقہ کے ساحل پر تاخت کر کے بہت سے تاجروں کو لوٹ لیا اور مدتوں یہاں مقیم رہا۔ ایک مرتبہ قیصر اس سے ناراض ہو گیا اور والی صقلیہ کو اسے گرفتار کر کے سزا دینے کا حکم دیا۔ فینی کے حامی یہ سن کر بہت برہم ہوئے اور فینی کو قسطنطنیہ کی مخالفت پر آمادہ کیا، چنانچہ وہ افریقہ سے صقلیہ پہنچا اور سرقوسہ پر مخالفانہ قبضہ کر لیا۔ قسطنطنیہ نے اسے ہٹانے کی کوشش کی مگر خود شکست کھائی۔ فینی نے تعاقب کیا۔ قسطنطنیہ گرفتار ہو کر مارا گیا اور فینی صقلیہ کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔ صقلیہ کی حکومت حاصل کرنے کے بعد اس نے ایک شخص بلاطہ کو جزیرہ کے ایک حصہ کا حاکم بنایا۔ کچھ دنوں کے بعد اس میں اور فینی میں مخالفت ہو گئی اور بلاطہ نے اپنے بانی میخائیل والی بلرم کی مدد سے فینی کو شکست دے کر سرقوسہ پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت افریقہ میں اعلیٰ حکومت کے فرمانروا امیر زیادۃ اللہ کا بڑا شہرہ تھا۔ فینی نے بلاطہ سے بدلہ لینے کے لیے زیادۃ اللہ کی جانب رجوع کیا اور افریقہ کا سفر کر کے زیادۃ اللہ کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر آپ اس وقت میری مدد کریں تو صقلیہ کا تاج و تخت آپ کے لیے حاضر ہے۔ جزیرہ صقلیہ مدتوں سے مسلمانوں کی نگاہ میں تھا۔ اس لیے زیادۃ اللہ نے ۲۱۲ھ میں قیروان کے قاضی اسد بن فرات کی ماتحتی میں ایک فوج روانہ کر دی۔ اسد بن فرات مازر پہنچ کر یہاں سے بلاطہ کے مقابلہ کے لیے بڑھے۔ راستہ میں رومیوں کی ایک جماعت ملی۔ مسلمانوں نے فینی کی مدد کے بغیر تنہا مقابلہ کر کے انہیں شکست دی۔ بلاطہ بھاگ کر قلواریہ پہنچا اور وہاں مارا گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے متعدد قلعے فتح کیے اور اسد بن فرات نے ایک مشہور قلعہ کا رخ کیا۔ یہاں کے رومیوں نے جمع ہو کر اسد سے کہا کہ ہم جزیہ دیں گے۔ آپ مہربانی کر کے یہاں کا رخ نہ کیجئے۔ اسد نے منظور کر لیا۔ رومیوں نے اس کو یہ فریب دے کر خفیہ جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ فینی نے بھی جس کا کام اس کے حریف بلاطہ کے خاتمہ کے بعد پورا ہو چکا تھا اور صقلیہ میں مسلمانوں کی مزید فتوحات اس کے مفاد کے خلاف تھیں، رومیوں کو ملک کی حفاظت پر ابھرا، لیکن ظاہر میں مسلمانوں کے ساتھ رہا، چنانچہ مدافعت کی تیاری مکمل کرنے کے بعد انہوں نے

جزیرہ دینے سے انکار کر دیا۔ اس لیے اسد نے ہر طرف فوجیں پھیلا کر سرقوسہ کے قرب و جوار کی بہت سی آبادیاں فتح کر لیں اور اس کے بحری اور بری دونوں ناکے گھیر لیے۔ اسی دوران میں افریقہ سے تازہ دم امداد پہنچ گئی۔ اسی دوران میں بلرم کا حاکم مسلمانوں کی طرف بڑھا۔ انہوں نے بھی مقابلہ کا پورا انتظام کیا۔ فوج کے گرد خندقیں کھود کر دور دور تک گڑھے کھود دیئے۔ رومیوں نے پہنچتے ہی پوری قوت کے ساتھ حملہ کر دیا اور زور میں بہت سے رومی گڑھوں میں گر کر ہلاک ہوئے۔ مسلمانوں نے سرقوسہ کا محاصرہ اور سخت کر دیا۔ اسی دوران میں رومیوں کی مدد کے لیے قسطنطنیہ سے جنگی جہاز پہنچ گئے۔ دوسری طرف اسلامی فوج میں وبا پھیل گئی اور بہت سے مسلمانوں کی جانیں اس میں ضائع ہو گئیں۔ اسد بن فرات بھی اس کا شکار ہو گئے۔ ان کے بعد محمد بن ابی الجوارہ نے ان کی جگہ لی، لیکن وبا کی ہلاکت آفرینی نے مسلمانوں کی قوت کمزور کر دی تھی۔ اس لیے انہوں نے لوٹ جانے کا عزم کیا، مگر رومیوں نے راستہ روک دیا۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں کے جذبات بھڑک اٹھے، چنانچہ انہوں نے لوٹنے کا ارادہ ترک کر کے جہازوں میں آگ لگا دی اور شہرینا کو فتح کر کے جرجنت کو مرکز قرار دیا۔ ان فتوحات نے مسلمانوں کے حوصلے بڑھائے اور انہوں نے قسریانہ کا رخ کیا۔ فیلی بھی ساتھ ساتھ تھا۔ قسریانہ والوں نے اس کے سامنے زمین بوس ہو کر اطاعت کا اظہار کیا اور کہا تاج و تخت آپ کے لیے حاضر ہے اور اطاعت کا فریب دے کر قتل کر دیا۔ قسطنطنیہ سے رومیوں کی امداد کا تار بندھا ہوا تھا، لیکن مسلمانوں نے ان سب کو قتل کر دیا، جو باقی رہ گئے وہ قسریانہ میں داخل ہو گئے۔ اسی دوران میں محمد بن ابی الجوارہ کی انتقال ہو گیا اور ان کی بجائے زبیر بن غوث امیر قرار پائے۔

ان پیہم فتوحات نے مسلمانوں کی توجہ اصل مقصد سے ہٹا دی اور وہ فتوحات میں زور صرف کرنے کے بجائے لوٹ میں مصروف ہو گئے اور ان کے مختلف جتھے مختلف سمتوں میں چھاپے مارنے لگے۔ ان کو منتشر دیکھ کر رومی ہر طرف سے نکل پڑے اور مختلف مقامات پر ان کو شکست دینے کے بعد ان پر متحدہ حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کی قوت منتشر ہو چکی تھی اس لیے فاش شکست کھائی اور ایک ہزار مسلمان قتل ہوئے، جو باقی بچے وہ اپنی قیام گاہ پر واپس آ گئے، لیکن یہاں بھی رومیوں نے ان کو گھیر لیا اور جنگ کا سلسلہ اتنا بڑھا کہ مسلمانوں کے کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا۔ مسلمانوں نے ان پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ رومی خیموں کو چھوڑ کر قریب ہی چھپ گئے تھے۔ اس لیے جیسے ہی مسلمان آگے بڑھے وہ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور بہت سے مسلمانوں کو شہید کر ڈالا۔ باقی ماندہ لوگ مینا میں داخل ہو گئے۔ رومیوں نے ان کا بہت سخت محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں کو جانور کھانے کی نوبت آ گئی اور رومیوں کا زور اتنا

بڑھ گیا کہ قلعہ جرجنت کے مسلمان بھی ان کی مدد نہ کر سکے اور یہ لوگ ۲۱۳ھ تک اس پریشانی میں دن کاٹتے رہے۔ ۲۱۴ھ میں اتفاق سے کئی اندلسی اسلامی بیڑے جو جنگ کے لیے نکلے تھے پہنچ گئے اور افریقہ سے بھی مدد آ گئی۔ ان سب نے رومیوں پر متفقہ حملہ کر کے مسلمانوں کو اس مصیبت سے نجات دلائی اور انہوں نے ۲۱۶ھ میں دوبارہ بلرم پر قبضہ کر لیا۔ پھر بد قسمتی سے ان میں اور اندلسی مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے صقلیہ کی فتوحات رک گئیں اور پھر معصوم کے عہد میں ۲۱۹ھ سے یہ سلسلہ شروع ہوا جس کا ذکر اس کے حالات میں آئے گا۔ ❁

فضل بن سہل کی وزارت

مامون کا سب سے پہلا وزیر فضل بن سہل تھا۔ اس کا باپ سہل سلاطین فارس کی اولاد میں تھا۔ ہارون رشید کے زمانہ میں مہدی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ سہل نہیں بلکہ اس کے لڑکے فضل نے اسلام قبول کیا۔ فضل علم نجوم کا بڑا ماہر تھا اور اسی کی روشنی میں امور مملکت کو انجام دیتا تھا۔ ابن خلکان نے اس قسم کے متعدد واقعات نقل کیے ہیں۔ بڑا فصیح و بلیغ، بڑا سیاستدان اور آداب سلاطین کا واقف کار تھا۔ حلم فیاضی اور سیاست میں اس کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ برا مکہ بڑے جوہر شناس تھے چنانچہ جعفر برکی نے مامون کی خدمت کے لیے ہارون سے فضل کی سفارش کی۔ ہارون نے اس کو جانچنے کے بعد مامون کی خدمت پر مامور کیا۔ فضل کی عاقبت بین نگاہ نے دیکھ لیا تھا کہ ایک نہ ایک دن مامون کے ہاتھوں میں خلافت آئے گی۔ اس لیے وہ شروع ہی سے بڑی توقعات رکھتا تھا اور آئندہ کی امید پر مامون پر اپنی کارگزاری اور حسن تدبیر کا سکہ بٹھاتا رہا۔

جب مامون اور امین میں اختلافات شروع ہوئے اس وقت فضل کو اپنی دیرینہ آرزوؤں کے پورا کرنے کا موقع ملا اور اس نے اپنے حسن تدبیر سے مامون کو مسند خلافت پر بٹھایا۔ خلافت ملنے کے بعد مامون نے اسے وزارت عظمیٰ کے منصب پر سرفراز اور ذوالریاستین کے لقب سے ملقب کیا کہ تلوار اور قلم دونوں اس کے تابع فرمان تھے۔ اس نے اس شان و شکوہ کی وزارت کی کہ برا مکہ کے سوا اس کی دوسری مثال نہیں مل سکتی، لیکن اس کی خود سری اور استبداد کی وجہ سے اس کا انجام بھی اچھا نہ ہوا۔ اس کے قتل کا واقعہ اوپر گزر چکا ہے۔ قتل کے وقت بروایت طبری اس کی عمر ۶۲ سال تھی۔ ❁

❁ یہ تمام حالات ابن اثیر اور ابن خلدون سے ماخوذ ہیں۔

❁ تفصیل دیکھو ابن خلکان جلد ۱ ص ۴۱۳ و ۴۱۴ والفخری ص ۲۰۲۔

حسن بن سہل

مامون کا دوسرا وزیر فضل کا چھوٹا بھائی سہل تھا۔ گو یہ فضل جیسا عالی دماغ نہ تھا تاہم اس میں بہت سے اوصاف و خصوصیات تھیں۔ فیاضی میں فضل سے بڑھا ہوا تھا۔ فضل کے قتل کے بعد مامون نے اس کی دلدہی کے لیے اس کو وزیر بنایا اور اس کی لڑکی بوران سے شادی کی۔ حسن میں فیاضی اور اولوالعزمی کا وصف زیادہ نمایاں تھا۔ بوران کی شادی میں اس نے جس فیاضی کا مظاہرہ کیا اس کی مثالیں کم ملیں گی۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ تاریخ اسلام میں اس شان کی شادی کی دوسری مثال نہیں ملتی اور اسے عہد مامونی کے اہم واقعات میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ شادی فم صلح میں ہوئی تھی۔ بارات میں مامون کا سارا خدم و حشم فوج اور جملہ عمائد شریک تھے۔ انیس دن تک بارات مقیم رہی۔ حسن نے بڑی اولوالعزمی سے بارات کی مدارت کی۔ یہ واقعہ خاص طور سے لائق ذکر ہے کہ شادی کے دن کاغذ کے پرزوں پر نقدی جائیداد غلام اور ہر قسم کا نقد و جنس اور ساز و سامان لکھ کر ان کی گولیاں بنا کر لٹائیں۔ جس کو جو گولی ملی فوراً اس کی مرقومہ چیز اس کے حوالہ کی گئی۔ ان گولیوں کے علاوہ طلائی اور نقرئی سکے براتیوں پر لٹائے گئے۔ مامون کے بیٹھنے کے لیے خالص سونے کا فرش تھا۔ جیسے ہی اس نے اس پر قدم رکھا اوپر سے سچے موتی پھجھور کیے گئے اور جب پہلی مرتبہ مامون بوران سے ملا تو بوران کی وادی نے دلہلا و دلہن کے اوپر سے ایک ہزار بیش قیمت درتیم پھجھور کئے۔ مؤرخین اس شادی کے اخراجات کا اندازہ پانچ کروڑ کرتے ہیں۔ ❁

حسن وزارت سے پہلے طاہر کے مفتوحہ ممالک کا والی تھا۔ فضل کے بعد وزیر اعظم ہوا، لیکن اس کو فضل کے قتل کا ایسا شدید قلق اور اس کے دماغ پر اس کا اتنا اثر تھا کہ کچھ ہی دنوں کے بعد جنون ہو گیا اور اسی حال میں ۲۳۶ھ میں وفات پائی۔

احمد بن ابی خالد

تیسرا وزیر ابو احمد بن ابی خالد الاحول تھا۔ یہ نہایت عاقل و فرزانه امور جہاں بانی کا ماہر فصیح و بلیغ اور بڑا انشاء پرداز تھا۔ حسن بن سہل کی وزارت کے زمانہ میں اس کا کاتب تھا، فضل کی موت نے حسن کا دماغ بیکار کر دیا تھا، اس لیے اس کی وزارت ہی کے زمانہ میں مامون نے احمد کو وزیر بنانا چاہا۔ اس نے کہا میں اس عہدہ کے جملہ فرائض انجام دینے کے لیے حاضر ہوں، لیکن امیر المؤمنین

مجھے وزارت کے لقب سے ملقب نہ فرمائیں۔ مامون نے اسے نہ قبول کیا اور باقاعدہ اسے وزیر بنا دیا۔ ۲۱۶ھ میں اس نے وفات پائی۔ ❁

احمد بن یوسف

احمد بن ابی خالد کے بعد احمد بن یوسف بن قسم کو قلم دان وزارت سپرد ہوا۔ یہ بھی فضل و کمال اور ادب و شاعری میں نہایت ممتاز تھا۔ امور جہانبانی اور آداب سلطانی میں مہارت حاصل تھی۔ احمد بن ابی خالد کے بعد حسن بن سہل کی رائے سے وزارت کا عہدہ اس کے متعلق کیا گیا۔ یہ بھی چند دنوں کے بعد مر گیا۔ اس کی موت کے بارہ میں دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس کو مامون نے ایک گستاخی پر سزا دی اس کے صدمہ سے کچھ دنوں کے بعد مر گیا۔ دوسرے یہ کہ وہ خود اپنی کسی لغزش کے صدمہ سے مرا۔ ❁

ثابت بن یحییٰ

اس کے بعد ابو عبد اللہ ثابت بن یحییٰ بن یسار رازی کو منصب وزارت تفویض ہوا۔ یہ ایک اچھا کاتب تھا۔ حساب میں بڑی مہارت رکھتا تھا، لیکن سخت تند مزاج اور سر بلع الغضب تھا۔ غصہ کی حالت میں بالکل قابو سے باہر ہو جاتا تھا۔

ابو عبد اللہ محمد بن یزید

مامون کا سب سے آخری وزیر ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن سوید تھا۔ یہ خراسان کا باشندہ تھا۔ اس کے آباؤ اجداد مجوسی تھے۔ اس خاندان میں سب سے پہلے سوید نے اسلام قبول کیا۔ سوید کے بچپن میں اس کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کی ماں نے اس کو ایک عجمی کاتب کے حوالہ کر دیا تھا۔ کاتب نے بڑی توجہ سے اس کو تعلیم و تربیت دی۔ خصوصاً فارسی ادب کی نہایت عمدہ تعلیم دی۔ حصول تعلیم کے بعد مرو کے دفتر محاسبی میں ملازم ہو گیا۔ ایک دن پانی برس رہا تھا اس لیے دفتر کے محرر اور بعض دوسرے عہدیدار نہ آ سکے تھے، مگر ان کا میرنشی آ گیا تھا۔ اس کو کچھ ضروری حساب و کتاب کرنا تھا، دفتر بالکل خالی تھا۔ اس لیے خود کام کرنے لگا۔ کام کرتے کرتے اس پر غنودگی طاری ہو گئی اور وہ کاغذات سوید کے سپرد کر کے سو گیا۔ سوید اس کام سے واقف تھا۔ اس نے اس کو بحسن و خوبی پورا کر دیا۔ میرنشی کی آنکھ کھلی تو اس نے کاغذات مانگے۔ سوید نے لا کر حاضر کیے اس نے دیکھا

کہ بقیہ کام نہایت خوش اسلوبی اور صفائی سے پورا کر دیا گیا ہے۔ پوچھا کس نے کیا؟ سوید نے کہا میں نے۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا اور اپنے خاص دفتر میں ملازم رکھ لیا۔ رفتہ رفتہ اس نے اتنی ترقی کی کہ ثابت بن یحییٰ کے بعد مامون نے وزارت کے لیے اس کو منتخب کیا اور جملہ امور مملکت اس کے سپرد کر دیئے۔ مامون کی وفات تک وہ اس عہدہ پر رہا۔ ❁

وفات

اوپر گزر چکا ہے کہ مامون نے ارض روم پر فوج کشی کی تھی۔ واپسی میں ایک مقام پر منزل ہوئی۔ قریب ہی دریاے بندنون تھا۔ اس کی سیر کو گیا اور تفریحاً دریا میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا اور پانی کی ٹھنڈک اور صفائی کی تعریف کرنے لگا۔ اسی دوران میں سرکاری ہرکارہ پہنچا اور عراق کی تازہ تازہ کھجور لایا۔ مامون اور اس کے ساتھیوں نے یہیں بیٹھے بیٹھے کھجور کھائی اور دریا کا پانی پیا۔ معلوم نہیں اس میں کیا اثر تھا کہ یہاں سے اٹھتے اٹھتے سب کو بخار آ گیا۔ مامون کو ایسا سخت آیا کہ پھر نہ اتر۔ شاہی طبیب مخفیثوے اور ابن ماسویہ ہمرکاب تھے۔ ہر طرح کی تدبیر کی مگر کوئی علاج کارگر نہ ہوا اور بہت جلد معمولی بخار نے مرض الموت کی شکل اختیار کر لی۔ اس کا لڑکا عباس اور بھائی معتمد ساتھ تھے۔ فقہا اور قضاۃ کے روبرو معتمد کو ولی عہد نامزد کر کے ضروری وصیتیں کیں۔ یہ وصیت بہت طویل ہے اس کے بعض ٹکڑے یہ ہیں:

”میری حالت سے سبق حاصل کرو۔ خلق قرآن کے مسئلہ میں میرا طریقہ اختیار کرنا“ جب تم پر خلافت کی ذمہ داری آئے تو اللہ کے طالب اور اس کے عذاب و عتاب سے خائف کی طرح عمل کرنا۔ اس کی ڈھیل سے دھوکے میں نہ آنا اور یہ سمجھتے رہنا کہ موت سر پر سوار ہے۔ رعایا کے امور سے کبھی غافل نہ رہنا۔ رعایا رعایا، عوام عوام حکومت انہیں سے عبارت ہے۔ مسلمانوں کی نگرانی اور ان کے فائدے سے غفلت نہ کرنا۔ ان کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا خوف کرنا اپنی خواہشات کے مقابلہ میں ہمیشہ ان کے مفاد اور صلاح و فلاح کو ترجیح دینا۔ زبردستوں سے زبردستوں کا حق دلانا۔ ان پر بار نہ ڈالنا۔ ان میں باہم انصاف سے کام لینا انہیں مانوس کرنا، قریب لانا۔“ ❁

اس سے فراغت کے بعد حالت اور بگڑ گئی۔ لوگوں نے کلمہ شہادت کی تلقین کی۔ ابن ماسویہ طبیب نے روکا کہ اس وقت ان میں ”مائی“ اور ”اللہ“ میں امتیاز کی صلاحیت نہیں ہے۔ یہ سن کر مامون نے

آنکھیں کھول دیں اور ابن ماسویہ کو پکڑنے کا قصد کیا، مگر طاقت جواب دے چکی تھی۔ کچھ بولنا چاہا، لیکن زبان نے یاری نہ دی۔ بمشکل اتنا کہا کہ ”اے وہ جسے کبھی موت نہ آئے گی، اس پر رحم فرما جو مر رہا ہے۔“ یہ کہہ کر جمادی الثانی ۲۱۸ھ میں جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ لاش طرطوس لے جا کر دفن کر دی گئی۔ وفات کے وقت ۴۸ سال کی عمر تھی۔ مدت خلافت میں سال پانچ مہینے۔ ❁

فضل و کمال

مامون تدبیر و سیاست، عقل و دانش، فہم و فراست، فضل و کمال، عدل و انصاف، شجاعت و شہامت، فیاضی و دریاوی، حلم و عفو سادگی و تواضع، جملہ اوصاف میں کامل تھا۔ اس کی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام سے ہوئی تھی۔ تعلیم کے لیے ہر فن کے ماہر مقرر کیے گئے تھے۔ اس کو خود بڑا شوق و ذوق اور علم سے فطری مناسبت تھی۔ اس لیے ہر فن میں اس نے کمال حاصل کیا۔ عباسی خلفا کی تاریخ میں ایسا صاحب علم خلیفہ کوئی نہیں ہوا۔ علمی حیثیت سے وہ دنیا کے ممتاز ترین حکمرانوں میں تھا اور اس کا شمار اس عہد کے اکابر علماء میں تھا۔ کان المامون امارا بالعدل فقیہ النفس بعدہ، کبار العلماء ❁ قرآن، تفسیر، فقہ، فرائض، ادب، شاعری، طب، فلسفہ، نجوم، ریاضی، ہر فن میں کامل تھا۔ قاضی یحییٰ بن اکثم کا جو خود بڑے صاحب علم تھے، بیان ہے کہ امیر المؤمنین طب میں جالینوس، نجوم میں ہرسل، فقہ میں علی بن ابی النضر، ابی طالب، سخاوت میں حاتم طائی، سچائی میں ابوذر، کرم میں کعب بن مامہ اور ایفائے عہد میں سموکل بن عادیا ہیں۔ ❁

مامونی عہد کی علمی ترقیاں

ان کمالات کے ساتھ وہ علم و دوست اور علماء پرور تھا۔ علامہ ابن صاعد اندلسی لکھتے ہیں کہ جب عباسی سلطنت کے ساتویں خلیفہ مامون کو خلافت ملی تو اس نے اپنے دادا منصور کے اس کام کو جسے اس نے شروع کیا تھا، کمال تک پہنچا دیا۔ وہ اپنی بلند اور شریف ہمت اور اپنے نفس فاضل کی قوت سے علوم کو ان کے خزانوں اور معدنوں سے نکالنے پر آمادہ ہوا۔ چنانچہ سلاطین روم سے تعلقات پیدا کئے۔ ان کو بڑے بڑے ہدایا و تحائف بھیج کر اس کے بدلہ میں ان سے فلسفہ کی کتابیں طلب کیں، چنانچہ ان کے پاس افلاطون، ارسطاطالیس، بقراط، جالینوس، اقلیدس اور بطلمیوس وغیرہ کی جو کتابیں

❁ ابن اثیر جلد ۶، ص ۱۴۶-۱۴۷۔ ❁ تاریخ الخلفاء ص ۳۱۱۔

❁ تاریخ الخلفاء ص ۲۲۱۔

موجود تھیں، بھیج دیں اور مامون نے ماہرین مترجموں کو ان کتابوں کے ترجمہ پر مامور کیا، چنانچہ ان لوگوں نے جہاں تک ممکن تھا، ان کا ترجمہ کیا۔ ترجمہ ہونے کے بعد پھر مامون نے ان لوگوں کو ان کتابوں کے پڑھنے اور تعلیم حاصل کرنے کا شوق دلایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے زمانہ میں بغداد میں علم کا بازار گرم ہو گیا اور سلطنت حکمت قائم ہو گئی اور جب علما اور صاحب دجاہت لوگوں نے دیکھا کہ مامون وابستگان علم و فن کو اپنا مقرب خاص بناتا ہے اور ان کی صحبتوں میں بیٹھ کر ان کے مناظروں اور ان کے علمی مباحث سے لطف اندوز ہوتا ہے اور ان کو بڑے بلند مراتب پر پہنچاتا ہے تو ان میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا شوق پیدا ہو گیا۔ علما، فقہاء، محدثین، متکلمین، اہل لغت، مؤرخین، شعراء، ماہرین اور نسابین سب کے ساتھ یہی طرز عمل تھا۔ اس قدردانی اور علما کی مسابقت فی العلم سے اسی زمانہ میں اکابر علما کی ایک جماعت پیدا ہو گئی۔ جس نے اپنے بعد کے آنے والوں کے لیے طب کا راستہ بنایا اور ادب کے آئین و اصول وضع کیے، تا آنکہ عباسی حکومت رومیوں کے عہد کمال کا مقابلہ کرنے لگی۔ ❁

ملاکاتب علمی لکھتے ہیں کہ جب خلافت مامون کے پاس آئی تو اس نے اپنے دادا ابو جعفر منصور کے کام کو تکمیل تک پہنچایا اور علوم و فنون کو ان کے مرکزوں اور معدنوں سے نکالنے کی طرف متوجہ ہوا۔ سلاطین روم سے فلسفہ کی کتابیں مانگ بھیجیں، چنانچہ ان لوگوں نے افلاطون، ارسطو، بقراط، جالینوس، اقلیدس اور بطلیموس وغیرہ کی کتابیں بھیجیں اور مامون نے ماہر مترجمین سے ان کا ترجمہ کرا کے لوگوں کو ان کی تعلیم کی ترغیب دلائی اور چند دن کے اندر اندر ایک معتد بہ جماعت علوم و فنون سے آراستہ ہو گئی۔ ❁ اس سلسلہ میں کاتب چلبی نے ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ مامون نے ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا، پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا ارسطو! پوچھا بھلائی کیا ہے؟ جواب ملا جسے عقل اچھا کہے۔ پوچھا اس کے بعد؟ کہا جس کو شرع اچھا بتائے۔ اس خواب نے اس کے علمی شوق کو اور تیز کر دیا اور اسی وقت اس نے رومی کتب خانوں کی قدیم کتابوں کی فرمائش میں سلاطین روم کے پاس خطوط لکھے اور حجاج ابن مطر، ابن البطریق اور بیت الحکمت کے ناظر کو بھیجا کہ یہ لوگ خود جا کر کتابیں انتخاب کر کے لائیں۔ ان کے آنے کے بعد یوحنا بن ماسویہ ان کے ترجمہ پر مامور ہوا۔ ❁ یہ وہ زمانہ تھا کہ عقلی علوم روم میں ایک مصیبت سمجھے جاتے تھے اور یہاں سے علم و فن کا چرچا

❁ طبقات الامم ابن سعد اندلسی ص ۴۹۴۸۔ ❁ کشف الظنون ص ۲۶۔

❁ کشف الظنون ص ۴۳۔

اٹھ چکا تھا چنانچہ جب مامون کا خط قیصر کے پاس پہنچا اور اس نے کتابوں کی تلاش شروع کی تو ایک خانقاہ نشین راہب نے پتہ بتایا کہ فلاں مقام پر ایک مقفل مکان ہے جس میں قسطنطین نے تمام یونانی کتابیں بند کرادی تھیں۔ اس وقت سے جو بادشاہ ہوتا ہے وہ اس پر ایک قفل کا اور اضافہ کرتا ہے۔ قیصر نے اعیان سلطنت سے مشورہ کیا۔ سب نے کھولنے کا مشورہ دیا پھر راہب سے پوچھا کہ اگر یہ کتابیں اسلامی ملک میں بھیج دی جائیں تو مجھ پر دنیا میں کوئی وبال یا آخرت میں مواخذہ تو نہ ہوگا۔ تجربہ کار راہب نے جواب دیا وبال و مواخذہ نہیں بلکہ ثواب ملے گا کیونکہ یہ چیزیں جس مذہب میں داخل ہوئیں اس کی بنیادیں ہلا دیں چنانچہ مقفل خزانہ کھولا گیا اور اس میں سے بے شمار قدیم یونانی کتابیں نکلیں اور وہ سب مسلمانوں کے ملک میں روانہ کی گئیں۔ مامون نے ان سب کا ترجمہ کرایا۔ ❀

بعض مترجمین کے نام یہ ہیں:

یعقوب بن اسحاق کندی، یہ مسلمانوں میں پہلا شخص ہے جس نے فیلسوف عرب کا معزز لقب حاصل کیا۔ اس کی چھوٹی بڑی تالیفات و تراجم کی تعداد پچاس سے اوپر ہے۔ ❀

حنین بن اسحاق عبادی، یہ اپنے عہد کا بڑا صاحب کمال نصرانی طبیب تھا۔ اس کو یونانی، سریانی اور عربی تینوں زبانوں میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ اس نے یونانی کتابوں کے بکثرت عربی اور سریانی تراجم کیے۔ اس کی تالیفات و تراجم بے شمار ہیں۔ ❀

قسطا بن لوقا بعلبکی نصرانی، یہ دولت عباسیہ کا مشہور مترجم ہے۔ اس کو ریاضی، ہندسہ، ہیئت، منطق، طب اور علوم طبیعیہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ یہ عباسیہ کے زمانہ میں روم گیا اور وہاں سے بہت سی رومی تصانیف ساتھ لایا۔ مترجم کی حیثیت سے بغداد طلب کیا گیا، چنانچہ یونانی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرتا تھا۔ ❀

عمر بن فرخان طبری، یہ علم ہیئت کا بڑا زبردست ماہر تھا۔ مامون کے وزیر فضل بن سہل نے اس کو بلا کر مترجمین کے زمرہ میں منسلک کیا۔ اس نے بہت سی نجوم کی کتابیں مامون کے لیے ترجمہ کیں۔ نجوم کے علاوہ اس نے فلسفہ کی بعض کتابیں بھی مامون کے لیے لکھیں۔ ❀

مامون کو یونانی علوم کے ساتھ فارسی علوم سے بھی دلچسپی تھی۔ برا مکہ نے اپنے زمانہ عروج میں فارسی لٹریچر کا بڑا کافی ذخیرہ عربی میں منتقل کرایا تھا۔ مامون کے زمانہ میں یہ عالی شان خاندان تباہ ہو چکا

❀ اخبار الحکماء ص ۲۳۔ ❀ طبقات الامم ابن ساعد اندلسی ص ۵۲۔

❀ تفصیل کے لیے دیکھو اخبار الحکماء ص ۱۱۸ تا ۱۲۲۔

❀ اخبار الحکماء ص ۱۷۳۔ ❀ طبقات الامم ص ۵۵۔

تھا۔ اس لیے فارسی لٹریچر کی قومی سرپرستی ختم ہو گئی تھی۔ تاہم مامون کے ہمہ گیر ذوق سے یہ زبان بھی محروم نہ رہی تھی اور اس نے یونانی زبان کی طرح اس کے لیے بھی ماہر نجی مترجمین فراہم کیے تھے۔ ان میں ایک مجوسی سہل بن ہارون ایرانی علوم کے ساتھ عربی زبان کا بھی بڑا ماہر تھا۔ بڑے بڑے ادیب اس کی انشاء پردازی کے معترف تھے۔ اس نے کلیدِ دمنہ کے طرز پر ایک کتاب ثعلبہ و غفراء لکھی۔ اس کا بھائی سعید بھی نہایت لائق تھا۔ مامون نے اس کو بھی مترجم بنایا تھا۔ * مامون ان مترجموں کو بیش قرار معاوضہ دیتا تھا چنانچہ علاوہ انعام و اکرام کے مترجمہ کتاب کو قول کر اس کے ہم وزن سونا دیتا تھا۔ *

مامونی عہد میں علم ہیئت میں بھی بڑی ترقی ہوئی چنانچہ کرہ ارض کی پیمائش اور رصد خانہ کا قیام تاریخ اسلام میں سب سے پہلے اسی عہد میں ہوا۔ اس وقت علمائے ہیئت خطی کی وجہ سے آلات رصد سے کافی طور پر واقف ہو چکے تھے۔ مامون نے ان کو جمع کر کے بطلمیوس اور دوسرے علمائے ہیئت کے طرز پر قوانین مرتب کرنے کا حکم دیا جن کے ذریعہ کواکب کا ارصاد کیا جاسکے چنانچہ یحییٰ بن ابی منصور خالد بن عبد الملک مروزی، سند بن علی اور عباس بن سعید نے زنجبیں تیار کر کے شامیہ کے شہر میں رصد خانہ قائم کیا اور اس کے ذریعہ آفتاب اور بعض دوسرے ثوابت اور سیارات کے حالات معلوم کیے۔ یہ رصد خانہ تاریخ اسلام میں پہلا رصد خانہ تھا اور رصد مامونی کے نام سے موسوم تھا۔ * پھر اس کوزمین کی پیمائش کا شوق ہوا چنانچہ اس نے بنو شاکر کو جو علم ہیئت کے بڑے ماہر تھے کرہ ارض کی پیمائش کا حکم دیا اور ان لوگوں نے سنجر کے وسیع میدان میں نہایت اہتمام سے کرہ ارض کی پیمائش کی۔ ان کی تحقیقات کے مطابق اس کا محیط ۲۴ ہزار میل نکلا۔ *

مامون کے ذوق و شوق اور حوصلہ افزائی سے ارکان دولت صاحب وجاہت اور ارباب ثروت بھی ادھر مائل ہو گئے اور چند دنوں میں جزیرہ عراق، شام اور فارس کے مترجمین کا بغداد میں مجمع ہو گیا۔ ان میں نسطوری، یعقوبی، صابی، مجوسی، رومی اور براہمہ سب تھے۔ یہ سب یونانی، فارسی، سریانی، سنسکرت، عبطی، لاطینی وغیرہ کے تراجم کرتے تھے۔ اس سلسلہ تالیف و تراجم سے بغداد میں وراقوں اور کتب فروشوں کی کثرت ہو گئی۔ * اور بغداد علم و فن کا مرکز بن گیا۔ مامون کے عہد کی علمی ترقیوں اور اصحاب کمال کی تفصیل بڑی طویل ہے جس کے لیے مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ عباسیوں کی علمی و تمدنی کارناموں پر جو حصہ زیر تالیف ہے اس میں وضاحت اور تفصیل کے ساتھ یہ چیزیں انشاء

* فہرست ابن ندیم ص ۱۲۰۔ * فہرست ابن ندیم ص ۱۲۰۔ * طبقات الامم ص ۵۰۔

* ابن خلکان نے اس پیمائش کے حالات بہت مفصل لکھے ہیں دیکھو جلد ۲ ص ۷۸۔

* تمدن اسلامی ج ۳ ص ۱۴۲۔

اللہ آئیں گی۔

رعایا کی خبر گیری

ہارون ہی کے زمانہ میں عباسی حکومت اوج شباب تک پہنچ چکی تھی۔ مامون نے اس کو اور فروغ دیا۔ خصوصاً علم و فن کی خدمت و اشاعت میں اس کا قدم ہارونی عہد سے کہیں آگے بڑھا دیا۔

جب تک فضل بن بہل مامون پر حاوی رہا اس وقت تک اس کو بذات خود امور مملکت کی جانب توجہ کرنے کا موقع نہ ملا۔ فضل اس کو یہاں تک حالات سے بے خبر رکھتا تھا کہ امام علی رضا کی ولی عہدی کے بعد بغداد سے مامون کی حکومت اٹھ گئی، لیکن اس کو خبر نہ ہونے پائی۔ اس واقعہ نے مامون کو بہت ہوشیار کر دیا تھا، چنانچہ اس انقلاب کے بعد جب اس نے خراسان سے بغداد کا سفر کیا تو راستہ میں جن جن مقامات سے اس کا گزر ہوا، سب میں قیام کر کے وہاں کے حالات سے پوری واقفیت حاصل کی اور وہاں کے باشندوں کی بہتری اور فلاح کی تدبیریں کیں۔ ❊

اس کے فیض سے سلطنت کے مغربی حصے بھی محروم نہ رہے۔ بغداد آنے کے بعد شام اور مصر وغیرہ کا بھی دورہ کیا۔ عباسی خلفاء میں یہ پہلا شخص تھا جس نے اپنے قدم سے مصر کو نوازا۔ مقریزی نے مصر کے دورے کے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ ❊ شام کے دورے کے زیادہ حالات معلوم نہیں، لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ تفصیلی دورہ تھا اور غیر قوموں سے جو پرانے معاہدے ہوئے تھے ان کی بھی جانچ پڑتال کی تھی، چنانچہ دمشق میں اس کے سامنے آنحضرت ﷺ کا ایک معاہدہ پیش کیا گیا، جس کو اس نے قائم رکھا۔ ❊ بعض علاقوں کے محاصل پر نظر ثانی کر کے خراج گھٹایا۔ رے کے خراج میں تخفیف کی۔ ❊ خبر رسانی اور پرچہ نگاری کے شعبہ کو بڑی وسعت و ترقی دی، اور پرصینہ کے علیحدہ علیحدہ خفیہ تو میں اور پرچہ نگار مقرر کیے، ملک کے معمولی سے معمولی واقعہ بے خبر نہ رہتا تھا۔ اس کی وسعت اطلاع کے بہت سے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں۔ ❊

عدالت

عدل کے قیام اور ظلم و جور کے انسداد میں بڑا اہتمام تھا۔ اتوار کے دن صبح سے ظہر تک رعایا کی شکایتیں سننے کے لیے خود بیٹھتا تھا۔ ❊

- ❊ یعقوبی جلد ۲ ص ۵۵۰۔ ❊ خط مقریزی۔ ❊ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۳۵۔
❊ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۳۵۔ ❊ ابن خاکن تذکرہ مامون۔ ❊ تاریخ الخلفاء ص ۳۲۹۔

اس کے ایوان عدالت میں ادنیٰ اور اعلیٰ سب یکساں تھے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ شاہزادوں تک سے اپنا حق لے سکتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک شکستہ حال بوڑھی عورت نے استغاثہ دائر کیا کہ مامون کے لڑکے عباس نے اس کی جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے۔ جب مقدمہ پیش ہوا تو مامون نے عباس کو بوڑھی کے پاس کھڑا کر کے دونوں کے بیانات لیے۔ شہزادہ فرط ادب میں آہستہ آہستہ بولتا تھا اور بوڑھی کی آواز بلند تھی۔ وزیر دولت احمد بن ابی خالد نے روکا کہ امیر المؤمنین کے سامنے بلند آواز سے باتیں کرنا خلاف ادب ہے۔ مامون نے منع کیا کہ جس طرح کہتی ہے کہنے دو۔ حق نے اس کی آواز بلند کر دی ہے اور عباس کو گونگا کر دیا ہے۔ دونوں کے بیانات سننے کے بعد بوڑھیا کے حق میں فیصلہ دیا اور موکل کو لکھ کر اس کی جائیداد واپس کرا دی اور بوڑھیا کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی۔ ❁

جب کبھی خود اسے فریق کی حیثیت سے عدالت میں حاضر ہونا پڑتا تو اس کے ساتھ بھی کوئی امتیازی برتاؤ نہ کیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے اس پر بیس ہزار کا دعویٰ کیا۔ مامون کو قاضی کی عدالت میں حاضر ہونا پڑا۔ خدام نے اس کے لیے قالین بچھایا۔ قاضی القضاۃ نے روک دیا کہ عدالت میں مدعی اور مدعا علیہ دونوں برابر ہیں۔ کسی کے ساتھ امتیازی برتاؤ نہیں کیا جاسکتا۔ مامون نے قاضی کی اس حق پرستی کے صلہ میں تنخواہ بڑھادی۔ ❁

عمال کے ظلم و زیادتی کی پوری نگرانی تھی اور خلاف ورزی کی صورت میں ان کو سزا ملتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک سپاہی نے ایک شخص کو بیگار میں پکڑا۔ اس کی زبان پر بے ساختہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام آ گیا۔ مامون کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ اس نے فوراً اس آدمی کو طلب کر کے پوچھا تم کو عمر رضی اللہ عنہ کا عدل یاد آیا؟ اس نے کہا ہاں۔ مامون نے کہا اللہ کی قسم! اگر میری رعایا عمر رضی اللہ عنہ کی رعایا جیسی ہوتی تو میں ان سے زیادہ عادل ہوتا اور اس آدمی کو انعام دے کر سپاہی کو موقوف کر دیا۔ ❁

اس کا قول تھا کہ بغاوت ہمیشہ عمال کی زیادتیوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ❁ اس لیے عمال کو ہمیشہ قیام عدل اور ظلم و زیادتی سے باز رہنے کی ہدایت کرتا رہتا تھا۔ اس کا اندازہ ان توقعیات یعنی مختصر احکام سے ہوتا ہے جو اس نے عمال کے خلاف دادخواہوں کی عرضیوں پر لکھے اور جنہیں تاریخ کے اوراق نے محفوظ رکھا ہے۔ چند نمونے یہ ہیں۔

ہشام کو لکھا: ”جب تک ایک شخص بھی میرے دروازہ پر تمہارا شاکی موجود ہوگا میرے دربار میں تمہاری رسائی نہ ہوگی۔“ ہشام کے لڑکے کو لکھا: ”شریف کی پہچان یہ ہے کہ اپنے سے اونچے کو

❁ عقد الفرید جلد ۱ ص ۹۔ ❁ المسطر ف جلد ۱ ص ۱۱۰۔

❁ عقد الفرید جلد ۶ ص ۱۶۔ ❁ تاریخ الخلفاء ص ۳۳۲۔

دباے اور زیر دست سے خوب دب جائے۔“ ابوعماد کو لکھا: ”حق و باطل میں کوئی رشتہ نہیں ہے“ اپنے ماموں زاد بھائی ابویسی کو لکھا: ”جب نفع صورت ہوگا تو نسب کام نہ آئے گا۔“ حمید طوسی کو لکھا: ”تقرب پر نہ پھولنا“ حق میں تم اور ادنیٰ غلام دونوں برابر ہیں۔“ ابن فضل طوسی کو لکھا: ”تمہارا بے تمیز اور درشت خو ہونا تو میں نے گوارا کر لیا، لیکن رعایا پر ظلم نہیں برداشت کر سکتا۔“ عمر بن مسعدہ کو لکھا: ”اپنی دولت کو عدل سے آباد کرو کہ ظلم اس کو ڈھادیے والا ہے۔“ ❊

حلم و عفو

لیکن اپنی ذات کا جہاں تک تعلق ہے حد سے زیادہ حلیم و بردبار تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درشتی اور انتقام کا اس میں مادہ ہی نہ تھا۔ اپنے دشمنوں تک سے عفو و رخصت سے کام لیتا تھا۔ ابراہیم بن مہدی عباسی جس نے بغداد کے تخت پر قبضہ کر لیا تھا جب گرفتار ہو کر اس کے سامنے پیش ہوا اور یہ معذرت کی کہ اگر آپ مواخذہ کریں تو حق بجانب ہیں اور اگر آپ معاف کر دیں تو مہربانی ہے تو مامون نے اس دشمن کے مقابلہ میں بھی عفو سے کام لیا اور کہا جاؤ میں نے تم کو معاف کیا۔ ❊

امین کے درباری شاعر حسین بن ضحاک نے اس کا نہایت درد انگیز مرثیہ لکھا تھا۔ اس میں مامون کے متعلق بھی بہت سی ناروا باتیں تھیں اور اس کو بدنام کرنے کے لیے اس کے ظلم کی جھوٹی داستانیں بیان کی تھیں۔ جب مامون کے ہاتھوں میں زمام خلافت آئی تو اس نے حسین سے کوئی مواخذہ نہیں کیا۔ صرف دربار میں آنے کی ممانعت کر دی پھر چند دنوں کے بعد خود ہی اس کو بلا کر پوچھا کہ فلاں فلاں واقعات جو تم نے لکھے ہیں کہاں تک صحیح ہیں؟ اس نے کہا امیر المؤمنین میں امین کے قتل پر اپنے جذبات دبانہ سکا، فور غم میں غلط اور صحیح کی تمیز کس کو ہوتی ہے۔ میں نے مرحوم کے ماتم کا حق جن لفظوں میں ہو سکا ادا کر دیا، اگر آپ مواخذہ کریں تو آپ کا حق ہے اور بخش دیں تو آپ کی فیاضی ہے۔ یہ سن کر خود مامون کی آنکھوں میں آنسو بھرا آئے اور حکم دیا کہ اس کی تنخواہ بحال کر دی جائے۔ ❊

اس کے قتل اور عدل کی یہ آخری حد ہے کہ اپنے نوکروں تک کی باتیں سن کر چشم پوشی کر جاتا تھا۔ ❊ اسے عفو میں مزہ ملتا تھا۔ کہا کرتا تھا کہ مجھے عفو میں اتنی لذت ملتی ہے کہ اس پر ثواب ملنے کی امید نہیں اگر لوگوں کو میرے عفو کا اندازہ ہو جائے تو وہ جرائم کو میرے تقرب کا ذریعہ بنائیں۔ ❊ وہ

❊ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۳۳۔

❊ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۳۳۔

❊ عقد الفرید جلد ۶ ص ۱۶۲۔

❊ تاریخ خطیب جلد ۱ ص ۱۸۷۔

❊ تاریخ الخلفاء ص ۳۷۷۔

آرزو کرتا تھا کہ ”کاش مجرم میرے عفو سے واقف ہو جاتے تاکہ ان کے دلوں سے مواخذہ کا خوف دور ہو جاتا اور وہ سکون کی مسرت سے لطف اندوز ہوتے۔“ ❊

مامون کے ایک درباری عبداللہ بن یواب کا بیان ہے کہ بعض اوقات مامون کے حکم پر ہم لوگوں کو غصہ آ جاتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ دجلہ کے کنارے بیٹھا تھا۔ سامنے قنات کھنچی ہوئی تھی کہ ایک فلاح ادھر سے گزرا اور یہ اہتمام دیکھ کر بلند آواز سے کہا کہ مامون اپنے بھائی کو قتل کر کے ہم لوگوں کی نگاہ میں کبھی معزز نہیں ہو سکتا۔ یہ سن کر مامون مسکرا دیا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا، تم لوگ کوئی ایسی تدبیر بتا سکتے ہو کہ میں اس جلیل القدر آدمی کی نگاہ میں معزز بن سکوں۔ ❊

تواضع اور بے تکلفی

مزاج میں حد سے زیادہ تواضع و انکساری اور سادگی و بے تکلفی تھی۔ خودی اور تمکنت کا نام نہ تھا۔ اپنے خواص اور حاشیہ نشینوں میں نہایت سادگی اور بے تکلفی سے رہتا تھا۔ اس کا قول تھا کہ بادشاہوں کے لیے پہلا انصاف یہ ہے کہ وہ اپنے حاشیہ نشینوں کے ساتھ عدل کریں۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ نیچے طبقوں تک۔ ❊ اپنے کام کے لیے ملازمین کی راحت میں خلل ڈالنا پسند نہ کرتا تھا اور خود کر لیتا تھا۔ دوسروں تک کام کر دینے میں کوئی تکلف نہ تھا۔ اس کی اس بے تکلفی اور سادگی کے بہت سے واقعات تاریخوں میں ہیں۔ قاضی القضاۃ یحییٰ بن اٹم کا جنہیں اس کے دربار میں بڑا رسوخ حاصل تھا اور اکثر حرم خلافت میں رہنے کا اتفاق ہوتا تھا بیان ہے کہ میں نے مامون سے زیادہ شریف الطبع کوئی نہیں دیکھا۔ ایک شب کو مجھے اس کے پاس سونے کا اتفاق ہوا۔ آدھی رات گئے مجھے پیاس معلوم ہوئی۔ میں پانی پینے کے لیے اٹھا۔ مامون کی نظر پڑ گئی، پوچھا قاضی صاحب کیا بات ہے؟ سوتے کیوں نہیں؟ میں نے عرض کیا، امیر المؤمنین پیاس معلوم ہوتی ہے۔ اس نے مجھے واپس کر دیا اور خود جا کر آبدار خانہ سے پانی لے آیا۔ میں نے عرض کی کہ امیر المؤمنین خادم یا خادمہ کو کیوں نہیں جگالیا۔ کہا سب سو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا تو میں خود ہی پی لیتا۔ بولا انسان کے لیے یہ بڑے عیب کی بات ہے کہ اپنے مہمان سے کام لے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قوم کا سرداران کا خادم ہے۔ ❊

ان ہی قاضی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ شام میں شب کو مامون کے ساتھ رہنے کا اتفاق

❊ تاریخ الخلفاء ۳۲۵۔ ❊ تاریخ خطیب جلد ۱۰ ص ۱۸۹۔

❊ تاریخ خطیب جلد ۱ ص ۱۸۸۔ ❊ تاریخ خطیب جلد ۱ ص ۱۸۸۔

ہوا۔ رات کو مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ مامون کو کھانسی آتی ہے اور وہ میری نیند کے خیال سے منہ میں آستین ٹھونس کر کھانسی کو روک رہا ہے۔ آخر شب میں میری آنکھ لگ گئی اور دیر تک نہ کھلی۔ مامون صبح صادق کے وقت مسواک کیا کرتا تھا، لیکن میری نیند ٹوٹ جانے کے خیال سے نہ اٹھا۔ جب وقت بالکل آخر ہونے لگا تو میں نے کروٹ لی اس وقت اس نے تکبیر کہی اور ملازم کو آواز دی کہ قاضی صاحب کے جوتے لاؤ۔

ایک شب کو اسے پیاس محسوس ہوئی بہت سے لوگ سو رہے تھے۔ مامون نے ان کی نیند میں خلل پڑنے کے خیال سے ملازم کو آواز دینا مناسب نہ سمجھا اور خود اٹھ کر پانی پی آیا۔

عبدالسلام بن صالح کا بیان ہے کہ ایک شب کو مامون نے مجھے روک لیا۔ ہم دونوں اتنی رات تک باتیں کرتے رہے کہ چراغ جھلملانے لگے۔ مامون نے روشنی کے محافظ کو آواز دی مگر وہ سوچکا تھا۔ میں نے چاہا کہ اٹھ کر درست کر دوں، لیکن مامون نے روک دیا اور خود اٹھ کر درست کر دیا۔ اس کے بعد ملازم بیدار ہوا۔ میں نے خیال کیا کہ اس وقت اس پر ضرور ڈانٹ پڑے گی، لیکن مامون نے کچھ نہیں کہا۔ ❁

فیاضی

فیاضی اور سخاوت اسے باپ سے ورثہ میں ملی تھی۔ اس کی فیاضی کے واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ آج شائد ان کے صحیح ماننے میں بھی تاثر ہوگا۔ اس کے نزدیک دولت کا مصرف یہی تھا کہ اس کو لٹایا جائے۔ شعراء و بلاء اہل کمال، حاجتمند اس کی فیاضیوں سے مالا مال تھے۔ کوئی حاجتمند اس کے دربار سے کبھی ناکام نہ واپس ہوا۔ شعرا کو ایک ایک مشیت پچاس پچاس ہزار دے ڈالتا تھا۔ سیوطی اور ابن اثیر وغیرہ نے اس کی فیاضی کے بہت سے واقعات نقل کیے ہیں۔ مفلس اور نادار بے بضاعتی کا تحفہ لاتے تھے اور دولت مند ہو کر واپس جاتے تھے۔ بوران اور مامون کی شادی کے موقع پر تمام وابستگان دولت نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق تحفے پیش کیے تھے۔ ایک مفلس نے نمک اور اشنان کی دو تھیلیاں پیش کیں اور لکھا کہ اگر چہ ناداری سے ہمت نہ ہوتی تھی، لیکن مجھے یہ اچھا معلوم نہ ہوا کہ اہل کرم کی فہرست میں میرا نام نہ ہو۔ نمک کی برکت اور اشنان کی لطافت آپ کے حضور میں نذر پیش کرنے کے لیے کافی ہیں۔ حسن بن سہل نے اسے مامون کی خدمت میں پیش کیا۔ اس نے دونوں تھیلیوں کو اشرافیوں سے بھر کر واپس کیا۔ ❁

❁ یہ اور اس قسم کے اور واقعات خطیب نے نقل کیے ہیں۔ دیکھو جلد ۱ ص ۱۸۹ تا ۱۸۷۔

❁ تاریخ الخلفاء ص ۳۲۔

اس کی غلط محشیوں کے لیے خزانہ کی آمدنی نا کافی ثابت ہوتی تھی، لیکن مامون کا ہاتھ نہ رکتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ دمشق میں تھا، روپیہ کی تنگی تھی، مگر اتفاق سے جلد ہی خراج کی تین کروڑ کی رقم آگئی۔ مامون نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ہم تو روپیہ لے کر واپس جائیں اور ہمارے ساتھی محروم رہیں اور اسی وقت کل رقم تقسیم کرا دی۔ ❁

اس کا اصول زندگی یہ تھا کہ جہاں تک ہو سکے اہل حاجت کی حاجات پوری کی جائیں۔ یحییٰ بن خالد برکی سے کہا کرتا تھا کہ لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کا موقع غنیمت جانو۔ آسمان کی گردش اور زمانہ کا ظلم کسی کو اس حالت میں نہیں رہنے دیتا اور نہ کسی کی حیثیت ہمیشہ یکساں قائم رہتی ہے۔ ❁

پرائیویٹ زندگی

مامون کا عمل ”در کفر جام شریعت در کفرے سندان عشق“ پر تھا۔ اس کی زندگی کے دور رخ تھے۔ ایک بزار نگین تھا۔ بنید چاہتا تھا، موسیقی کا شائق تھا، خود بھی اس کا ماہر تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے صاحب کمال مغنی جمع تھے۔ رقص و سرود کی محفلیں ہوتی تھیں۔

مذہبی حالت

دوسرا رخ مذہبی زندگی کا تھا۔ اس میں وہ معجون مرکب تھا۔ اس کے بعض عقائد شیعہ تھے۔ بعض اہل سنت کے اور بعض فلسفیانہ۔ حافظ قرآن تھا۔ خلفائے راشدین کو چھوڑ کر یہ دولت اور کسی خلیفہ کے حصہ میں نہ آئی تھی۔ خلفائے راشدین میں بھی صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حفظ قرآن پر اتفاق ہے۔ بعض رمضان میں اس نے پورے تیس قرآن ختم کئے۔ ❁ صبح صادق سے عبادت میں مشغول ہو جاتا تھا۔

آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک سے بڑی شیفتگی تھی۔ دمشق کے دورہ کے زمانہ میں آپ کا ایک فرمان مبارک جو غالباً کسی قوم سے معاہدہ پر مشتمل تھا اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اسے آنکھوں سے لگا کر رویا اور اس میں جو معاہدہ تھا اسے قائم رکھا اور کہا رسول اللہ ﷺ نے جو عہد کیا تھا اس کو میں نہیں توڑ سکتا۔ واقع کی آنکھ میں کچھ شکایت تھی اسے دیا کہ اس کو آنکھوں سے لگاؤ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ شفا دے گا۔ ❁

❁ ابن اثیر جلد ۶، ص ۱۳۶۔ ❁ تاریخ الخلفاء ص ۳۲۶۔
❁ تاریخ الخلفاء ص ۳۱۱۔ ❁ ابن اثیر جلد ۶، ص ۱۳۸۔

عقائد میں مجموعہ اضداد تھا۔ فلسفہ کے مطالعہ اور غیر قوموں کے علماء کی صحبت کے اثر سے وہ خلق قرآن کا قائل تھا اور اس میں اس کو اتنا غلو تھا کہ علماء سے بالجبر خلق قرآن کا اقرار کرا کے اسے سارے مسلمانوں کا عقیدہ بنانے کی کوشش کی۔ جن علماء کو اس کے ماننے میں تامل ہوا انہیں سخت سزائیں دیں۔ اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

بعض مسائل میں شیعوں کا ہم عقیدہ تھا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہما سے افضل ماننا تھا۔ سیوطی کے بیان کے مطابق اس نے اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص عزت و احترام کے ساتھ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا نام لے گا اور ان کو کسی صحابی پر فضیلت دے گا اس کو سزا دی جائے گی۔ لیکن یہ روایت قابل اعتبار نہیں۔

متعہ کے جواز کا قائل تھا اور اس کی عام منادی کرادی تھی۔ اس سے ایک بڑے فتنہ کا دروازہ کھلتا تھا۔ اس لیے اہل سنت پر یہ منادی بہت شاق گزری، لیکن کسی میں اس کی مخالفت کی جرأت نہ تھی۔ بعض درباریوں نے قاضی یحییٰ بن اکثم کو آمادہ کیا کہ وہ اس بارہ میں مامون سے گفتگو کریں چنانچہ دوسرے دن جب وہ دربار میں گئے تو اتفاق سے اس وقت مامون نہایت برقی کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دو حصے تھے میں ان کو روکتا ہوں“ نقل کر کے کہہ رہا تھا کہ جس چیز کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اجازت تھی اس کے روکنے کا کسی کو کیا حق ہے۔ قاضی صاحب بیٹھ گئے ان کا چہرہ متغیر تھا۔ مامون نے پوچھا، یحییٰ! چہرہ کیوں متغیر ہے؟ انہوں نے کہا امیر المؤمنین اسلام میں ایک رخنہ پڑ گیا۔ اس نے پوچھا وہ کیا؟ یحییٰ نے کہا زنا کی حلت کا اعلان۔ اس نے تعجب سے پوچھا زنا؟ یحییٰ نے کہا ہاں زنا۔ متعہ زنا ہی تو ہے۔ مامون نے کہا وہ کس طرح؟ یحییٰ نے کہا کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کلام اللہ کی یہ آیت ﴿لَا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ [۲۳/المومنون: ۶۰] یعنی ”متعہ صرف دو طرح کی عورتوں سے جائز ہے۔ بیوی یا لونڈی۔“ پڑھ کر پوچھا کیا محض عورت لونڈی ہے؟ مامون نے کہا نہیں۔ پوچھا تو پھر کیا بیوی ہے؟ اور اس کو شوہر کی وراثت اور شوہر کو اس کی وراثت ملتی ہے؟ اور اس کے اور بیوی کے تمام شرائط یکساں ہیں؟ مامون نے کہا نہیں۔ یحییٰ نے کہا جب محض عورتوں میں سے کسی میں داخل نہیں ہے تو پھر قرآن کے مقرر کردہ حدود سے باہر ہے۔ اس استدلال کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت سنائی کہ ”مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں متعہ کی حرمت کی جس کی پہلے آپ نے

اجازت دی تھی منادی کرا دوں۔“ اس گفتگو کے بعد مامون نے اپنے فعل پر استغفار کیا اور متعہ کی حرمت کی منادی کرا دی۔ ❊

ان واقعات کی بنا پر سنی مؤرخین اسے شیعہ لکھتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ موجودہ اصطلاحی معنوں میں نہ سنی تھا نہ شیعہ بلکہ ایک آزاد مشرب شخص تھا۔ فلسفہ کے مطالعہ اور مختلف قوموں کے علما کی صحبت نے اس کے خیالات کو آزاد کر دیا تھا۔ خلق قرآن کا عقیدہ اسی آزاد خیالی کا نتیجہ تھا۔ شیعہ وہ اس لیے نہ تھا کہ گو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہما سے افضل مانتا تھا، لیکن اور خلفا سے سونے نزن نہ رکھتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حسن عقیدت کے ثبوت میں اس کے اشعار موجود ہیں۔

البتہ شیعیت کا اثر اس پر ضرور تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ شیعوں کے ماحول میں رہا۔ اس کی تربیت برا مکہ کے زیر نگرانی ہوئی تھی۔ اس کا وزیر اعظم فضل بن سہل اس پر بہت حاوی تھا۔ فضل کا بھائی حسن بن سہل اس کا خسر تھا اور یہ سب کے سب شیعہ عقائد و خیالات رکھتے تھے، اگرچہ حکومت کے خوف سے ان میں غلو نہ تھا، یا اس کا اعلان نہ کر سکتے تھے۔ اس صورت میں مامون کا ان کے خیالات سے متاثر ہو جانا کچھ تعجب انگیز نہیں ہے۔ انہی اثرات کے ماتحت وہ اپنے اسلاف کے برعکس اہل بیت کے ساتھ بڑی محبت و عقیدت رکھتا تھا۔ امام علی رضا کو ولی عہد تک نامزد کر دیا تھا۔ یہ محبت امام علی رضا کے ساتھ مخصوص نہ تھی، بلکہ وہ اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرد کے ساتھ خوش عقیدہ تھا۔ اس کے زمانہ میں ایک بزرگ یحییٰ بن حسین بن زید بن علی بن حسین علوی کا انتقال ہوا۔ مامون کو ان کی موت کا سخت قلق ہوا اور خلفا کے دستور کے خلاف خود ان کے جنازہ میں شرکت کی۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں ایک معزز عباسیہ خاتون منصور کی چچیری بہن کے لڑکے کا انتقال ہوا تو مامون نے خود شرکت نہیں کی اور جنازہ میں شرکت اور تعزیت کے لیے اپنے بجائے اپنے بھائی صالح کو بھیج دیا۔ ان خاتون کو مامون کی اس کوتاہی سے بڑی تکلیف پہنچی اور انہوں نے صالح سے کہا کہ جا کر مرا جل (مامون کی ماں جو لونڈی تھی) کے لونڈے سے کہہ دینا کہ اگر یحییٰ بن حسین ہوتے تو وہ منہ پر کپڑا ڈالے ہوئے ان کے جنازہ میں دوڑتا ہوا جاتا۔ ❊

اموی اور عباسی دونوں زمانوں میں علویوں پر حکومت کے عہدوں کے دروازے بند تھے۔ مامون نے انہیں بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا۔ اس کے خاندان کی ایک خاتون نے اس پر اعتراض کیا۔ مامون نے جواب دیا کہ میں گزشتہ خلفا کی فروگزاشت کی تلافی کر رہا ہوں۔ ❊

اس کی اس عقیدت کو دیکھ کر اہل بیت کے چند افراد نے مامون سے فدک کی واپسی کی درخواست کی۔ تاریخ خطیب جلد ۱۲ ص ۱۹۹ تا ۲۰۰۔ ❊ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۲۸۔ ❊ تاریخ الخلفاء ص ۳۱۲۔

درخواست کی۔ اس کے بارہ میں تحقیقات اور علما سے استصواب کے بعد فدک یحییٰ بن حسین کے لڑکے محمد کے حوالہ کر دیا۔ ❁

اپنے متعلق مامون کا تبصرہ

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ عموماً بڑے بڑے مشرقی سلاطین کے پردے میں دوسرے دماغوں کی کار فرمائی رہتی تھی، لیکن مامون کی عظمت ذاتی تھی وہ کسی سہارے کا محتاج نہ تھا۔ وہ خود کہتا تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی قوت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بل پر تھی، عبدالملک کا سہارا حجاج تھا، لیکن میری قوت و عظمت خود میری ذات سے ہے۔ اسی لیے مؤرخین اس کو عباسی سلسلہ کا درمیانی گوہر کہتے ہیں۔
افتتاحی سفاح، اختتامی معتضد اور درمیانی مامون۔ ❁



ابو اسحاق محمد بن ہارون الملقب بہ معتمد باللہ

(۲۱۸ھ تا ۲۲۷ھ مطابق ۸۳۳ء تا ۸۴۱ء)

محمد المصنم ہارون کا منجھلاڑ کا ایک لونڈی ماروہ کے لطن سے تھا۔ مامون صاحب اولاد تھا، لیکن اس نے انتہائی عاقبت اندیشی سے کام لیا اور اپنی اولاد کے بجائے اپنے بھائی معتمد کو جو حکومت کا زیادہ اہل تھا اپنے مرض الموت میں ولی عہد بنا کر اس کا اعلان عام کر دیا تھا، پھر بھی مامون کے بعد فوج نے عباس بن مامون کو خلیفہ بنانا چاہا، لیکن اس نے باپ کی وصیت کا لحاظ کر کے خود معتمد کے ہاتھوں پر بیعت کر لی اور کوئی اختلافی صورت پیش نہیں آئی۔ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مامون کی عجم نوازی کی وجہ سے ایرانیوں کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا اور ان میں اور عربوں میں چشمک پیدا ہو گئی تھی۔ معتمد نے اپنے زمانہ میں ایرانیوں کا زور توڑنے کے لیے ترکوں کو آگے بڑھایا اور ان کا اقتدار اتنا بڑھا کہ آگے چل کر حکومت کے لیے وہاں جان بن گئے اور عربی و عجمی چشمک ترکوں کی جانب منتقل ہو گئی۔

محرہ کی فتنہ انگیزی

معتمد کی مسند نشینی کے بعد ہی خبر آئی کہ خراسان کے پہاڑی علاقہ میں محرہ نے ڈاکہ زنی شروع کر دی ہے اور بہت سے خراسانی حجاج کو قتل کر ڈالا ہے۔ معتمد نے ایک ترکی سردار ہاشم بن باتجور کو اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا، مگر وہ ناکام رہا۔ دوبارہ اسحاق بن ابراہیم کو بھیجا گیا۔ اس نے محرہ کو تنبیہ کر کے امن و امان قائم کر دیا۔

محمد بن قاسم علوی کا خروج

محمد بن قاسم بن علی بن حسین بن علی ایک خاموش بزرگ تھے اور مسجد نبوی ﷺ میں گوشہ گیر تھے۔ ایک فتنہ پرست خراسانی انہیں میدان میں کھینچ لایا اور خراسانی حجاج کو لا کر ان سے بیعت کرانے لگا۔ جب ان کے ارادت مندوں کا حلقہ بڑھا تو ان کو خروج کے ارادہ سے مدینہ سے جوز جان لے گیا۔ یہاں کے والی عبد اللہ بن طاہر کو ان کی خبر ہو گئی۔ اس نے ان کے ارادہ مندوں کو منتشر کر دیا اور محمد بن قاسم جان بچا کر نساء چلے گئے۔ ایک شخص نے یہاں کے حاکم سے مخبری کر کے گرفتار کر دیا اور محمد بن قاسم کو ربیع الاول ۲۱۹ھ معتمد کے پاس بھجوا دیا گیا۔ اس نے اپنے خادم مسرور کے پاس قید کر دیا۔

✽ محرہ سے مراد خری فرقہ ہے۔ یہ لوگ سرخ پوش تھے اس لیے بعض عربی مؤرخین انہیں محرہ بھی کہتے ہیں۔

سات آٹھ مہینے کے بعد وہ ایک شب کو موقع پا کر نکل گئے اور پھر ان کا پتہ نہ چلا۔ ❊

زط کی بغاوت

۲۱۹ھ میں بصرہ کے راستہ میں زط ❊ نے شورش برپا کی اور ایک شخص محمد بن عثمان کو سرغنہ بنا کر لوٹ مار شروع کر دی۔ معتمد نے عجیف بن عبسہ کو ان کی سرزنش پر مامور کیا۔ اس نے واسط میں ان کا مقابلہ کر کے ان کے تین سو آدمی قتل اور تین سو گرفتار کیے اور ان کے سر معتمد کے ملاحظہ کے لیے بھیجے اور سات مہینے تک کامل ان کا استیصال کرتا رہا اور ۲۲۰ھ میں ان کے ۲۷ ہزار مردوں، عورتوں اور بچوں کو قید کر کے بغداد دلایا۔ معتمد کے ملاحظہ کے بعد ان کو عین زربہ جانے کی اجازت دی گئی، لیکن راستہ میں رومیوں نے ان سب کو ختم کر دیا۔ ❊

بابک خرمی کی مہم

مامون کے عہد میں بابک خرمی کا حال گزر چکا ہے۔ کئی مہمیں اس کے مقابلہ میں ناکام رہ چکی تھیں اور اس کی شورش بہت بڑھ گئی تھی۔ زنجان اور اردبیل کے درمیان بہت سے سرکاری قلعے تباہ کر دیئے تھے۔ معتمد نے ابوسعید محمد بن یوسف کو ان قلعوں کی مرمت اور یہاں حفاظتی چوکیاں قائم کرنے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے مرمت شروع کرائی تھی کہ خرمیوں نے پھر اس نواح میں تاخت کی۔ ابوسعید کو معلوم ہوا تو یہ ان کی تلاش میں نکلا۔ راستہ میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ ابوسعید نے بابک کے بہت سے آدمی قتل اور گرفتار کیے اور جو مسلمان ان کے قبضہ میں تھے ان کو چھڑایا۔ ❊

آذربائیجان کے دو ممتاز آدمی محمد بن بعیث اور عصمہ کرد حاکم مرنج بھی بابک کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔ معتمد نے طاہر بن ابراہیم کو ان کے مقابلہ میں مامور کیا۔ ابن بعیث نے معتمد کو لکھ بھیجا کہ میں بدستور بارگاہ خلافت کا اطاعت گزار ہوں اور بابک اور اس کی جماعت کو زیر کرنے کی تدبیر کر رہا ہوں، چنانچہ عصمہ کرد کو اپنے ہاں مدعو کیا اور شراب پلا کر بدستی میں گرفتار کر کے معتمد کے پاس بھجوا دیا۔ معتمد اس کی اس کارگزاری پر بہت خوش ہوا۔ عصمہ کی گرفتاری کے بعد معتمد نے ترکی افسر افشین حیدر اشروسی کو بابک کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ وہ راستہ میں پہاڑی علاقہ کے آدمیوں کو لیتا ہوا بزرند پہنچا اور کامل ایک سال تک بابک کا مقابلہ کرتا رہا، پھر برف باری کی وجہ سے جنگ روک دینا

❊ ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۵۷ و اخبار العیون والحدائق ص ۶۷۔ ❊ زط عراق میں مخلوط اقوام کا ایک جرمگ تھا۔

❊ ابن خلدون جلد ۳ ص ۳۵۸۔ ❊ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۵۱۔

پڑی۔ سردی ختم ہونے کے بعد پھر بڑھا اور مختلف سمتوں میں فوجیں پھیلا دیں اور ید الروز میں جنگی استحکامات درست کر کے کمین گاہوں میں فوجیں چھپا کر رمضان ۲۲۲ھ میں بابک کے مستقر بذکی طرف بڑھا۔ بابک مسلسل جنگ سے پریشان ہو چکا تھا۔ اس لیے اس نے افشین سے گفتگو کی خواہش کی۔ افشین نے منظور کر لیا اور دونوں ایک نہر پر ملے۔ ایک جانب افشین تھا اور دوسری سمت بابک۔ افشین نے اس کے سامنے امان پیش کی۔ اس نے ایک دن کی مہلت مانگی۔ افشین نے کہا ایک دن کی مہلت میں تم اپنے استحکامات درست کرنا چاہتے ہو اگر تم کو امان منظور ہے تو فوراً وادی کو عبور کر کے چلے آؤ۔ بابک یہ فیصلہ سن کر واپس چلا گیا اور ایک شدید معرکہ کے بعد مسلمان بذ میں داخل ہو گئے۔ بابک شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ یہاں ۶۰۰ مسلمان قید تھے۔ افشین نے ان کو چھڑایا۔ بابک خنجر پر سوار ہو کر نکل گیا۔ افشین نے آرمینیا اور آذربائیجان کے علاقہ کے بطارقہ کو اطلاع دے دی اور بابک کی گرفتاری پر دس لاکھ درہم کے انعام کا اعلان کر دیا۔ بابک بذ سے نکل کر ایک بطریق سہل بن سنباط کے پاس پہنچا۔ اس نے اس کو گرفتار کر کے افشین کو اطلاع دے دی۔ افشین نے آدمی بھیج کر اس کو بلوایا۔ خرمی تحریک نہ صرف حکومت بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تھی اور اس سے ساری دنیائے اسلام میں ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ اس لیے تمام ممالک محروسہ میں گرفتاری کا اعلان کرایا گیا اور افشین بابک کو لے کر معتمم کے پاس سرمن رای روانہ ہوا۔ بابک پر فتح یابی افشین کا نہایت اہم کارنامہ تھا۔ اس لیے افسران فوج نے کئی میل باہر نکل کر افشین کا استقبال کیا اور ۲۲۳ھ میں وہ سرمن رای میں داخل ہوا۔ معتمم نے بابک کو ملاحظہ کرنے کے بعد اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر قتل کر دیا اور اس کی لاش سولی پر لٹکائی۔ اس کا بھائی عبداللہ بغداد میں سولی پر چڑھایا گیا۔ ❀

آرمینیا میں بے چینی

بابک کی شورش کی وجہ سے سارے آرمینیا اور آذربائیجان میں بد نظمی پیدا ہو گئی تھی چنانچہ اسی زمانہ میں سہل بن سنباط نے ران پر قبضہ کر لیا تھا۔ محمد بن سلیمان ازدی نے شب خون مار کر اس کو یہاں سے نکالا۔

ورثان میں محمد بن عبید اللہ نے بغاوت برپا کی۔ افشین نے منگو رکو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا، لیکن علی بن یحییٰ ارمینی نے معتمم سے سفارش کر کے ورثان کا قصور معاف کر دیا اور آرمینیا کی

❀ یعقوبی جلد ۳ ص ۵۷۹ تا ۵۸۰ طبری اور ابن اثیر نے ان واقعات کو نہایت مطول لکھا ہے۔ ہم نے اختصار کے خیال سے یعقوبی کا بیان نقل کیا ہے۔

حکومت پر محمد بن خالد کا تقرر ہوا، لیکن یہ بھی یہاں کا بگڑا ہوا نظام نہ سنبھال سکا اور یکے بعد دیگرے کئی حکام بدلے۔ آخر میں حمدویہ بن علی کا تقرر ہوا۔ اس نے امن و امان قائم کیا۔ ❀

مازیار والی طبرستان کی بغاوت

طبرستان کا حاکم مازیار بن قارن عباسی حکومت کا باجگزار تھا اور خراسان کے دیوان کو خراج ادا کیا کرتا تھا، لیکن موجودہ والی عبداللہ بن طاہر اور اس کے تعلقات کشیدہ تھے۔ اس لیے مقتضیٰ خود خراج وصول کرا کے عبداللہ بن طاہر کے پاس بھجوا دیا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ ان دونوں کی کشیدگی اتنی بڑھی کہ دونوں مقتضیٰ کے پاس ایک دوسرے کی شکایتیں پہنچانے لگے اور عبداللہ بن طاہر کی مسلسل شکایتوں سے مقتضیٰ مازیار سے بدگمان ہو گیا۔

عبداللہ بن طاہر اور افشین دونوں ممتاز امیر تھے اور ان میں باہم چشمک رہا کرتی تھی۔ یہ چشمک اتنی بڑھی کہ مخالفت بن گئی اور افشین نے عبداللہ بن طاہر کے عہدہ خراسان کی ولایت پر قبضہ کرنے کی کوشش شروع کی اور اس کے لیے اس نے مازیار کو عبداللہ کے خلاف بھڑکایا۔ اسے یقین تھا کہ اگر مازیار باغی ہو گیا تو اس کی سرکوبی اسی کے متعلق کی جائے گی۔ اس طرح اسے خراسان کی حکومت مل جائے گی۔ مسعودی کا بیان ہے کہ مازیار افشین کا ہم مذہب تھا۔ اس لیے اس نے ہمدردی میں اس کو عباسی حکومت سے آزادی پر آمادہ کیا تھا۔ ❀

افشین اس کوشش میں کامیاب ہو گیا اور مازیار نے علم بغاوت بلند کر دیا اور دو مہینے کے اندر ایک سال کا پورا خراج وصول کر لیا اور آمل، ساریہ اور طیس کے باشندوں کو ہرمز آباد منتقل کر کے یہاں مقابلہ کے لیے تین میل لمبی ایک شہر پناہ تعمیر کرائی اور ایک بڑی خندق کھدوائی۔ یہ تیاریاں دیکھ کر ہرجان کی آبادی نے جو عباسی حکومت کے رقبہ میں تھا، شہر خالی کر دیا۔ مقتضیٰ اور عبداللہ بن طاہر کو ان حالات کا علم ہو چکا تھا۔ چنانچہ بروقت ان کی فوجیں پہنچ گئیں اور مازیار کو ہر طرف سے گھیر لیا اور ایک سپاہی کی راہنمائی میں فوج پناہ شہر کے اندر گھس کر دشمن کی فوجوں پر ٹوٹ پڑیں۔ اس کا افسر سرخاستان حمام کر رہا تھا۔ اسے خبر ہوئی تو وہ حمام ہی سے بھاگ نکلا اور اس کا بھائی شہر یار گرفتار کر کے قتل کیا گیا۔ سرخاستان کو بھی اسی کے ایک آدمی نے پکڑ کے مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور اس کا سر قلم کر دیا گیا۔

مازیار کی گرفتاری اور اس کا قتل

❀ یعقوبی جلد ۲ ص ۵۸۰ ملخصاً۔ ❀ مروج الذهب جلد ۶ ص ۱۳۸۔

مازیار کی تند خوئی اور سخت گیری کی وجہ سے خود اس کے آدمی اس کے خلاف تھے۔ اس کا بھائی فوہیار بھی اس کا دشمن تھا۔ مازیار کی شکست سے اسے بدلہ لینے کا موقع مل گیا، چنانچہ اس نے امان دلانے کے بہانہ سے اس کو لے جا کر گرفتار کر دیا اور وہ معصوم کے پاس بھجوا دیا گیا۔ معصوم نے اسے کوڑوں سے پٹوایا جس کے صدمہ سے وہ مر گیا۔ اس کے انتقام میں اس کے آدمیوں نے فوہیار کا خاتمہ کر دیا اور طبرستان کا پورا علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں ہو گیا۔ ❀

منکبجور کی بغاوت اور قتل

بابک کی مہم سے فراغت کے بعد افشین نے اپنے عزیز منکبجور کو آذربائیجان کا حاکم بنایا تھا۔ اسے یہاں بابک کا جمع کیا ہوا خزانہ ہاتھ لگا۔ نامہ نگار نے معصوم کو اس کی اطلاع دی۔ منکبجور نے اس سے انکار کیا اور نامہ مذکور کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اردبیل کے باشندوں نے روکا تو ان سے بھی لڑ گیا۔ معصوم کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے افشین کو اس کے معزول کرنے کا حکم دیا۔ یہ آسانی سے ہٹنے والا نہ تھا۔ اس لیے افشین نے مقابلہ کے لیے فوج روانہ کی۔ منکبجور کو خبر ہوئی تو اس نے علم بغاوت بلند کیا، لیکن افشین کی فوجوں نے اسے شکست دی اور وہ آذربائیجان کے ایک قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ چند مہینوں کے بعد خود اس کے ساتھیوں نے پکڑ کے افسر فوج کے حوالہ کر دیا۔ اس نے معصوم کے پاس سامرہ بھیج دیا۔ یہاں وہ قید کر دیا گیا۔ منکبجور کی بغاوت میں معصوم افشین سے بدظن ہو گیا۔

جعفر بن فہر جس کی بغاوت اور قتل

اسی سنہ یعنی ۲۲۵ھ میں علاقہ موصل کا ایک کرد جعفر بن فہر جس باغی ہو گیا۔ بہت سے کرد اور فتنہ پسند عوام اس کے ساتھ ہو گئے۔ معصوم نے عبداللہ بن سبد کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ جعفر اس وقت ماتیس میں تھا۔ عبداللہ نے اس کو یہاں سے نکالا۔ یہ بھاگ کر ایک دشوار گزار درہ میں چلا گیا۔ عبداللہ بھی تعاقب میں پہنچا۔ جعفر اور اس کے ساتھی پہاڑی علاقہ کے واقف کار اور ایسے مقامات پر جنگ کے عادی تھے اور عبداللہ کی فوج بالکل ناواقف تھی اس لیے عبداللہ شکست کھا گیا اور اس کی فوج کا بڑا حصہ کام آیا۔ عبداللہ کی شکست کے بعد معصوم نے یہ مہم ایساخ ترکی کے سپرد کی۔ اس نے ایک سخت مقابلہ کے بعد جعفر کو قتل اور اس کے جرگے کو منتشر کر دیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جعفر نے خود ہی زہر کھالیا۔ ❀

❀ ابن اثیر میں اس کی تفصیلات طویل ہیں۔ ہم نے فوج البلدان کا خلاصہ لکھا ہے۔ کتاب مذکور ص ۳۲۷-۳۲۸۔

❀ ابن اثیر جلد ۶، ص ۱۷۲۔

افشین سے بدظنی

اسی سنہ میں افشین معتب ہو کر قید کیا گیا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ بابک کے مقابلہ کے زمانہ میں افشین کے پاس آرمینہ سے جو تحائف وغیرہ آتے تھے انہیں وہ دار الخلافہ بھیجنے کے بجائے اپنے وطن اشروسنہ بھیج دیا کرتا تھا۔ عبداللہ بن طاہر والی خراسان نے جس کے تعلقات افشین سے خراب تھے معتم کو اس کی اطلاع دی۔ معتم نے جاسوس مقرر کر دیئے چنانچہ ایک مرتبہ افشین کا بھیجا ہوا روپیہ پکڑ لیا گیا اور عبداللہ بن طاہر نے اسے لے کر فوج میں تقسیم کر دیا اور لے جانے والوں کو قید کر دیا اور افشین کو لکھ بھیجا کہ میں نے ایک رقم پکڑی ہے جس کے متعلق لے جانے والوں کا بیان ہے کہ وہ تمہاری بھیجی ہوئی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ تم بغیر مجھے بتائے ہوئے اس قسم کی رقم اشروسنہ بھیجتے۔ میں نے وہ رقم ان لوگوں سے لے کر فوج میں تقسیم کر دی اگر یہ رقم واقعی تمہاری تھی تو جب بغداد سے روپیہ آئے گا تو ادا کر دیا جائے گا اور اگر تمہاری نہیں تھی تو اس قسم کی رقمیں بحق امیر المؤمنین ضبط کی جاسکتی ہیں۔ افشین نے جواب دیا کہ میرا اور امیر المؤمنین کا مال ایک ہے اور جن لوگوں کو تم نے گرفتار کیا ہے انہیں چھوڑ دو۔ عبداللہ اور افشین میں پہلے سے چشک تھی اس واقعہ سے ان دونوں کے تعلقات اور کشیدہ ہو گئے اور افشین نے اس کے انتقام میں عبداللہ بن طاہر کو خراسان سے ہٹانے کے لیے مازیار والی طبرستان کو بھڑکایا جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ معتم کو افشین کی اس سازش کا علم ہو گیا۔ اس کے بعد منکبھو کی بغاوت میں اس کے اشارہ کا شبہ تھا۔ ان واقعات نے معتم کو اس سے بدظن کر دیا اور اس کے ساتھ اس کا طرز عمل بدل گیا۔ ❀

مسعودی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ افشین سے معتم کی بدگمانی کے اسباب میں ایک سبب افشین کا قومی تعصب تھا، گو وہ معتم کے امرا میں تھا، لیکن اپنی عجمیت کی وجہ سے وہ دل میں تعصب رکھتا تھا اور مازیار کو اس نے اسی جذبہ کے ماتحت عباسی حکومت کے خلاف بھڑکایا تھا، بلکہ یہاں تک ثبوت ملتا ہے کہ وہ باطن میں اپنے آبائی مذہب پر قائم تھا اور اس کے قتل کے بعد اس کے یہاں وہ بت برآمد ہوئے جن کی پرستش کرتا تھا۔ ❀ ان تمام اسباب کی بنا پر معتم کا رویہ اس کے ساتھ بدل گیا۔

افشین کی گرفتاری اور اس کا قتل

افشین نے اس کو محسوس کیا تو ارادہ کیا کہ موقع پا کر آرمینہ بھاگ جائے اور خزر کو مسلمانوں

کے خلاف لڑنے پر آمادہ کرے، لیکن اتنے بڑے افسر کا لاؤ لشکر سمیت چھپ کر نکل جانا آسان نہ تھا۔ اس لیے جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو اس نے معتم اور اس کے افسروں کو دعوت میں بلا کر زہر کھلا دینے کا ارادہ کیا۔ اس سازش میں معتم کے بعض معتمد علیہ آدمی بھی شریک تھے۔ اس لیے افشین کا منصوبہ پورا ہونے سے پہلے ہی یہ راز فاش ہو گیا اور معتم نے اسی وقت افشین کو بلا کر قید کر دیا اور ۲۲۶ھ میں قید ہی میں مروا ڈالا۔ ❀

مبرقع کی بغاوت

۲۲۷ھ میں فلسطین میں ایک عرب ابو حرب الملقب بہ مبرقع (برقعہ پوش) نے بغاوت کی اس کا اصلی سبب تو عرب و عجم کی کشمکش تھی، لیکن بغاوت کا واقعہ یہ ہوا کہ ابو حرب کی غیر حاضری میں ایک ترک فوجی سردار نے اس کے گھر قیام کرنا چاہا۔ اس کی بیوی نے منع کیا۔ فوجی نے اس کو کوڑا مارا۔ مبرقع جب گھر آیا تو اس کی بیوی نے اس سے واقعہ بیان کیا۔ اس نے غصہ میں اس فوجی افسر کو قتل کر دیا اور حکومت کے خوف سے بھاگ کر اردن کے پہاڑ میں روپوش ہو گیا اور گرفتاری کے خوف سے چہرہ پر نقاب ڈال کر نکلتا تھا۔ اس لیے مبرقع کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ اس نے لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت دینی شروع کر دی۔ جو لوگ اس کے پاس آتے تھے ان سے معتم کی برائیاں بھی بیان کرتا تھا۔ اس طرح چند دنوں میں اس نواح کے بہت سے کاشتکار اس کے معتقد ہو گئے اور وہ برابر اپنے مقصد کی تبلیغ کرتا رہا اور اس کے عقیدت مندوں کا دائرہ بڑھتا رہا۔ چند یمنی عرب سردار بھی اس کے حلقہ عقیدت میں آ گئے۔ معتم کو ان حالات کی خبر ہوئی تو اس نے رجاہ بن حیوہ کو ایک مختصر فوج کے ساتھ بھیجا۔ اس وقت مبرقع کے پیروؤں کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہو چکی تھی۔ اس لیے رجاہ نے فوراً مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور مبرقع کے قریب ہی ٹھہر گیا۔ مبرقع کے پیرو زیادہ تر کاشتکار تھے۔ اس لیے جب کاشتکاری کا زمانہ آیا تو ان کی بڑی تعداد اپنے کام میں لگ گئی اور اس کے ساتھ کل بارہ سو آدمی رہ گئے۔ ❀ باقی حال آئندہ آئے گا۔

فتح عموریہ

معتم خود بڑا بہادر اور جنگ آزماتا تھا۔ اس لیے اس کے زمانہ میں بیرونی مہمات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اس کے عہد کی سب سے اہم فتح عموریہ کی ہے۔ عموریہ ایشیائے کوچک میں رومیوں کا بڑا

اہم مرکز تھا۔ اس لیے مؤرخین اس کو تاریخ اسلام کی نہایت اہم فتح شمار کرتے ہیں۔ * اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۲۲۳ھ میں جب بابک کو اپنی شکست کے آثار نظر آئے اور اس نے دیکھا کہ جب تک اسلامی فوجوں کا بادل نہ چھٹے گا۔ اس وقت تک اس کے بچنے کی کوئی صورت نہیں تو اس نے توفیل بن میخائیل شہنشاہ روم کو لکھا کہ معصم نے اپنی تمام قوت حتیٰ کہ اپنا درزی اور باورچی تک میرے مقابلہ میں بھیج دیا ہے اور دارالخلافہ بالکل خالی ہے۔ تم کو حملہ کے لیے اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا۔ سلطنت روم اور خلافت بغداد دونوں پرانے حریف تھے۔ اس لیے توفیل نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور ایک لاکھ یا پونے دو لاکھ رومی لشکر اس کے علاوہ خرمیوں کی جماعت کو لے کر زبطہ پر چڑھا آیا اور یہاں کے مسلمان مردوں کو قتل کر کے ان کی عورتیں اور بچے گرفتار کر لیے۔ ملطیہ وغیرہ کے قلعوں کو خوب لوٹا۔ بہت سی مسلمان عورتیں گرفتار کیں اور مردوں کی آنکھوں میں گرم سلانیاں پھیر کر ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ گرفتار شدہ عورتوں میں ایک ہاشمی عورت بھی تھی اس نے وامتصماہ "اے معصم میری مدد کر کی فریاد کی۔" *

معصم کو جس وقت توفیل کے ان وحشیانہ مظالم مسلمانوں کی دردناک حالت اور اس عورت کی فریاد کی خبریں پہنچیں اس وقت وہ دربار میں تخت پر بیٹھا تھا۔ وہیں سے بیٹھے بیٹھے بولا لبیک لبیک میں پہنچا میں پہنچا اور فوراً تخت سے اتر کر فوج میں کوچ کی منادی کرادی اور انہیں جمع کرا کے خود ایک مسافر کی ضرورت کے بقدر سامان لے کر دربار عام میں آیا اور بغداد کے قاضی عبدالرحمن بن اسحاق اور شعبہ بن سہل اور ان کے ساتھ ۳۲۸ دوسرے حکام عدالت کو ملا کر ان کے روبرو وصیت کی کہ میری جاگیر کا ایک ٹمٹ میری اولاد کو اور ایک ٹمٹ میرے موالی کو دیا جائے اور تیسرا حصہ اللہ کی راہ میں صرف کیا جائے۔ وصیت کرنے کے بعد جمادی الثانی ۲۲۳ھ کو دجلہ کے مغربی سمت فوجوں کا پڑاؤ کیا اور عجیف بن عنبرہ، عمروالفرغانی اور دوسرے فوجی افسروں کو زبطہ کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے بھیجا، لیکن رومی اس وقت لوٹ مار کر کے لوٹ چکے تھے اور زبطہ کے مسلمانوں پر خوف و ہراس طاری تھا۔ بہت سے لوگ گھر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ عنبرہ وغیرہ کے پہنچنے کے بعد جب ان کا خوف و ہراس دور ہوا تو پھر واپس ہو کر آباد ہوئے اور زبطہ میں امن و سکون قائم ہوا۔ *

اس وقت دارالخلافہ کی فوجوں کا بڑا حصہ بابک کی مہم سے واپس نہ ہوا تھا۔ اس لیے معصم چند دنوں تک اپنے لشکر گاہ میں ٹھہرا رہا۔ فوجوں کی واپسی کے بعد روم پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں۔ اس

وقت عمور یہ رو میوں کا سب سے بڑا شہر اور ان کا نہایت مستحکم قلعہ تھا۔ آغاز اسلام سے لے کر اس وقت تک یہ بالکل محفوظ و مصون چلا آتا تھا۔ اس لیے معتمد نے اسی کو حملہ کے لیے منتخب کیا اور اسلحہ، خنجر، چرمی خیمے، چرمی حوض، آتش بار مادے اور جملہ فوجی سامان اس کثرت سے فراہم کیا کہ اس سے پہلے کبھی کسی مہم کے لیے اتنا سامان نہیں مہیا کیا گیا تھا۔

اس سرو سامان سے وہ رومی حکومت کی طرف بڑھا اور سلو قیہ پہنچ کر منزل کی اور یہاں سے انگورہ پر حملہ کرنے کے لیے افشین اور اشناس کو مختلف سمتوں میں بھیجا اور ایک دن مقرر کر کے سب کو ایک مقام پر جمع ہونے کا حکم دیا۔

توفیل کو جس وقت معتمد کی آمد کی خبر ملی تھی اسی وقت وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کے لیے روانہ ہو گیا تھا اور ایک مناسب مقام پر اپنی فوجیں ٹھہرائی تھیں، چنانچہ جیسے ہی اس کو افشین کی پیش قدمی کی خبر ملی، اپنے ایک عزیز کو لشکر گاہ میں چھوڑ کر خود اس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ آرمینہ کے اطراف میں دونوں کا سامنا ہوا اور ایسی خونریز جنگ ہوئی کہ مسلمانوں کا پورا پیدل دستہ کام آ گیا۔ افشین چند گھنٹوں کے بعد پھر سنبھل کر بڑھا اور اس زور و شور سے رو میوں پر حملہ آور ہوا کہ ان کی فوجیں درہم برہم ہو گئیں۔ اس ابتری میں خود توفیل اپنی فوج کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور اس کے لشکر گاہ کی فوجیں منتشر ہو گئیں۔ جب یہ طوفان تھا اور توفیل واپس آیا تو فوجیں منتشر دیکھ کر محافظ فوجی افسروں پر سخت برہم ہوا اور ان کے سر قلم کر کے تمام فوجی مرکزوں میں لکھ بھیجا کہ جو لوگ لوٹ گئے ہیں ان کو کوڑوں سے پیٹ کر ایک مقام پر جہاں سے وہ دوبارہ مقابلہ کے لیے بڑھنے والا تھا، جمع کیا جائے اور ایک شخص کو انگورہ کی حفاظت کے لیے بھیجا۔ یہاں کے باشندے مسلمانوں کے حملہ کے خوف سے شہر چھوڑ کر نکل گئے تھے۔ اس نے توفیل کو اس کی اطلاع دی۔ اس لیے توفیل نے اسے چھوڑ کر عمورہ کی حفاظت کا سامان کیا اور معتمد کے مقدمہ الحیش پر چھاپہ مارنے کے لیے بڑھا۔ معتمد کے جاسوسوں نے اس کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے فوراً مقدمہ الحیش کے افسر اشناس کو خبر دے کر ہدایت کی کہ تم وہیں توقف کرو، میں تم سے ملتا ہوں اور اس درمیان میں رو میوں کی نقل و حرکت کا پتہ چلا لو۔ اشناس نے یہ خدمت عمر و فرغانی کے سپرد کی۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ توفیل مسلمانوں کے مقدمہ الحیش کی تاک میں نکلا تھا، لیکن جب اس کو آرمینہ کی سمت اسلامی فوجوں کے بڑھنے کی خبر ملی تو وہ ادھر چلا گیا۔ اس کی اطلاع کے بعد معتمد نے افشین کو راستہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا، لیکن وہ آگے بڑھ چکا تھا۔ اس لیے خط نہ ملا اور اشناس اور اس کے عقب سے معتمد دونوں آگے بڑھے۔ انفرہ کے قریب

اشناس نے رومیوں کی ایک جماعت گرفتار کر کے قتل کی۔ ان میں ایک بڑھا تھا، اس نے کہا تم مجھے قتل کر کے کیا پاؤ گے، اگر چھوڑ دو تو میں تم کو انگورہ کی ایک مفروز جماعت کا جس کے پاس خورد و نوش کا بہت سامان ہے پتہ بتا دوں۔ اشناس نے منظور کر لیا اور مالک بن کرد کو اس کے ساتھ کر دیا۔ اس نے مالک کو لے جا کر اس جماعت کے سر پر کھڑا کر دیا۔ مالک نے اس کے کل ساز و سامان پر قبضہ کر لیا۔ اس جماعت میں کچھ زخمی بھی تھے۔ ان سے افشین اور توفیل کی جنگ اور توفیل کی شکست کا حال معلوم ہوا اور اس کے بعد افشین کے ہر کارہ نے پہنچ کر مفصل حالات اور فتح کا مرثیہ سنایا، پھر خود افشین انگورہ پہنچ گیا۔

افشین کے آنے کے بعد انگورہ میں مسلمانوں نے فوجیں مرتب کیں۔ مینہ پر افشین اور میسرہ پر اشناس کا تقرر ہوا۔ قلب کی قیادت خود مقتسم نے اپنے ہاتھوں میں رکھی اور تینوں ایک دوسرے سے دو دوفرخ کا فاصلہ دے کر تاخت و تاراج کرتے ہوئے عموریہ پہنچے۔ یہاں ایک مسلمان جو رومیوں کے ہاتھ میں پڑ کر عیسائی ہو گیا تھا، نکل کر ان سے مل گیا اور بتایا کہ شہر پناہ میں ایک جگہ پر سوراخ ہے جو باہر سے چھپا دیا گیا ہے، لیکن اندر سے خول ہے۔ مقتسم نے اسی مقام پر اپنا خیمہ نصب کر کے سنگباری کے ذریعہ سوراخ توڑ دیا۔ عموریہ کے بطریق باطیس نے توفیل کو اطلاع دی کہ شہر پناہ میں سوراخ ہو چکا ہے۔ اس لیے میرا ارادہ ہے کہ کسی شب کو نکل کر مسلمانوں پر چھاپہ مارتے ہوئے آپ کے پاس پہنچ جاؤں۔ یہ خط مسلمانوں کے ہاتھ پڑ گیا۔ مقتسم نے اسی وقت شہر پناہ پر سنگباری کر کے اس کو ایک مقام سے توڑ دیا۔ عموریہ اور مسلمانوں کے درمیان صرف خندق حائل تھی۔ مقتسم نے کھالوں کے بورے بنا کر اور ان میں مٹی بھر کے اس کو پٹو ا دیا اور مسلمان سنگ بار آلات کے ساتھ شہر پناہ تک پہنچ گئے اور پھانک کے پاس دیوار توڑنا شروع کر دی۔ دوسری طرف افشین اور اشناس باری باری کر کے دودن تک پوری قوت کے ساتھ حملہ کرتے رہے۔ تیسرے دن خود مقتسم میدان میں آیا اور صبح سے شام تک نہایت گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ شام ہوتے ہوتے ہزاروں رومی زخمی ہو گئے۔ شہر پناہ کے اس حصہ کے محافظ بطریق ویدوانے روسائے روم سے اپنی حالت زار بیان کر کے امداد طلب کی، لیکن اس میں اس کو مایوسی ہوئی اور اسے مجبور ہو کر مقتسم سے جان بخشی کا طالب ہونا پڑا۔ اس نے امان دے دی اور بطریق مذکور اس کے پاس چلا آیا۔ ابھی ان دونوں کی گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ مسلمان ریلہ کر کے شہر میں داخل ہو گئے۔ یہ صورت دیکھ کر بطریق بہت خوفزدہ ہوا۔ مقتسم نے اس کو اطمینان دلایا کہ تم مت گھبراؤ۔ تمہارے تمام مطالبات منظور کئے جائیں گے۔ تمہاری خواہش کے خلاف نہ ہوگا۔ مسلمانوں کے عموریہ میں داخل ہو جانے کے بعد رومی کلیسائے اعظم کی آڑ پکڑ کر لڑنے لگے۔ اس لیے مسلمانوں کو اس میں

مجبوراً آگ لگا دینی پڑی۔ اس آڑ کے ختم ہونے کے بعد عموویہ پر قبضہ ہو گیا۔ صرف باطیس بطریق ایک برج میں جما ہوا تھا۔ مقتسم نے اسے امان دے کر وہاں سے ہٹایا اور عموویہ پر کامل قبضہ ہو گیا۔ اس انقلاب میں بہت سے عوام مارے گئے، لیکن امن پسند عمائد اور معززین کو کسی نے ہاتھ نہ لگایا۔ اس فتح میں اس کثرت سے مال غنیمت ہاتھ آیا کہ پانچ دن تک برابر نیلام ہوتا رہا۔ اس کے بعد جو بیچ گیا وہ پھونک دیا گیا۔ عام مسلمانوں نے لوٹ مار شروع کر دی، لیکن مقتسم نے اسی وقت روک دیا اور عموویہ کے تمام جنگی استحکامات توڑ دیئے۔ ❊

عباس بن مامون کی بغاوت اور موت

عموویہ کی فتح کے بعد مقتسم نے قسطنطنیہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں، لیکن اسی دوران میں اس کے بھتیجے عباس بن مامون کی بغادت کی خبر آ گئی۔ اس لیے یہ مہم ملتوی کر دینا پڑی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عرب سردار مقتسم کی ترک نوازی سے بہت برہم تھے۔ عموویہ کی مہم میں اس کی مشغولیت کے زمانہ میں ایک سردار عجیف بن عنبرہ نے عباس کو بھڑکا کر مقتسم کے خلاف کھڑا کر دیا اور بہت سے عرب سردار بھی ساتھ ہو گئے اور انہوں نے طے کیا کہ وہ مقتسم، اشناس اور افشین وغیرہ کو قتل کر دیں گے۔ ❊ مقتسم کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس لیے وہ قسطنطنیہ پر حملہ کا خیال چھوڑ کر بغداد واپس آ گیا اور عباس کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اس کا کل مال و متاع جس کی قیمت ایک لاکھ سولہ ہزار اشرفی تھی ضبط کر کے فوج میں تقسیم کر دیا۔ عباس کچھ دنوں کے بعد قید ہی میں مر گیا۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی موت طبعی تھی اور بعض سے پتہ چلتا ہے کہ افشین نے ہلاک کر دیا۔ ❊

وزارت

مقتسم کا سب سے پہلا وزیر فضل بن مروان بالکل نااہل تھا۔ اس کی اخلاقی حیثیت بھی پست تھی۔ اس کا کوئی وصف قابل ذکر نہیں ہے۔

اس کے بعد احمد بن عمار کو منصب وزارت سپرد ہوا۔ اس نے نہایت معمولی حالت سے ترقی کی تھی۔ شروع میں آٹا پیسنے کا پیشہ کرتا تھا۔ اس کے ذریعہ اس نے بصرہ میں بڑی جائیداد پیدا کی، پھر بغداد آیا۔ فضل بن مروان نے اپنے زمانہ وزارت میں اس کی امانت کی تعریف کی تھی۔ اس لیے فضل کے معتبوب ہونے کے بعد مقتسم نے اس کو وزیر بنایا۔ یہ علم اور تدبیر و سیاست ہر چیز سے کورا تھا۔ ایک مرتبہ

معتصم کے پاس کسی عامل کا خط آیا جس میں ”کلاء“ کا لفظ تھا۔ معتصم نے احمد سے ”کلاء“ کی تشریح پوچھی یہ نہ بتا سکا۔ معتصم نے کہا خلیفہ جامل اور وزیر عائی وزیرے چنیں شہر یارے چناں۔

پھر اس نے اپنے مصاحب خاص محمد بن عبد الملک الزیات سے استفسار کیا۔ اس نے ”کلاء“ کے تمام مدارج بتائے کہ شروع میں جب سبزہ اگتا ہے تو اس کو ”نقل“ کہتے ہیں۔ جب بڑا ہوتا ہے تو اسے ”کلاء“ کہتے ہیں اور جب خشک ہو جاتا ہے تو اس کو حشیش کہتے ہیں۔ معتصم اس کی قابلیت سے بہت خوش ہوا اور مثنیٰ کے عہدہ پر سرفراز کیا پھر کچھ دنوں کے بعد وزیر بنالیا۔ ❀

محمد بن زیات

محمد بن زیات کا دادا ابان ایک پہاڑی قریہ و سکرہ کا باشندہ تھا۔ وہ زیتون کا تیل بغداد لے جا کر بیچا کرتا تھا۔ اس لیے زیات کہلاتا تھا لیکن محمد کی تعلیم و تربیت بہت اچھی ہوئی تھی۔ ادب و شاعری تاریخ، آداب جہاں بانی، قوانین ملوک، فہم و فراست اور عقل و فرائیگی جملہ اوصاف میں یگانہ تھا۔ ❀ ابن خلکان کا بیان ہے کہ محمد بن زیات ادبائے عصر اور فضلاء وقت میں تھا وہ بہت بڑا ادیب، فاضل، بلیغ اور نحو و لغت کا بڑا عالم تھا۔ بڑے بڑے علمائے عصر نحوی مسائل میں اس کی طرف رجوع کرتے تھے۔ علامہ ابو عثمان مازنی جب بغداد آتے اور ان کی مجلس میں نحو کے مسائل چھڑتے تو جس مسئلہ میں اختلاف ہوتا ابو عثمان مباحثہ کرنے والوں کو محمد بن زیات کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیتے اور اس کی رائے پر فیصلہ ہوتا۔ ❀ شاعری میں اس کا پایہ بہت بلند تھا۔ تاریخوں اور تذکروں میں بکثرت اس کے اشعار ملتے ہیں۔ ان خوبیوں کے ساتھ بڑا مغرور، متکبر اور ظالم تھا۔ لوگوں کو سزا دینے کے لیے ایک تنور بنوایا تھا جس کے اندر ہر طرف کیلیں لگی ہوئی تھیں۔ جس کو سزا دینا مقصود ہوتا تھا۔ اس کے اندر بٹھا دیا جاتا تھا اور ذرا حرکت کرنے سے کیلیں ہر طرف سے چبھنے لگتی تھیں اگر کوئی رحم کی درخواست کرتا تھا تو جواب ملتا کہ رحم ایک طرح کی کمزوری ہے لیکن ظلم کبھی پھلتا نہیں چاہ کن را چاہ در پپیش۔ معتصم اور واثق کا زمانہ تو آرام سے گزرا۔ متوکل کے زمانہ میں اسی تنور میں ذال کر ہلاک کیا گیا۔ ❀

وفات

محرّم ۲۲۷ھ میں معتصم نے پچھنا لگوا یا۔ اس سے طبیعت ناساز ہو گئی، لیکن پھر آفاقہ ہو گیا تھا

❀ الفخری ص ۲۱۲-۲۱۳ ❀ الفخری ص ۲۱۳

❀ ابن خلکان جلد ۱ ص ۵۳ ❀ الفخری ص ۲۱۳

کہ ایک دن زنا م قصہ خواں نے چند عبرت آموز قصے سنائے۔ انہیں سن کر طبیعت بگڑ گئی اور ربیع الاول ۲۲ھ میں انتقال ہو گیا اور اپنے آباد کردہ شہر سامرا میں دفن کیا گیا۔ ۴۷ سال کی عمر تھی۔ مدت خلافت آٹھ سال آٹھ مہینے۔

اوصاف

معتصم قوی دل، قوی جسم اور بڑا بہادر اور عظمت و شان اور ہیبت و جبروت کا خلیفہ تھا۔ کان المعتصم من اعظم الخلفاء و اہیہم * جسمانی قوت غیر معمولی تھی۔ توانا سے توانا آدمی کا بازو بادیاتھا تو ہڈیاں جڑ جاتی تھیں۔ * ایک ہزار رطل یعنی تقریباً ۵ من کا بار اٹھا کر چل لیتا تھا۔ * جسم اتنا ٹھوس تھا کہ دانت نہ گڑتے تھے۔ *

ان فطری اسباب کی بنا پر اس کو بزم کے بجائے رزم سے دلچسپی تھی۔ بڑی بڑی مہموں میں خود نکلتا تھا۔ اس کو صرف دو چیزوں کا شوق تھا۔ حکومت کی شان و شکوہ اور میدان کارزار کے مناظر۔ اس کا رویہ انہی چیزوں میں صرف ہوتا تھا۔ اس کا سب سے بڑا بھٹ جنگی تھا۔ * اس کی فوجی قوت اور جنگی مصارف کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عموریہ کے معرکہ میں سوار فوج کی تعداد پانچ لاکھ سے اوپر تھی۔ * اور صرف شام کی سرحد کی حفاظت کا خرچ ایک لاکھ اشرفی سالانہ تھا۔ *

اس نے اپنی آٹھ سالہ مدت خلافت میں تمام اندرونی و بیرونی مخالف طاقتوں کا قلع قمع کر دیا۔ جس طاقت نے سر اٹھایا، کچل کر رکھ دیا۔ عموریہ کی فتح اس کا سب سے بڑا جنگی کارنامہ ہے۔ خطیب کا بیان ہے کہ اس نے آٹھ ملک فتح کیے اور آٹھ دشمنوں کو مغلوب کیا۔ * ان میں سے اکثروں کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ سیوطی کا بیان ہے کہ اس کے زمانہ میں آٹھ فرمانروا اسیر ہوئے، جس کی مثال کسی خلیفہ کے زمانہ میں نہیں ملتی۔ *

ترکوں کا عروج

- * تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۳۲۰۔
- * تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۳۲۰۔
- * تاریخ الخلفاء ص ۳۲۰۔
- * ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۷۸۔
- * الاسلام والحکامة العربیہ جلد ۲ بحوالہ التیسیر والاعتبار اسدی۔
- * الاسلام والحکامة العربیہ جلد ۲ بحوالہ الخراج قدامہ بن جعفر۔
- * تاریخ خطیب ص ۳۳۳۔
- * تاریخ الخلفاء ص ۳۲۲۔

اوپر گزر ہو چکا ہے کہ معتمد نے ایرانیوں کا زور توڑنے کے لیے ترکوں کو آگے بڑھانے کی پالیسی اختیار کی اور سمرقند، فرغانہ اور اشروسند وغیرہ سے ہزاروں غلام خرید کر منگوائے تھے اور نہیں دیا کی وردیاں، سونے کے ٹپکے اور زیورات پہناتا تھا۔ جس طرح ہارون اور مامون کے زمانہ میں ایرانیوں کا عروج ہوا تھا۔ اسی طرح اس کے زمانہ میں ترکوں کا ستارہ چمکا۔ اس سے حکومت کی شان تو ضرور بڑھ گئی اور فتوحات کو بھی فائدہ پہنچا، لیکن آئندہ چل کر جب حکومت کمزور پڑی تو ترکوں کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ خلفا کا وقار بالکل جاتا رہا اور وہ ان کے ہاتھوں میں تماشا بن کر رہ گئے۔ ترک جسے چاہتے تھے تخت پر قائم رکھتے تھے اور جسے چاہتے تھے اتار دیتے تھے۔ اس کے علاوہ معتمد ہی کے زمانہ میں عربی اور ترکی کشمکش بھی شروع ہو گئی، جس کے بعض واقعات اوپر گزر چکے ہیں۔ اس سے حکومت کو نقصان پہنچا۔ معتمد کو آخر میں اپنی اس غلطی کا احساس ہو گیا تھا اور اس نے اپنے ایک معتمد علیہ اسحاق سے اس کا اظہار بھی کیا تھا کہ بھائی مامون نے طاہر بن حسین، عبداللہ بن طاہر اور محمد بن ابراہیم وغیرہ کو آگے بڑھایا۔ یہ سب کے سب شریف ثابت ہوئے، لیکن میں نے افسین، اشاس، ایٹاخ اور وصیف وغیرہ کو آگے بڑھایا۔ ان میں سے کوئی بھی لائق اعتماد نہ نکلا۔ اسحاق نے جواب دیا کہ آپ کے بھائی نے شریف النسل لوگوں کو آگے بڑھایا۔ اس لیے ان کی اولاد بھی شریف ثابت ہوئی اور آپ نے ایسے لوگوں کو آگے بڑھایا جس کی کوئی جڑ بنیاد نہ تھی۔ اس لیے وہ کیسے شریف نکلتی۔ یہ کھرا جواب سن کر معتمد نے کہا۔ اسحاق یہ جواب میرے لیے اس تکلیف و اذیت سے زیادہ سخت ہے جو میں اتنے دنوں سے برداشت کر رہا ہوں۔ ❁

سامرا کی آبادی

ترک تہذیب و تمدن سے نا آشنا محض وحشی تھے۔ اس لیے بغداد میں ان کے ہجوم سے اہل شہر کو بڑی تکلیفیں پہنچتی تھیں۔ بے تحاشا گھوڑے کداتے پھرتے تھے۔ عورتیں بوڑھے بچے کچل جاتے تھے اور یہ پرواہ نہ کرتے تھے۔ اہل بغداد نے معتمد سے فریاد کی۔ اس نے ترکوں کی آبادی کے لیے بغداد کے قریب ایک مستقل شہر سامرا آباد کیا اور خود یہیں رہنے لگا۔ ❁

زمینوں کی آبادی

❁ تاریخ الخلفاء ص ۳۴۲۔ ❁ طبری جلد ۱۲ حالات معتمد۔

❁ تاریخ الخلفاء ص ۱۴۲ اور مروج الذهب جلد ۷ ص ۱۴۲۔

زمین کی آبادی اور رعایا کی آسودہ حالی کا بڑا خیال تھا۔ اس لیے اس کے زمانہ میں بکثرت افتادہ زمینیں آباد ہوئیں۔ وہ کہا کرتا تھا کہ زمین کی آبادی میں بہت سے فوائد ہیں۔ اس سے مخلوق کی زندگی قائم ہے۔ خراج بڑھتا ہے۔ ملک کی دولت و ثروت میں اضافہ ہوتا ہے۔ مویثیوں کے لیے چارہ مہیا ہوتا ہے۔ نرخ ارزاں ہوتا ہے۔ کسب معاش کے ذریعے بڑھتے ہیں۔ معاش میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اپنے وزیر کو عام حکم دے دیا تھا کہ جس پر قتی زمین پر دس درہم خرچ کرنے سے ایک سال کے بعد گیارہ درہم ملنے کی امید ہو اس کے آباد کرنے کے لیے مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ ❀

تعلیمی حالت

اپنے اسلاف کے برعکس اسے علم و فن سے کوئی سروکار نہ تھا۔ بچپن ہی سے وہ پڑھنے لکھنے سے بھاگتا تھا۔ ہارون نے اپنی دوسری اولادوں کی طرح اس کی تعلیم و تربیت کا اہتمام بھی کیا تھا، لیکن اس کی طبیعت ہی رجوع نہ کرتی تھی۔ تعلیم سے اس کی نفرت کا ایک دلچسپ واقعہ تاریخوں میں مذکور ہے۔ بچپن میں اس کا ایک ہم کتب مر گیا۔ ہارون نے اس کی موت پر معتم سے اظہار افسوس کیا۔ اس نے کہا ہاں کتاب کی زحمت سے نجات پائی۔ تعلیم سے یہ نفرت دیکھ کر ہارون نے اس کی تعلیم کی جانب سے توجہ ہٹا لی۔ ❀ اور وہ معمولی نوشت و خواند سے زیادہ تعلیم نہ حاصل کر سکا۔

ایک افسوس ناک فتنہ

مامون کے عہد میں خلق قرآن کا فتنہ اٹھا تھا۔ اس کو اس مسئلہ سے اتنا شغف تھا کہ جو علما اس کے منکر تھے انہیں سخت مصیبتیں جھیلیں پڑیں۔ مامون جس قدر خلق قرآن کے عقیدہ میں سخت تھا، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اسی قدر اس کے انکار میں متشدد تھے۔ آپ بھی آزمائش سے بچ نہ سکے، لیکن مامون مرتے دم تک آپ سے اس کا اقرار نہ کرا سکا اور مرتے وقت معتم کو ان پر سختی کرنے کی وصیت کرتا گیا۔ یہ جاہل اور ناشناس ادب تھا۔ اس نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر بڑی سختیاں کیں اور یہ فتنہ مامون کے عہد سے زیادہ بڑھ گیا۔ معتم کا غلو یہاں تک بڑھا کہ اس نے سارے ممالک محروسہ میں علما سے خلق قرآن کا اقرار کرانے کے فرامین جاری کر دیئے اور معلموں کو حکم دیا کہ بچوں کو اس عقیدہ کی تلقین

❀ مروج الذهب جلد ۷ ص ۱۰۴۔

❀ تاریخ خطیب جلد ۳ ص ۳۴۳۔

کریں۔ ❁ اس سے بڑا فتنہ پیدا ہوا جس کی تفصیل اس کتاب کے کسی حصہ میں آئے گی۔

باورچی خانہ کا خرچ

اس کا دسترخوان بڑا وسیع تھا۔ باورچی خانہ کے مصارف ایک ہزار اشرافی روزانہ تھے۔ ❁

سادگی اور بے تکلفی

حکومت کے دبدبہ و شکوہ سے تو اس کو بڑی دلچسپی تھی، لیکن پرائیویٹ زندگی میں بہت سادہ بے

تکلف اور خلیق تھا۔ ❁



ابو جعفر ہارون الملقب بہ واثق باللہ

(۲۲۷ھ تا ۲۳۲ھ مطابق ۸۲۱ء تا ۸۲۴ء)

واثق باللہ معتمد کا لڑکا ایک رومی لونڈی قرائیس کے بطن سے تھا۔ معتمد کی وفات کے دن سامرا میں اس کی بیعت ہوئی۔ اس کے دوسرے دن صبح کو اسحاق بن ابراہیم نے بغداد میں افسران فوج اور عمائد بغداد سے بیعت لی اور ربیع الاول ۲۲۷ھ میں وہ اورنگ خلافت پر متمکن ہوا۔ واثق معتمد سے بھی زیادہ ترک نواز تھا۔ اس لیے اس کے خلیفہ ہونے کے بعد ترکوں کو اور زیادہ عروج حاصل ہوا۔ ان کو بڑے بڑے مناصب پر ممتاز کیا۔ شناس ترکی کو جواہرات کے ہار پہنائے اور سر پر جواہرات کا تاج رکھ کر نائب السلطنت بنایا۔ واثق سب سے پہلا شخص ہے جس نے نیابت سلطانی کا عہدہ قائم کیا۔ * اس لیے اس کے زمانہ میں عربی اور ترکی کشمکش اور عربوں کی مخالفت اور زیادہ بڑھ گئی۔

بنی قیس کا فساد

چنانچہ واثق کی تخت نشینی کے ساتھ ہی قیسہ نے دمشق میں فتنہ و فساد برپا کیا۔ واثق نے رجاء بن ایوب فزاری کو ان کے مقابلہ پر مامور کیا۔ اس نے پہلے زبانی پیام کے ذریعہ مطیع بنانے کی کوشش کی، لیکن جب وہ باز نہ آئے تو پھر تلوار بے نیام کی اور پندرہ سو شورش پسندوں کو قتل کر کے اس کا فتنہ دبایا۔

مبرقع کی گرفتاری

معتمد کے آخری زمانہ میں فلسطین میں ابو حرب مبرقع نے جو شورش برپا کی تھی وہ اب تک قائم تھی۔ اس لیے قیسیوں کی شورش فرو کرنے کے بعد رجاء نے فلسطین کا رخ کیا۔ اس وقت مبرقع کا جرمہ جس میں زیادہ تر کاشتکار شامل تھے بونے جوتنے کے لیے منتشر ہو چکا تھا اور مبرقع کے ساتھ صرف ہزار دو ہزار آدمی رہ گئے تھے۔ ان میں کوئی مرد میدان نہ تھا۔ اس لیے عین جنگ کی حالت میں رجاء نے مبرقع کو زندہ گرفتار کر کے سامرا حاضر کیا۔ *

اعراب حجاز کی بغاوت

* تاریخ الخلفاء ص ۳۴۶۔

* ابن اثیر جلد ۷ ص ۳۔

۲۳۰ھ میں بنو قیس کی شاخ بنو سلیم نے نواح مدینہ میں شورش پائی۔ حجاز کے بازاروں میں گھس جاتے تھے اور جس نرخ پر چاہتے تھے زبردستی سودا لے لیتے تھے۔ بنی کنانہ پر حملہ کر کے ان کے آدمی قتل کر ڈالے۔ والی مدینہ محمد بن صالح نے حماد بن جریر کو قیام امن پر مامور کیا۔ انہوں نے قریش اور انصار کی مدد سے بنی سلیم کا مقابلہ کیا، لیکن شکست کھا کر قتل ہوئے اور بہت سے ممتاز قریشی اور انصار کام آئے۔
اس کامیابی سے بنی سلیم کے حوصلے اور بڑھ گئے اور انہوں نے عزیزہ خنجاہی سلمیٰ کو اپنا خلیفہ بنایا اور اطراف و جوانب کے مواضع اور مکہ اور مدینہ کی درمیانی منزل گاہوں پر تاخت و تاراج شروع کر دی۔ اس بدامنی کی وجہ سے حج رک گیا۔ اس وقت واثق نے ایک بڑی فوج بغا کبیر ترکی کی زیر قیادت روانہ کی۔ اس نے شعبان ۲۳۳ھ میں سوار قیہ کے قریب جہاں بنو سلیم کے قلعے تھے۔ ان کا مقابلہ کر کے پچاس آدمی قتل اور پچاس گرفتار کیے باقی بھاگ نکلے۔ ان کو شکست دینے کے بعد بغا نے امن پسندوں کو امان دے دی اور ایک ہزار سے کچھ اوپر مفسدوں کو گرفتار کر کے مدینہ میں قید کر دیا۔ بنو سلیم سے فراغت کے بعد ذات عرق جا کر ان کے شریک بغاوت بنو ہلال کو بھی امان دے دی۔ البتہ تین سو سرکشوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔

اس شورش میں بنی فزارہ فدک پر قابض ہو گئے تھے۔ اس لیے بنی ہلال کے بعد بغا ان کی طرف بڑھا۔ اس کے ہٹتے ہی مدینہ کے قیدیوں نے دیوار میں نقب لگا کر نکل جانا چاہا، مگر اہل مدینہ کو خبر ہو گئی اور انہوں نے روکنے کی کوشش کی تو قیدیوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں اہل مدینہ نے ان کی بڑی تعداد قتل کر دی۔

احمد بن نصر کا خروج

۲۳۱ھ میں ایک بزرگ احمد بن نصر نے احتجاجاً حکومت پر خروج کیا۔ وہ مالک بن یثم خزاعی نقیب دولت عباسیہ کے پوتے اور صاحب علم و تقویٰ بزرگ تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا شعار تھا۔ امام مالک رحمہ اللہ سے سماع حدیث کیا تھا۔ یحییٰ بن معین جیسے محدث ان کے تلمیذ تھے۔
واثق خلق قرآن اور روایت باری کے مسئلہ میں اپنے باپ معصم کا ہم عقیدہ تھا اور محدثین کا گروہ اس عقیدہ کے خلاف تھا۔ اس لیے احمد بن نصر بھی اس کے مخالف تھے۔ انہوں نے اس میں اتنا

۱ ابن اثیر جلد ۷ ص ۳۰۰ ۲ یعقوبی جلد ۲ ص ۸۶ ۳ ابن اثیر حوالہ مذکور۔

۴ طبری جلد ۱ ص ۱۳۳ ۵ ابن اثیر جلد ۲ ص ۷۷ ۶ یعقوبی جلد ۲ ص ۵۸۷۔

۷ کتاب الخلفاء ص ۱۱۶ ۸ اس کا حال اپنے موقع پر آئے گا۔

تشدد اختیار کیا کہ برسر عام واثق کو کافر اور سور کہتے تھے۔ جب لوگوں نے ان کو عتاب سلطانی کا خوف دلایا تو ان کے پیر و ابو ہارون السراج اور ابوطالب نے ابو نصر کی دعوت شروع کر دی۔ جسے بہتوں نے قبول کر لیا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر احمد بن نصر کی بیعت لی۔ ابو ہارون نے اس دعوت کی اشاعت میں روپیہ بھی صرف کیا۔ اس لیے وہ جلد پھیل گئی اور ابن نصر کے ماننے والوں کا دائرہ خاصا وسیع ہو گیا۔ اس وقت ان لوگوں نے طے کیا کہ ایک مقررہ شب کو بغداد کے مشرقی اور مغربی دونوں حصوں میں بیک وقت حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔

احمد بن نصر کے اتباع میں ہر قسم کے لوگ تھے۔ ان میں سے بنی اشرس کے دو آدمیوں نے نبیز کے نشہ میں موعودہ شب سے ایک شب پہلے ہی طبل بیٹنا شروع کر دیا، مگر چونکہ حملہ کے لیے شب مقرر ہو چکی تھی۔ اس لیے اس صدا کا کسی نے جواب نہ دیا۔ بغداد کے پولیس افسر محمد بن ابراہیم نے طبل کی آواز سنی تو سب دریافت کیا، مگر کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ مزید تحقیقات سے ایک شخص عیسیٰ ائور کے ذریعہ اس سازش کا پتہ چل گیا، چنانچہ ابوطالب اور ابو ہارون فوراً گرفتار کر لیے گئے۔ بنو اشرس کی خانہ تلاشی میں دو سبز علم برآمد ہوئے جو بنو عباس کی مخالفت کا نشان تھے۔ اس لیے احمد بن نصر کو بھی گرفتار کر کے ان کے گھر کی تلاشی لی گئی، مگر ان کے یہاں کوئی مشتبہ چیز برآمد نہ ہوئی اور وہ واثق کے پاس بھیج دیے گئے۔

احمد بن نصر کے سامرا پہنچنے کے بعد واثق نے علما کی ایک عام مجلس منعقد کر کے احمد سے پوچھا کہ قرآن کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: قرآن کلام اللہ ہے اور احمد پاک و صاف ہو کر قتل کے لیے آمادہ ہے۔ واثق نے پھر پوچھا: کیا قرآن مخلوق ہے؟ انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ قرآن کلام اللہ ہے۔ پھر سوال کیا کہ قیامت اور رویت باری کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ ”تم لوگ قیامت کے دن اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح بے بدلی کے صاف آسمان پر چودھویں کا چاند دیکھتے ہو۔“ اس لیے میں اس حدیث کا پابند ہوں اور دوسری مرفوع حدیث سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی ہے کہ ”ابن آدم کا قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے جس کو وہ بدلتا ہے۔“ اور رسول اللہ ﷺ دعا فرماتے تھے کہ ”اے دلوں کے پلٹنے والے میرا دل اپنے دین پر قائم رکھ۔“ یہ سن کر اسحاق بن ابراہیم بولے دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو۔ احمد نے کہا تم ہی نے مجھ سے کہلویا ہے۔ اسحاق نے کہا میں نے کہا تھا؟ احمد نے جواب دیا تم ہی نے مجھے امیر المؤمنین کو نصیحت کرنے کا مشورہ دیا تھا اور میری نصیحت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی مخالفت نہ کریں۔ اس گفتگو کے بعد واثق نے لوگوں سے پوچھا: ان

کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ یہ سب اہل دنیا تھے۔ حاکم وقت کا اشارہ پاتے ہی زبانیں دراز ہو گئیں۔ عبدالرحمن بن اسحاق نے جو کسی زمانہ میں بغداد کے قاضی رہ چکے تھے اور احمد بن نصر کے دوست تھے، ان کو مباح الدم قرار دیا۔ ابو عبد اللہ ارمنی نے کہا امیر المؤمنین اس کا خون مجھے پلائیے۔ قاضی ابن داؤد جو ابن نصر کے خون کا بار بھی اپنے سر نہیں لینا چاہتے تھے اور خلیفہ کی رضا مندی کے بھی خواہاں تھے، یہ گول رائے دی کہ امیر المؤمنین یہ کافر ہے، اس سے توبہ کرائیے غالباً اس کو کوئی دماغی مرض اور عقلی فتور لاحق ہو گیا ہے۔

ان فتوؤں کے بعد اسی مجلس میں واثق نے اپنے ہاتھ سے احمد بن نصر کا سر قلم کیا۔ ❁

قیدیوں کا تبادلہ

مسلمانوں اور رومیوں کی مسلسل جنگ کی وجہ سے طرفین کے ہزاروں قیدی ایک دوسرے کے ہاتھ میں گرفتار تھے۔ ۲۳۰ھ میں ان کا تبادلہ ہوا اور دونوں طرف کے ۳۳۶۲ قیدی بچھوٹے۔ یہ طبری کا بیان ہے۔ دوسرے مؤرخین اتنا اور اضافہ کرتے ہیں کہ اس تبادلہ میں بھی واثق نے اپنے متعصبانہ عقیدہ کا اس طرح اظہار کیا کہ جو مسلمان قیدی خلق قرآن کا اقرار اور رویت باری کا انکار کرتا تھا وہ چھڑا لیا جاتا تھا اور جو نہیں کرتا تھا اس کو بدستور رومیوں کی قید میں رہنے دیا جاتا تھا۔

بنو نمیر کی بغاوت

۲۳۲ھ میں یمامہ کے اعراب میں شورش رونما ہوئی اور بنو نمیر نے فتنہ و فساد برپا کر دیا۔ واثق نے اس کو دبانے کے لیے بغا کو بھیجا۔ اس نے یمامہ کی ترائی میں ان کے کچھ آدمی قتل اور کچھ گرفتار کیے اور مراۃ میں فوجیں اتار کر بنو نمیر کے پاس اطاعت کے لیے پیغام بھیجا۔ انہوں نے اسے رد کر دیا اور ان کے کچھ آدمی یمامہ کی پشت پر کوہستان سود کی طرف چلے گئے۔ بغا ان کی تلاش میں نکلا۔ مقام روضۃ الامان میں دونوں کا سامنا ہو گیا۔ بنو نمیر نے بغا کے مقدمۃ الحجیش اور میسرہ کو توڑ کر ان کے ایک سو سے زیادہ آدمی قتل کر دیئے اور سات آٹھ سو اونٹ اور بار برداری کے جانور زخمی کر کے ان کا سامان لوٹ لیا۔ اس لیے بغا کی قوت کمزور ہو گئی۔ بنو نمیر نے اس کمزوری کا اندازہ کر کے دوسرے دن پھر حملہ کر دیا۔ قریب تھا کہ بغا کا پورا دستہ ختم ہو جائے کہ اتنے میں دو سوتا زہ دم سوار جو دوسری مہم سے فارغ ہو کر لوٹ رہے تھے، دفعۃً بنو نمیر کے عقب سے پہنچ گئے۔ انہیں دیکھ کر بنو نمیر کا سوار دستہ بھاگ نکلا اور

❁ یہ واقعات طبری جلد ۱ ص ۱۳۳۳ تا ۱۳۳۸ میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ ہم نے ان کا خلاصہ نقل کیا ہے۔

ان کی پیدل فوج کا بڑا حصہ بغاوت نے تہ تیغ کر دیا۔ ایک روایت میں اس واقعہ کی شکل دوسری طرح بھی بیان کی گئی ہے۔ اس صورت واقعہ میں بھی بنو نمیر کے بہت سے آدمی مارے گئے اور ان کے رؤسا گرفتار ہوئے۔ ❁

آرمینیہ میں خلفشار

اسی زمانہ میں آرمینیہ اور اس کے قرب و جوار کے بہت سے عرب اور بطارقہ میں بغاوت کے آثار رونما ہوئے۔ کوہستانی علاقہ اور باب و ابواب کے سلاطین اور امرا علیحدہ اپنے آس پاس کے علاقوں پر مسلط ہو گئے اور یہاں عباسی حکومت کی قوت بالکل کمزور پڑ گئی۔ اس لیے واثق نے خالد بن یزید بن مزید کو ایک بڑی فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ باغیوں کو اس کی آمد کی خبر ہوئی تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور ان میں سے اکثر نے ہدایا اور تحائف بھیج کر اطاعت کا اظہار کیا، لیکن خالد نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ جب تک ہدیہ دینے والا خود نہ آئے گا اس وقت تک اس کا ہدیہ قبول نہ کیا جائے گا۔ اس جواب سے وہ لوگ اور زیادہ خوف زدہ ہوئے اور خالد ایک باغی اسحاق بن اسماعیل کی طرف بڑھا۔ اسحاق میں اس کے مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ اس لیے وہ اپنے کو حوالہ کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا تھا کہ خالد کا انتقال ہو گیا اور اس کی فوج منتشر ہو گئی اور آرمینیہ کی حالت پہلے سے بھی زیادہ ابتر ہو گئی۔ واثق نے خالد کے لڑکے محمد کو اس کی جگہ مامور کیا۔ اس نے احمد بن لسطام کو نصیبین روانہ کیا۔ احمد نے باغیوں کی پوری سرزنش کی اور انہیں قتل و گرفتار کر کے ان کے گھروں میں آگ لگا دی اور خالد کی فوج کے وہ آدمی جو اس کی موت کے بعد منتشر ہو گئے تھے، محمد کے پاس چلے آئے۔ اس نے صناریہ اور اسحاق کو شکست دے کر نظام قائم کیا۔ ❁

خوارج کی بغاوت

۲۳۱ھ میں دیار ربیعہ کے خارجیوں نے سر اٹھایا۔ غانم بن ابی مسلم نے ان کے سرغنہ محمد بن عبداللہ کو گرفتار کر کے سامرا بھیجا۔ اسی زمانہ میں اصفہان اور فارس میں کردوں نے شورش مچائی۔ وصیف ترکی نے اس کو دبایا اور پانچ سو کرد گرفتار کیے، جن میں زیادہ تر نو عمر غلام تھے۔

فتوحات

واثق کا عہد فتوحات سے بھی خالی نہیں ہے۔ اس کے زمانہ میں سسلی میں بعض اہم فتوحات

حاصل ہوئیں۔ ۲۲۸ھ میں فضل بن جعفر ہمدانی نے سسلی پر حملہ کیا اور مسینا کی بندرگاہ پر فوجیں اتار کر مختلف ستوں میں پھیلا دیں اور خود نابل کی طرف بڑھا۔ یہاں کے باشندے امان حاصل کر کے اس کے ساتھ ہو گئے۔ مسلمانوں نے دو سال تک اس کو فتح کرنے کی کوشش کی، مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر میں شہر کے چاروں طرف چکر لگا کر ایک مقام پر شہر میں داخلہ کا ایک راستہ معلوم کر لیا۔ اہل شہر دوسرے حصہ کی مدافعت میں مشغول تھے اس لیے مسلمان پہاڑ کو عبور کر کے دفعۂ عقب سے شہر میں داخل ہو گئے۔ اس ناگہانی حملہ سے گھبرا کر اہل شہر نے میدان چھوڑ دیا اور شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اسی سال شہر مسکان فتح ہوا۔

۲۲۹ھ میں ابو العباس اغلب بن فضل شرہ تک بڑھتا چلا گیا۔ اہل شرہ نے روکنا چاہا، لیکن انہوں نے بڑی فاش شکست کھائی۔ دس ہزار رومی کام آئے۔ اس کے مقابلہ میں صرف تین مسلمان شہید ہوئے۔ پھر ۲۳۲ھ میں فضل بن جعفر نے مسینا کا محاصرہ کیا اور دوران محاصرہ میں اس کو اطلاع ملی کہ مسینا کے باشندوں نے صقلیہ کے پادری سے مدد مانگی ہے۔ اس نے مدد کا وعدہ کیا ہے اور اپنی آمد کی یہ علامت بتائی ہے کہ جب فلاں پہاڑ پر تین دن تک آگ روشن دیکھو تو سمجھ لو کہ چوتھے دن تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اس وقت تم تیار ہو جانا اور دونوں مل کر دفعۂ مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے۔ یہ راز معلوم ہو جانے کے بعد فضل نے مقررہ وقت سے پہلے اس پہاڑ پر تین دن تک برآگ روشن کرادی۔ رومی پادری کے وعدہ کے مطابق فوراً جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ فضل نے ایک فوج کمین گاہ میں چھپا کر محاصرہ کرنے والوں کو ہدایت کر دی کہ جب مسینا کے باشندے شہر سے نکلیں تو تم کمین گاہ کی طرف پسپا ہو جانا۔ وہ تم پر حملہ آور ہوں گے اور جب وہ حملہ میں کمین گاہوں سے آگے نکل جائیں تو فوراً پلٹ کر حملہ کر دینا چنانچہ اہل مسینا چوتھے دن جب بطریق کی امداد کی امید پر شہر سے نکلے تو سامنے مسلمان موجود تھے۔ دیکھتے ہی ان پر حملہ کر دیا۔ یہ فضل کی ہدایت کے مطابق کمین گاہ کی جانب پسپا ہو گئے۔ جب رومی کمین گاہوں سے آگے بڑھ گئے تو مسلمان دفعۂ پلٹ پڑے، پیچھے سے کمین گاہ والی فوج نے نکل کر حملہ کر دیا اور رومی دونوں طرف سے گھر کر صاف ہو گئے جو باقی بچے انہوں نے اپنی جان و مال کی امان لے کر شہر حوالے کر دیا۔ اسی سنہ میں اکبر دہ کے شہر طارنت میں مسلمان آباد ہوئے۔ ❁

وزارت

معظم کے آخری عہد میں قلمدان وزارت محمد بن عبدالملک بن زیات کے ہاتھ میں تھا۔ واثق

اس سے بہت برہم تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ خلیفہ ہونے کے بعد اس کو سخت سزا دے گا، لیکن محمد بن زیات کی غیر معمولی قابلیت نے واثق کو اس کی قدر شناسی پر مجبور کر دیا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ ہونے کے بعد واثق نے اپنی بیعت کے بارے میں کاتبوں کو ایک مراسلہ لکھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے لکھ کر پیش کیا۔ ان میں سے کوئی تحریر واثق کو پسند نہ آئی اور یہ خدمت ابن زیات کے سپرد ہوئی۔ اس کی تحریر اس کو بہت پسند آئی۔ اس لیے وہ اس سے راضی ہو گیا اور قسم کا کفارہ دے کر ابن زیات کو منصب وزارت پر قائم رکھا اور دوسرے کاتبوں کو اس کے اسلوب تحریر کی تقلید کی ہدایت کی۔ * واثق کے زمانہ میں آخر تک یہی ایک وزیر رہا۔

وفات

ذی الحجہ ۳۳۲ھ میں واثق استقائیں مبتلا ہوا۔ اطباء نے گرم تنور میں بٹھا کر بھاپ دلائی۔ اس سے کچھ آفاقہ محسوس ہوا۔ دوسرے دن اس نے تنور کو زیادہ گرم کرا کے دیر تک بھاپ لی۔ اس کے اثر سے بخار آ گیا۔ یہی بخار موت کا بہانہ بن گیا۔ وفات کے وقت بہ اختلاف ۳۲ یا ۳۶ سال عمر تھی۔ مدت خلافت ۵ سال ۹ مہینے کچھ دن۔

حلیہ

واثق نہایت خوش رو اور خوش اندام تھا۔ رنگ سرخ و سپید تھا۔ بائیں آنکھ میں پھلی تھی۔

علمی استعداد

اوصاف میں وہ مامون کا شئی تھا۔ ابن طقطقی کا بیان ہے کہ واثق عباسیہ کے افاضل خلفا میں تھا۔ وہ فاضل، عقلمند، سمجھدار، فصیح البیان اور شاعر تھا۔ اس کی جملہ حرکات و سکنات مامون کے جیسے تھے۔ * سیوطی کا بیان ہے کہ واثق اپنے ادب اور فضل کی وجہ سے چھوٹا مامون کہلاتا تھا۔ اس کے اوصاف کی وجہ سے مامون اس کی بڑی عزت و محبت کرتا تھا اور اسے اپنی اولاد سے زیادہ مانتا تھا۔ موسیقی کا بڑا ماہر تھا اور اس فن میں وہ تمام عباسی خلفا میں ممتاز تھا۔ موسیقی میں اس نے سوراگ ایجاد کیے تھے۔ عود بہت اچھا بجاتا تھا۔ شاعری میں مامون سے زیادہ باندق تھا۔ مامون نے عربی اور غیر عربی علوم کو باہم خلط ملط کر دیا تھا، لیکن واثق نے عربی علوم کے حدود بالکل الگ رکھے۔ *

واثق آزاد خیال تھا اور مسائل میں تقلید کے بجائے آزادانہ فکر و تدبر کو زیادہ پسند کرتا تھا۔ اس بنا پر اسے اگلے پچھلے فلاسفہ اور مقفوں کی رائیں اور ان کے علوم سے واقفیت حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا۔ اس کے دربار میں مختلف علوم و فنون کے علما کی دلچسپ صحبتیں ہوتی تھیں۔ مسعودی نے اس قسم کی ایک صحبت کا جس میں اطباء اور فلاسفہ کا مجمع تھا، نہایت مفصل حال لکھا ہے۔ اس مجلس میں طبیعیات، مابعد الطبیعیات اور الہیات، خصوصاً طب کی نظری اور تجربی حیثیت پر بہت طویل مکالمہ ہوتا تھا۔ اس نے مشہور فلسفی و طبیب حنین بن اسحاق سے طب پر ایک کتاب لکھائی، جس کا نام کتاب المسائل الطبیعیہ تھا۔

مسئلہ خلق قرآن

واثق کی اس فلسفیانہ طبیعت اور آزاد روی کا یہ نتیجہ تھا کہ خلق قرآن اور رویت باری کے مسئلہ میں محدثین نے قید و بند اور قتل کی مصیبتیں جھیلیں۔ احمد بن نصر دار پر سرفراز ہوئے۔ یوسف بن یحییٰ فقیہ صاحب شافعی اور نعیم بن حماد وغیرہ نے قید کی مشقت اٹھائی اور اسی میں جان دی۔ یہ تو علمائے حق تھے، جنہیں ہر باطل کے مقابلہ میں اس قسم کی ستم آرائیوں کا شکار ہونا پڑا ہے۔ واثق اس بارہ میں اتنا تنگ خیال اور تشدد تھا کہ عوام تک سے ان اہم مسائل کا اقرار کرایا جاتا تھا، چنانچہ ۲۳۰ھ میں جب مسلمانوں اور رومیوں میں قیدیوں کا تبادلہ ہوا تو قاضی ابن ابی داؤد کے اشارہ سے جن کا یہ تمام فتنہ اٹھایا ہوا تھا، وہ قیدی جو اس عقیدہ کا اقرار کرتے تھے، چھڑا لیے جاتے تھے اور جو انکار کرتے تھے، وہ رومیوں کی قید میں رہنے دیے جاتے تھے کہ وہ اس عقیدہ کے میں کافر تھے، لیکن سخت حیرت ہے کہ عقیدہ کی اس شدت اور سخت گیری کے باوجود واثق نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پر کوئی سختی نہیں کی بلکہ ان کو خارج البلد کر کے رہا کر دیا۔ اور امام صاحب اس کی زندگی بھر اس کی نگاہ سے اوجھل رہے۔ خطیب بغدادی کی ایک روایت سے جو سیوطی نے نقل کی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ واثق نے اپنی موت سے پہلے اس عقیدہ سے رجوع کر لیا تھا۔ ممکن ہے امام احمد کی رہائی اسی رجعت کا نتیجہ ہو، لیکن سرکاری طور پر اس عقیدہ کی مخالفت متوکل کے عہد میں ہوئی۔

ان دونوں مسئلوں کے علاوہ اور امور میں وہ بڑا حلیم الطبع تھا۔ حمدون بن اسماعیل کا بیان ہے کہ

مروج الذهب جلد ۷ ص ۱۷۲۔ تفصیل کے لیے دیکھو مسعودی جلد ۷ ص ۱۸۶ تا ۱۷۳۔

کتاب الخیاض ص ۱۲۰، ۱۱۹۔ دیکھو کتاب الخیاض ص ۱۲۰، ۱۱۹۔ تاریخ الخلفاء ص ۳۳۷۔

خلفاء میں کوئی خلیفہ واثق سے زیادہ حلیم، نکالیف پر صبر کرنے والا اور خلاف طبع باتوں کو برداشت کرنے والا نہ تھا۔ ❀

علویوں کے ساتھ حسن سلوک

اس کے تحمل اور نرمی کا یہ ثبوت ہے کہ اس کے زمانہ میں اہل بیت نبوی (ﷺ) اور علویوں کو جو عباسیوں کے حریف مقابل تھے اور مدتوں سے ان کے مظالم سہتے چلے آتے تھے آزادی ملی اور واثق نے ان کے رتبہ کے مطابق ان کا اعزاز و اکرام قائم کیا۔ واثق علویوں کا غیر معمولی احترام کرتا تھا اور ان کے ساتھ بہت زیادہ حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔ ❀

رفاہ عام کے کام

اس نے اپنے عہد میں بہت سے ایسے کام کیے جن سے عام رعایا کو بڑا فائدہ پہنچا اور اس کی موت کے بعد لوگ مدتوں اس کو یاد کر کے رویا کرتے۔ خلفائے مابقی کے زمانہ میں جہازوں سے بحری ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔ اس سے حکومت کو بڑی خطیر آمدنی ہوتی تھی، لیکن واثق نے اس ٹیکس کو بند کر دیا تھا۔ ❀

حرمین کی خدمت

حرمین کی خدمت خلفاء کے لیے سرمایہ سعادت تھی۔ واثق بھی اس سعادت سے محروم نہ رہا۔ وہ یہاں کے باشندوں کو اس فیاضی سے داد و بخش کرتا تھا کہ اس کے زمانہ میں مکہ اور مدینہ میں کوئی سائل باقی نہ رہا۔ جب اس کی موت کی خبر مدینہ پہنچی تو کہرام مچ گیا۔ مدینہ کی عورتیں ہر شب اس کی یاد میں بقیع میں جا کر روتی تھیں۔ ❀ انتظامی امور میں بھی اس نے اصلاحیں کیں۔ اس کے زمانہ میں امرا اور اراکین دولت کا جن میں زیادہ تر کاتب تھے استبداد بہت بڑھ گیا تھا اور رعایا کی دولت سے ان کے خزانے معمور تھے۔ واثق نے ان تمام خائن اور مستبد کاتبوں پر بڑے بڑے جرمانے کیے چنانچہ احمد بن اسرائیل سے ۸۰ ہزار دینار، ایتاخ ترکی کے کاتب سلیمان بن وہب سے ۴ لاکھ دینار، حسن بن وہب سے ۱۴ ہزار دینار، احمد بن خصب اور اس کے کاتبوں سے ایک کروڑ دینار، ابراہیم بن ربیع اور اس کے کاتبوں سے ایک لاکھ دینار، نجاح سے ۶۰ ہزار دینار، ابو الوزیر سے ایک لاکھ چالیس ہزار دینار وصول کیے۔ ❀ گو

❀ تاریخ الخلفاء ص ۳۴۹ ❀ ابوالفدا جلد ۲ ص ۳۶ ❀ ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۱

❀ ابوالفدا جلد ۲ ص ۳۶ و ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۱ ❀ طبری ج ۱۱ ص ۱۳۳۱

اس سے خیانت کا تو انداد ہو گیا، لیکن ایک بری مثال قائم ہو گئی اور آئندہ کسی امیر اور رکن حکومت کی دولت و ثروت محفوظ نہ رہی اور اس کی ضبطی ایک رسم بن گئی۔

ترکوں سے غفلت

البتہ اس نے ترکوں کے غلبہ اور اقتدار کا جو روز بروز بڑھتا جاتا تھا، کوئی تدارک نہیں کیا، جو آئندہ چل کر خود خلفاء کے لیے مصیبت بن گیا۔



جعفر بن معصم الملقب بہ متوکل علی اللہ

(۲۳۲ھ تا ۲۳۶ھ مطابق ۸۴۷ء تا ۸۶۱ء)

واثق کی وفات کے بعد اس کا بھائی جعفر بن معصم تخت نشین ہوا۔ یہ ایک خوارزمی لونڈی کے بطن سے تھا۔ واثق کسی کو ولی عہد نہیں بنا گیا تھا۔ اس لیے اس کی وفات کے بعد قاضی احمد بن داؤد ایتاخ، عمر بن فرج، احمد بن ابی خالد اور محمد بن زیات وغیرہ امر انتخاب خلیفہ کے لیے جمع ہوئے۔ اکثر لوگوں کی رائے تھی کہ واثق کے نو عمر لڑکے محمد کو خلیفہ بنایا جائے، لیکن قاضی احمد بن داؤد نے مخالفت کی اور کہا اس لڑکے کو خلیفہ بناتے ہوئے تم لوگوں کو اللہ کا خوف نہیں معلوم ہوتا۔ ان کے اختلاف پر بحث شروع ہو گئی اور شاہی خاندان کے مختلف افراد کے نام لیے گئے، لیکن کسی پر نگاہ نہیں ٹھہری۔ آخر میں جعفر بن معصم کو لایا گیا۔ قاضی احمد بن ابی داؤد نے بڑھ کر اس کو شاہی لباس پہنایا اور پیشانی پر بوسہ دے کر سلام خلافت گزارا۔ اس پر سب کا اتفاق ہو گیا اور متوکل علی اللہ لقب اختیار کیا۔ بیعت خلافت کے بعد سات خلفاء کی اولادوں نے سلام خلافت گزارا اور ذی الحجہ ۲۳۲ھ میں وہ تخت نشین ہوا۔ اس وقت اس کا ستائیسواں سال تھا۔ ❀

وزیر ابن زیات کا قتل

واثق کے زمانہ سے متوکل وزیر ابن زیات سے برہم تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ واثق کسی وجہ سے متوکل سے ناراض ہو گیا تھا اور اس کی نگرانی کے لیے دو آدمی متعین کر دیے تھے جو اس کے حالات کی اطلاع دیتے رہتے تھے۔ واثق پر ابن زیات کا بڑا اثر تھا۔ اس لیے متوکل ایک دن اس کے پاس گیا کہ وہ واثق سے سفارش کر کے اس کی صفائی کرا دے۔ ابن زیات نے اس کے ساتھ نہایت نازیبا برتاؤ کیا۔ پہلے تو مخاطب ہی نہیں ہوا اور دیر تک اس کو کھڑا رکھا، پھر کام ختم کر کے بیٹھنے کی اجازت دی اور چشمکین لہجہ میں پوچھا، کیسے آئے ہو۔ متوکل نے کہا امیر المؤمنین کو مجھ سے راضی کرا دیجئے۔ ابن زیات نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا، ان کو دیکھو پہلے بھائی کو ناراض کرتے ہیں، پھر مجھ سے سفارش چاہتے ہیں۔ جاؤ جب تم اپنی حالت سدھار لو گے تو وہ خود راضی ہو جائیں گے۔

اس برتاؤ سے متوکل بہت افسردہ خاطر ہوا اور غمگین و ملول لوٹ آیا۔ ابن زیات نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ واثق کو اطلاع دی کہ متوکل چوٹی سنوارے مخنثوں کی شکل میں میرے پاس آئے تھے اور

❀ تاریخ خطیب ج ۷، ص ۶۵، اوائل اثیر ج ۷، ص ۱۲۔

چاہتے تھے کہ میں امیر المؤمنین سے ان کی صفائی کرا دوں۔ واثق نے کہا ان کے بال کٹوا کر ان کے منہ پر کھینچ مارو۔ ابن زیات نے اس حکم کو نالانہ کے بجائے اس کی تعمیل کر دی، پھر واثق کے بعد اس نے اس کے بجائے اس کے لڑکے کو خلیفہ بنانے کی کوشش کی۔ ان اسباب کی بنا پر متوکل ابن زیات سے سخت براہم تھا، چنانچہ تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد اس کو قید کر دیا، پھر اس کو لوہے کے کانٹے دار تنور میں جیسے ابن زیات نے لوگوں کو سزا دینے کے لیے بنوایا تھا، اس کو بند کر دیا۔ اسی تنور میں اس نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ ❀ اسی زمانہ میں ایٹاخ ترکی پر عتاب نازل ہوا اور وہ قتل کیا گیا۔ اس کی تفصیل اپنے موقع پر آئے گی۔

ابن بعیث کی گرفتاری اور موت

آذر بائیجان کا ایک رئیس محمد بن بعیث باغی ہو کر قلعہ بند ہو گیا تھا۔ متوکل کے زمانہ میں پکڑ کے سامرا میں قید کیا گیا اور ۲۳۴ھ میں باختلاف روایت قید سے بھاگ نکلا یا بغا شربی کی سفارش پر چھوڑ دیا گیا۔ قید سے چھوٹنے کے بعد مرند کے قلعہ میں سامان رسد جمع کر کے پھر حکومت سے مقابلہ کی تیاری شروع کر دی۔ ربیعہ اور دوسرے عرب قبائل اس کے ساتھ ہو گئے۔ اس لیے یہاں کا حاکم محمد بن حاتم اس کو زیر نہ کر سکا اور متوکل نے اسے معزول کر کے حمدویہ بن علی بن فضل کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ حمدویہ نے ابن بعیث کو مرند کے قلعہ میں گھیر لیا۔ متوکل برابر امداد پر امداد بھیجتا تھا، مگر قلعہ تسخیر نہ ہوتا تھا۔ آخر میں بغا شربی کو دو ہزار سوار کے ساتھ روانہ کیا۔ امیر عیسیٰ بن شیخ نے محمد بن بعیث کے پاس اس کی اور اس کے ممتاز ساتھیوں کی جان بخشی کا پیام بھیج کر اسے الگ کر دیا۔ اس سے محمد بن بعیث کا جھٹھ لوٹ گیا اور وہ بھاگ نکلا، لیکن راستہ میں مع لڑکوں اور بھائیوں کے گرفتار ہو گیا۔ بغا نے ان سب کو سامرا لا کر قید کر دیا۔ محمد بن بعیث ایک مہینہ کے بعد مر گیا اور اس کے لڑکے شاکریہ میں داخل کر دیئے گئے۔ ❀

ایک مدعی نبوت

۲۳۵ھ میں ایک شخص محمود بن فرج نیشاپوری نے سامرا میں نبوت کا دعویٰ کیا کہ وہ ذوالقرنین ہے اور ایک خود ساختہ کتاب پیش کی کہ وہ قرآن ہے جو جبرائیل کی وساطت سے اس پر نازل ہوا ہے، لیکن ابھی اس پر صرف ۲۷ آدمی ایمان لائے تھے کہ پکڑ کر متوکل کے دربار میں حاضر کیا گیا اور قتل کر دیا گیا اور اس کی امت قید کر دی گئی۔

آرمینہ کے بطارقہ کی بغاوت

۲۳۷ھ میں بطارقہ کی ایک جماعت نے آرمینہ کے اطراف میں بعض علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ امیر یوسف ان کے مقابلہ پر مامور ہوا۔ اس کے بعد پہنچنے کے بعد بعض بطارقہ نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور ایک بطریق بقرط بن اشوط اس کے پاس حاضر ہو گیا۔ محمد بن یوسف نے اس کو پکڑ کر متوکل کے پاس بھجوا دیا۔ اس پر بطارقہ بگڑ گئے اور لڑ کر یوسف کو قتل کر دیا اور بلد میں عام شورش پیدا ہو گئی۔ اس لئے یوسف کے قتل کے بعد متوکل نے بغا کبیر کو بھیجا۔ اس کے آتے ہی شورش کم ہونے لگی چنانچہ موسیٰ بن زراہ جس نے بدلیس پر قبضہ کر لیا تھا، امان لے کر بغا کے پاس چلا آیا۔ بغا نے اسے پابجولاں متوکل کے پاس بھجوا دیا، پھر باق کا رخ کیا اور اشوط بن حمزہ کو پکڑ کے سرمن رائے بھیجا۔ یہاں اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ اس کے بعد بغا نے اسحاق بن اسماعیل کو جو قفلیس پر قابض ہو گیا تھا، بلا بھیجا۔ اس نے جواب دیا کہ میں بارگاہ خلافت کی اطاعت پر قائم ہوں، اگر روپیہ کی ضرورت ہو تو روپیہ بھیج دوں، اگر آدمیوں کی ضرورت ہو تو آدمیوں سے مدد کروں، لیکن میں خود نہیں آ سکتا۔ یہ جواب سن کر بغا نے بڑھ کر اس کو شکست دی اور گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اس سے فارغ ہو کر صفاریہ کی طرف بڑھا۔ یہاں اسے شکست ہوئی۔ اس شکست کے غصہ میں جن جن لوگوں کو امان دے چکا تھا ان سب کو تعاقب کر کے گرفتار کر لیا، پھر بھی کچھ لوگ بچ کر نکل گئے اور روم، خزر اور صقالہ کی مدد حاصل کر کے بہت بڑی تعداد میں مقابلہ کے لیے جمع ہو گئے۔ متوکل کو اس اجتماع کی خبر ہوئی تو اس نے خالد بن یزید شیبانی کو مامور کیا۔ اس کے آنے کے بعد سب خاموش ہو گئے اور خالد نے دوبارہ ان کی امان کی تجدید کر دی۔ ❁

یعقوب بن لیث الصفاری کا آغاز

اسی سنہ میں بست کے ایک باشندے صالح بن نصر نے جستان پر قبضہ کر لیا۔ یعقوب بن لیث الصفار بانی حکومت صفاریہ جو پہلے سے دولت عباسیہ کا باغی تھا، اس کے ساتھ ہو گیا، لیکن طاہر بن عبد اللہ بن طاہر والی خراسان نے جستان واپس لے لیا، لیکن پھر ایک دوسرا شخص درہم بن حسین دوبارہ جستان پر قابض ہو گیا۔ یعقوب بھی اس کے ساتھ تھا، لیکن درہم میں خود فوجی تنظیم کی صلاحیت نہ تھی۔ اس لیے اس کی باگ یعقوب بن صفار کے ہاتھ میں تھی۔ درہم کے ساتھیوں کو جب اس کی

❁ یعقوبی جلد ۲، ص ۵۹۹ ابن اثیر کا بیان اس سے مختلف ہے اور بہت طویل ہے۔

کمزوری اور صفاری کی اہلیت اور قابلیت کا اندازہ ہوا تو انہوں نے درہم کی جگہ اس کو سردار بنالیا۔ درہم نے کوئی مزاحمت نہیں کی بلکہ ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گیا اور صفار نے بختان کا بہت اچھا انتظام کیا۔ فوجی قوت کو بڑی ترقی دی اور چند دنوں میں اس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ اس نے بختان میں مستقل حکومت قائم کر لی جو تارینوں میں صفاری حکومت کے نام سے موسوم ہے اس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

مصریوں پر رومیوں کا ہجوم

۲۳۹ھ میں تین رومی سردار تین سو کشتیاں لے کر اسلامی ملکوں کی سمت نکلے۔ ان میں سے ایک نے ساحل دمیاط پر بیڑا لنگر انداز کیا۔ اتفاق سے اس زمانہ میں عید کی تقریب کے سلسلہ میں عنبنہ بن اسحاق ضعی والی مصر نے دمیاط کی فوجیں مصر بلائی تھیں اور دمیاط بالکل خالی تھا۔ اس لیے رومیوں نے بغیر کسی مزاحمت کے آزادی کے ساتھ یہاں جس قدر ساز و سامان اور اسلحہ تھا سب لوٹ لیا اور چھ سو مسلمان اور ذمی عورتوں کو گرفتار کر کے جامع مسجد جلاؤالی اور لونا ہوا مال لے جانے کے لیے کشتیوں پر بار کیا تھا کہ ایک مسلمان امیر بسر بن اکشف جو اس وقت قید خانہ میں تھا بیڑیاں توڑ کر نکل آیا بہت سے آدمی اس کے ساتھ ہو گئے اور رومیوں پر حملہ کر کے ان کی اچھی خاصی جماعت تہ تیغ کر دی۔ رومی بھاگ کر اشتوم تنیس پہنچے اور اسلحہ لوٹ کر یہاں کا بڑا آہنی پھانک اکھاڑ لے گئے۔ * اس واقعہ کے بعد متوکل نے دمیاط میں قلعہ بنوانے کا حکم دیا اور رمضان ۲۳۹ھ میں قلعہ کی تعمیر شروع ہو گئی۔ *

حمص کی بغاوت

۲۴۰ھ میں اہل حمص نے بغاوت کی اور عباسی حاکم ابوالمغیث موسیٰ بن ابراہیم کو مصر سے نکال دیا۔ متوکل نے محمد بن عبد ربہ کو حمص کا حاکم مقرر کر کے ان کو اور عتاب ابن عتاب کو باغیوں کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ ان دونوں نے حمص پہنچ کر سکون پیدا کیا، لیکن چند دنوں کے بعد پھر باغی بگڑ گئے۔ محمد بن عبد ربہ نے ان کو دوبارہ قابو میں کیا اور ان کے سربر آوردہ اشخاص کی ایک جماعت پکڑ کے پابجولاں متوکل کے پاس بھجوائی اور وہاں سے واپسی کے بعد محمد بن عبد ربہ نے ان سب کو کوڑوں سے پٹوا کر مرواڈالا اور ان کی لاشیں سولی پر لٹکائیں اور جس قدر فتنہ پرست تھے سب کو ایک ایک کر کے فنا کر دیا۔ *

* ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۲ * کتاب النواۃ کندی ص ۲۰۲ * یعقوبی جلد ۲ ص ۵۹۹

مسلمان قیدیوں کی رہائی

۲۳۱ھ میں ۹۱۰ مسلمان قیدی جو رومیوں کے ہاتھوں میں اسیر تھے چھڑا لیے گئے۔ روم کی ملکہ تدورہ کے پاس بارہ ہزار مسلمان قیدی تھے۔ ۲۳۱ھ میں اس نے ان کے سامنے عیسوی مذہب پیش کیا۔ جن مسلمانوں نے قبول کر لیا ان کو زندہ رکھا اور جنہوں نے انکار کیا انہیں قتل کر دیا، پھر بھی کافی تعداد باقی رہ گئی تھی۔ ان کے متعلق متوکل سے کہلا بھیجا کہ اگر وہ چاہے تو فد یہ دے کر انہیں چھڑا لے چنانچہ متوکل نے شنیف خادم اور جعفر بن عبدالواحد قاضی القضاۃ بغداد کو روم بھیج کر انہیں چھڑا منگوایا۔ ان میں ۸۵ مرد اور ۲۵ عورتیں تھیں۔ ❁

صعید مصر پر بجاہ کی یورش

۲۳۱ھ میں بجاہ ❁ نے مصر پر تاخت کی۔ طبری کا بیان ہے کہ یہ لوگ حبشیوں کی جنس سے تھے اور حبشہ اور سوڈان کے مغرب میں رہتے تھے۔ ان کے ملک میں سونے کی کانیں تھیں۔ ان میں اور مسلمانوں میں عرصہ سے یہ معاہدہ تھا کہ فریقین ایک دوسرے پر حملہ آور نہ ہوں گے اور بجاہ چار سو مثقال خام سونا سالانہ حکومت مصر کو دیا کریں گے۔ ایک عرصہ تک یہ لوگ اس معاہدہ کے پابند رہے لیکن متوکل کے زمانہ میں کئی سال تک سونا نہیں بھیجا اور چند مسلمانوں کو جو سونے اور جواہرات کی کانوں میں کام کرتے تھے قتل کر کے ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا اور مسلمانوں کو کان کنی سے روک دیا۔ اس لیے وہ یہاں سے بھاگ گئے۔ اس سے حکومت کی آمدنی میں جو کان سے بطور خس حاصل ہوتی تھی کمی آ گئی۔ متوکل پر مسلمانوں کا قتل بہت گراں گزرا۔ اس نے بجاہ پر فوج کشی کے بارہ میں مشورہ کیا۔ لوگوں نے اس کی دشواریاں بتائیں کہ وہ لوگ سخت وحشی ہیں۔ ان کے پاس اونٹ اور دوسرے مویشی کے گلے بکثرت ہیں۔ ان کے ملک تک پہنچنا بہت مشکل ہے اور فوج کا تو وہاں پہنچنا

❁ ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۳۔ ❁ بجاہ کا انگریزی تلفظ بیگیا بواگا ہے یہ سامی فرقوں کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں جو شرقاً وغرباً دریائے نیل اور بحر احمر کے درمیان اور شمالاً و جنوباً مصر و حبشہ کے درمیان حبشہ کے آخری حدود تک آباد تھے مسلمانوں سے پہلے یونانی کتبوں میں بھی ان کا نام پایا جاتا ہے آغاز فتوحات اسلامیہ میں مسلمان انہیں مطلق وحشی و کافر سمجھتے تھے اور انہیں کسی معاہدہ کے لائق نہ تصور کرتے تھے، لیکن ان کے ملک میں سونے اور چاندی کی کانیں تھیں اس لیے عربوں کو ان کی طرف توجہ کی ضرورت پیش آئی چنانچہ دوسری صدی کے آغاز میں عبید اللہ بن جباب نے ان سے معاہدہ کیا، پھر مامون کے عہد میں اس کی تجدید ہوئی۔ اور عرب قبائل ربیعہ اور حمیہ یہاں آ کر آباد ہو گئے اور رفتہ رفتہ انہی قبائل میں مل گئے۔ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص ۶۸ ج اول)

ناممکن ہے۔ ان کی آبادی اور اسلامی حکومت کے درمیان ایک مہینہ کی مسافت ہے۔ راستہ تمام تر پہاڑوں، بیابانوں اور بے آب و گیاہ میدانوں پر مشتمل ہے جہاں پانی اور سبزی کا نام تک نہیں اور نہ کوئی قلعہ وغیرہ ہے۔ اس لیے اگر کوئی مہم وہاں بھیجی جائے تو اس کی مدت قیام تک کا کل ساز و سامان ساتھ جانا چاہیے اگر مدت قیام مقررہ وقت سے بڑھ گئی تو پھر کوئی باقی نہیں بچ سکتا اور بجاہ والے ان کو بغیر لڑے بھڑے گرفتار کر لیں گے۔ یہ مشکلات سن کر متوکل نے فوج کشی کا ارادہ ترک کر دیا، لیکن اہل بجاہ کی سرکشی اور جرأت بہت بڑھ گئی اور مسلمانوں پر ان کا دست تظاول دراز ہونے لگا۔ صعید مصر کے باشندے جو ان سے نسبتاً قریب تھے بہت خوفزدہ ہو گئے اس لیے متوکل کو مجبوراً فوج کشی کا عزم کرنا پڑا۔

بجاہ پر فوج کشی

چنانچہ اس نے محمد بن عبد اللہ المعروف بہ قتی کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا اور عبیدہ بن اسحاق ضمی سپہ سالار مصر کو لکھا کہ قتی کو جس قدر فوج اور ساز و سامان کی ضرورت ہو وہ مصر سے ان کے لیے مہیا کیا جائے۔ قتی نے بڑے اہتمام سے بجاہ پر فوج کشی کی۔ بحر قلزم کے ذریعہ روغن زیتون، کھجور، ستور اور جو وغیرہ سامان رسد کے ساتھ جہاز بجاہ روانہ کئے اور خود کان کنوں اور بیس ہزار رضا کاروں کو لے کر خشکی کے راستہ سے کوہستان اور ریگستان کو طے کرتا ہوا بجاہ کے علاقہ میں پہنچا۔ یہاں کافر مانروا علی بابا مسلمانوں کی دو گنی طاقت کے ساتھ مقابلہ میں آیا، مگر جم کر مقابلہ نہیں کیا، بلکہ چھیڑ چھاڑ کے سلسلہ کو طول دیتا گیا تاکہ جب مسلمانوں کا سامان خورد و نوش اور ان کے موسیقیوں کا چارہ ختم ہو جائے تو بغیر جنگ کے ان کو مار لے۔ اس دوران میں سامان رسد کی ساتوں کشتیاں پہنچ گئیں اور صبیحہ کے ساحل پر لنگر انداز ہوئیں۔ اسلامی فوج کے پاس سامان رسد کی فراوانی دیکھ کر علی بابا کھل کر میدان میں آ گیا۔ دوران جنگ میں قتی کو اندازہ ہوا کہ اہل بجاہ کے اونٹ ہر چیز سے بھڑکتے ہیں، چنانچہ اس نے پوری فوج کی گھنٹیاں جمع کر کے گھوڑوں کی گردنوں میں پہنا کر دوبارہ حملہ کیا۔ گھنٹیوں کی آوازیں سن کر اہل بجاہ کے اونٹ بھڑک کر کوہستان و وادی جدھر راستہ ملا سواروں کو لے کر بھاگے اور ان کی فوجیں درہم برہم ہو گئیں۔ قتی نے ان کا تعاقب کر کے بہتوں کو قتل و قید کیا اور رات گئے واپس ہوئے۔ اس معرکہ میں بے شمار بجاہ مارے گئے۔ دوسرے دن مسلمانوں کی نظریں بچا کر مقابلہ کے لیے ایک محفوظ مقام پر جمع ہوئے۔ قتی کو پتہ چل گیا اور وہ راتوں رات دفعۃً ان کے پڑاؤ پر پہنچ گیا۔ علی بابا چونکہ پہلے سے مقابلہ کے لیے تیار نہ تھا اس لیے ساز و سامان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ قتی نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد علی بابا کی ہمت چھوٹ گئی اور وہ قتی کی امان میں آ گیا اور چاروں سال کا واجب

الادانہس چار سو مشقال سالانہ کے حساب سے ادا کر دیا اور اپنے لڑکے تعیس کو اپنا قائم مقام بنا کر قتی کے ساتھ آستان خلافت پر حاضر ہوا۔ متوکل نے اس کی اطاعت کیشی کے صلہ میں خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا اور اس کے اونٹوں پر زریں کجاوے اور دیبا کی جھولیس ڈلوائیں۔ خلعت پہن کر قتی کے ساتھ اپنے ملک واپس ہوا۔ ❀

تغیرات ارضی و سماوی کا طوفان

۲۴۱ھ میں حوادث ارضی و سماوی کا سلسلہ شروع ہوا اور تین سال تک برابر قائم رہا۔ اس کے اثر سے ممالک اسلامیہ کے اکثر حصے متاثر ہوئے اور بڑا جانی و مالی نقصان ہوا۔

سب سے اول ۲۴۱ھ میں مقام آب میں طوفانی بارش ہوئی اور رات بھر شہاب ثاقب ٹوٹتے رہے۔ اسی سال رے میں سخت زلزلہ آیا اور بے شمار مکانات زمین بوس ہو گئے۔ زلزلہ کا سلسلہ ۴۰ دن تک قائم رہا اور ترکستان سے برفانی ہوا کے طوفان اٹھے۔ ۲۴۲ھ میں ضلع قوس میں ایسا شدید زلزلہ آیا کہ تمام مکانات زمین برابر ہو گئے اور ۴۵ ہزار آدمی دب کر مر گئے۔ اس زلزلہ کے اثر سے شام فارس خراسان اور یمن کے علاقے بھی متاثر ہوئے۔ زلزلہ کے جھٹکوں کے ساتھ نہایت خوفناک آوازیں بھی پیدا ہوتی تھیں۔ ۲۴۵ھ میں مغرب میں زلزلہ آیا اور بہت سے قلعے پل اور مکانات برباد ہو گئے۔ متوکل نے مصیبت زدوں میں تیس لاکھ درہم تقسیم کیے۔ اسی زمانہ میں فوجی چھاؤنیوں مدائن اور انطاکیہ میں زلزلہ آیا۔ پندرہ سو گھر مسمار ہو گئے اور بے شمار آدمی دب کر مر گئے۔ انطاکیہ کی شہر پناہ کے نوے سے زیادہ برج گر پڑے۔ زلزلہ کا جھٹکا ایسا شدید تھا کہ انطاکیہ کا پہاڑ پھٹ کر دریا میں گر گیا۔ دریا میں طغیانی آگئی اور پانی سے سیاہ تاریک بدبودار دھوئیں کے بادل اٹھے اور نہایت خوفناک آوازیں پیدا ہوئیں۔ سیس میں یہ آوازیں ایسی ہیبت ناک تھیں کہ اس کی وحشت سے بہت سے آدمی مر گئے۔ اسی زمانہ میں جزیرہ 'غور' طرطوس، ادنہ اور شام میں زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوئے۔ لازقیہ میں یہ جھٹکے ایسے سخت تھے کہ یہاں کے باشندوں میں بہت کم لوگ باقی بچے۔ تین سال تک ان مصائب کا سلسلہ قائم رہا۔

صقلیہ کی فتوحات

متوکل کے زمانہ میں رومیوں سے کثرتِ معرکے ہوئے اور صقلیہ میں بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں۔ اسی زمانہ میں صقلیہ میں مسلمانوں کی نوآبادی قائم ہو چکی تھی۔ بلرم ان کا مرکز تھا اور اہل صقلیہ

❀ تفصیل کے لیے دیکھو طبری ج ۱۳ ص ۱۲۹ تا ۱۳۳۔

سے جنگ کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ ۲۳۴ھ میں زغوس کے باشندوں نے مسلمانوں سے صلح کر کے شہر مع جملہ سامان کے ان کے حوالہ کر دیا۔ مسلمانوں نے اس کے استحکامات توڑ دیے اور جس قدر سامان یہاں سے منتقل کر سکے لے گئے۔ ۲۳۵ھ میں ایک رومی دست نے قصریانہ پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ ❁

رجب ۲۳۶ھ میں صقلیہ کے مسلمان حاکم محمد بن عبداللہ بن اغلب کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے بعد صقلیہ کے مسلمانوں نے عباس بن فضل بن یعقوب کو اپنا امیر بنایا اور محمد بن اغلب والی افریقہ سے اس کی منظوری حاصل کر لی۔ صقلیہ کی امارت ملنے کے بعد عباس نے اپنے چچا رباح کو قلعہ ابی ثور روانہ کیا اور خود قصریانہ کی طرف بڑھا اور اس پر تاخت کر کے لوٹ آیا البتہ رباح نے بہت سے رومیوں کو قتل کر کے مال غنیمت حاصل کیا۔ ۲۳۸ھ میں عباس ایک بڑی جمعیت کے ساتھ پھر نکلا اور قصریانہ، قطانہ، سرقوسہ، نطس اور زغوس پر تاخت کرتا ہوا شیمیر پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ پانچ مہینے کے محاصرہ کے بعد یہاں کے باشندوں نے صلح کر لی۔ ۲۴۲ھ میں پھر بڑھا اور بہت سے قلعے فتح کیے۔ ۲۴۳ھ میں دوبارہ قصریانہ پر فوج کشی کی۔ یہاں کے باشندوں نے مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی۔ انہیں شکست دینے کے بعد عباس آگے بڑھا اور سرقوسہ اور طبرمین وغیرہ پر تاخت کر کے قصر حدید کا محاصرہ کیا۔ اہل قلعہ نے پندرہ ہزار دینار دے کر صلح کرنی چاہی مگر عباس نے منظوری کی اور محاصرہ جاری رکھا۔ آخر میں اہل قلعہ نے اس شرط پر قلعہ حوالہ کر دیا کہ قلعہ کے اندر کے دوسو آدمیوں کو چھوڑ دیا جائے۔ اسے عباس نے قبول کر لیا اور دوسو آدمیوں کو چھوڑ کر باقی آدمیوں کو غلام بنا کر بیچ ڈالا اور قلعہ مسمار کر دیا۔ ❁

قصریانہ کی فتح

صقلیہ میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے اس کا پایہ تخت سرقوسہ تھا، لیکن مسلمانوں کے حملہ کے بعد قصریانہ کے استحکام کی وجہ سے رومیوں نے اس کو دار السلطنت بنالیا تھا۔ امیر عباس کی ابتدا سے اس پر نظر تھی۔ اس نے اس کا اندازہ لگانے کے لیے ایک بحری مہم بھی روانہ کی تھی۔ اس نے ایک رومی بحری بیڑے کا جس میں چالیس جہاز تھے، مقابلہ کر کے دس جہازوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ اس کے بعد تیسری مہم روانہ کی۔ اس نے قصریانہ پر تاخت کی اور وہاں کا ایک ممتاز آدمی گرفتار ہوا اور واپسی کے بعد عباس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ رومی نے کہا مجھے قتل کر کے تم کو کیا فائدہ ہوگا، اگر مجھ کو چھوڑ دو تو میں قصریانہ پر قبضہ کرادوں گا اور اس کی یہ تدبیر بتائی کہ قصریانہ کے باشندے اس

ٹھنڈے اور برف آلود موسم میں تمہارے حملہ سے بالکل مطمئن ہیں اور قصریانہ کی حفاظت کا کوئی خاص سامان نہیں ہے۔ اس لیے تم میرے ساتھ تھوڑی فوج بھیج دو۔ میں اس کو قصریانہ میں داخل کرادوں گا۔ عباس اسی وقت دو ہزار منتخب بہادروں کا ایک دستہ لے کر رومی فوج کے ساتھ روانہ ہو گیا اور قصریانہ کے قریب پہنچ کر خود ایک مقام پر چھپ گیا اور اپنے چچا رباح کو آگے روانہ کر دیا۔ وہ رات کی تاریکی میں قصریانہ پہنچا۔ رومی نے اس کو ایک مقام پر لے جا کر بتایا کہ اس جگہ سے آسانی کے ساتھ قبضہ ہو سکتا ہے چنانچہ مسلمان کندال کر اس پہاڑی پر جس کے دامن میں قصریانہ آباد تھا چڑھ کر پار اتر گئے اور صبح کے قریب شہر پناہ کی دیوار کے قریب پہنچ گئے۔ اس وقت محافظ سورہے تھے۔ مسلمان ایک چھوٹے راستہ سے جس کے ذریعہ شہر کے اندر پانی جاتا تھا شہر میں داخل ہو گئے اور شہر پناہ کا پھانک کھول کر دفعہ رومیوں پر حملہ کر دیا۔ اس دوران میں عباس بھی پہنچ گیا اور اپنے دستہ کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ اس طرح شوال ۲۴۳ھ میں حقلیہ کے پایہ تخت قصریانہ پر قبضہ ہو گیا۔ اسی دن عباس نے قصریانہ میں مسجد کی بنیاد ڈالی اور اگلے جمعہ کو اس میں پہلا خطبہ پڑھا۔ اس فتح میں بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ بطارقہ اور شاہی خاندان کی بہت سی لڑکیاں گرفتار ہوئیں۔ اس واقعہ کی خبر قسطنطنیہ پہنچی تو شہنشاہ روم نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے تین سو جہازوں کا عظیم الشان بیڑا معد ایک جہاز لشکر کے ایک بطریق کی قیادت میں حقلیہ روانہ کیا۔ وہ سیدھا سرقوسہ پہنچا۔ عباس نے اسے بھی فاش شکست دی اور رومی بیڑے کے سو جہاز گرفتار کر لیے اور ان کے بے شمار آدمی مارے گئے۔

ان پیہم شکستوں نے ان رومیوں میں بھی جو مسلمانوں کے مطیع ہو گئے تھے انتقام کا جوش پیدا کر دیا چنانچہ سطر ابلّا، ابلّا طنوا، قلعہ عبدالمؤمن، قلعہ بلوط اور قلعہ ابی ثور وغیرہ کے رومی باغی ہو گئے۔ اس لیے عباس ان کے مقابلہ کے لیے بڑھا۔ راستہ ہی میں رومی فوجوں کا سامنا ہو گیا۔ عباس انہیں شکست دیتا ہوا آگے بڑھا اور قلعہ عبدالمؤمن اور قلعہ ابلّا طنوا کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران میں خبر ملی کہ رومیوں کا ایک بہت بڑا لشکر آ رہا ہے۔ اس لیے ان قلعوں کو چھوڑ کر اس لشکر کے مقابلہ کے لیے بڑھا۔ جھنودے میں دونوں کا سامنا ہوا۔ عباس نے اسے بھی شکست دی اور وہ کامیاب قصریانہ واپس ہوا۔ یہاں آنے کے بعد از سرقوسہ قصریانہ کی مرمت کروائی۔ جنگی استحکامات درست کیے۔ فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ اس سے فراغت کے بعد ۲۴۷ھ میں حقلیہ کے دوسرے مرکزی شہر سرقوسہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس پر تاخت کرتا ہوا قرقہ کی طرف بڑھا، لیکن راستہ میں پیام اجل آپہنچا اور دس دن بیمار رہ کر تیسری جمادی الثانی ۲۴۷ھ میں سفر آخرت کر گیا اور اس مجاہد کا جسم خاکی اس غربت کدہ میں سپرد خاک کیا

گیا۔ رومی شکست کی شرمندگی میں اتنے غضب ناک ہو رہے تھے کہ انہوں نے قبر اکھیر کر لاش نکال کر جلا ڈالی۔ اس کے بعد بھی جاڑے گرمی دونوں موسموں میں جہاد کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ جن کی تفصیلات مختصر کے حالات میں آئیں گی۔ ❁

دوسری فتوحات

ان فتوحات کے علاوہ اور مقامات پر بھی رومیوں سے معرکے ہوئے چنانچہ ۲۲۸ھ میں حسب معمول موسم گرما میں علی بن یحییٰ ارمنی نے رومی حدود پر فوج کشی کی۔ دونوں میں معمولی جنگ بھی ہوئی۔ اس کی واپسی کے بعد نواح سمیساٹ کے رومیوں نے سرحدی مقامات پر حملہ اور لوٹ مار کی اور دس ہزار آدمی پکڑ لیے گئے۔ قرانشاش اور عمر بن الاقطع نے ان کا تعاقب کیا، مگر وہ نکل چکے تھے۔ ❁

چونکہ اس علاقہ کے رومی اکثر اسلامی حدود پر تاخت و تاراج کیا کرتے تھے اس لیے متوکل نے اس کو روکنے کے لیے ۲۳۵ھ میں بغا کبیر کو مامور کیا۔ اس نے صمد فتح کر کے ارض روم کو پوری طرح سے پامال کیا۔ ❁ لیکن اسی سال پھر رومیوں نے سمیساٹ پر دوبارہ حملہ کر کے اسلامی رعایا کی بڑی تعداد قتل و گرفتار کی اسی سال علی بن یحییٰ ارمنی نے گرمائی فوجوں کے ساتھ کرکرہ پر حملہ کیا۔ ❁ یہاں کے باشندے اپنے بطریق سے باغی ہو رہے تھے۔ انہوں نے پکڑ کر متوکل کے موالی کے حوالہ کر دیا۔ شہنشاہ روم نے اس کے بدلہ میں ایک مسلمان رہا کر کے بطریق کو چھڑایا۔ ۲۳۶ھ میں عمرو بن عبداللہ الاقطع گرمائی فوجوں کو لے کر نکلا اور چار ہزار آدمی گرفتار کیے پھر فضل بن قارآن نے بیس جہازوں کے ساتھ بحری حملہ کر کے انطاکیہ کا قلعہ فتح کیا۔ ❁

دور تنزل کا آغاز

اگرچہ متوکل کے زمانہ میں فتوحات و محاربات اور حکومت کے شان و شکوہ کے اعتبار سے دولت عباسیہ میں کوئی کمی نہ آئی تھی اور اس کا ظاہری دبدبہ و وقار ویسا ہی قائم تھا، لیکن اندرونی خرابیوں نے ضعف و کمزوری کے تمام عناصر پیدا کر دیے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مضر ترکوں کا غلبہ و اقتدار

❁ ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۱۲۰ ❁ ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۷۸۲

❁ ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۷۸۲ ❁ ابن خلدون ج ۳ ص ۲۷۸۲

❁ ابن اثیر میں کرکرہ کے بجائے لولہ ہے، لیکن لولہ اس سے پہلے فتح ہو چکا تھا، کرکرہ شام کا مشہور سرحدی مقام تھا۔

❁ ابن خلدون ج ۳ ص ۲۷۸۲ ابن اثیر اور ابن خلدون کے بیان میں جزوی اختلافات ہیں ابن خلدون صوائف کا حال پابندی کے ساتھ لکھتا ہے اس لیے ہم نے اسی کے بیان پر اعتماد کیا ہے جو کچھ غلطی نظر آئی اس کی تصحیح کر دی ہے۔

تھا۔ وہ حکومت پر اتنے حاوی ہو گئے تھے کہ ان کے مقابلے میں خود خلیفہ کمزور پڑ گیا تھا۔ اس سے دونوں میں بدگمانی پھر کشاکش اور آخر میں اختلاف شروع ہو گیا۔ ترکوں کی خود سری دیکھ کر دوسرے عمال حکومت میں بھی بے عنوانی کا حوصلہ پیدا ہو گیا تھا۔ ان سے مواخذہ اور دارو گیر شروع ہو گئی۔ اس لیے باہمی اعتماد باقی نہ رہا۔ ان سب سے بڑھ کر ولی عہدی کے بارہ میں متوکل کی سیاسی غلطی نے جس کی تفصیل آئندہ آئے گی رہا سہا بھرم اور کھودیا۔

امیر ایتاخ ترکی کا قتل

ترک ایک وحشی جنگجو اور آئین و آداب سے ناواقف قوم تھی۔ واقع ہی کے زمانہ میں سے ان کی بے عنوانیاں شروع ہو گئی تھیں۔ متوکل کے دور میں ان کا غلبہ اتنا بڑھ گیا کہ وہ اس کے قابو سے باہر ہو گئے اور اس سے گستاخی اور امور مملکت میں مداخلت کرنے لگے۔ ایک مرتبہ متوکل کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا، مگر امیر بغا کی وجہ سے اس کو پورا نہ کر سکے۔ اس وقت متوکل نے ان کا زور توڑنے کی جانب توجہ کی اور سب سے پہلے ایتاخ ترکی اس کی زد میں آیا۔ یہ متوکل کی عہد کا ممتاز ترکی افسر تھا۔ ابتدا میں امیر سلام الابرش کا باورچی تھا۔ معصم نے اسے ہونہار دیکھ کر خرید لیا اور اس کا اعزاز بڑھانا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ اس نے اتنی ترقی کی کہ فوج کی امارت، مغاربہ اور ترکوں کی حکومت، حجابت، مالیات اور خبر رسانی کے اہم ذمہ دار عہدے اس کے سپرد ہوئے۔

ایک شب کو وہ متوکل کی بزم نشاط میں شریک تھا۔ دونوں نے شراب پی۔ متوکل نے بدمستی میں اس سے چیھڑکی۔ ایتاخ بھی مدہوش تھا۔ اس نے متوکل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، مگر پھر رک گیا۔ جب ہوش آیا تو اپنی جرأت و گستاخی پر متوکل سے معذرت کی اور کچھ دنوں تک اس کے پاس سے دور رہنے کے لیے حج کی اجازت مانگی۔ متوکل نے مصلحت دے دی، بلکہ نمائش کیلئے خلعت عطا کیا اور عراق سے حجاز تک کی حکومت کا پروانہ بھی دے دیا اور ذیقعدہ ۳۳۲ھ میں ایتاخ حج کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس کے بٹے ہی متوکل نے حجابت کا عہدہ امیر و صیف کی جانب منتقل کر دیا۔ ایتاخ جب حج سے واپس ہوا تو متوکل نے امیر اسحاق بن ابراہیم کو لکھا کہ اس کو گرفتار کر لیا جائے۔ ترکوں کا مرکز سرمن رائے تھا۔ یہاں اس کا گرفتار کرنا مشکل تھا۔ اس لیے ایتاخ جب قریب پہنچا تو اسحاق نے اس کو لکھا کہ امیر المؤمنین کا حکم ہے کہ پہلے آپ بغداد میں دربار منعقد کر کے بنی ہاشم اور عمائد سے ملے اور

لوگوں میں انعامات تقسیم کیجئے۔ اس لیے ایٹاخ سرمن رائے جانے کے بجائے سیدھا بغداد آیا۔ امیر اسحاق امیر خرمیہ کے محل کے دروازہ پر اس کا استقبال کر کے اندر لے گیا، لیکن اس کے آدمی باہر ہی روک دیئے گئے اور محل کے چاروں طرف پہرہ بٹھادیا گیا۔ محل کے اندر آنے کے بعد ایٹاخ اور اس کے لڑکے مظفر و منصور اور اس کا کاتب گرفتار کر کے قید کر دیئے گئے۔ ایٹاخ قید ہی میں مرا، لیکن اس کے لڑکوں کو مستنصر نے اپنے زمانہ میں چھوڑ دیا۔ * لیکن ایٹاخ کے قتل سے ترکوں کے اقتدار پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

عمر بن فرج کی قید اور رہائی

دوسرا گستاخ ترکی امیر عمرو بن فرج تھا۔ یہ معتمد کے زمانہ میں بخشی تھا۔ تمام وظیفے اور ویشیے اسی کے دستخط سے برآمد ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ متوکل اپنے وظیفہ کے لیے اس کے پاس دستخط کرانے کے لیے گیا۔ اس نے کاغذ اس کے ہاتھ سے لے کر مسجد کے صحن میں پھینک دیا۔ اسی وقت سے متوکل اس سے آزرہ تھا۔ اس لیے تخت نشینی کے بعد اس کا کل مال و متاع ضبط کر کے قید کر دیا۔ اس کے لڑکے محمد اور غلام نصر پر بھی عتاب نازل ہوا اور گھر بھر کی کروڑوں روپے کی جاگیر اور اثاثہ البیت ضبط کر لیا گیا۔ کچھ دنوں قید میں رہنے کے بعد ایک کروڑ درہم دے کر رہائی حاصل کی اور ابوازی کی جاگیر واکزار کرائی۔ *

خائوں کی سزائیں

ترکوں کے غلبہ اور ان کی بے راہ روی کی وجہ سے حکومت کا پورا عملہ ہی بگڑ گیا تھا۔ بہت سے عہدہ داروں نے خیانت سے گھر بنانے شروع کر دیئے تھے۔ متوکل نے تین نصرانی عہدہ داروں محمد بن عبد الملک، یثیم بن خالد اور سعدون بن علی کو خیانت کے جرم میں قید کیا۔ سعدون نے چالیس ہزار اشرفی دے کر رہائی حاصل کی۔ عبد اللہ اور احمد کی جائیدادیں ضبط کی گئیں اور انہوں نے تیس تیس ہزار دے کر اپنے کو قید سے بچایا۔ * اس استحصال سے متوکل کو دولت کی چاٹ پڑ گئی اور اس کی نگاہ تمام ارباب ثروت کی دولت پر پڑنے لگی اور بہت سے ناکردہ گناہ لوگوں کی دولت ضبط ہوئی۔ ان میں سے ایک امیر ابوالوزیر بھی تھا۔ اس کے پاس بے شمار دولت تھی۔ متوکل نے سب ضبط کر لی اور ابراہیم بن جنید نصرانی سے ستر ہزار دینار وصول کر کے اس کو قید کر دیا۔ *

* ابن خلدون جلد ۳ ص ۱۷۴۔ * طبری نے یہ واقعات تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں دیکھو طبری جلد ۴ ص ۱۷۷۔

* طبری جلد ۴ ص ۱۷۸۔ * طبری جلد ۴ ص ۱۷۸۔

قاضی احمد بن ابی داؤد پر عتاب

قاضی احمد بن ابی داؤد جنہوں نے مامون کے زمانہ میں خلق قرآن کی بدعت ایجاد کی تھی اور واثق کے عہد تک اس کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے تھے ۲۳۷ھ میں معتبوب ہوئے اور ان کی کل منقولہ و غیر منقولہ جائداد ضبط کر لی گئی۔ ان کا لڑکا ابوالولید اور پوتے قید کر دیئے گئے۔ ابوالولید کے پاس بڑی دولت تھی۔ اس نے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ دے کر اپنے سارے گھر کو رہا کر لیا اور اس کے بدلہ میں اپنے باپ اور بھائیوں سے ان کی جائداد کا بیع نامہ لکھوا لیا۔ ✽ احمد بن ابی داؤد پر عتاب کے بعد یحییٰ بن اٹم قضاۃ کے مسند پر بیٹھے لیکن ۲۴۰ھ میں یہ بھی ہٹا لیے گئے اور ان کا کل اثاثہ ضبط کر لیا گیا، جس کی مقدار ۵۷ ہزار دینار نقد اور چار ہزار جریب زمین تھی۔ ✽ متوکل کی اس مثال سے خلافت عباسیہ میں استحصال بالجبر کی رسم قائم ہو گئی۔

ولایت عہد

متوکل کو اپنی بیعت کے وقت امرا میں اختلاف رائے کا تجربہ ہو چکا تھا۔ اس لیے اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے لڑکوں محمد، طلحہ اور ابراہیم کو علی الترتیب ولی عہد نامزد کر کے منصر باللہ، معتز باللہ اور مویذ باللہ لقب دیا اور عباسی حکومت کو ان تینوں میں تقسیم کر کے ہر ایک کو ان کے رتبہ حکومت کا خود مختار بادشاہ بنا دیا۔ منصر کو افریقہ، مغرب، قسریں، دیار ربیعہ، دیار مضر، موصل، عانہ، خابور، کوردجلہ، سواد، حریمین، یمن، حضرموت، سندھ، مکران، قندابل وغیرہ کا علاقہ ملا۔

خراسان، طبرستان، رے، آرمینیا، آذربائیجان اور فارس کا ملک معتز کے حصہ میں آیا۔ ۲۴۰ھ میں خزانہ عامرہ اور نکسال بھی اس کے متعلق کر دیئے گئے اور اس کے نام کا سکہ چلنے لگا۔ مویذ کو حمص، دمشق، فلسطین اور شام کا علاقہ عطا کیا۔

یہ تینوں اپنے اپنے ملکوں کے خود مختار بادشاہ تھے اور ایک کو دوسرے کے حدود میں کسی قسم کی مداخلت کا اختیار نہ تھا۔ ✽ لیکن ولایت عہد اور متوکل کی جانشینی میں پہلا نام منصر کا تھا۔ متوکل کی یہ اتنی بڑی پولیٹیکل غلطی تھی جس کا ثمرہ اس کو اس کی زندگی ہی میں مل گیا۔ اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

وزارت

متوکل کے عہد میں کئی وزارتیں بدلیں۔ اس کا سب سے پہلا وزیر ابن زیات تھا، جس پر تخت

✽ ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۵۔ ✽ ابن اثیر جلد ۷ ص ۴۴۔

✽ تفصیل کے لیے دیکھو طبری وابن اثیر حالات ۲۳۵ھ۔

تشیئی کے بعد ہی عتاب نازل ہوا۔ ابن زیات کے بعد اس کا کاتب ابوالوزیر وزارت کے فرائض ادا کرنے لگا، لیکن وزارت کا عہدہ اور لقب نہیں ملا۔ یہ بھی معتبوب ہوا تو ابو جعفر محمد بن فضل کو منصب وزارت تفویض ہوا۔ یہ ایک ضعیف العمر شخص، مگر ظریف، علم مجلسی کا واقف کار اور موسیقی کا ماہر تھا۔ متوکل کے دل میں اس نے اتنا اثر پیدا کیا کہ وزارت تک پہنچ گیا، لیکن چند ہی دنوں بعد اس کی اتنی شکایتیں ہوئیں کہ معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ عبید اللہ بن یحییٰ ابن خاقان وزارت عظمیٰ پر فائز ہوا۔ اس میں کسی حد تک وزارت کے اوصاف تھے۔ خط نہایت پاکیزہ تھا۔ حساب مال گزاری اور تحصیل وصول وغیرہ کے قوانین میں اچھی بصیرت رکھتا تھا۔ خوش اخلاق اور فیاض بھی تھا، لیکن دماغ میں کچھ فتور تھا۔ بڑا متدین اور روپیہ پیسہ سے بے نیاز تھا۔ ایک مرتبہ حاکم مصر نے اس کے پاس دو لاکھ دینار نقد اور ۳۰ صندوق مصری کپڑوں کے بھیجے۔ اس نے ایک رومال کے سوا کوئی چیز قبول نہ کی اور کل مال خزانہ میں داخل کر دیا، پھر اسی روپیہ سے حاکم مصر کے لیے مکان لیا۔ یہ متوکل کی زندگی بھر اس کا وزیر رہا۔ اس سے ہر طبقہ نہایت خوش اور مطمئن تھا۔ چنانچہ متوکل کے قتل کے زمانہ میں جب متوسلین شاہی پر مصائب نازل ہوئے تو فوج نے خود آ کر اس کے محل کی نگرانی کی اور کہا کہ آپ نے اپنے زمانہ وزارت میں ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے۔ اس لیے اس فتنہ میں ہمارا کم سے کم یہ فرض ہے کہ ہم آپ کی حفاظت کریں تاکہ آپ کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچے۔ ❁

معز کا عروج اور منصر کا زوال

اوپر گزر چکا ہے کہ متوکل نے ولایت عہد کے سلسلہ میں منصر کا نام سب سے مقدم رکھا تھا، لیکن اس کو معز کی ماں سے بہت محبت تھی۔ اس لیے نامزدگی کے بعد اس نے معز کا نام منصر سے پہلے کرنا چاہا اور اس کو حکم دیا کہ وہ معز کے حق میں اپنا نمبر بعد میں کر لے، لیکن منصر اس پر آمادہ نہ ہوا۔ اس کے انکار پر متوکل نے دربار میں اس کا مرتبہ گھٹانا شروع کیا اور عام جمعوں میں اس کو بر ملا ڈانٹتے دھمکانے اور برا بھلا کہنے لگا اور معز کو اس کے مقابلہ میں بڑھانے کے لیے اپنی نیابت کا اعزاز بخشنے لگا اور رمضان ۲۴۰ھ کے پہلے جمعہ میں اس کو امامت کی نیابت عطا کی۔ اس تقریب میں اس کے ساتھ وہ تمام آداب و رسوم برتے گئے جو خلفاء کے ساتھ برتے جاتے تھے چنانچہ خطبہ کے بعد عمائد سلطنت میں عبید اللہ اور فتح بن خاقان دست بوس اور پابوس ہوئے۔ ختم نماز کے بعد معز شاہی سواری پر عمائد سلطنت کے جلو میں متوکل کے پاس آیا۔ امرا سب خلیفہ کی نگاہ کے پابند تھے۔ معز کی جانب اس کا رجحان دیکھ کر سب متوکل کے حضور میں اس کی تعریف و توصیف کرنے لگے جسے سن کر

❁ الفری ص ۳۱۶۔

متوکل مسرور ہوتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں منصر جعفریہ کے ایک گوشہ میں پڑا ہوا تھا۔ ❁

منصر پر ناروا زیادتی اور ولی عہدی سے اخراج

متوکل نے اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ علانیہ منصر کی تحقیر و تذلیل کرنے لگا۔ ایک مرتبہ بھرے دربار میں اس کو گالیاں دیں اور فتح بن خاقان سے اس کے منہ پر طمانچے لگوائے اور حاضرین سے خطاب کر کے کہا: لوگو! گواہ رہنا میں نے ”مستعجل“ یعنی اپنی بادشاہی کے لیے جلدی کرنے والے کو ولی عہدی سے خارج کر دیا اور منصر سے کہا میں نے تجھے منصر کا لقب دیا ہے، لیکن لوگ تجھے تیرے حق کی وجہ سے ”منتظر“ کہنے لگے تھے اور اب تو ”مستعجل“ ہو گیا ہے۔ منصر بولا امیر المؤمنین اگر آپ میری گردن ازا دیتے تو وہ میرے لیے اس طرز عمل سے کہیں زیادہ آسان تھا۔ ❁

ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد متوکل اور فتح بن خاقان نے یہ بھی طے کر لیا تھا کہ منصر اور اس کے ساتھ تمام ترکی امرا قتل کر دیا جائے، مگر یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ متوکل کے اس غیر دانشمندانہ طرز عمل کی وجہ سے منصر اس کے خلاف ہو گیا۔

منصر کے اختلاف کا ایک اور سبب

ابن خلدون نے متوکل اور منصر کے اختلاف کا ایک سبب یہ بھی لکھا ہے کہ اہل بیت کے ساتھ طرز عمل کے بارہ میں منصر اپنے اسلاف کے خلاف تھا اور اس بارہ میں وہ متوکل کی مخالفت کرتا تھا۔ متوکل کی مجلسوں میں علی الاعلان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عیوب بیان کیے جاتے تھے۔ منصر اس کی مخالفت کرتا تھا اور عیب چینی کرنے والوں کو دھمکاتا تھا اور متوکل سے کہتا تھا کہ علی رضی اللہ عنہ ہمارے بزرگ اور بنی ہاشم کے شیخ ہیں، اگر آپ کو ان کو برا ہی کہنا ہے تو خود کہیے، لیکن ان بیہودوں سے نہ کہلایئے۔ اس پر متوکل منصر سے بگڑتا اور اسے برا بھلا کہتا، ❁ لیکن یہ کوئی ایسا اختلاف نہیں تھا جس سے دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے۔ اس کے اصل اسباب وہی تھے جو اوپر مذکور ہوئے۔

متوکل کا قتل

ترکی امرا اور متوکل میں پہلے سے کشیدگی تھی اور امیر ایٹاخ وغیرہ کے قتل اور ترکوں کے ساتھ متوکل کی برائی کی وجہ سے تمام ترکی امرا اس کے خلاف ہو گئے تھے۔ ولی عہد کی مخالفت کا سہارا پا کر وہ منصر کے ساتھ ہو گئے۔ منصر باپ کی مخالفت میں دیوانہ ہو رہا تھا۔ اس کے نتائج پر غور کیے بغیر ترکوں

❁ ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۹ ❁ طبری جلد ۱۲ ص ۱۳۵ ❁ ابن خلدون ج ۳ ص ۲۷۹

کے ساتھ ہو گیا۔ انہوں نے سرے سے متوکل کا قصہ ہی تمام کر دینے کا ارادہ کیا اور وصیف ترکی نے ترک موالی بغا صغیر، اوتامش، باغر، بغلو، واجن اور کنداش وغیرہ کو اس کام کے لیے آمادہ کر لیا۔ یہ سب ۳ شوال ۲۴ھ کورات گئے جب دربار درخواست ہو گیا اور صرف چند آدمی باقی رہ گئے تھے اور نخل شاہی کے ایک دروازہ کے سوا تمام دروازے بند ہو چکے تھے، محل میں گھس کر متوکل پر ٹوٹ پڑے۔ فتح بن خاقان نے نمک حلائی کا پورا حق ادا کیا۔ جس وقت متوکل پر تلوار کے وار ہونے لگے تو اس کو بچانے کے لیے اپنے کو اس کے اوپر گرا دیا اور آقا و ملازم دونوں ایک ساتھ قتل ہو گئے۔ منصر نے اس جرم کو چھپانے کے لیے مشہور کر دیا کہ فتح بن خاقان نے والد کو قتل کیا ہے۔ میں نے اسے انتقام میں قتل کر دیا چونکہ قصر شاہی میں فتح بن خاقان کے علاوہ سب ترک ہی تھے اس لیے فوراً یہ راز افشا نہیں ہوا۔ ❀

بنو عباس کی تاریخ میں خلیفہ کے قتل کا یہ پہلا واقعہ تھا اور ترکوں کو حد سے زیادہ بڑھانے اور منصر کے معاملہ میں غیر دانشمندانہ طرز عمل کا لازمی نتیجہ تھا۔ اس واقعہ نے خلفا کا احترام اور خلافت کی عظمت کھودی اور عباسی خلافت میں اتر اک گردی کا دور شروع ہوا۔ قتل کے وقت متوکل کی عمر تقریباً ۴۰ سال تھی۔ مدت خلافت ۴ سال دس مہینہ چند دن۔

حلیہ

حلیہ یہ تھا جسم دبلا رنگ گندمی آنکھیں خوبصورت، چہرہ کم گوشت۔

رعایا کے ساتھ تعلقات

متوکل کا طرز عمل رعایا کے ساتھ بہت منصفانہ تھا۔ اس لیے راعی اور رعایا کے تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اگلے خلفا رعایا پر اس لیے سختیاں کیا کرتے تھے کہ وہ اس سختی کے خوف سے ان کے مطیع رہیں اور میں نرمی کرتا ہوں تاکہ وہ مجھ سے محبت کریں۔ میرے پاس آنیں اور میری اطاعت کریں۔ ❀ عدل و انصاف کے لحاظ سے بھی اس کا زمانہ ممتاز شمار کیا جاتا ہے۔ ❀ البتہ عیسائیوں کے لباس، وضع قطع اور مذہبی مراسم وغیرہ پر خاص پابندیاں عائد کی گئیں جو رومی حکومت کے ساتھ ان کے ساز باز کا نتیجہ تھا۔ ❀

ملک کی آسودہ حالی

❀ ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۸۰ یعقوبی ج ۲ ص ۶۰۱-۶۰۳ ❀ تاریخ خطیب جلد ۷ ص ۱۶۶

❀ مروج الذهب جلد ۲ ص ۱۹۱ ❀ ابن اثیر نے اس کی تفصیل لکھی ہے۔

رایا کی فارغ البالی ملک کی آسودہ حالی اور عیش و تنعم کے سامانوں کی فراوانی کے اعتبار سے متوکل کا دور عباسی حکومت کا عہد زریں تھا۔ اس کے زمانہ میں تمدنی نفاستیں اور نزاکتیں اس نقطہ پر پہنچ گئی تھیں جس کے بعد زوال کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ مسعودی کا بیان ہے کہ متوکل کا زمانہ اپنی بھلائیوں، خوبیوں، سرسبزی و شادابی، فارغ البالی اور رفاهیت عیش کے لحاظ سے عہد سرور تھا۔ سارے خواص و عوام اس سے خوش و رضامند تھے۔ اس کا زمانہ راستوں کے امن و امان، چیزوں کی ارزانی، حسن و شباب کی کیفیتوں اور عشق و محبت کے ولولوں کے لحاظ سے بہترین دور تھا۔ اخراجات کی جس قدر کثرت اس کے زمانہ میں تھی اس قدر عباسیہ کے گزشتہ زمانہ میں نہ تھی۔ فوج، موالی، خدم و حشم کے اخراجات اور ان کے بڑے بڑے صلوات و انعامات کے علاوہ متوکل نے ایک ارب درہم ہارونی قصر جعفری کی تعمیر میں خرچ کیے اور ان اخراجات کے بعد بھی ۴۰ لاکھ دینار اور ستر لاکھ درہم اپنے بعد چھوڑ گیا۔ ❁

ذاتی حالات

متوکل علمی حیثیت سے کوئی خاص پایہ نہ رکھتا تھا۔ تاہم احادیث نبوی ﷺ اور شعر و سخن کا بڑا شائق تھا۔ اس سے متعدد احادیث مروی ہیں۔ شعر کو بڑے بڑے گراں قدر انعامات دیتا تھا۔ اپنی مدح خصوصیت کے ساتھ بہت پسند تھی۔

مذہب

متوکل کے پیش رو تمام خلفاء مذہب اربعہ میں سے کسی خاص مذہب کے پابند نہ تھے۔ متوکل پہلا شخص ہے جس نے شافعی مذہب اختیار کیا۔ اس کو امام شافعی سے بڑی عقیدت تھی۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ کاش میں ان کے زمانہ میں ہوتا تو ان کو دیکھتا اور ان سے علم حاصل کرتا۔ ❁

احیائے سنت

وہ عقیدہ میں نہایت راسخ تھا۔ اس کا ایک بڑا کارنامہ سنت نبوی ﷺ کا احیا اور احادیث رسول ﷺ کی اشاعت ہے۔ عباسی حکومت کے اس دور میں عہد نبوی سے بعد غیر قوموں کے اختلاط، عجیبوں کے غلبہ اور ان سب سے بڑھ کر خود خلفاء کی غفلت کی وجہ سے سنت رسول ﷺ مردہ ہو رہی تھی۔ خواص کو چھوڑ کر عام مسلمانوں کی زندگی جاہل سنت سے بالکل ہٹ گئی تھی۔ متوکل نہایت راسخ العقیدہ تھا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھ عقیدت کی بنا پر اس کو سنت رسول ﷺ سے بڑی شیفگی تھی چنانچہ اس نے اپنے زمانہ میں اس کا دوبارہ احیا کیا اور لوگوں کو غیر مسنون طریقوں سے ہٹا کر

سنت کی صراط مستقیم پر لگایا۔ ❁

احادیث نبوی ﷺ کی اشاعت کے لیے محدثین کو سامرا بلا کر انہیں بڑے بڑے انعامات دیئے۔ محدث ابو بکر بن ابی شیبہ نے جامع رصافہ میں درس قائم کیا، جس میں تین ہزار آدمی جمع ہوتے تھے اور ان کے بھائی جامع منصور میں بیٹھے۔ ان کے حلقہ میں بھی اتنا ہی مجمع ہوتا تھا۔ ❁

خلق قرآن کے مناظرہ کا انسداد

اس نے ان تمام عقائد و خیالات اور مباحث کو جو کتاب و سنت کے خلاف تھے، یک قلم بند کر دیا۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑی بدعت خلق قرآن اور رویت باری کے مسئلہ کی تھی، جو مامون کے عہد سے جاری تھی۔ جس کی وجہ سے علما اور محدثین آزمائش میں مبتلا ہوئے۔ متوکل نے ان دونوں یعنی خلق قرآن اور رویت باری کی بحثوں کو روک دیا۔ اس کے اس کارنامے کو مسلمانوں نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور ہر زبان سے اس کے لیے دعائیں نکلتی گئی۔ بعض لوگوں نے اس کے اس کارنامہ کی وجہ سے اس کو خلفائے راشدین کا مماثل قرار دیا، چنانچہ قاضی ابراہیم بن محمد تمیمی کہتے تھے کہ تین خلفائے نے کارنامہ دکھایا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارتداد کے قتل کا قلع قمع کیا، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بنی امیہ کے مظالم کا تذکرہ کیا اور متوکل نے بدعت کو مٹا کر سنت کو زندہ کیا۔ ❁

علما کا احترام اور صلحا سے عقیدت

علما کا بڑا احترام کرتا تھا اور اہل اللہ سے عقیدت رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے احمد بن معذل اور دوسرے علما کو اپنے یہاں بلایا، وہ سب آئے۔ جب متوکل برآمد ہوا تو سب علما کھڑے ہو گئے، لیکن ابن معذل اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ متوکل نے عبید اللہ سے پوچھا کہ کیا وہ مجھ کو خلیفہ تسلیم نہیں کرتے۔ عبید اللہ نے کہا خلیفہ کیوں نہیں مانتے اور معذرت میں کہا کہ ان کو دکھائی کم دیتا ہے۔ احمد بن معذل یہ معذرت سن کر بولے امیر المؤمنین میری نگاہ میں کوئی خلل نہیں ہے، میں نے آپ کو عذاب اور دوزخ سے بچایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں، اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ یہ سن کر متوکل ان کے پاس بیٹھ گیا۔ ❁

اس کے زمانہ میں اول اول حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے مصر میں احوال و مقامات اولیا کے مسائل پر گفتگو کا آغاز کیا، چونکہ اس قسم کے مسائل سلف سے مروی نہ تھے اس لیے عبید اللہ بن عبد حکم

❁ تاریخ خطیب جلد ۷ ص ۱۷۲۱۔ ❁ تاریخ الخلفاء ص ۳۵۲۔

❁ کتاب الخلفاء ص ۲۳، تاریخ خطیب جلد ۷ ص ۱۷۰۔ ❁ البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۳۵۰۔

اور امام مالک کے اصحاب نے اس کی مخالفت کی اور ذوالنون مصری پر زندہ کا الزام لگایا۔ امیر مصر نے ذوالنون کو بلا کر ان کے عقائد کے متعلق سوالات کیے۔ انہوں نے نشئی بخش جوابات دیئے۔ امیر مذکور جوابات سن کر راضی ہو گیا اور متوکل کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے ان کو بلا بھیجا اور ان کی باتیں سن کر ان کا گرویدہ ہو گیا۔ ان سے بڑی محبت اور ان کی عزت کرنے لگا۔ جب صلحا کا ذکر آ جاتا تو ذوالنون کا ذکر ضرور کرتا اور کہتا کہ ذوالنون کا تذکرہ کیوں نہیں کرتے۔ ❁

اہل بیت سے عداوت اور مشہد حسین رضی اللہ عنہ کا انہدام

لیکن ان تمام محاسن کے ساتھ اس میں ایک سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کے ساتھ خاصیت بلکہ نفرت اور دشمنی تھی۔ وہ ان سے محبت رکھنے والوں تک کا دشمن ہو جاتا تھا۔ ایک دن اپنے لڑکوں معتر اور مؤید کے استاد یعقوب بن سکیت سے پوچھا کہ تم کو ان دونوں سے محبت ہے یا حسن و حسین سے؟ یعقوب نے جواب دیا کہ علی رضی اللہ عنہ کا غلام قنبر ان دونوں سے بہتر ہے۔ یہ جواب سن کر متوکل نے اسی وقت ان کو ترکوں سے روندوا کر مروا ڈالا اور ان کے لڑکے کو دیت ادا کی۔ ❁

اسی نفرت کی بنا پر اس نے ۲۳۶ھ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مشہد مبارک اور اس کے قرب و جوار کے مکانات منہدم کرا کے اس میں کھیتی کرائی اور زیارت سے لوگوں کو روک دیا۔ ❁

امام حسن عسکری

اسی زمانہ میں ایک شخص نے متوکل کو اطلاع دی کہ حضرت حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے گھر میں آپ کے خلاف سازش ہوتی ہے اسلحہ اور اور شیعہ ان علی پوشیدہ ہیں۔ ترکوں کو متوکل نے ان کے گھر پر چھاپہ مارنے کا حکم دیا، چنانچہ ایک شب کو دفعہ گھر پر چھاپہ مارا گیا، لیکن گھر میں سوائے حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہ تھا۔ فرش و فرش میں ریت اور سنگریزے تھے۔ حسن عسکری پشیمہ کا کرتہ پہنے صوف کا رومال سر پر باندھے اسی فرش خاکی پر آیات قرآنی کی تلاوت میں مصروف تھے۔ ترک اسی حالت میں ان کو پکڑ کر لے گئے اور متوکل کے سامنے پیش کیا۔ مسعودی کا بیان ہے کہ متوکل اس وقت مے پرستی میں مصروف تھا۔ حسن عسکری کو دیکھ کر ان کی تعظیم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ امام

❁ تاریخ الخلفاء ص ۳۵۲ ❁ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۳۵۴ ❁ طبری جلد ۱۲ ص ۱۴۰

❁ حضرت حسن عسکری رضی اللہ عنہ کا پورا نام ابو الحسن علی بن محمد ہے۔ بڑے عابد و زاہد اور متقی بزرگ تھے شیعوں کے دسویں امام ہیں۔

عسکری کے ہاں کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہ ہوئی تھی جس کے متعلق وہ باز پرس کرتا۔ خاموشی کو توڑنے کے لیے ان کے سامنے جام پیش کیا۔ انہوں نے کہا یا امیر المؤمنین آج تک میرا گوشت اور خون شراب کے اثر سے محفوظ رہا ہے اس لیے مجھے معاف رکھا جائے۔ متوکل نے آپ سے اشعار سنانے کی فرمائش کی۔ آپ نے چند عبرت انگیز اشعار سنائے۔ متوکل ان کو سن کر بہت رو یا اور روتے روتے اس کی داڑھی تر ہو گئی۔ درباریوں پر بھی گریہ طاری ہوا اور متوکل نے سامنے سے شراب ہٹا دی اور امام موصوف سے پوچھا کہ آپ پر کچھ فرض ہے؟ انہوں نے کہا ہاں، چار ہزار دینار۔ متوکل نے اسی وقت چار ہزار دینار لاکر تعظیم و تکریم کے ساتھ رخصت کر دیا۔ ❁

بعض مشتبہ روایات

بعض شیعہ مؤرخین مسعودی اور ابن طقطقی وغیرہ نے لکھا ہے کہ متوکل شراب پیتا تھا۔ چار ہزار کنیریں اس کے حرم میں تھیں۔ اس نے تفتن طبع کے لیے دربار میں مسخروں اور بھانڈوں کو جگہ دی اور اس قبیل کی بہت سی چیزیں رائج کیں جس سے یہ مذاق پہلے امرا اور اراکین سلطنت میں پھر رعایا میں بھی پیدا ہو گیا۔

اس میں شبہ نہیں کہ متوکل عیش و طرب کا دلدادہ تھا اور اس کے زمانہ میں اس کے اتنے سامان جمع ہوئے کہ اس کا دور عہد سرور کہا جاتا تھا، لیکن خطیب اور طبری وغیرہ دوسرے قدیم مؤرخین نے اس کی شراب نوشی کا تذکرہ نہیں کیا، البتہ وہ جائز حدود کے اندر عیش پرست ضرور تھا۔ اس نے اپنے زمانہ میں جو مذہبی خدمات انجام دیں اور جس طرح احیائے سنت کیا اس کے اعتبار سے اس کی شراب نوشی قیاس میں نہیں آتی۔ البتہ وہ نبی ضرور پیتا تھا۔ ممکن ہے شیعہ مؤرخین نے متوکل کی سادات دشمنی کی بنا پر شراب نوشی بھی اس کی جانب منسوب کر دی ہو، لیکن شراب نوشی سے اس کی برأت کا بھی کوئی حقیقی ثبوت نہیں ہے۔

فیاضی میں اعتدال

مسعودی کا بیان ہے کہ بخل اور اسراف میں متوکل معتدل تھا۔ ❁ لیکن تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑا فیاض تھا۔ خصوصاً شعرا کے ساتھ اس کی داد و دہش عام تھی۔ طبری نے اس قسم کے بہت سے واقعات نقل کیے ہیں۔ سیوطی کا بیان ہے کہ متوکل فیاض اور مدح پسند تھا اور اس نے شعرا کو اتنا مال و زردیا کہ اس سے پہلے کسی خلیفہ نے نہ دیا تھا۔ ❁

❁ مسعودی جلد ۷ ص ۲۰۹۲۰ یہ شیعہ روایت ہے۔ ❁ مسعودی جلد ۷ ص ۱۹۱۔

❁ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۳۵۵۔

محمد بن جعفر الملقب بہ منصر باللہ

(۲۴۷ھ تا ۲۴۸ھ مطابق ۸۶۱ء تا ۸۶۲ء)

متوکل کے قتل کے بعد ترکوں نے منصر باللہ کو خلیفہ بنایا۔ وصیف اور دوسرے امرانے اس کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ دوسرے دن منصر کے سوتیلے بھائیوں معتز اور موید سے بیعت لی گئی۔ امرا اور عمائد سلطنت میں صرف ترک متوکل کے خلاف تھے۔ ان کے علاوہ اور تمام اراکین سلطنت اس کے وفادار تھے۔ اس لیے متوکل کے قتل کا اصلی سبب ظاہر ہونے میں ان کی مخالفت کا خطرہ تھا چنانچہ جعفریہ کے تمام عمائد سلطنت افسران فوج اور خدم و حشم کو بھی یہی اطلاع دی گئی کہ امیر المؤمنین کو فتح بن خاقان نے قتل کیا ہے اور قصاص میں مارا گیا اور جعفریہ میں بھی بیعت ہو گئی اور شوال ۲۴۷ھ میں منصر تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کا پچیسواں سال تھا۔ منصر کی تخت نشینی کے بعد نظام خلافت تمام ترکوں کے ہاتھ میں آ گیا اور خلفا کی قوت اور ان کا اقتدار بالکل ختم ہو گیا۔

تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد منصر نے جعفریہ کو جسے متوکل نے بڑے ذوق و شوق سے بے شمار دولت صرف کر کے بنوایا تھا، ویران کر دیا اور یہاں کی کل آبادی کو اس کی پرانی جگہوں پر واپس کر دیا۔ ❁

ابوالعمود شاربلی کا خروج

منصر کی تخت نشینی کے بعد ہی ابوالعمود شاربلی نے یمن، بوزنج اور موصل میں بغاوت پیا کی۔ قبیلہ ربیعہ اور کرد بھی اس کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اس لیے اس کی طاقت بہت بڑھ گئی۔ منصر نے سیماتر کی کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے متعدد مقابلوں کے بعد شاربلی کو گرفتار کر کے منصر کی خدمت میں حاضر کیا۔ منصر نہایت حلیم تھا۔ اس نے اطاعت کا عہد لے کر چھوڑ دیا۔ ❁

فتوحات

منصر کا زمانہ نہایت مختصر تھا، لیکن اس مختصر زمانہ میں صقلیہ میں بعض فتوحات حاصل ہوئیں۔ ۲۴۷ھ میں امیر صقلیہ عباس کی وفات کا حال اوپر گزر چکا ہے۔ اس کے بعد اس کا لڑکا عبداللہ بن عباس امیر ہوا۔ اس نے جبل بن مالک، ارمنین اور مشاعرہ متعدد قلعے فتح کئے۔ پانچ مہینہ کے بعد ہمدانی الاولیٰ ۲۴۸ھ میں عبداللہ کی جگہ خلفاء بن سفیان امیر مقرر ہوا۔ اس نے اپنے لڑکے محمود کو سر قورہ

❁ یعقوبی ج ۲ ص ۳۰۶ ❁ مروج الذهب ج ۷ ص ۳۰۹۔

روانہ کیا۔ اس نے سرقوسہ پر حملہ کر کے اسے خوب لوٹا۔ اہل سرقوسہ نے مقابلہ کیا، مگر ناکام رہے اور محمود صحیح و سالم واپس آیا۔ ❁ سرقوسہ سے واپسی کے بعد صقلیہ کے مختلف حصوں میں فتوحات حاصل ہوئیں۔ ان کا ذکر مستعین کے حالات میں آئے گا۔

دار الخلافہ سے وصیف ترکی کی علیحدگی

منتصر کا وزیر احمد بن خصب نہایت تند مزاج اور بد طبیعت شخص تھا۔ ❁ اس میں اور ترکی وزیر وصیف میں نہ بنتی تھی۔ وصیف بڑے پایہ کا امیر تھا۔ اس لیے احمد بن خصب نے دار الخلافہ میں اس کا رہنا مناسب نہ سمجھا اور منتصر سے کہا کہ وصیف کا قیام یہاں مناسب نہیں ہے۔ اسے جنگ کے بہانہ سے کہیں بھیج دیجئے۔ منتصر ابن خصب کو بہت مانتا تھا، چنانچہ وصیف کو طلب کر کے اس سے کہا کہ قیصر روم سرحد پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے مقابلہ کے لیے یاتم جاؤ یا میں خود نکلوں۔ وصیف نے جواب دیا یہ نمک خوار کا فرض ہے، چنانچہ منتصر نے ابن خصب کو سامان فراہم کرنے کا حکم دیا۔ اس نے فوراً حملہ سامان فراہم کر کے وصیف کو روانہ کر دیا۔ ❁

ولایت عہد سے معتز اور موید کا اخراج

متوکل کے قتل کے بعد جن لوگوں نے منتصر کو خلیفہ بنایا تھا ان میں ایک ابن خصب بھی تھا۔ منتصر کے بعد نامزد شدہ ولی عہد معتز تھا۔ اس لیے ابن خصب کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر اس کی زندگی میں معتز کی خلافت کی نوبت آگئی تو اس کی جماعت میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑے گا۔ اس لیے اس نے امیر وصیف اور بغا سے کہا کہ حوادث زمانہ کا کوئی اعتبار نہیں اگر آج امیر المؤمنین کی آنکھ بند ہو جائے اور کل کو معتز خلیفہ ہو جائے تو ہم میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑے گا۔ اس لیے معتز اور موید کا نام ولی عہدی سے نکلوانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ تجویز ترکوں کے لیے بھی مفید تھی۔ اس لیے بغا نے بھی اس کی تائید کی اور منتصر پر زور ڈالنا شروع کیا کہ وہ معتز اور موید کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکے عبدالوہاب کو ولی عہد بنائے۔ منتصر انہی کا بنایا ہوا خلیفہ اور ان کے مقابلہ میں بالکل بے بس تھا۔ اس لیے طوعاً و کرہاً اسے رضا مند ہونا پڑا، چنانچہ دونوں بھائیوں کو طلب کیا۔ معتز معاملہ سمجھ گیا۔ اس نے موید سے کہا ”اس طلبی کا مقصد ولی عہدی کے مسئلہ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔“ موید نے کہا ”نہیں منتصر ایسا نہیں کر سکتا۔“ کہ اسی دوران میں ولی عہدی سے اخراج کا حکم پہنچ گیا۔ موید نے بے چون و چرا قبول کر لیا۔

❁ ابن اثیر ج ۷ ص ۲۳۔ ❁ الفخری ص ۲۱۷۔ ❁ طبری جلد ۱۲ ص ۱۲۸۰۔

لیکن معتر نے جواب دیا کہ ”میں خود سے دستبردار نہیں ہوں گا“ اگر تم لوگ قتل کرنا چاہتے ہو تو قتل کر دو“ قاصدوں نے جا کر منصر کو یہ جواب سنایا۔ اس کی سزا میں معتر کو ایک مکان میں بند کر دیا گیا۔ بھائی کے ساتھ یہ سلوک دیکھ کر موید کے خون میں حرارت آ گئی۔ اس نے قید کرنے والوں کو ڈانٹا کہ ”کتو! تم خنزیری میں اب اتنے دلیر ہو گئے ہو کہ اپنے آقاؤں پر اس طرح حملہ کرنے میں بھی باک نہیں کرتے۔ تم لوگ ہٹ جاؤ“ مجھے معتر سے بات کرنے دو۔“ اس ڈانٹ پر وہ لوگ ہٹ گئے۔ موید نے معتر سے کہا کہ ”تم اتنے نادان کیوں ہو گئے۔ ان لوگوں نے والد کے ساتھ جو کچھ کیا وہ تمہیں معلوم ہے“ پھر بھی تم دستبرداری سے انکار کرتے ہو ابھی دستبرداری کا اعلان کر دو۔“ معتر نے کہا کہ ”ساری دنیا میں میری ولی عہدی کا شہرہ ہو چکا ہے۔ ایسی حالت میں دست برداری کیونکر ممکن ہے۔“ موید نے کہا ”اسی ولی عہدی کے مسئلہ نے والد کی جان لی اور اب تمہاری بھی لے گا۔“ موید کے سمجھانے سے معتر آمادہ ہو گیا اور موید نے منصر کے آدمیوں کو اطلاع دے دی۔ ان لوگوں نے جا کر منصر کو خبر کی اور تحریری دستبرداری لکھانے کے لیے دوبارہ کاتب کاغذ لے کر آئے۔ معتر کو پھر تامل ہوا، لیکن موید نے کاغذ لے کر پہلے خود دستبرداری لکھی۔ اس کے بعد معتر سے بادل نخواستہ لکھوا کر حوالے کر دی۔ ❀

تحریر ملنے کے بعد منصر نے دونوں بھائیوں کو بلا کر ان سے تصدیق چاہی کہ یہ تم ہی لوگوں کی تحریر ہے۔ معتر خاموش رہا، لیکن موید نے جواب دیا ”ہاں امیر المؤمنین یہ میری تحریر ہے“ میں نے اس کو برضا و رغبت لکھا ہے“ اور معتر سے بھی یہی جواب دلویا۔ منصر نے ان سے کہا ”تم لوگوں کو گمان ہو گا کہ میں نے یہ سب اسی لیے کیا ہے تاکہ اپنے لڑکے کو ولی عہد بناؤں۔ اللہ کی قسم! ایک لمحہ کے لیے بھی میرے دل میں یہ طمع پیدا نہیں ہوئی، لیکن ان موالی کے مقابلہ میں بے بس تھا۔ مجھے یہ خوف تھا کہ اگر میں تم کو معزول نہیں کرتا تو ان میں سے کوئی نہ کوئی تم کو ضرور قتل کر دے گا“ اگر میں ان سے اس کا قصاص بھی لیتا تو بھی تمہارے ایک خون کے بدلہ میں ان کی پوری قوم کا خون بھی کافی نہ ہوتا۔ اس لیے تمہارا معزول کر دینا ہی مناسب معلوم ہوا۔“ یہ سن کر دونوں بھائیوں نے جھک کر بڑے بھائی کے ہاتھ چومے اور منصر نے دونوں کو گلے لگا کر واپس کیا۔ ❀ اس واقعہ سے خلیفہ کی بے بسی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

باپ کے قتل کا غم

منصر اپنی توہین کے انتقام میں باپ کے قتل میں شریک تو ہو گیا تھا، لیکن ضمیر کی ملامت اسے

چین نہ لینے دیتی تھی اور وہ اکثر اپنے اس فعل پر غور کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ متوکل اس سے کہہ رہا ہے کہ ”محمد تم پر افسوس ہے تم نے میری خلافت پر رشک کیا اور ظلم کر کے قتل کر دیا، لیکن اللہ کی قسم یاد رکھو میرے بعد تم اس سے زیادہ دنوں تک فائدہ نہ اٹھا سکو گے اور اس کے بعد سیدھے دوزخ میں جاؤ گے۔“ منتصر گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور سسکیاں لے کر رونے لگا۔ عبد اللہ بن عمر بازاری نے آواز سن کر سبب پوچھا۔ اس نے خواب بیان کیا۔ عبد اللہ نے تشفی دی کہ خواب سچے جھوٹے ہر طرح کے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ رکھے گا اس کا کچھ اثر نہ لیجئے اور بنید اور دوسرے تفریحی مشاغل سے دل بہلائیے، لیکن منتصر کے دل سے اس کی کھٹک نہ نکل سکی اور اسے ایک دن کے لیے بھی سچی خوشی نصیب نہ ہوئی۔ ❁

علامت و وفات

تخت نشینی کے چھ مہینے کے بعد بیمار پڑا۔ اس بیماری نے مرض الموت کی شکل اختیار کر لی۔ دورانِ علالت میں کہتا تھا کہ ”میں نے خود جلد بازی سے کام لیا۔ اس لیے میرے معاملہ میں بھی جلد بازی سے کام لیا گیا۔“ طبیبوں نے نشتر کی رائے دی۔ نشتر دیا گیا۔ یہ نشتر مسموم تھا، اس کا اثر سارے جسم میں سرایت کر گیا اور بیماری کے تین ہی دن کے بعد رجب الثانی ۲۲۸ھ میں انتقال کر گیا۔

نشتر کی سمیت کے بارہ میں ایک روایت یہ ہے کہ ترکوں کے اشارہ سے مسموم کر دیا گیا تھا۔ دوسری یہ ہے کہ غلطی سے مسموم نشتر استعمال ہو گیا تھا، لیکن پہلی روایت زیادہ قرین قیاس ہے۔ اس لیے کہ منتصر باپ کے قتل کی ندامت میں ترکوں کے خلاف ہو گیا تھا، جس کا علم ان کو ہو گیا اور وہ اس کے دشمن بن گئے تھے۔ مسعودی کا بیان ہے کہ ایک دن منتصر قصر میں بیٹھا تھا کہ بغا صغیر ترکوں کے غول میں آتا ہوا دکھائی دیا۔ منتصر نے اسے دیکھ کر فضل بن مامون سے کہا کہ اگر میں والد کے بدلہ میں ان لوگوں کو قتل کر کے ان کی جماعت نہ منتشر کر دوں تو اللہ مجھے قتل کر دے۔ ترکوں کو اس کا علم ہو گیا۔ اس لیے وہ اس کی بھی جان کے دشمن ہو گئے۔ اسی درمیان میں منتصر کو حرارت آ گئی۔ اس نے پچھنا لگوایا۔ اس کے اثر سے بہت سا خون جسم سے خارج ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے ایک خاص قسم کا شربت پیا جو تمام جسم میں سرایت کر گیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ فصد کا آلہ مسموم تھا۔ ❁ سیوطی کی شہادت اس سے زیادہ صاف ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:

”منتصر خلیفہ ہونے کے بعد ترکوں کو برا بھلا کہتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ خلفا کے قاتل

ہیں۔ ترکوں نے بارہا اس سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا، لیکن اس کی ہیبت، شجاعت اور فطانت کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکے اور جب وہ بیمار ہوا تو اس کے طبیب خاص ابن طیفور کو تیس ہزار اشرفی دے کر مسموم آلہ سے فصد دلوادی، جس کی سمیت کے اثر سے منصرف جانبر نہ ہو سکا۔“

اس روایت کے علاوہ اور روایتیں بھی نقل کی ہیں۔ ❁

منصور سامرائیں مرا تھا۔ احمد بن محمد بن معتمد نے نماز جنازہ پڑھا کر یہیں سپرد خاک کیا۔ وفات کے وقت کل ۲۵ سال ۶ مہینہ کی عمر تھی۔ مدت خلافت ۶ مہینہ ۲ دن۔

حلیہ

منصور فرہ اندام اور وجیہ تھا۔ دیکھنے سے ہیبت معلوم ہوتی تھی۔ رنگ گندی اور آنکھیں بڑی تھیں۔

صفات

منصور عدل و انصاف، نرمی و ولایت، ضبط و حلم اور دوسرے اوصاف میں متوکل کے مشابہ بلکہ اس سے بڑھا ہوا اور اس کی برائیوں سے بالکل پاک تھا۔ مسعودی کا بیان ہے کہ وہ نہایت مقہم اور عاقل و فرزانہ تھا۔ اسے نیکی اور بھلائی سے طبعی رغبت تھی۔ اچھے کام بہت کرتا تھا، نخی تھا، ادیب تھا، پاک دامن تھا اور عدل و انصاف و مکارم اخلاق میں اپنے تمام پیش روؤں پر فائق تھا۔ ❁ سیوطی لکھتے ہیں کہ: ”منصور حلیم الطبع اور کریم النفس تھا۔ اس نے رعایا کے ساتھ اتنا عدل و انصاف کیا کہ اس کی شدید ہیبت کے باوجود رعایا اس کی گرویدہ ہو گئی۔ اس کا مقولہ تھا کہ ”صاحب قدرت کا سب سے بدترین فعل انتقام ہے۔“ ❁

آل اطہار کے ساتھ حسن عقیدت

اپنے والد کے برعکس اس کو آل اطہار کے ساتھ بڑی عقیدت تھی چنانچہ خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی اس نے علویوں اور اہل بیت نبوی ﷺ کے ساتھ زیادتیوں کا سلسلہ یک قلم روک دیا اور ان کے متعلق بحث و مباحثہ کی قطعی ممانعت کر دی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور جملہ آل ابی طالب کے مقابر کی زیارت کی عام اجازت دے دی۔ مذک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کو واپس کر دیا۔ علویوں کے

جس قدر اوقاف تھے سب واگزار کر دیئے اور شیعیاں علی سے تعرض کرنے کی ممانعت کر دی۔ ❊

آل ابی طالب کا وطن مدینہ تھا۔ یہاں کے حکام خلیفہ وقت کی مرضی کے مطابق ان کے ساتھ سلوک کرتے تھے اور عموماً ان سے بدسلوکی کرنے کے عادی چلے آتے تھے۔ منصرف نے جب مدینہ کے سابق حاکم صالح بن علی کو معزول کر کے علی بن حسن کو مدینہ بھیجا تو رخصت کرتے وقت کہا، علی میں تم کو اپنے گوشت و خون کی طرف بھیج رہا ہوں۔ دیکھو ان کے ساتھ تمہارا کیسا برتاؤ رہتا ہے اور تم ان کے لیے کیسے ثابت ہوتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا انشاء اللہ میں امیر المؤمنین کے فرمان کی پوری تعمیل کروں گا۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ اللہ کی قسم اہل باطل کبھی ذلت سے نہیں بچ سکتے۔ خواہ ان کی پیشانی سے مہتاب ہی کیوں نہ طلوع ہو اور اہل حق کبھی ذلیل نہیں ہو سکتے، خواہ تمام عالم ان کی ذلت پر کیوں نہ متفق ہو جائے۔ ❊

وزارت

منصرف کل چھ مہینے خلیفہ رہا۔ اس مدت میں صرف احمد بن نصیب کی وزارت رہی۔ اس میں کوئی وصف نہ تھا۔ وزارت کے فرائض کو بھی پوری طرح انجام نہ دے سکتا تھا۔ مزاج میں سختی اور درشتی غالب تھی۔



احمد بن محمد بن معصم المقلب بہ مستعین باللہ

(۵۲۴۸ تا ۵۲۵۱ ھ مطابق ۸۶۲ تا ۸۶۵ء)

منتصر کے بعد معصم کا پوتا احمد المستعین خلیفہ ہوا۔ یہ ایک صقلی لونڈی خنارق کے لطن سے تھا۔ معتز اور موید دونوں ولی عہدی سے خارج ہو چکے تھے اور منتصر نے کسی کو ولی عہد نامزد نہیں کیا تھا۔ اس لیے اس کے بعد جانشینی کے مسئلہ میں بڑی کشمکش پیدا ہوئی۔ معتز اور موید موجود تھے، لیکن ان کی خلافت ترکوں کے مصالح کے خلاف تھی۔ ان کی خلافت کے معنی ترکوں کا زوال تھا اس لیے ان کو وہ کسی طرح پسند نہ کر سکتے تھے۔ ان کے آقائے ولی نعمت معصم کی اولاد میں اس کا پوتا احمد المستعین موجود تھا، چنانچہ بغا کبیر، اٹامش اور احمد بن نصیب نے ترکوں کے مشورہ سے اس کو خلیفہ بنایا اور ربیع الثانی ۲۴۸ھ میں وہ تخت نشین ہوا۔

بیعت کے دوسرے دن مستعین شاہی لباس پہن کر ترکوں کے جلوس میں دربار میں آیا۔ معتز کی موجودگی میں مستعین کا انتخاب بہتوں کو ناپسند تھا، چنانچہ ایک گروہ نے جس میں کچھ فوجی افسر کچھ لونڈی زادے اور زیادہ تر عوام تھے، مخالفت میں مظاہرہ کیا اور معتز کے نام کا نعرہ لگاتے ہوئے ترکوں پر حملہ کر دیا۔ مہیضہ اور شا کر یہ * میں بھی شورش پیدا ہو گئی اور یہ ہنگامہ اتنا بڑھا کہ مخالفوں نے اسلحہ خانہ کے ہتھیار لوٹ لیے۔ بغا نے بڑی مشکلوں سے اس ہنگامہ کو فرو کیا اور بغداد میں مستعین کی عام بیعت ہو گئی۔ *

حکام کا تقرر

مستعین نے تخت نشین ہونے کے بعد از سر نو حکام اور عہدہ داران سلطنت کے نظام میں تغیر و تبدل کیا۔ اٹامش کو مصر و مغرب کی حکومت اور وزارت عظمیٰ کا منصب ملا۔ احمد ابن نصیب کو کتابت کا عہدہ تفویض ہوا اور شاہک خادم کو محل شاہی، حرم سلطانی، شاہی جاگیر اور ذاتی گھوڑوں کا منتظم مقرر کیا گیا۔ اسی زمانہ میں دولت عباسیہ کا مشہور امیر طاہر بن عبد اللہ والی خراسان اور امیر الامرا بغا کبیر مر گئے۔ مستعین نے طاہر کی جگہ اس کے لڑکے محمد کو خراسان کی ولایت پر سرفراز کیا اور محمد بن عبد اللہ بن طاہر کو عراق کی حکومت ملی۔ حرین کی ولایت اور پولیس کا محکمہ بھی اس کے متعلق ہوا اور بغا ترکی کے بجائے اس کے لڑکے موسیٰ کا تقرر ہوا اور خبر رسانی کا محکمہ بھی اس سے متعلق کیا گیا اور بغا شربی کو

* مہیضہ اور شا کر یہ خدم شاہی کی ایک قسم تھی۔

* دیکھو ابن اثیر وابن خلدون اور یعقوبی حالات، بیعت۔

حلوان، ماسبدان اور مہر جان وغیرہ کی حکومت ملی۔ ❁

معتر اور موید کی نظر بندی اور احمد بن حصب کی جلا وطنی

ترکوں نے معتر اور موید کو ان کے حق سے محروم کیا تھا۔ اس لیے ہر واقعہ میں ان کو دونوں کی جانب سے بدگمانی پیدا ہوتی تھی، چنانچہ مستعین کے خلاف مظاہرے کے ہنگامے میں بھی ترکوں کو معتر اور موید کا ہاتھ نظر آیا اور انہوں نے ان کو قتل کر دینا چاہا، لیکن احمد بن حصب نے ان کی طرف سے صفائی پیش کی۔ اس لیے قتل سے بچ گئے، لیکن ان کی کل منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد اثاث البیت اور فرش و فروش وغیرہ برائے نام قیمت پر لے لیے اور بیع نامہ پر فقہاء اور قضاۃ کے دستخط کرا کے گزارہ کے لیے بہت معمولی جاگیر جس میں دونوں شہزادے بمشکل زندگی بسر کر سکتے تھے، چھوڑ دی اور دونوں کو کھل کے ایک حجرہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ اسی زمانہ میں احمد بن حصب جو ترکوں کے لیے اپنے اولیائے نعت سے عداوت میں نیک نام تھا، خود ترک موالی کے عتاب کا نشانہ بنا اور اس کا اور اس کی اولاد کا کل مال و متاع ضبط کر کے ان سب کو جزیرہ کریٹ میں جلا وطن کر دیا گیا۔ ❁

بغداد میں شورش

اہل بغداد ترکوں کے غلبہ ان کی خود سری اور متوکل کے قتل کی وجہ سے ان کے سخت خلاف ہو گئے تھے۔ ❁ اتفاق سے اسی زمانہ میں دو نامور سپہ سالار عمر بن عبید اللہ اور علی بن یحییٰ ارمنی جو سرحد کے سب سے بڑے محافظ تھے، قریب قریب زمانہ میں قتل ہو گئے، جس سے سرحدیں مخدوش ہو گئیں۔ اس واقعہ سے اہل بغداد میں بڑا جوش و خروش پیدا ہو گیا اور وہ خود جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ خدام شاہی میں اپنا اور شا کر یہ بھی جنہیں عرصہ سے تنخواہ نہیں ملی تھی، اہل بغداد کے ساتھ ہو گئے، لیکن عوام کی شرکت کی وجہ سے یہ مفید جوش فتنہ و فساد میں بدل گیا اور بغداد میں عام بد امنی پیدا ہو گئی۔ شورش پسند عوام نے قید خانے توڑ کر قیدی نکال لیے۔ بغداد کا پل توڑ کر اس میں آگ لگا دی اور عہدہ داران حکومت میں سے محمد بن عبداللہ کے کاتب بشر اور ابراہیم کا گھر لوٹ لیا، لیکن جن لوگوں نے جہاد کی تحریک اٹھائی تھی، وہ اپنے مقصد پر قائم رہے اور بہت سارے پیہ مجاہدین سرحد میں تقسیم کیا اور فارس، ابواز اور کوہستانی علاقہ کے بکثرت مجاہدین جمع ہو گئے۔ ابتدا میں حکومت نے ان لوگوں سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا، لیکن اسی درمیان میں خاص مستقر خلافت سامرا میں بعض شورش پسندوں نے قید خانے توڑ ڈالے۔ اس لیے مستعین نے ترکوں کو ان کے مقابلہ پر مامور کیا، مگر سامرا والے بھی

❁ ابن اثیر ج ۲ ص ۳۸۳۔ ❁ طبری جلد ۱۲ ص ۱۵۰۸۔ ❁ طبری جلد ۱۲ ص ۱۵۱۰۔

باغیوں کے ساتھ ہو گئے تھے۔ دونوں نے مل کر ترکوں کو شکست دے دی۔ آخر میں مشہور ترکی سپہ سالار بغا تاش اور وصیف نے باغیوں کو قتل کر کے شورش فرو کی۔ ❁

اتاش کا قتل

ترکوں کی خود سری کا ایک مفید نتیجہ یہ نکلا کہ حصول انتفاع اور اقتدار کے لیے خود ان میں باہم پھوٹ پڑ گئی اور اس کے نتیجے میں امیر اتاش مارا گیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ مستعین نے خزانہ اپنی ماں شاہک خادم اور امیر اتاش کے قبضہ میں دے دیا تھا۔ یہ تینوں جس طرح چاہتے تھے صرف کرتے تھے۔ ان کے تصرف سے جو بچتا تھا وہ مستعین کے لڑکے عباس کے خرچ کے لیے اس کے اتالیق کے تصرف میں چلا جاتا۔ اس طرح خراج کی کل آمدنی انہی لوگوں میں صرف ہو جاتی تھی اور امیر بغا اور وصیف کو اس میں سے کچھ نہ ملتا تھا۔ ان دونوں کے علاوہ ترک اور فرغانیوں کو بھی تنگی اخراجات کی شکایت رہتی تھی۔ اس لیے بغا اور وصیف نے ترکوں اور فرغانیوں کو اتاش اور شاہک خادم کے خلاف بھڑکا دیا۔ ان لوگوں نے اتاش کو جو حق میں گھیر لیا۔ اس نے نکل کر بھاگ جانا چاہا مگر کامیاب نہ ہوا اور حملہ آوروں نے اس کو اور اس کے کاتب شجاع بن قاسم کو قتل کر کے ان کا کل مال و متاع لوٹ لیا۔ اتاش کے قتل کے بعد مستعین نے ابوصالح عبداللہ بن محمد کو وزیر بنالیا۔ ❁

ابوالحسین یحییٰ بن عمرو کا خروج اور قتل

۲۵۰ھ میں ابوالحسین یحییٰ بن عمرو بن یحییٰ بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب مستعین کے خلاف اٹھے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ یحییٰ اس زمانہ میں مالی پریشانیوں میں مبتلا تھا۔ قرض کی نوبت آ گئی تھی۔ اس کی ادائیگی کی فکر میں وہ طالبیوں کے متولی ❁ عمر بن فرج کے پاس اپنے وظیفہ کے اجرا کے بارے میں گفتگو کرنے کے لیے گئے۔ عمر نے ان سے بدکلامی کی اور انہیں قید کر دیا پھر کچھ دنوں کے بعد اپنے گھر والوں کی ضمانت پر چھوڑ دیئے گئے۔ قید سے چھوٹ کر وہ بغداد پہنچے اور یہاں عرصہ تک پریشانی کے عالم میں مقیم رہے پھر یہاں سے سامرا چلے گئے اور وصیف سے وظیفہ کے اجرا کی درخواست کی۔ اس نے یہ خشک جواب دیا کہ تمہارے جیسے لوگوں کے لیے کس صلہ

❁ ابن اثیر جلد ۷ ص ۳۸ - ❁ ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۸۳ -

❁ آل ابی طالب یعنی حضرت علی، عقیل اور جعفر رضی اللہ عنہم کی اولاد طالبین کے نام سے موسوم تھی۔ بغداد میں حکومت کی سرپرستی میں خود ان کا اپنا نظام تھا۔ ان میں سے بعضوں کو حکومت کی جانب سے وظیفے بھی ملتے تھے۔

میں وظیفہ مقرر کیا جائے۔ یہاں سے مایوکر، ہوکر انہوں نے خروج کی ٹھانی اور اس کے لیے اعراب کی بہت بڑی جماعت جمع کی۔ کوفہ کے کچھ شیعیاں علی بھی آ کر مل گئے۔ یحییٰ ان سب کو ساتھ لے کر نکلے۔ نامہ نگار نے محمد بن عبداللہ بن طاہر والی عراق کو اس کی اطلاع دی۔ انہوں نے عبداللہ بن محمود سرحدی والی سواد کو ان کے مقابلہ کی تیاری کا حکم دیا۔ اس درمیان میں یحییٰ کوفہ پہنچ گئے اور دو ہزار دینار اور ستر ہزار درہم لوٹ لئے اور قید خانہ توڑ کر قیدی نکال لیے گئے۔ عبداللہ بن محمود نے بڑھ کر مقابلہ کیا۔ یحییٰ نے شکست دے کر ان کا کل مال و متاع لوٹ لیا اور آگے بڑھے۔

عبداللہ کو شکست دینے کے بعد زید بھی یحییٰ کے ساتھ ہو گئے اور ان کی قوت اور زیادہ بڑھ گئی۔ اس لیے وہ پھر کوفہ کی طرف پلٹے اور عبدالرحمن بن خطاب کا مقابلہ کر کے اس کو شکست دی۔ آخر میں حسین بن اسماعیل ان کے مقابلہ پر مامور ہوا۔ اس نے اور عبدالرحمن نے مل کر ان کو شکست دی اور ان کے اعوان و انصار کی بڑی تعداد قتل و گرفتار ہوئی۔ خود یحییٰ بھی مارے گئے اور ان کا سر محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس خراسان بھیجا گیا۔ اس نے مستعین کے پاس بھجوا دیا۔

طبرستان میں دولت علویہ کا آغاز

اسی سنہ میں طبرستان میں حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن زید بن حسن بن حسین بن علی بن ابی طالب بانی دولت علویہ طبرستان کا ظہور ہوا۔ ان کا آغاز اس طرح ہوا کہ مستعین نے یحییٰ بن عمرو کے قتل کے صلہ میں محمد بن عبداللہ بن طاہر کو طبرستان میں چند جاگیریں عطا کیں۔ ان میں سے دو جاگیریں کلار اور شالوس دلیم کی سرحد پر تھیں۔ اسی کے پاس کی ایک اراضی سے یہاں کے باشندے فائدے اٹھاتے تھے۔ اپنے مولیٰ پر چراتے تھے۔ لکڑیاں توڑ کر کام میں لاتے تھے۔ محمد بن طاہر نے اپنی جاگیر کے انتظام اور اس کی نگرانی کے لیے جابر بن ہارون نصرانی کو بھیجا۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر کی جانب سے اس کا بھائی سلیمان طبرستان کا حاکم تھا۔ اس پر محمد بن اوس یحییٰ کا بڑا اثر تھا۔ اس لیے اس نے اپنے لڑکوں کو طبرستان کے مختلف حصوں پر حکمران بنا دیا۔ یہ سب نوجوان اور امور جہان بانی سے ناواقف تھے۔ اس لیے رعایا کو ان سے بہت تکلیفیں پہنچیں اور اس نے ان کی زیادتیوں کی شکایت کی۔ اسی زمانہ میں محمد بن اوس دلیم آیا اور یہاں کے بہت سے آدمیوں کو قتل اور گرفتار کر لیا۔ دیا لمہ

طبری جلد ۲ ص ۱۲۔ حسن بن زید علوی دولت علویہ طبرستان کے بانی تھے۔ یہ حکومت ۲۵۰ھ مطابق ۸۶۸ء میں طبرستان میں قائم ہوئی اور ۳۱۲ھ مطابق ۹۲۸ء میں اس کا خاتمہ ہوا۔ اس میں چار حکمران گزرے، حسن بن زید علوی، محمد بن زید علوی، حسن بن علی المقلب باطروش اور حسن بن قاسم۔

اور اہل طبرستان میں دوستانہ تعلقات تھے۔ اس لیے طبرستان والوں پر اس کا بڑا اثر پڑا۔ اس واقعہ کے بعد محمد بن عبداللہ کے علاقہ کا میجر جابر بن ہارون انتظام کے لیے آیا۔ اس نے انتظام کے سلسلہ میں اس زمین پر جس سے یہاں کے عوام فائدہ اٹھاتے تھے قبضہ کر لیا۔ ان واقعات سے یہاں کے باشندے طاہری حکومت سے برگشتہ ہو گئے چنانچہ یہاں کے دو ممتاز آدمیوں محمد اور جعفر نے جن کا اس نواح میں بڑا اثر تھا جابر بن ہارون کے قبضہ کی مخالفت کی چونکہ یہ معاملہ عوام کے فائدہ کا تھا اس لیے وہ سب ان کے ساتھ ہو گئے اور جابر کے قبضہ میں مزاحم ہوئے۔ اس میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے وہ سلیمان بن عبداللہ کے پاس طبرستان بھاگ گیا۔ اس کے فرار کے بعد محمد اور جعفر کو والی طبرستان کی برہمی کا خوف ہوا۔ انہوں نے اپنے ہمسایہ دیلمیوں سے مدد مانگی۔ دیلمی خود محمد بن اوس کی وجہ سے طاہریوں سے ناخوش تھے۔ اس کے علاوہ ان میں باہم امداد و اعانت کا معاہدہ بھی تھا۔ اس لیے وہ ان کی مدد کے لیے تیار ہو گئے۔ اس وقت علوی ملک بھر میں پھیلے ہوئے تھے اور جو گروہ حکومت کے خلاف اٹھنا چاہتا تھا عموماً وہ انہی کو سہارا بناتا تھا چنانچہ محمد اور جعفر نے بھی طبرستان کے ایک علوی محمد بن ابراہیم کی طرف رجوع کیا اور ان سے بیعت کی درخواست کی۔ انہوں نے اپنے بجائے حسن بن زید کا نام پیش کیا اور کہا وہ اس کام کے لیے سب سے زیادہ مناسب ہیں۔ حسن اس وقت رے میں تھے۔ ان کو محمد بن ابراہیم کے ذریعہ طبرستان آنے کی دعوت دی گئی۔ اس دعوت پر یہ طبرستان آئے اور یہاں کے تمام باشندوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور یہاں سے طاہری عمال کو نکال دیا۔ اس سلسلہ میں ان میں اور حکومت کی فوجوں میں مدتوں معرکے ہوتے رہے لیکن آخر میں طبرستان اور جرجان پر حسن بن زید کا قبضہ ہو گیا اور وہ اپنی زندگی بھر ۲۷۰ھ تک اس پر قابض رہے۔ ۲۷۰ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد ان کے بھائی محمد بن زید ان کے جانشین ہوئے۔ ❀

علویوں کا عام ظہور

حسن بن زید کی دعوت کے سلسلہ میں اس زمانہ میں یکے بعد دیگرے بہت سے علوی اٹھکھان میں اور حکومت میں بڑے بڑے معرکے ہوئے۔ ان کے مختصر حالات یہ ہیں۔ سب سے اول ۲۵۰ھ میں محمد بن جعفر بن حسن نے رے میں حسن بن زید کی دعوت شروع کی۔ ان میں اور خراسانی فوج ”مسودہ“ ❀ کے درمیان کئی معرکے ہوئے اور محمد بن جعفر گرفتار کر کے محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس میثاق پور بھیجے گئے۔ اس نے قید کر دیا اور محمد نے قید ہی میں انتقال کیا۔ ان کے بعد احمد بن ❀ ابن اثیر و مسعودی جلد ۷ ص ۳۰۳۔ ❀ عباسی فوج جس کی فوج کی وردی سیاہ تھی۔

عیسیٰ بن علی بن حسن بن حسین بن علی بن ابی طالب نے رے میں رضا آل محمد کی دعوت شروع کی۔ ان میں اور محمد بن عبداللہ بن طاہر میں بڑی خونریز لڑائیاں ہوئیں، لیکن آخر میں احمد بن عیسیٰ کو بھی شکست ہوئی۔ ان کے بعد حسن بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب الخطاب بہ کرکی قزوین میں اٹھے۔ ان کا اور موسیٰ بن بغا کا مقابلہ ہوا، پھر حسن دہلیم چلے گئے اور حسن بن زید کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ ۲۵۰ھ میں حسین بن محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب نے کوفہ میں خروج کیا۔ محمد بن عبداللہ نے ان کے مقابلہ کے لیے بغداد سے ابن خاقان کی زیر قیادت ایک زبردست فوج روانہ کی۔ اس فوج کی آمد سن کر حسین بن محمد کے ساتھیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ کہیں روپوش ہو گئے۔ ❁

اردن میں شورش

مستعین کے دور میں حکومت کا نظام بگڑ گیا تھا اور اس کی قوت کمزور پڑ گئی تھی۔ اس لیے ترکوں کی سرکشی اور علویوں کے خروج کے علاوہ ملک کے ہر حصہ میں کچھ نہ کچھ شورشیں ہوئیں۔ خصوصاً یکے بعد دیگرے کئی عرب سرداروں نے علم بغاوت بلند کیا۔ سب سے اول اردن میں ایک نحی امیر اٹھا، لیکن پھر حاکم اردن کے خوف سے بھاگ گیا۔ اس کے بعد اس کے عامل قطامی نے اردن کا خراج وصول کر لیا۔ اس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ حاکم فلسطین کی فوجوں کو پیہم شکستیں دیں۔ مزاحم بن خاقان ترکی نے بڑی مشکل سے اس کی قوت توڑ کر اس کو نکالا۔

حمص کی بغاوت

اردن کے بعد حمص کے باشندوں نے جن میں زیادہ تر عرب تھے، یہاں کے حاکم اکیدر بن عبدالملک کے خلاف برپا کی۔ اکیدر نے ان کا مقابلہ کیا، لیکن شکست کھائی۔ اہل حمص نے اس کی فوج کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا۔ اکیدر کے مغلوب ہو جانے کے بعد مستعین نے عبدالرحمن بن حبیب ازدی کو حمص کا والی بنا کر بھیجا، لیکن حمص پہنچنے سے پہلے ہی اس کا پیام اجل آپہنچا اور اس کی جگہ فضل بن قارن طبری کا تقرر ہوا۔ اہل حمص نے اس کے سامنے سراپا دعوت خم کر دیا، لیکن تھوڑے دنوں کے بعد اسے خبر ملی کہ وہ اس کی مخالفت پر بھی آمادہ ہیں۔ اس لیے چند فتنہ پرستوں کو پکڑ کے ان کے سر قلم کر دیئے۔ اس سے اس وقت تو مخالفت دب گئی، لیکن ۲۵۹ھ میں اس زور و شور سے

بغاوت رونما ہوئی کہ فضل بن قارن کو قصر خالد بن یزید میں قلعہ بند ہونا پڑا۔ اہل حصص نے یہاں بھی نہ چھوڑا اور قصر سے نکال کر بے دردی کے ساتھ ذبح کر کے لاش سولی پر لٹکا دی۔ نوشری بن طاجیل والی دمشق کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ایک جزار لشکر باغیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ انہوں نے اس کو بھی شکست دی۔ مستعین کو یہ خبریں پہنچیں تو اس نے موسیٰ بن بغا کو موالی کی فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ ایک باغی سرغنہ وابر العقار بنی کلب کو لے کر مقابلہ میں آیا لیکن موسیٰ بن بغا نے اس کو پسپا کر دیا اور حصص میں داخل ہو کر تین دن تک خوب لٹوایا اور باغیوں کے گھروں میں آگ لگوا دی اور حصص کی شورش فرو ہوئی۔

یوسف القصص کی بغاوت

اسی سنہ میں معمر بن یوسف بن ابراہیم المعروف بہ قصص تنوفی قبیلہ تنوخ کو جمع کر کے قصرین میں قلعہ بند ہو گیا۔ مستعین کے غلام محمد المولد نے اس کے ایک ساتھی غطیف بن نعمہ کو پکڑ کے قتل کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد قصص جبل اسود کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں پہنچ کر پھر بنو کلب کو جمع کیا۔ محمد المولد نے جبل اسود جا کر اس کا مقابلہ کیا لیکن بڑی فاش شکست کھائی اور اس کی فوج کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا اور قصص پھر قصرین لوٹ آیا۔ مولد کی شکست کے بعد اس کی جگہ ابوالساج اشروسی کا تقرر ہوا۔ اس نے جنگ کے بجائے قصص کو امان دے کر مطیع بنالیا اور لازقیہ وغیرہ کا عامل بنادیا۔

فارس کی بغاوت

فارس کی فوج کو عرصہ سے تنخواہ نہیں ملی تھی۔ اس لیے اس نے یہاں کے والی حسین بن خالد پر یورش کر کے نقدی لوٹ کر اپنی تنخواہیں لے لیں۔ فارس کا علاقہ محمد بن عبد اللہ بن طاہر والی خراسان کے ماتحت تھا۔ اسے خبر ہوئی تو اس نے عبد اللہ بن اسحاق کو بھیجا۔ اس کے آنے پر فوج مطیع ہو گئی لیکن عبد اللہ نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ اس کے سرغنہ علی بن حسین کو خوارج کے مقابلہ کے لیے فارس اور کرمان کی سرحد پر بھیج دیا۔ یہ عبد اللہ کی بدسلوکی کا شاکی تھا لیکن اسے ظاہر نہیں کیا اور خاموشی کے ساتھ چلا گیا۔ اصطر پیہنج کر فوج سے خط و کتابت کر کے پھر عبد اللہ کے مقابلہ میں آ گیا اور اس کا گھر لوٹ کر اس کو نکال دیا۔ وہ بغداد لوٹ گیا۔ اس کے بعد محمد بن عبد اللہ بن نصر مقابلہ کے لیے بھیجا گیا۔ اس نے علی بن حسین کو نرمی سے مطیع بنانا چاہا مگر وہ آمادہ نہ ہوا۔ ❁

بغا اور باغریں اختلاف

❁ یہ تمام واقعات یعقوبی سے ماخوذ ہیں۔ دیکھو کتاب مذکور جلد ۲ ص ۶۰۹ تا ۶۰۵۔

۲۵۱ھ میں مشہور ترکی جنرل باغر کو خود اس کے ہم قول بغا اور وصیف نے قتل کر دیا۔ گو یہ دونوں ترک تھے، لیکن حصول جاہ و اقتدار کے لیے ان میں رشک و رقابت ہو گئی۔ اتامش کا قتل بھی اسی کشاکش کا نتیجہ تھا۔ مستعین کے عہد میں بغا اور وصیف کا اقتدار بڑھا۔ باغری خدمات بھی ان سے کم نہ تھیں، لیکن اسے بغا اور وصیف کے برابر رسوخ حاصل نہ تھا۔ اس لیے ان دونوں کا عروج باغری نظر میں بہت کھٹکتا تھا، لیکن اس کو ان کے خلاف کوئی موقع نہیں ملتا تھا۔ ایک واقعہ نے اس کا سامان پیدا کر دیا۔ سواد کو فہ میں باغری جاگیر تھی۔ اس کی نگرانی کے لیے اس کا وکیل یہاں رہتا تھا۔ اس کو یہاں کے ایک باشندہ ابن مارویہ نے پکڑ لیا۔ اس کی سزا میں ابن مارویہ قید کر دیا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ چھوٹ کر اپنے ایک دوست دلیل بن یعقوب نصرانی کے پاس پہنچا۔ دلیل بغا کا تب اور اس کا نفس ناظمہ تھا اور باغری بغا کے ماتحت تھا۔ اس لیے اس نے اس کو ابن مارویہ پر زیادتی کرنے سے روکا۔ اس پر باغری بگڑ گیا اور دلیل نصرانی کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ باغری بہادری سے بغا بھی خائف رہتا تھا۔ اس نے یہ کہہ کر اس کو ٹھنڈا کیا کہ اگر تم میرے لڑکے فارس کو بھی قتل کرنا چاہتے تو میں تم کو نہ روکتا، لیکن میرے اور بارگاہ خلافت کے جملہ کاموں کا مدار دلیل کے اوپر ہے۔ اس لیے اتنا توقف کرو کہ میں اس کی جگہ کوئی دوسرا آدمی تلاش کر لوں۔ باغری کو ٹھنڈا کرنے کے بعد دلیل کو اس واقعہ کی اطلاع دے کر اسے اپنے یہاں آنے سے منع کر دیا اور باغری کو دکھانے کے لیے دلیل کی جگہ ایک دوسرے شخص محمد بن یحییٰ کو کا تب بنادیا۔ اس سے باغری کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا، لیکن اس کا دل دلیل کی جانب صاف نہ ہوا اور وہ اپنا ارادہ پورا کرنے اور اپنا رسوخ بڑھانے کے لیے مستعین کے پاس زیادہ رہنے لگا۔ مستعین کو اس کی قربت پسند نہ تھی۔ اس لیے اس کو اپنے پاس سے ہٹانے کے لیے وصیف سے پوچھ کر مقتول امیر ایٹاخ کے متعلق جو خدشے تھے، ان کو باغری طرف منتقل کر دیا۔ دلیل کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے بغا سے جا کر کہا آپ یہاں بیٹھے ہیں اور وہاں آپ کو ہٹانے کی فکریں ہو رہی ہیں۔ یاد رکھیے کہ معزولی کے بعد آپ قتل سے نہیں بچ سکتے۔

باغری کا قتل

بغایہ حالات سن کر قصر خلافت پہنچا اور وصیف سے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ مجھے میرے مرتبہ سے گرا کر باغری کو میری جگہ لاؤ۔ تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ باغری غلام اور میرا ساتھی ہے۔ وصیف نے لاعلمی ظاہر کی۔ وصیف بغا کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا، چنانچہ دونوں نے طے کیا کہ باغری کو کسی طرح دربار سے ہٹا دیا جائے۔ باغری اور اس کی جماعت نے اس کو محسوس کر لیا۔ متوکل کے قتل سے ان کا

حوصلہ بڑھ چکا تھا۔ اس لیے انہوں نے طے کیا کہ مستعین، بغا اور وصیف تینوں کا قصہ تمام کر کے مقصم یا واثق کی اولاد کو خلیفہ بنایا جائے۔ مستعین کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس لیے بغا اور وصیف کو بلا کر ان سے کہا کہ مجھے خود خلافت کی خواہش نہ تھی۔ تمہیں دونوں نے مجھے خلیفہ بنایا اور اب قتل کرنا چاہتے ہو۔ ان دونوں نے قسم کھا کر لاعلمی ظاہر کی۔ اس وقت مستعین نے ان سے پورا واقعہ بیان کیا۔ اسے سن کر بغا، وصیف اور احمد بن صالح نے طے کیا کہ باغ کو پکڑ کر قید کر دیا جائے، چنانچہ اسے جیل سے بلا کر قید کر دیا گیا۔ ترکوں کو خبر ہوئی تو وہ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور شاہی اصطبل لوٹ کر قصر سلطانی کو گھیر لیا۔ بغا اور وصیف نے یہ شور شر دیکھی تو اسی دن شام کو باغ کا کام تمام کر دیا۔ ❁

سامرا سے مستعین کا فرار

حملہ آور باغ کے قتل میں مستعین کو بھی شریک سمجھتے تھے۔ اس لیے وہ قصر خلافت کو گھیرے رہے۔ یہ صورت دیکھ کر مستعین، بغا، وصیف اور دوسرے عمائد سلطنت کو لے کر خفیہ سامرا سے بغداد چلا گیا۔ حملہ آوروں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے ناکامی کے غصہ میں دلیل اور اس کے ہمسایوں کا گھر لوٹ لیا اور بغداد کا راستہ بند کر دیا۔ ایک ملاح کو جو ایک کشتی کرایہ پر بغداد لیے جا رہا تھا، سولی دے دی۔ اس سے باقی ملاح خوفزدہ ہو گئے اور علانیہ بغداد جانا بند ہو گیا۔ مستعین کے بغداد چلے جانے کے بعد افسران فوج، کتاب، عمال حکومت، بنی ہاشم اور بغا اور وصیف کے سب ساتھی کسی نہ کسی طرح بغداد پہنچ گئے۔ ❁

ترکوں کی معذرت اور مستعین کا واپسی سے انکار

مستعین کے سامرا چھوڑنے کے بعد ترک، فراغندہ اور موالی کو اپنی گستاخی پر ندامت ہوئی اور انہوں نے عفو تقصیر کے لیے اس کے پاس ایک وفد بھیجا۔ اس نے مستعین سے ترکوں کی گستاخی اور ان کی غلطیوں کی معافی چاہی اور آئندہ اپنی وفاداری کا یقین دلا کر بڑی عاجزی اور منت سے سامرا واپس چلنے کی درخواست کی، لیکن مستعین نے اسے قبول نہ کیا اور وفدنا کام سامرا واپس گیا۔

معزز کی بیعت

معزز اور موید دونوں ابھی تک قصر سلطانی میں قید تھے۔ مستعین کی واپسی سے مایوسی کے بعد

ترکوں نے طے کیا کہ معتر کو خلیفہ بنا کر مستعین کا مقابلہ کیا جائے چنانچہ ۱۲ محرم ۲۵۱ھ میں معتر کو قید سے نکال کر اس کی بیعت کی۔ معتر نے بیعت خلافت کے بعد ہی اپنے بھائی موید کو خضعت فاخرہ سے سرفراز کر کے ولی عہد نامزد کیا اور ترکوں نے اس کی بیعت کا تمام ممالک محروسہ میں تحریری اعلان کر دیا۔ ❁

مستعین اور معتر کی لڑائیاں

معتر کی بیعت کے بعد اس میں اور مستعین میں بڑی خونریز معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ طبری اور ابن اثیر وغیرہ نے اس کی بڑی لمبی تفصیل لکھی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

مستعین بغداد میں تھا اہل بغداد اس کے ساتھ تھے۔ اس لیے جب تک ان سے معتر کی خلافت نہ منوائی جاتی اس وقت تک وہ قائم نہیں رہ سکتی تھی چنانچہ معتر کی بیعت کے بعد اس کا بھائی امیر ابو احمد اہل بغداد کے مقابلہ کے لیے بغداد پہنچا۔ یہاں کے امیر الامرا محمد بن عبد اللہ بن طاہر نے مدافعت کے انتظامات کیے اور دونوں میں مہینوں خونریز لڑائیوں کا سلسلہ رہا۔ اس ہنگامہ سے بغداد میں بڑی بد امنی اور شورش پھیل گئی اور اہل بغداد سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے اور ان کی قوت کمزور پڑ گئی۔ یہ صورت دیکھ کر امیر محمد بن عبد اللہ بھی معتر کی طرف مائل ہو گیا اور اس کے پاس پیام کہلا بھیجا کہ اگر وہ اس کی خطا معاف کر کے صلح کرے تو وہ اس کی بیعت کرنے کے لیے تیار ہے۔ اہل بغداد کو اس کی خبر ہو گئی۔ مستعین محمد ہی کے محل میں تھا اس لیے بغدادیوں کو خطرہ پیدا ہوا کہ وہ اسے معتر کے حوالہ نہ کر دے۔ اس لیے انہوں نے محل پر هجوم کر دیا۔ ان کا جوش و خروش دیکھ کر محمد نے محل کے اوپر سے انہیں مستعین کو دکھایا۔ اسے دیکھ کر ان کو اطمینان ہوا۔ اس کے بعد محمد بن عبد اللہ نے مستعین کو اپنے محل سے رصافہ میں منتقل کر دیا۔ ❁

امیر محمد بن عبد اللہ کو اس کا اندازہ ہو گیا تھا کہ مستعین کو معتر کے مقابلہ میں کامیابی نہیں ہو سکتی اور اس کوشش میں کشت و خون کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس لیے اس نے اور امیر ابو احمد نے مل کر باہمی مشورہ سے اس کو معزول کر دیا۔ خطیب کا بیان ہے کہ محمد بن عبد اللہ نے خود مستعین کو سمجھا بجھا کر دست برداری پر راضی کر لیا تھا چونکہ وہ طبعا کمزور تھا اور کوئی مددگار بھی نہ رہ گیا تھا اس لیے دست برداری پر آمادہ ہو گیا۔ محمد بن عبد اللہ نے معتر سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ مستعین کے اہل و عیال اور مال و متاع کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ معزولی کے بعد وہ مکہ میں قیام کرے گا اور اگر معتر اس وعدہ پر قائم نہ رہے گا تو اس کی بیعت توڑ دی جائے گی۔ اس معاہدہ کے بعد وہ محرم ۲۵۲ھ میں دست بردار ہو گیا۔ ❁

❁ مروج الذهب جلد ۶ ص ۳۶۶-۳۶۷

❁ مروج الذهب مسعودی جلد ۶ ص ۳۶۳-۳۶۵

❁ خطیب ج ۲ ص ۱۲۳

نظر بندی

معتز نے جان و مال کی حفاظت کا وعدہ تو پورا کیا، لیکن مکہ کے قیام کے بجائے پہلے بغداد ہی میں حسن بن وہب کے یہاں رکھا، پھر کچھ دنوں کے بعد احمد بن طولون کی نگرانی میں واسط بھیج دیا گیا اور مستعین زندگی کے آخری لمحوں تک وہیں مقیم رہا۔

مستعین کی تخت نشینی سے لے کر اس کی دست برداری تک کل مدت خلافت ۳ سال ہے اگر اس کی خلافت کا زمانہ معتز کی پہلی بیعت تک شمار کیا جائے تو یہ مدت بقدر ایک سال کے گھٹ جائے گی کیونکہ معتز کی پہلی بیعت مستعین کے سامرا چھوڑنے کے بعد محرم ۲۵۱ھ میں ہوئی تھی اور دوسری متفقہ بیعت اس کی دست برداری کے بعد محرم ۲۵۲ھ میں ہوئی۔

وزارت

مستعین کا پہلا وزیر احمد بن نصیب تھا۔ اس کے حالات مختصر کے حالات میں گزر چکے ہیں۔ احمد بن نصیب نے مستعین کے زمانہ میں کل دو مہینے وزارت کی۔ اس کے بعد اس کی جگہ ابی صالح محمد بن یزاد کا تقرر ہوا۔ یہ بڑا فاضل اور ادیب تھا۔ اس کے جوابات اور اس کی توقیعات مشہور تھیں، لیکن خود سر اور خائن امرا کی وجہ سے وہ زیادہ دنوں تک اس عہدہ پر نہ رہ سکا۔ ابوصالح متدین آدمی تھا۔ اس نے دوسرے شعبوں کی طرح مالیات کی نگرانی اور اس کی تنظیم بھی شروع کی۔ اس کی یہ نگرانی خائن اور خود سر امرا پر گراں گزری۔ انہوں نے اس کو قتل کی دھمکی دی۔ ان کی روش دیکھ کر ابوصالح وزارت چھوڑ کر الگ ہو گیا۔ اس کے بعد محمد بن فضل جراجری اور شجاع بن القسوم کتابت کے فرائض انجام دیتے تھے، لیکن ان میں سے کوئی وزارت کے لقب سے ملقب نہ ہوا۔ ❁

صفات

علمی اعتبار سے مستعین فاضل ادیب اور فصیح و بلیغ تھا۔ ❁ لیکن امور جہانبانی میں بالکل کور تھا۔ ابن طقطقی کا بیان ہے کہ مستعین عقل رائے اور تدبیر سب میں نہایت کمزور تھا اور اس کا پورا زمانہ دور فتن اور عہد اضطراب تھا۔ اس میں جو دو کرم کے علاوہ اور کوئی اچھی خصلت نہ تھی۔ ❁ اس کا زمانہ بہت مختصر تھا اور وہ بھی پورا شور و فتن میں گزرا۔ اس کے دور سے خلفائے نام رہ گئے تھے۔ حکومت کی ساری قوت ترکوں کے ہاتھوں میں آ گئی تھی۔ وہ جسے چاہتے خلیفہ رہنے دیتے، جسے چاہتے معزول کر دیتے۔

❁ الفخری ص ۲۱۹۔

❁ تاریخ الخلفاء ص ۳۶۷۔

❁ الفخری ص ۲۲۰۔

ابو عبد اللہ محمد بن جعفر الملقب بہ معتر باللہ

(۲۵۱ھ تا ۲۵۵ھ مطابق ۸۶۵ء تا ۸۶۹ء)

معتر باللہ کی پہلی بیعت کا حال اوپر مستعین کی معزولی کے حالات میں گزر چکا ہے۔ دوسری عام بیعت مستعین کی دست برداری کے بعد محرم ۲۵۲ھ میں ہوئی اور چند ملکوں کے سوا جن کا ذکر آئندہ آئے گا باقی تمام ممالک محروسہ نے اسے خلیفہ مان لیا۔

لیکن اس کی جو حیثیت تھی وہ اوپر کے واقعات سے ظاہر ہے۔ ابن طقطقی نے اس کی تحت نشینی کے سلسلہ میں ایک لطیفہ نقل کیا ہے جو لطیفہ سے زیادہ ایک عبرت آموز واقعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی تحت نشینی کے وقت بعض امراء دولت نے منجموں کو بلا کر ان سے پوچھا کہ وہ زائچہ دیکھ کر بتائیں کہ امیر المؤمنین کی زندگی اور خلافت کی مدت کتنی ہے؟ حاضرین میں سے کسی حقیقت شناس ظریف نے کہا میں اس کو ان سے زیادہ صحیح بتا سکتا ہوں۔ لوگوں نے کہا تم ہی بتاؤ۔ اس نے کہا جب تک ترک چاہیں۔ اسے سن کر سب بے اختیار ہنس پڑے۔ ❀

بغا اور وصیف سے ناراضی اور صفائی

اگرچہ معتر کو ترکوں ہی کی حمایت و امداد سے خلافت ملی تھی، لیکن پہلے ترکوں ہی نے جن میں وصیف اور بغا زیادہ پیش پیش تھے، متصر کو مجبور کر کے معتر کو ولی عہدی سے خارج کر لیا تھا، پھر متصر کے بعد انہی نے معتر کو محروم کر کے مستعین کو خلیفہ بنایا تھا۔ اس لیے معتر کا دل ان کی طرف سے صاف نہ تھا اور وہ اسے خوب سمجھتا تھا کہ ترکوں نے اس کی خیر خواہی نہیں بلکہ اپنی اغراض کے لیے اس کو خلیفہ بنایا ہے اور اگر وہ ان کے اقتدار میں ذرا ہارج ہو تو اس کا انجام بھی اس کے پیشروؤں جیسا ہوگا۔ اس لیے اس نے تحت نشینی کے بعد بغا و وصیف اور اس کی پوری جماعت کا نام دفتر سے خارج کر کے ایک فوجی افسر محمد بن ابی عون کو ان کا قصہ پاک کرنے پر متعین کیا اور اس کے صلہ میں اسے یمامہ، بحرین اور بصرہ کی حکومت عطا کی۔ بغا اور وصیف کے آدمیوں کو اس کا علم ہو گیا۔ انہوں نے ان دونوں کو اس کی خبر کر دی۔ وہ دونوں بگڑ گئے اور امیر محمد بن عبد اللہ کے پاس جا کر اعلان کر دیا کہ ہمیں دھوکہ دیا جاتا ہے، لیکن ہم کو کوئی قتل نہیں کر سکتا۔ جس میں ہمت ہو وہ سامنے آئے اور یہ اعلان کر کے معتر سے لڑنے کی

تیاریاں شروع کر دیں، لیکن پھر کسی مصلحت سے وصیف نے اپنی بہن سعاد کے وسیلہ سے جو معتر کی کھلائی تھی، سفارش کرا کے معتر کو راضی کر لیا اور موید کے بھائی ابواحمد نے سفارش کر کے بغا سے بھی صفائی کرا دی اور معتر نے دونوں کو خلعت دے کر ان کے عہدوں پر بحال کر دیا اور بغا کے لڑکے کو خیر رسانی کے شعبہ پر مامور کیا۔ ❁

موید کی قید اور موت

ترکوں کی جانب سے اطمینان حاصل ہوا تھا کہ معلوم ہوا کہ موید نے موالی سے ساز باز کر کے ان کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ اس لیے معتر نے موید اور اس کے بھائی ابواحمد کو قید کر کے ان سے ولی عہدی سے دستبرداری کا اقرار کرایا اور موید قید ہی میں نا معلوم سبب سے مر گیا، چونکہ موت مشتبہ تھی، اس لیے معتر نے اپنی صفائی کے لیے فقہا کے رو برو اس کی لاش نکلوائی، لیکن جسم پر ظاہری کوئی نشان ایسا نہ تھا جس کے صدمہ سے موت کا شبہ کیا جاسکے، مگر قیاس یہی ہے کہ موت غیر طبعی تھی۔ ❁

مستعین کا قتل

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مستعین کی دستبرداری کے وقت امیر محمد ابن عبداللہ نے معتر سے اس کی جان و مال کی حفاظت کا وعدہ لے لیا تھا، لیکن خلیفہ ہونے کے بعد اس نے وعدہ کو طاق نسیان کے حوالہ کر دیا اور شوال ۲۵۲ھ میں مستعین کو مرواڈالا۔ ❁

مصر اور شام کے والیوں کی بیعت

جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے، سمساط، فلسطین، دمشق، مصر اور اصفہان کے والیوں ابن مجاہد، عیسیٰ بن شیخ، یزید بن عبداللہ اور عمران بن مہران نے معتر کی بیعت نہیں کی تھی۔ اس لیے اس نے نوشری بن تاجیل ترکی کو والی دمشق اور عیسیٰ بن شیخ والی فلسطین کے مقابلہ پر مامور کیا۔ اردن میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ اس مقابلہ میں نوشری کا لڑکا کام آیا، لیکن عیسیٰ نے شکست کھائی اور فلسطین ہوتا ہوا مصر چلا گیا۔

عیسیٰ کی شکست کے بعد معتر نے ایک ترک امیر کو مصر روانہ کیا۔ یہاں کے والی یزید بن عبداللہ نے پہلے اسے عریش میں روکا، لیکن پھر معتر کی بیعت کر لی۔ اسے دیکھ کر عیسیٰ بن شیخ نے جو مصر میں موجود تھا، بیعت کر لی۔ حمص پر غطفیہ کلبی قابض ہو گیا تھا۔ اسے محمد بن مولد نے مطیع بنایا، لیکن پھر

❁ ابن اثیر جلد ۷ ص ۵۵۔ ❁ مسعودی ج ۲ ص ۳۹۳، ۳۹۴۔

❁ تفصیل کے لیے دیکھو طبری جلد ۱۲ ص ۱۶۷، ۱۶۸۔

بدعہدی کر کے اس کو قتل کر دیا۔ اس لیے غطف کا قبیلہ برہم ہو گیا اور محمد پر حملہ کر کے اسے فلسطین واپس کر دیا۔ اس کی پسپائی کے بعد امیر نوشری جو فلسطین کی حفاظت کیلئے رکا ہوا تھا عراق واپس چلا گیا۔ اس کی واپسی کے بعد فلسطین کا سابق والی عیسیٰ بن شیخ فلسطین پر قبضہ کے خیال سے مصر سے فلسطین پہنچا، لیکن پھر رک گیا اور وہ امیر محمد بن مولد دونوں عراق چلے گئے۔ ❁

اوپر گزر چکا ہے کہ عیسیٰ بن شیخ کے مقابلہ میں امیر نوشری کا بیٹا کام آیا تھا اس لیے عیسیٰ بن شیخ کے عراق آنے کے بعد ترکوں نے اس کے انتقام میں عیسیٰ کو قتل کر دینا چاہا، مگر وہ چھپ کر فلسطین نکل گیا اور قبیلہ ربیعہ کو ساتھ لے کر رملہ کے قریب ایک قلعہ تیار کیا۔ ❁ چند دنوں میں اس کی طاقت اتنی بڑھ گئی کہ اس نے فلسطین اور دمشق کے علاقہ پر قبضہ کر لیا اور خراج بھیجنا بند کر دیا۔ ❁

بغدادی فوج کی بغاوت

بغداد کے سیاسی انقلاب کی وجہ سے شاہی خزانہ کی حالت اتنی بگڑ گئی تھی کہ فوج کی تنخواہوں اور وظیفہ یاہوں کے وظائف کی تقسیم میں دشواری پیش آتی تھی اور دو دو تین تین مہینے کی تنخواہیں چڑھ جاتی تھیں۔ اس لیے بغدادی فوج نے معتز کے متولی حکومت امیر محمد بن عبداللہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور خطیب کو خطبہ میں معتز کا نام لینے سے روک دیا۔ ہنگامہ میں عوام نے پولیس کی چوکی لوٹ لی۔ باغی فوج چل توڑنے کے لیے بڑھی۔ امیر محمد کی فوج نے روکنے کی کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہوئی۔ یہ صورت دیکھ کر امیر محمد نے پل کے پاس کی دوکانوں میں آگ لگوا دی اور باغیوں کا رستہ رک گیا۔ اس درمیان میں اتفاق سے فوج کے دو آدمی مل گئے اور امیر محمد کو باغیوں کے سرغنہ کا پتہ دیا۔ اس نے اسی وقت دو آدمیوں کو بھیج کر ایک سرغنہ ابن جنبل کو قتل کرا دیا۔ دوسرا ابوالقاسم چھپ گیا، لیکن آخر میں وہ بھی پکڑ کے قید کر دیا گیا۔ ان دونوں کے بعد باغی منتشر ہو گئے۔ ❁

ترک اور مغار بہ کا اختلاف

اس زمانہ میں ترکوں کے علاوہ ایک دوسری قوت مغار بہ کی ابھر رہی تھی اور حکومت میں ان کو بھی دخل ہو گیا تھا۔ اس لیے ان میں اور ترکوں میں حصول اقتدار کی کشمکش رہا کرتی تھی۔ رجب ۲۵۲ھ میں ترکوں کی زیادتی پر انہیں جو سق سلطانی سے نکال دیا۔ اس مخالفت میں شاہیہ اور عوام نے

❁ یعقوبی جلد ۲ ص ۶۱۱۔ ❁ یعقوبی جلد ۲ ص ۶۱۵۔

❁ ابن اثیر جلد ۷ ص ۵۷۔ ❁ ابن اثیر جلد ۷ ص ۵۷۔

مغربیوں کا ساتھ دیا۔ اس لیے ترک مقابلہ نہ کر سکے اور ایک شخص نے درمیان میں پڑ کر دونوں میں صلح کرا دی۔ اس وقت ترک مصلحت خاموش ہو گئے تھے، لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد موقع پا کر انہوں نے مغربیوں کے سردار محمد بن راشد اور نصر بن سعد کو جنہوں نے ان کو جوسق سے نکالا تھا قتل کر دیا۔ ❁

مسار و خارجی کی شورش

خوارج ادھر عرصہ سے خاموش تھے۔ ۲۵۲ھ میں ان کا ایک سردار مسادر حدیثہ ضلع موصل کے پولیس افسر حسین بن یکیر سے بگڑ گیا اور کرد اور اعراب کو جمع کر کے موصل کے والی عتبہ بن محمد پر حملہ آور ہو گیا، لیکن کامیابی نہ ہوئی اور وہ لوٹ گیا۔ راستہ میں عباسی عمال بندار اور مظفر بن مشکب نے روکنا چاہا۔ مسادر نے انہیں شکست دی اور ان کی جماعت کا بڑا حصہ تہ تیغ کر دیا۔ مظفر شکست کھا کر بغداد بھاگ گیا۔ اس کے فرار کے بعد خارجی جلولا میں جمع ہوئے۔ یہاں کے باشندوں نے مقابلہ کیا۔ فریقین کے بہت سے آدمی کام آئے۔ اسی دوران میں امیر خطر مش فوجیں لے کر پہنچ گیا۔ مسادر نے اسے بھی شکست دی اور موصل کے بڑے حصہ پر چھا گیا۔ خطر مش کی شکست کے بعد ایوب بن احمد تغلی موصل کی حکومت پر مامور ہوا۔ اس نے اپنے لڑکے حسن کو مسادر کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ مسادر ہٹ گیا۔ حسن نے تعاقب کیا۔ آگے چل کر ایک مقام پر دونوں کا مقابلہ ہو گیا۔ حسن کو بڑی فاش شکست ہوئی اور وہ اربل کی طرف نکل گیا۔ اس کامیابی سے مسادر کا زور اور بڑھ گیا۔ ❁

علوی

طبرستان پر زیدیوں کے قبضہ کی وجہ سے علویوں کو بڑی تقویت حاصل ہو گئی تھی اور ان کا حوصلہ بہت بڑھ گیا تھا۔ چنانچہ مستعین کے زمانہ سے لے کر معتز کے عہد تک وہ بڑے زور و قوت کے ساتھ اٹھے۔ طبری اور ابن اثیر وغیرہ نے بڑی تفصیل کے ساتھ ان کے حالات لکھے ہیں۔ ان کا مختصر حال یہ ہے: سب سے اول مستعین اور معتز کے زمانہ میں اسماعیل بن یوسف بن ابراہیم بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب نے مکہ میں خروج کیا۔ یہاں کا عباسی عامل جعفر مکہ چھوڑ کر بشارت چلا گیا۔ اسماعیل نے اس کا گھر اور عباسی حکام کے مکانات لوٹ لیے۔ مکہ کی فوج اور اہل مکہ کو بے دریغ قتل کیا۔ خانہ کعبہ کے تمام نقری سامانوں اور دوسری قیمتی اشیاء پر قبضہ کر لیا اور اہل مکہ سے دولاکھ دینار وصول کر کے مدینہ پہنچے۔ یہاں کے والی میں بھی مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس نے بھی مدینہ

چھوڑ دیا۔ مدینہ پر قبضہ کے بعد اسماعیل مکہ لوٹ گئے اور اس کا اتنا سخت محاصرہ کر لیا کہ شہر میں قحط پڑ گیا۔ پانی تک سونے کے بھاؤ بکنے لگا اور مکہ والے بھوک پیاس سے مرنے لگے۔

مکہ کے بعد جدہ پہنچے اور اس کی ناکہ بندی کر کے اہل جدہ کا کھانا پانی بھی بند کر دیا اور تاجروں کا مال لوٹ کر عرفہ واپس ہوئے۔ یہ حالات سن کر معتز نے محمد بن احمد اور عیسیٰ بن محمد کو ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ عرفہ میں دونوں کا سامنا ہوا۔ اسماعیل نے سولہ سو حابیوں کو قتل کر کے تمام حجاج کا مال لوٹ لیا۔ ان کے خوف سے حجاج عرفہ میں قیام کیے بغیر مکہ لوٹ گئے۔ ❀

ایک اور علوی ابوالاحمد محمد بن جعفر کوفہ میں اٹھے، لیکن مزاحم بن خاقان نے انہیں شکست دے کر قابو میں کر لیا اور معتز نے معاف کر کے ان کو کوفہ کا حاکم بنادیا، لیکن اس عفو پر بھی وہ باز نہ آئے اور اہل کوفہ کے مال اور ان کی جائیدادوں پر قبضہ کر لیا۔ اس لیے پھر گرفتار کر کے بغداد بھیج دیے گئے۔ ❀

اسی زمانہ میں دو اور علوی احمد بن عیسیٰ اور حسن بن احمد بھی حکومت کی مخالفت میں دہلیم کے غیر مسلم فرمانروا ابن جستان سے مل گئے اور رے پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کو قتل اور گرفتار کر لیا۔ یہاں کے حاکم عبداللہ بن عزیز نے مقابلہ کی طاقت نہ پا کر راہ فرار اختیار کی اور رے والوں نے بیس لاکھ درہم دے کر جان بچائی۔ ابن جستان اس رقم پر قبضہ کر کے الگ ہو گیا۔ اس کی علیحدگی سے احمد بن عیسیٰ کی قوت بالکل کمزور ہو گئی اور عبداللہ بن عزیز نے لوٹ کر ان کو گرفتار کر لیا۔ ❀

ان کے علاوہ متعدد طالبی اٹھے، ان کے خروج سے اتنی بد امنی پھیلی اور اہل حجاز پر اتنے مصائب نازل ہوئے کہ خود ان کے اہل خاندان گھریا چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ شیعہ مؤرخ مسعودی لکھتا ہے کہ خاندان ابوطالب کے ۶۷ آدمی جن میں حضرت علی، عقیل اور جعفر رضی اللہ عنہم تینوں بھائیوں کی اولادیں شامل تھیں، حجاز کے مصائب سے گھبرا کر مصر چلے گئے۔ یہاں کے والی عیسیٰ بن شیخ نے ان کو معتز کے پاس سامرا پہنچا دیا۔ اس نے ان کو ٹھہرایا اور ان کی کفالت کا بار اپنے ذمے لیا۔ ❀

جستان میں صفاریوں کی نئی طاقت کا ظہور

اسی زمانہ میں دولت عباسیہ پر موالی کے غلبہ و اقتدار کے خلاف ایک نئی قوت صفاریوں کی اٹھی۔ یہ معلوم ہے کہ دولت عباسیہ کے آغاز ہی سے اس پر موالی یعنی اہل عجم کا غلبہ تھا۔ ❀ پھر مانوں

❀ طبری جلد ۱۲ ص ۱۶۸۳

❀ طبری جلد ۱۲ ص ۱۶۸۲

❀ مروج الذهب مسعودی جلد ۷ ص ۳۹۵

❀ طبری جلد ۱۲ ص ۱۶۸۶

❀ اہل عجم سے ہماری مراد مشرق کی تمام غیر عرب قومیں ہیں۔

اور مقتضی کے زمانہ سے عرب بالکل خارج ہو گئے تھے اور حکومت میں ان کا کوئی حصہ نہ رہ گیا تھا۔ تاہم جب تک خلفا صاحب اقتدار تھے اس وقت تک ترک و ایرانی ان کے تابع فرمان رہے اور ان سے حکومت کے مفاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور وہ حکومت کے لیے ہمیشہ سینہ سپر رہے، لیکن تیسری صدی میں جب ان کا اقتدار اتنا بڑھا کہ خلفا ان کے مقابلہ میں بے بس ہو گئے، اس وقت وہ قابو سے باہر ہو گئے اور ان کی خود غرضی سے نہ صرف حکومت بلکہ اسلامی مفاد کو بھی نقصان پہنچنے لگا۔

اس صورت حال کے خلاف صفاری اٹھے۔ دولت عباسیہ میں کوئی دم باقی نہ تھا۔ ترک خود غرضی میں مبتلا تھے۔ اس لیے صفاریوں کی قوت برابر بڑھتی رہی اور انہوں نے سیدتان اور اس کے بعد یہ حکومت ۲۵۳ھ میں قائم ہوئی۔ اس میں پانچ فرمانروا ہوئے۔ یعقوب لیث، عمرو بن لیث، طاہر بن محمد بن عمرو لیث بن علی بن لیث، معدل بن علی بن لیث، ۲۹۸ھ میں سامانیہ ماوراء النہر کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا۔ صفاریوں کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ وہ عجمی تھے، لیکن قیاس کے علاوہ اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ مؤرخین نے یعقوب بن لیث الصفاری کی اوپر کی پشتوں کا نسب نامہ نہیں لکھا ہے ورنہ ان کے نسب میں ابہام باقی نہ رہتا۔ کسی مؤرخ نے ان کو عجمی النسل نہیں لکھا ہے۔ ان کے نسب کی تصریح سے سب خاموش ہیں۔ محض اس قیاس پر ان کو عجمی سمجھا جاتا ہے کہ اس خاندان کا بانی یعقوب بن لیث الصفار بختان کا باشندہ تھا اور سر زمین عجم میں صفاری حکومت قائم ہوئی اور صفاریوں کی زبان فارسی تھی۔ فارسی شاعری کی تاریخ اور تذکروں میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ ایک دن یعقوب کا چھوٹا بچہ اُخرونوں سے کھیل رہا تھا۔ ایک اُخرون لڑھکتے لڑھکتے ایک گڑھے میں چلا گیا۔ بچہ کی زبان سے بے ساختہ نکلا ”غلطاں غلطاں ہمیں رو رہا تھا۔“ یعقوب موجود تھا، بچہ کی زبان سے اس کو یہ کلام بہت پسند آیا، لیکن چونکہ اس بچہ میں اشعار نہیں پائے جاتے تھے، اس لیے شعر کو بلا کر اس نے پوچھا کہ یہ کون سی بجر ہے؟ انہوں نے کہا بجر ہے، پھر تین مصرعے اور لگا کر پوری رباعی کردی اور دو جیتی نام رکھا، پھر دو جیتی کے بجائے رباعی کہنے لگے۔

لیکن ان واقعات میں سے کوئی واقعہ بھی صفاریوں کے عجمی ہونے کا ثبوت نہیں ہے۔ اس زمانہ میں سارے عجم میں عرب پھیلے ہوئے تھے۔ عجم کا توطن اسلامی عربی ہونے کا ثبوت نہیں۔ خلفائے عباسیہ کی حکومت بھی عجم میں قائم ہوئی اور ان کا سارا کچھ مذہب کے علاوہ تمام تر عجمی ہو گیا تھا، لیکن تھے وہ عربی النسل۔ اگر فارسی تذکروں کی روایت صحیح بھی مان لی جائے تو اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ صفاریوں کی زبان فارسی تھی، لیکن یہ بھی ان کے عجمی ہونے کا ثبوت نہیں۔ ظاہر ہے کہ جب کسی مقام پر کسی بیرونی متوطن کی کئی پشتیں گزر جائیں گی تو اس کی زبان بھی وہیں کی ہو جائے گی۔ حکومت کے اثر سے ہزاروں عجمیوں کی زبان عربی ہو گئی تھی، لیکن تھے بہر حال وہ عجمی۔ ان قیاسات کے مقابلہ میں یعقوب بن لیث کی زندگی کے بیشتر واقعات اس کے عرب ہونے کے شاہد ہیں۔ اس کی اسپرٹ شروع سے آخر تک خالص عربی تھی جو ایک عجمی میں ممکن نہیں ہے۔

تذکرہ دولت شاہ سمرقند۔

(بقیہ حاشیا اگلے صفحہ پر)

ایران کے بڑے حصہ پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔

(گزشتہ سے پیوست) ان کے عربی النسل ہونے کا سب سے کھلا ہوا ثبوت خود ان کے ناموں کی عربیت ہے اس خاندان میں پانچ فرما روا ہوئے ان میں سے تین کے نام خالص عربی ہیں عمرو بن لیث لیث بن علی اور معد بن علی یعقوب کے باپ کا نام بھی لیث تھا یہ نام خالص عربی ہیں انفرادی طور پر ایک دو عربی نام تو عجیبوں کے بھی ہو سکتے ہیں لیکن چار پشتوں اور چھ ناموں میں چار عربی نام غیر عرب میں مشکل سے مل سکتے ہیں۔ اسلامی نام تو عرب اور غیر عرب مسلمانوں میں مشترک ہوتے ہیں لیکن خالص عربی نام عموماً عربوں کے ہی ہوتے ہیں دوسرا بڑا ثبوت صفاریوں کا مذہبی جذبہ دین کی نصرت و حمایت اور مولیوں (اہل عجم) سے ان کی نفرت ہے۔ انہوں نے ابتدا ہی سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شعار بنایا۔

اور ان کی بنیاد ہی موالی کی مخالفت اور دین کی نصرت و حمایت کے لئے بڑی خلیفہ معتمد علی اللہ کے ساتھ ان کی جنگ کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب موالی کی مخالفت اور ان کے ہاتھوں دین کی بے حرمتی تھی۔ مؤرخ 'سعودی' لکھتا ہے۔
وانہ خرج منكرا على المعتمد ومن معه من الموالى واضاعتهم الدين
اس سلسلہ میں اس کے یہ دو شعر بھی قابل لحاظ ہیں۔

خراسان احویہا واعمال فارس وما انا من ملک العراق مایس
خراسان اور فارس کے علاقے میرے قبضہ میں آگئے اور میں ملک عراق پر قبضہ سے بھی مایوس نہیں۔

اذا ما امور الدين ضاعت واهملت ورثت فصات كالكسود الدوارس
جبکہ دینی امور اس طرح ضائع و بے کار ہو گئے اور مٹ گئے کہ اب وہ مٹی ہوئی نشانی رہ گئے ہیں۔

دین کی نصرت و حمایت کے لئے جان کی بازی لگا دینا اور حکومت کے مقابلہ میں آ جانا ایک عرب ہی کر سکتا ہے محض اسلام کی حمایت میں ایک عجمی کا اپنی قوم کی مخالفت کرنا قیاس میں نہیں آتا یعقوب بن لیث نے معتمد سے جنگ کرنے سے پیشتر یہ مطالبہ کیا تھا کہ اس کو خراسان فارس طبرستان جرجان رے آذربائیجان اور قزوین کی ولایت اور بغداد اور سرمن رانی کی شنگی عطا کی جائے۔ معتمد نے اس منظور کر لیا اس منظوری سے سب سے زیادہ اضطراب موالی میں پیدا ہوا۔ اضطربت الموالی بسرمن رانی اور جب یعقوب نے اس پر بھی بس نہ کیا اور بغداد پر فوج کشی کر دی تو موالی کو یہ شبہ ہوا کہ معتمد کے متولی حکومت موفق کی خط و کتابت سے اس کو یہ حوصلہ ہوا ہے اور جب خود معتمد یعقوب کے مقابلہ کیلئے نکلا اس وقت سب سے زیادہ مسرت موالی کو ہوئی فطایب النفس الموالی اور اس جنگ میں معتمد کی جانب سے سب سے زیادہ پیش پیش اور انتقامی جذبہ سے لبریز ایک عجمی افسر خارج تھا۔ یہ واقعات اس کا ثبوت ہیں کہ حکومت کے مقابلہ میں یعقوب کے اٹھنے کا سبب موالی کی مخالفت تھی جس کا ان کو پورا اندازہ تھا جیسا کہ مذکورہ بالا واقعہ سے ظاہر ہے جب اس نے فارس پر فوج کشی کی تو یہاں کے والی علی بن حسین کے متعلق احمد بن حکم سے پوچھا کہ علی بن حسین مسلمان بھی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں مسلمان ہے یعقوب نے کہا کیا کوئی مسلمان کافر کروں کہ مسلمانوں کے ملک پر اس لئے بھیج سکتا ہے کہ وہ انہیں قتل کریں ان کی عورتوں کو قیدی بنائیں ان کے مال پر قبضہ کریں احمد بن لیث کر دی نے کرمان میں سات سو آدمی قتل کئے اور دوسو شریف گھرانوں کی عورتوں کو بے عزت کیا۔

مروج الذهب جلد ۷ ص ۳۵۔

ابن اثیر ج ۷ ص ۶۶۔

ابن اثیر جلد ۷ ص ۳۱۲۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ابن خلیکان جلد ۲ ص ۳۱۶۔

اس حکومت کا بانی یعقوب بن لیث اور اس کا بھائی عمرو بختان کے باشندے اور تھخیرے کا پیشہ کرتے تھے، یعقوب زائدانہ زندگی بسر کرتا تھا، گو یہ معمولی طبقہ سے تعلق رکھتا تھا مگر آدمی بڑا بہادر، حوصلہ مند اور عالی دماغ تھا، اس زمانہ میں بختان میں خارجیوں کا بڑا زور تھا، ان کے مقابلہ میں ایک

(*) گزشتہ سے پیوستہ) یہ واقعہ بھی یعقوب کی عربی اسپرٹ کا ثبوت ہے، معلوم نہیں اس میں احمد بن لیث کردی کی کس فوج کشی کی طرف اشارہ ہے، لیکن یہ چیز قابل غور ہے کہ اس نے احمد بن لیث کردی کو کافر سے تعبیر کیا، جو محض اس کی عربیت کا نتیجہ ہے، ورنہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، احمد بن لیث کردی مسلمان تھا اور کسی مسلمان، عجمی کو کوئی عجمی کافر نہیں کہہ سکتا۔ رنج کی حکومت بڑی وسیع اور طاقتور تھی، اس کافر مانروا الوہیت کا مدعی اور اسلام اور مسلمانوں کا دشمن تھا، اپنے یہاں پہاڑ پر ایک گھر بنا رکھا تھا، جس کا نام مکہ رکھا تھا، یعقوب نے اسے شکست دے کر قتل کر دیا اور رنج کے تمام باشندے اس کے ہاتھوں پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (*) اس کے مخالفین بھی اس کے دینی جذبہ کے معترف تھے، چنانچہ جب اس نے شیراز پر فوج کشی کا ارادہ کیا تو یہاں کے عمائد نے اس کو اس عزم سے باز رکھنے کیلئے اس کے پاس جو خط لکھا اس میں اس کی دین داری ہی کو سفارشی بنایا تھا، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ نے تم کو تطوع، دین داری اور خوارج سے جنگ اور ان کے استیصال کی، دو توفیق عطا فرمائی ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں کی خونریزی میں احتیاط برتو۔“ (*)

یہ اور اس قبیل کے اور واقعات یعقوب کی دینہ رنی کا ثبوت ہیں۔

تیسرا ثبوت علویوں سے اس کی مخالفت ہے جو کسی عجمی کی جانب سے تصور میں نہیں آسکتی، طبرستان کے علویوں سے اس کے بڑے بڑے معرکے ہوئے اور حسن بن زید علوی کو اس نے بڑی فاش شکست دی (*) دولت عباسیہ کے عجمی حکام تو علویوں کے مقابلہ پر مجبور تھے، لیکن کبھی کسی آزاد عجمی نے اس کی جرأت نہ کی، اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یعقوب نے گو خارجیوں سے بڑے پر زور مقابلے کئے، لیکن ابتدا میں وہ خود بھی اس جماعت سے تعلق رکھتا تھا، یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ عقیدہ خارجی تھا، لیکن خارجیوں کی جماعت میں وہ ضرور شامل تھا، چنانچہ ابن خلکان نے تو اس کے نام کے ساتھ خارجی لکھا ہے۔ (*) اور کسی عجمی کا خارجی ہونا مشکل سے خیال میں آسکتا ہے چوتھا خود صفاری حکومت کے قیام کی نوعیت ہے، عباسیوں کے زمانہ میں ان سے آزاد ہو کر بخشی حکومتیں قائم ہوئیں ان کی دوہی قسمیں ہیں، ایک وہ جو ابتدا میں عباسی حکومت کے ماتحت امارتیں تھیں پھر جتنا عباسیوں پر زوال آتا گیا، یہ امارتیں آزاد ہوتی گئیں، عجم کی تمام حکومتیں اس طرح وجود میں آئیں لیکن اس کے خلاف ابتدا سے ان میں آزادی کی کوئی مثال نہیں ملتی، دوسری جو ابتدا ہی سے حریفانہ قائم ہوئیں لیکن اس قسم کی حکومتیں صرف علویوں کی تھیں اور صفاری حکومت ان دونوں سے مختلف ہے، صفاریوں کو نہ ابتدا میں دولت عباسیہ سے علاقہ رہا اور نہ ایک عرصہ تک انہوں نے عباسیوں کی مخالفت کی، بلکہ یعقوب ہمیشہ اپنے کو خلیفہ کا مطیع ظاہر کرتا رہا، گو بعد میں چل کر جب عباسی عمال اس کے مقاصد میں حائل ہوئے تو یعقوب کو حکومت کا مقابلہ کرنا پڑا، لیکن ابتدا میں عرصہ تک وہ خلیفہ کا مطیع رہا۔

(*) ابن اثیر جلد ۷ ص ۳۱۲۔

(*) ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۰۔

(*) ابن خلکان جلد اول ص ۳۱۲۔

(*) مروج الذهب مسعودی جلد ۷ ص ۵۱۔

عرب زاهد صالح بن نصر کنانی نے بڑا نام پیدا کیا تھا، یعقوب اور اس کا بھائی دونوں حصول مقصد کیلئے اس کے ساتھ ہو گئے، اور یعقوب نے اپنی کارگزاری اور قابلیت سے صالح کے مزاج میں بڑا رسوخ حاصل کر لیا تھا، چند دنوں کے بعد صالح کا انتقال ہو گیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ یعقوب کی صلاحیتوں کو دیکھ کر صالح اپنی زندگی ہی میں اس کو اپنا جانشین بنا گیا تھا، اس لئے اس کے بعد یعقوب نے اس کی جگہ لی، دوسری روایت یہ ہے کہ صالح کے بعد درہم بن حسین اس کا جانشین ہوا، لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد عبداللہ بن طاہر والی خراسان نے اسے پکڑ کے بغداد بھیج دیا، اس کے بعد یعقوب نے جگہ لی۔

یعقوب بڑا عالی دماغ تھا اور اس میں بڑی انتظامی قابلیت تھی، چنانچہ صالح کے بعد اس نے اپنے حسن انتظام اور حسن عمل سے اپنی جماعت میں بڑا اثر پیدا کر لیا، اور چند دنوں میں اس کی مدد سے اس نے جستان سے خارجیوں کو ختم کر کے یہاں اپنی حکومت قائم کر لی، اس کا اصل مقصد اہل عجم کی قوت اور ان کے غلبہ و اقتدار کو توڑنا تھا، اس لئے جستان پر قبضہ کے بعد وہ اپنے کو خلیفہ کا مطیع ظاہر کرتا رہا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت شروع کر دی اور سب سے پہلے خراسان کی طرف جو طاہریوں کے ماتحت تھا، قدم بڑھایا، اور ہرات کا رخ کیا، یہاں کے طاہری حاکم محمد بن ادریس نے مقابلہ کیا، یعقوب نے اسے شکست دے کر ہرات اور بوشنج پر قبضہ کر لیا اور اس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ خود امیر خراسان اور آس پاس کے دوسرے امرا اس سے ڈرنے لگے۔ ❁

کرمان پر قبضہ

ہرات پر قبضہ کے تھوڑے دنوں بعد یعقوب نے ۲۵۵ھ میں کرمان پر بھی قبضہ کر لیا، کرمان طاہری حکومت کے ماتحت تھا، ہرات اور بوشنج پر یعقوب کے قبضہ کے بعد فارس کے حاکم علی بن حسین بن شبیل نے معزز سے درخواست کی کہ طاہریہ کی قوت کمزور پڑ چکی ہے وہ خراسان کے علاقہ کو بھی نہیں سنبھال سکتے، جستان پر یعقوب قابض ہو چکا ہے، اس لئے کرمان میرے متعلق کر دیا جائے۔ علی بن حسین گو بظاہر بارگاہ خلافت کا مطیع تھا، لیکن وہ بھی فارس پر غاصبانہ قابض ہوا تھا، یعقوب کے اظہار اطاعت پر بھی معزز کو اعتماد نہ تھا، اس لئے ان دونوں کے آپس میں ٹکرانے کیلئے اس نے ایک طرف علی بن حسین کی درخواست قبول کر لی دوسری طرف یعقوب کو علیحدہ کرمان کی حکومت کا پروانہ دے دیا۔

چنانچہ علی بن حسین نے اپنی جانب سے طوق بن مفلس کو کرمان بھیجا، یعقوب خود روانہ ہو گیا، اور کرمان سے باہر تھوڑی مسافت پر ٹھہر گیا اور چند دنوں کے بعد طوق کو دھوکے میں مبتلا کرنے کیلئے لوٹ گیا طوق کو اس کی واپسی کی خبر ہوئی تو وہ مطمئن ہو کر عیش و طرب میں مشغول ہو گیا، یعقوب برابر اس کی خبر لیتا رہا، اسے غافل پا کر فوراً کرمان واپس گیا، طوق کی فوج بھی یعقوب کی آمد سے غافل تھی اس لئے وہ مقابلہ نہ کر سکی اور طوق کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئی، اور یعقوب نے اس کو گرفتار کر کے کرمان پر قبضہ کر لیا۔

فارس پر قبضہ

یعقوب تمام عباسی عمال کے خلاف اٹھا تھا اور علی بن حسین والی فارس سے اس کو خاص طور سے پر خاش تھی اور کرمان کے بعد فارس ہی کا نمبر تھا، اس لئے علی بن حسین کو یقین تھا کہ یعقوب کرمان کے بعد اس کی جانب رخ کرے گا، چنانچہ اس نے پہلے ہی شیراز کے باہر ایک درہ کے دہانے پر جس کے ایک جانب پہاڑ اور دوسری جانب نہر تھی اور درمیان میں صرف ایک آدمی کے گزرنے کا راستہ تھا، اپنی فوج لاکر ٹھہرا دی تاکہ یعقوب کسی سمت سے اس پر حملہ آور نہ ہو سکے۔

علی بن حسین کا خیال صحیح نکلا، یعقوب کرمان سے سیدھا شیراز پہنچا اور درہ سے ایک میل کے فاصلہ پر مقیم ہوا، اور علی بن حسین کی فرد گاہ کے نقشہ اور اس کی حالت پر غور کر کے فوج نہر میں اتار دی اور دلیری کے ساتھ اس کو عبور کر کے پار پہنچ گیا، اس کی یہ دلیرانہ جرأت دیکھ کر علی اور اس کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی اور وہ شیراز کی طرف بھاگی، لیکن راستہ نہایت تنگ تھا، دوسری طرف یعقوب کی فوج تھی، اس لئے بھاگنے میں بڑی کشمکش ہوئی، اور کشمکش میں علی گھوڑے سے گر پڑا، اور یعقوب کی فوج نے اس کو بڑھ کر گرفتار کر لیا اور اس کی فوج کا کل سامان یعقوب کے قبضہ میں آ گیا، اور اس نے بڑھ کر شیراز پر قبضہ کر لیا، بعض روایتوں میں اس واقعہ کی یہ صورت بھی ہے کہ علی بن حسین نے شکست کھائی اور زخمی ہو کر گرفتار ہوا، پایہ تخت شیراز پر قبضہ کے بعد پورا فارس زیر نگین ہو گیا علی بن حسین نے رعایا کو لوٹ لوٹ کر دولت جمع کی تھی، یعقوب نے اسے تکلیفیں دے کر یہ ساری دولت نکلوا لی، فارس پر قبضہ کے بعد یعقوب نے خلیفہ کے پاس تحریری اطاعت نامہ اور بہت سے قیمتی ہدیے بھیجے، اس کے بعد یعقوب بستان لوٹ گیا، اور معتز نے فارس میں پھر اپنے عمال مقرر کر دیئے۔

احمد بن طولون

۲۵۴ھ میں مصر میں دولت طولونیہ کی بنیاد پڑی، اس کا بانی احمد بن طولون ؒ ان غلاموں کی ایک روشن مثال ہے جنہیں خلفائے عباسیہ کی پرورش اور تعلیم و تربیت نے غلامی سے تخت فرمانروائی تک پہنچایا، احمد کا باپ طولون ایک ترکی غلام تھا۔ ۲۰۰ھ میں بخارا کے ایک عامل نوح بن اسد سامانی نے اسے مامون کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا۔ ۲۲۰ھ میں سامرا میں اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے احمد رکھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ احمد طولون کا صلیبی لڑکا نہ تھا، بلکہ اس نے اس کو متبنی کیا تھا۔ ❁

احمد کی تعلیم و تربیت نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی تھی، علم حدیث سے اس کو بڑا شغف تھا، طرطوس کے محدثین سے سماع حدیث کے لئے کئی مرتبہ وہاں کا سفر کیا۔ وہ فطرۃً صالح و سعید بھی تھا۔ صلحا و اخیار کی صحبت بہت مرغوب تھی، ان کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوا، اور اپنے فضائل و کمالات کی وجہ سے بڑی شہرت و ناموری حاصل کی، ترکوں کی جماعت میں اس سے زیادہ معزز و ممتاز دوسرا امیر نہ تھا، اس کو بارگاہ خلافت میں اتنا اعتماد و راسوخ حاصل تھا کہ پوشیدہ امور بھی اس سے نہ چھپائے جاتے تھے۔ ❁

اس میں دینی اور دنیاوی تمام اوصاف جمع تھے، ابن خلکان کا بیان ہے کہ احمد میں عدل پروری، فیاضی، شجاعت و بہادری، حسن سیرت، فراست تمام اوصاف جمع تھے وہ جملہ فرائض بذات خود انجام دیتا تھا، رعایا کے حالات معلوم کرتا تھا، شہروں کو بساتا تھا، اہل علم کو بہت دوست رکھتا تھا، اس کا دستر خوان عوام و خواص ہر شخص کیلئے وسیع تھا ایک ہزار دینار روزانہ خیرات کرتا تھا۔ ❁

جب احمد سن رشد کو پہنچا تو عباسی وزیر عبید اللہ بن یحییٰ سے درخواست کر کے اپنا تبادلہ طرطوس کرا لیا، چند دنوں کے بعد اپنی ماں سے ملنے کے لئے سرمن رای واپس ہوا، قافلہ میں ایک شاہی خادم مستعین کی چند فرمائشیں جنہیں اس نے روم سے ہوا کر منگوایا تھا، دار الخلافہ لئے جارہا تھا، اتفاق سے راستہ میں اعراب نے قافلہ والوں کا سامان لوٹ لیا، احمد بن طولون تنہا ان پر لوٹ پڑا اور لوٹا ہوا کل مال ان سے چھین لیا، اس میں مستعین کی فرمائشیں بھی تھیں، اس کے اس کارنامہ کا تمام قافلہ خصوصاً شاہی خادم پر بڑا گہرا اثر پڑا اس نے سرمن رای پہنچ کر فرمائشیں مستعین کے حضور پیش کیں، مستعین نے اسے بہت پسند کیا

❁ احمد بن طولون ترکی غلام زادہ تھا ۲۵۴ھ مطابق ۸۶۸ء میں اس حکومت کی بنیاد پڑی اور ۲۹۲ھ مطابق ۹۰۴ء میں اس کا خاتمہ ہوا، اور اس کا رقبہ حکومت پھر بدستور دولت عباسیہ کا ماتحت علاقہ ہو گیا، اس حکومت کی عمر کل ۳۹ سال تھی، لیکن اس قلیل مدت میں اس نے مصر میں بڑے کارنامے کئے اور اپنی حکومت کے بڑے پائیدار نقش چھوڑے اس کی یادگار جامع طولونیہ آج تک قائم ہے، اس میں کل ۵ فرمانروا ہوئے، احمد بن طولون، خمارویہ بن احمد، جیش بن خمارویہ، ہارون بن خمارویہ اور شیبان بن احمد بن طولون۔

❁ ابن خلکان جلد ۱ ص ۵۵۔ ❁ خط مقررہ جلد ۲ ص ۱۰۴۔ ❁ ابن خلکان ج ۱ ص ۵۵۔

خادم نے ڈاکہ زنی اور احمد کی بہادری کی پوری تفصیل سنائی۔ مستعین سن کر بہت خوش ہوا، اور احمد کو ایک ہزار دینار عطا کئے اور حکم کیا کہ جب وہ آئے تو میرے سامنے پیش کیا جائے، اس تقریب سے مستعین سے اس کا تعارف ہوا چند دنوں میں احمد نے اپنی صلاحیت اور کارگزاری سے مستعین کو اتنا متاثر کیا کہ اس پر انعام و اکرام کی بارش ہونے لگی، اور احمد کے عروج کا آغاز ہوا، اور اہم خدمات اس کے سپرد ہونے لگیں، معز ولی کے بعد جب مستعین واسط بھیجا گیا تو ترکوں نے اس کی نگرانی اور رفاقت کیلئے ابن طولون کو ساتھ کر دیا۔ اس نے مستعین کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا، اس کو کسی قسم کی شکایت نہ پیدا ہونے دی سیر و شکار کی بھی اجازت دے دی اور اپنی نگرانی کے زمانے میں اس نے مستعین کے ساتھ اس کے رتبہ کے خلاف کوئی بات نہیں کی، معز کی مال قبضہ نے ایک مرتبہ ابن طولون کو لکھا کہ اگر وہ مستعین کو قتل کر دے تو اس کے صلہ میں واسط کی حکومت عطا کی جائے گی، لیکن اس نے انکار کر دیا اور ترکوں کو لکھا کہ جس خلیفہ کی اطاعت و بیعت کا طوق میری گردن میں ایک مرتبہ پڑ چکا ہے، اس کو میں قتل نہیں کر سکتا، ان حالات کی وجہ سے اس نے مستعین کے پاس رہنا مناسب نہ سمجھا اور اپنی جگہ احمد بن محمد کو مقرر کر دیا۔ ❁

مصر میں دولت طولونیہ کا قیام

مستعین کے قتل کے بعد جب معز کے ہاتھ میں زمام حکومت آئی تو احمد بن طولون مصر کا حاکم مقرر ہوا، اس کی تفصیلات میں البتہ کسی قدر اختلاف ہے۔ کندی کا بیان ہے کہ ابن طولون سے پہلے مصر کا والی از جور ترکی تھا اور پولیس کا محکمہ بولغیا کے متعلق تھا، ۲۵۴ھ میں جب از جور جج کو چلا گیا تو معز نے ابن طولون کو مصر میں امامت کے منصب پر مامور کیا۔ ❁

لیکن کندی کے علاوہ ابن اثیر، ابن خلدون اور مقریزی وغیرہ کا بیان ہے کہ معز کے عہد میں باکباک یا بابک یا ترک کی کو مصر کی حکومت ملی، مگر وہ دار الخلافہ چھوڑنا نہیں چاہتا تھا، اس لئے ابن طولون کو نائب بنا کر بھیج دیا، فوج بھی اس کے ساتھ کر دی اور رمضان ۲۵۴ھ میں ابن طولون مصر میں داخل ہوا، اس وقت یہاں کے حاکم خراج ابن مدبر کا مصر میں سکھ جما ہوا تھا، ابن طولون نے مصر پہنچ کر اس کا رنگ اکھاڑ دیا، مہندی کے زمانہ میں اسکندریہ کی حکومت بھی اس کے متعلق ہو گئی، اس سے اس کی قوت و عظمت اور دبدبہ اور شکوہ میں بہت اضافہ ہو گیا۔ ❁ اس کے مزید حالات آئندہ آئیں گے۔

❁ مقریزی ج ۲ ص ۱۰۴-۱۰۵ کتاب الولاء کندی ص ۲۱۱-۲۱۲

❁ بعض مؤرخین باکباک اور بعض بابک یا ترک کی کہتے ہیں۔ ❁ ابن اثیر جلد ۷ ص ۶۱ و مقریزی جلد ۲ ص ۱۰۵

وصیف کا قتل

جیسا کہ اوپر بھی ذکر ہو چکا ہے، دولت عباسیہ کے سیاسی انقلاب کی وجہ سے اس کی مالی حالت بہت ابتر ہو گئی تھی، خزانہ بالکل خالی تھا، ملازمین کو کئی کئی مہینوں کی تنخواہیں نہ مل سکی تھیں، چنانچہ ۲۵۲ھ میں فوج کی چار مہینے کی تنخواہ چڑھ چکی تھی، ترکوں، فرغانیوں اور اشروسنیوں نے روپیہ کا مطالبہ کیا، لیکن خزانہ خالی تھا، بغا، وصف اور سیما ترکی نے اس سے اس بارے میں گفتگو کی، وصف نے کہا ہمارے پاس کچھ نہیں ہے، اس جواب پر فوج بگڑ گئی، لیکن بغا نے وقتی طور پر یہ کہہ کر سنبھال لیا کہ اس بارہ میں امیر المؤمنین سے گفتگو کروں گا اور وہ معتز سے استصواب کیلئے سامرا چلا گیا، وصف کے جواب سے فوج بگڑی ہوئی تھی، بغا کے سامرا جانے کے بعد اس نے وصف کو قتل کر دیا اور وصف کے قتل کے بعد اس کا عہدہ بغا کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ ❁

معتز اور بغا میں کشیدگی اور بغا کا قتل

بغا اور معتز کے تعلقات پہلے سے کشیدہ تھے، وصف کے قتل سے یہ کشیدگی اور بڑھ گئی اور بغا کی جانب سے اس کو اپنے متعلق خطرہ پیدا ہو گیا اس لئے اس نے بغا کی قوت توڑنے اور اس کے مقابلہ میں تقویت حاصل کرنے کیلئے اس کے حریف ترکی امیر باکباک کو بڑھانا شروع کر دیا۔ ❁

یہ چیز بغا کو کھٹکی، لیکن بغا اس وقت مستقر خلافت سرمن رای میں تھا جہاں وہ معتز کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا، اس لئے معتز کو بغداد لے جانے کیلئے زور ڈالا، مگر وہ آمادہ نہ ہوا۔

اتفاق سے اسی دوران میں بغا اپنی لڑکی کی شادی میں مشغول ہو گیا اور معتز موقع پا کر باکباک کے پاس کرخ سامرا چلا گیا، پھر یہاں سے جوسق میں منتقل ہو کر بغا کی گرفت سے آزاد ہو گیا، اس کو اس کی خبر ہوئی تو بہت پیچ و تاب کھایا، اور معتز پر حملہ کرنے کے منصوبے کرنے لگا، مگر اس میں بھی ناکامی ہوئی، اس لئے وہ خفیہ بغداد نکل گیا، رات کے وقت وہاں پہنچا، پل کے پہرہ داروں کو شبہ ہوا انہوں نے گرفتار کر لیا، بغا نے انہیں بہت لالچ دیا مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور معتز کو اطلاع کر دی اس نے اسے قتل کر دیا۔ ❁

❁ یعقوبی جلد ۲ ص ۶۱۳ و طبری جلد ۲ ص ۱۶۸۸-۱۶۸۷

❁ ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۹۳

❁ ابن اثیر جلد ۷ ص ۶۰-۶۱

وزارت

معزز کا پہلا وزیر ابو الفضل جعفر بن محمود اسکانی تھا، یہ علم و ادب سے بیگانہ تھا، لیکن جو دو کرم سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رکھا تھا، ترکوں کی ایک جماعت اس کے موافق تھی اور ایک مخالف، ایک فساد کے سلسلے میں معزول کیا گیا، دوسرا وزیر ابو عیسیٰ بن فرغان شاہ تھا، اس میں بھی کوئی خاص وصف نہ تھا، لیکن فیاضی اور سیر چشمی اس میں بھی تھی۔

تیسرا وزیر ابو جعفر احمد بن اسرائیل انباری تھا۔ یہ بڑا ذہین اور بڑا ماہر کا تب تھا، اس کی قوت حافظہ اتنی زبردست تھی کہ دولت عباسیہ کے مدخل و مخارج کا پورا حساب اپنے دماغ میں محفوظ رکھتا تھا، ایک مرتبہ دفتر سے حساب کا ایک کاغذ ضائع ہو گیا، اس نے اپنی یادداشت سے اسے مکمل کر دیا، اتفاق سے پھر گمشدہ کاغذ مل گیا تو اس میں اور اس کی زبانی یادداشت میں سرمو فرق نہ نکلا، ترکوں کو اس سے مخالفت ہو گئی، انہوں نے اس کو پکڑ کر مارا، اور اس کا مال ضبط کر لیا، معزز اور اس کی ماں نے صالح بن وصیف ترکی سے اس کی بہت سفارش کی، مگر ترکوں نے نہ سنی اور اس کو قید کر دیا اور مہندی کے زمانہ میں قید میں ہی مار ڈالا گیا۔ احمد بن اسرائیل کے بعد پھر دوبارہ جعفر بن محمود اسکانی وزیر ہوا اور آخر تک رہا۔

ترکوں کی بغاوت اور معزز کی معزولی

۲۵۵ھ میں تنخواہ کیلئے پھر فوج میں شورش پیدا ہوئی، ابن وصیف نے معزز سے کہا کہ خزانہ کا کل روپیہ وزرا اور کتاب لے گئے اور خزانہ بالکل خالی ہے، وزیر احمد بن اسرائیل نے اس کا نہایت سخت جواب دیا، اس پر دونوں میں جنگ ہو گئی، صالح نے احمد بن اسرائیل اور اس کے ساتھ حسن بن مخلد اور نوح بن ابراہیم کو جن کا تعلق شعبہ مال سے تھا، گرفتار کر کے قید کر دیا، معزز نے احمد بن اسرائیل کی رہائی کیلئے سفارش کی۔ لیکن صالح نے شنوائی نہ کی۔

ترکوں نے جب دیکھا کہ پوری تنخواہ نہیں مل سکتی تو انہوں نے کہا کہ اگر اس وقت ان کو پچاس ہزار دینار بھی دے دیئے جائیں تو وہ اس پر قناعت کر لیں گے، لیکن معزز کے پاس ایک حبہ نہ تھا، اس لئے وہ اتنا مطالبہ بھی پورا نہ کر سکا، فوج بغا کے قتل سے پہلے سے برہم تھی اس لئے تنخواہ سے مایوس ہو کر

قصر سلطانی پر حملہ کر دیا اور معتر کو محل سے باہر بلا بھیجا، اس نے کہلا دیا کہ اس وقت میں نے دو اپنی ہے اس لئے باہر نہیں آ سکتا، اگر کوئی ضروری کام ہو تو تم میں سے کوئی آدمی خود اندر چلا آئے، یہ سن کر سب کے سب محل میں گھس گئے اور معتر کو پکڑ کر اس کو پیٹتے ہوئے باہر گھسیٹ لائے اور اتنا مارا کہ اس کی قمیص کے پرزے اڑ گئے اور تپتی ہوئی زمین پر ننگے پاؤں کھڑا کر دیا، وہ تپش سے ایک پاؤں اٹھاتا تھا ایک رکھتا تھا اور وحشی ترک برابر طمانچے مارتے جاتے تھے، خلیفہ وقت کو اس طرح ذلیل و رسوا کرنے کے بعد قاضی ابوالشوارب اور گواہوں کے رو برو اسے معزول کر کے ایک سنگ دل ترک کے حوالہ کر دیا، اس نے سزا کا سلسلہ جاری رکھا اور کھانا پینا بند کر دیا۔ ❁

معتر کی ماں قبیحہ بڑی دولت مند تھی، اس کے پاس بے شمار دولت تھی اگر وہ چاہتی تو روپیہ دے کر معتر کی جان بچا سکتی تھی لیکن وہ دولت کی بڑی حریص تھی، اس لئے معتر کی گرفتاری کے وقت وہ روپوش ہو گئی، اس کے انجام کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

دست برداری

معتر کو معزول کرنے کے بعد باغی ترک محمد بن واثق کو جسے معتر نے بغداد میں نظر بند کر رکھا تھا، نکال کر سامرا لائے، اس کے آنے کے بعد معتر جان و مال کی امان لے کر جب ۲۵۵ھ میں باقاعدہ دست بردار ہو گیا اور ترکوں نے محمد بن واثق کو خلیفہ بنایا، معتر کی مدت خلافت ۴ سال ۸ مہینے چند دن تھی۔

صفات معتر

معتر نہایت فصیح و بلیغ اور زبان آور خطیب تھا، ابن اثیر نے اس کی ایک تقریر نقل کی ہے، جو فصاحت و بلاغت اور زور بیان کا اچھا نمونہ ہے، مزاج میں امارت اور نفاست کی شان زیادہ تھی، پہلے خلفا کے ساز میں چاندی کا تھوڑا سا کام ہوتا تھا، لیکن معتر کی سواری کا ساز خالص طلائی ہوتا تھا۔ ❁ بیعت خلافت کی تاریخ سے لے کر دست برداری تک ایک دن بھی اسے ترکوں کی ذات سے چین و سکون میسر نہ ہوا، جب تک بغا زندہ رہا، معتر کا خواب و خور حرام تھا، بغا کے خوف سے نہ وہ میٹھی نیند سوتا تھا اور نہ شبانہ روز میں کسی وقت ہتھیار اتارتا تھا اور کہتا تھا کہ جب تک میرا بغا کا سر نہ چلا جائے اس وقت تک اسی حالت میں رہوں گا، اس پر بغا کا خوف اتنا غالب تھا کہ کہتا تھا کہ

مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ بغا مجھ پر آسمان سے نازل نہ ہو جائے، یا زمین پھاڑ کر میرے سامنے نہ نکل آئے۔ اس کا پورا زمانہ شورش اور انقلابات میں گزرا اور حکومت کی طرف توجہ کرنے کی مطلق فرصت نہ ملی۔

حلیہ

صورۃ نہایت حسین و جمیل تھا۔



ابو عبد اللہ محمد بن واثق المقلب بہ مہدی باللہ

(۲۵۵ھ تا ۲۵۶ھ مطابق ۸۶۹ء تا ۸۷۰ء)

معتر کو معزول کرنے کے بعد ترکوں نے واثق کے لڑکے مہدی کے سامنے تاج و تخت پیش کیا اس نے کہا جب تک وہ معتر سے مل کر اس سے گفتگو نہ کر لے گا، اس وقت تک وہ خلافت نہ قبول کرے گا اس لئے ترکوں نے معتر کو لا کر حاضر کیا، اس وقت اس کے بدن پر ایک میلا کرتا اور سر پر ایک رومال تھا، اس حال میں دیکھ کر مہدی دوڑ کر اس کے گلے سے لپٹ گیا اور پوچھا بھائی کیا حال ہے؟ معتر نے جواب دیا کہ اب مجھ میں یہ بار اٹھانے کی طاقت اور اہلیت نہیں ہے۔ مہدی نے اس کے اور ترکوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کی لیکن معتر نے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھ کو اس کی ضرورت ہے اور نہ ترک اس پر آمادہ ہوں گے۔ مہدی نے کہا پھر مجھے اپنی بیعت فسخ کرنے کی اجازت دیجئے۔ معتر نے اجازت دے دی، اجازت لینے کے بعد مہدی نے خلافت قبول کر لی اور جب ۲۵۵ھ میں تخت نشین ہوا اور معتر پھر قید خانہ میں واپس کر دیا گیا۔ ❁

ترکوں کو معتر سے اتنی شدید عداوت تھی کہ تین دن کے بعد اس کو ایک تہہ خانہ میں چنوا دیا اور وہ غریب اسی میں گھٹ کر مر گیا۔

بغداد میں مخالفت

سامرا میں بیعت کے بعد مہدی نے بغداد کے پولیس افسر سلیمان بن عبد اللہ کے پاس اہل بغداد سے اپنی بیعت لئے جانے کا حکم بھیجا، اس نے سب سے پہلے شاہی خاندان کے ایک رکن امیر ابوالاحمد کو جن کی طرف سے مخالفت کا خطرہ ہو سکتا تھا بلا کر اپنے پاس روک لیا۔

سامرا میں اتنا بڑا انقلاب ہو گیا تھا، لیکن اہل بغداد کو اب تک اس کی خبر نہ تھی، مگر اس سے پہلے کی شورش و ہنگاموں سے وہ واقف تھے، اس لئے ابوالاحمد کی طلبی پر انہیں شبہ ہوا، اور انہوں نے سلیمان کے مکان پر ہجوم کر دیا، اس نے یہ کہہ کر انہیں اطمینان دلایا کہ سامرا کی کوئی خبر یہاں نہیں آئی ہے جس سے معتر کے حالات معلوم ہو سکیں، اس لئے بغدادی لوٹ گئے، اس کے دوسرے دن جمعہ کو پھر جمع ہوئے، لیکن خطبہ میں معتر کا نام سن کر پھر لوٹ گئے، مگر ان کے دل میں شبہ تھا، اس لئے تیسرے دن پھر سلیمان کے گھر پر حملہ کر دیا اور اس سے ابوالاحمد کے دکھانے کا مطالبہ کیا اس نے دکھا دیا اور اس کی

❁ مردج الذہب جلد ۷ ص ۳۹۹۔

حفاظت کا پورا اطمینان دلا کر واپس کر دیا۔

بغدادی فوج بھی روپیہ کی خواہاں تھی اس لئے امیر یار جوخ مہندی کی جانب سے بیس ہزار اشرفیاں لے کر اسے دینے کے لئے آیا، اہل بغداد کو اس کی خبر ملی تو وہ اس پر حملہ کرنے کیلئے نکلے لیکن یار جوخ براون چلا گیا اور دار الحکومت سے مزید روپیہ منگوا کر بغدادیوں میں بھی تقسیم کیا، اس سے یہ لوگ ٹھنڈے پڑ گئے اور شعبان ۲۵۵ھ میں بغداد میں بھی مہندی کی بیعت ہو گئی اس ہنگامہ میں سلیمان کے گھر کی مدافعت میں کچھ لوگ مارے گئے، کچھ دجلہ میں ڈوبے اور کچھ زخمی ہوئے، مگر زیادہ کشت و خون کی نوبت نہ آئی اور ایک اٹھتا ہوا فتنہ روپیہ کے زور سے دب گیا۔ ❀

قیبحہ کی جلا وطنی

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ معتر کی گرفتاری کے بعد اس کی ماں قیبحہ اپنی دولت کو بچانے کیلئے روپوش ہو گئی تھی، اس کی دولت و ثروت کا عام شہرہ تھا، اس لئے معتر کے قتل کے بعد اس کی تلاش شروع ہوئی، لیکن پتہ نہ چل سکا، مگر زیادہ دنوں تک وہ چھپی نہ رہ سکتی تھی، اگر وہ تلاش کر کے نکالی جاتی تو اس کے ساتھ اور برا سلوک کیا جاتا، اس لئے وہ خود نکل آئی اور کل دولت صالح بن وصیف کے حوالہ کر دی، ابن اثیر کا بیان ہے کہ پہلے پانچ لاکھ دینار سرخ بھیجے اس کے بعد اصل خزانہ کا جس میں اٹھارہ لاکھ اشرفیاں تھیں پتہ چلا، نقد کے علاوہ بیش قیمت جواہرات تھے، ان میں ایک زمر داتا بڑا تھا کہ اس زمانہ میں اس قد کا دوسرا زمر نہ تھا، ایک صندوقچے میں بڑے بڑے موتی تھے، اس کے علاوہ یاقوت اور دوسرے مختلف جواہرات تھے۔ جس وقت صالح کے پاس یہ دولت پہنچی تو اس نے کہا ”اس بڑھیا کے پاس اتنی دولت موجود تھی اور صرف پچاس ہزار دینار کیلئے اس نے اپنے لڑکے کی جان لی“ اور کل دولت پر قبضہ کر کے اس کو جلا وطن کر دیا۔ ❀

مہندی کے مبارک ارادے

مہندی بڑا عاقل، مدبر، عاقبت اندیش، عدل پرور اور عابد و زاہد خلیفہ تھا، اس نے چاہا کہ ترکوں کے اقتدار اور گزشتہ انقلابات کی وجہ سے حکومت کے نظام میں جو ابتری پیدا ہو گئی تھی، اسے دور کر کے دوبارہ اس کی شان و شوکت قائم کر دے، لیکن حکومت میں خود غرض امر کا مجمع تھا، انہیں ذاتی مفاد کے سوا حکومت کی فلاح و بہبود سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ اس لئے اس کی تمام کوششیں رایگاں گئیں اور اس کو سلطنت اور جان دونوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔

❀ طبری جلد ۱۳ ص ۱۷۱، ۱۷۱، ۱۷۱۔ ❀ ابن اثیر جلد ۷ ص ۶۵۔

مسادر خارجی

معزز کے حالات میں مسادر خارجی کی کامیابی اور اس کی بڑھتی ہوئی قوت کا حال گذر چکا ہے۔ معزز کے دور کے انقلابات کی وجہ سے حکومت کو اس کی جانب توجہ کرنے کا موقع نہ مل سکا تھا، اس لئے اس کی قوت اور بڑھ گئی اور ۲۵۵ھ میں وہ موصل کی طرف بڑھا، یہاں کے عامل عبداللہ بن سلیمان میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اور اہل موصل بھی عبداللہ کے خلاف تھے، اس لئے وہ روپوش ہو گیا اور مسادر بغیر جنگ و جدال کے موصل میں داخل ہو گیا، نہ اہل موصل نے کوئی مزاحمت کی نہ اس نے کسی کو چھیڑا، البتہ عبداللہ بن سلیمان کا گھروٹ کر جلا دیا گیا، موصل پر قبضہ کرنے کے بعد وہ حدیث چلا گیا، اسی زمانہ میں مسادر اور اس کی جماعت کے ایک ممتاز آدمی عبیدہ کے درمیان ایک مذہبی مسئلہ میں اختلاف ہو گیا اور اتنا بڑھا کہ عبیدہ اپنی جماعت الگ بنا کر مسادر کے مقابلہ میں آ گیا لیکن مارا گیا، موصل پر قبضہ کے بعد مسادر نے عراق کی آمدنی دار الخلافہ جانے سے روک دی تھی، اور حکومت کو فوج کی تنخواہ دینے میں دشواری پیش آرہی تھی، اس لئے ترکوں کو مسادر کی طرف متوجہ ہونا پڑا، چنانچہ موسیٰ بن بغا، بکمال اور دوسرے فوجی افسر اس کے مقابلہ کے لئے نکلے، لیکن پھر لوٹ گئے۔ ❊

صاحب الزنج کا خروج

مہندی کے زمانہ میں سب سے بڑی اور انقلاب انگیز شورش زنگیوں نے کی جس سے سارے عراق میں ایک قیامت برپا ہو گئی، ایک شخص علی بن عبدالرحیم حبشی غلاموں کو لے کر اٹھ کھڑا ہوا اور مسلمانوں پر اتنے مظالم ڈھائے کہ ساری دنیائے اسلام چیخ اٹھی، یہ قبیلہ بنی عبد قیس کا معمولی آدمی تھا، اور ابتدا میں مختصر کے درباریوں کی مصاحبت کیا کرتا تھا، دولت عباسیہ کی کمزوری اور اندرونی انقلابات کو دیکھ کر اسے قسمت آزمائی کا حوصلہ پیدا ہوا، اس زمانہ میں سب سے چلتا ہوا جادو علوی دعوت کا تھا۔ بحرین شیعہ علی کا مرکز تھا، اس لئے علی بن عبدالرحیم بحرین پہنچا اور اپنے کو علوی مشہور کر کے علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے لباس میں ظاہر کیا، ❊ لطف یہ ہے کہ دعویٰ تو علویت کا تھا اور عقائد خارجیوں کے تھے۔ ❊ کبھی عباسیت کا بھی مدعی بن جاتا تھا، اس زمانہ میں غلام زیادہ تر حبشی ہوا کرتے تھے اور ان کی تعداد ہزاروں بلکہ لاکھوں تھی، علی نے انہیں اپنے ساتھ ملانے کیلئے اعلان کر دیا کہ جو غلام اپنے آقا کو چھوڑ کر اس کے پاس چلا آئے گا وہ

❊ ابن اثیر جلد ۷ ص ۶۷ سے ۷۴ ابن اثیر نے عبیدہ اور مسادر کی جنگ ۲۵۷ھ میں لکھی ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

❊ ابوالفتح جلد ۲ ص ۴۶ ❊ مسعودی جلد ۸ ص ۳۱

آزاد ہے، اس تدبیر سے ہزاروں حبشی غلام اس کے ساتھ ہو گئے، ان کی نسبت سے وہ ”صاحب الزنج“ کہلانے لگا۔

اس کی قوت دیکھ کر بہت سے شورش پسند عوام بھی اس کے ساتھ ہو گئے اور وہ عباسی حکومت کے مقابلہ میں اُنھ کھڑا ہوا اور عراق بھر میں تاخت و تاراج شروع کر دی، خصوصاً بحرین، بصرہ، ابلہ اور کربلا میں حبشیوں نے آفت پکڑ دی، بصرہ پر ان کا عارضی قبضہ بھی ہو گیا تھا، صاحب الزنج جس طرف رخ کر دیتا تھا کسی کو اس کے مقابلے میں نکلنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، چنانچہ وہ ہمیشہ حکومت کی فوجوں کے مقابلے میں کامیاب ہوا، شاز و نادر ہی کبھی شکست کھائی، اس کے مقابلہ کے لیے فوجوں پر فوجیں جاتی تھیں مگر ناکام رہتی تھیں، اس لئے کامل ۱۲، ۱۵ سال تک صاحب الزنج آفت پکڑے رہا، معتمد کے عہد ۲۷۰ھ میں بڑی دشواریوں کے بعد قتل کیا گیا اور اس کی شورش کا خاتمہ ہوا، اس کی تفصیل معتمد کے عہد کے حالات میں آئے گی۔

طبرستان سے موسیٰ کی واپسی

معزز کے آخری زمانہ میں امیر بغا کا لڑکا موسیٰ رے میں تھا اور معتز کے حکم سے امیر مفلح، حسن بن زید علوی کے مقابلہ میں مشغول تھا، جب دار الخلافہ کے انقلاب میں آثار رونما ہوئے تو معتز کی ماں نے موسیٰ کو بلا بھیجا، لیکن اس کی واپسی سے پہلے ہی معتز کی معزولی اور مہندی کی خلافت کے تمام مراحل ختم ہو گئے تھے اور موسیٰ کی فوج کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ امیر صالح ابن وصیف نے کاتبوں سے بہت بڑی رقم وصول کی ہے، اس لئے انہیں حسد پیدا ہوا اور انہوں نے موسیٰ کو جلد سامرا پہنچنے پر مجبور کیا، چنانچہ وہ طبرستان سے سامرا روانہ ہو گیا، صالح کو اس کی خبر ہوئی تو اسے اپنی جان کا خطرہ پیدا ہوا۔

اس نے مہندی کو یقین دلایا کہ موسیٰ کی واپسی میں بڑے خطرات ہیں، اس لئے مہندی نے موسیٰ کو راستہ ہی سے اس کے مستقر پر واپس جانے کا حکم دیا، لیکن موالی کے اصرار کے وجہ سے وہ نہ رکا، مہندی نے دوبارہ ہاشمیوں کو بھیجا، انہوں نے جا کر موسیٰ کو سمجھایا کہ دار الخلافہ میں مزید فوج کا خرچ اٹھانے کی طاقت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ تہارے طبرستان چھوڑنے سے وہاں علویوں کے قبضہ کا اندیشہ ہے، اس لئے لوٹ جاؤ، اس کے سمجھانے پر موالی اس پر لوٹ پڑے، ان کی ضد دیکھ کر موسیٰ نے سفر جاری رکھا اور مہندی کو معذرت لکھ بھیجی کہ موالی کسی طرح واپسی پر رضامند نہیں ہیں، اگر میں اپنے مستقر پر واپس جانے کا ارادہ کروں تو وہ مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ خود آپ کے آدمی ان کی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ گئے ہیں۔ ❁

❁ ابن اثیر جلد ۷ ص ۶۷۔

جوسق سامرا میں موسیٰ کا داخلہ اور مہندی کا اخراج

محرم ۲۵۶ھ میں موسیٰ مع فوج کے سامرا میں داخل ہوا یہ دن دادرسی کا تھا، مہندی جوسق میں رعایا کی شکایتیں سن رہا تھا، یہیں اس کو موسیٰ کی آمد کی اطلاع ملی، اس نے اس کو کھل ہی میں بلالیا، موسیٰ مع خدم و حشم کے جوسق میں داخل ہوا، اور واپسی کے مسئلہ پر دونوں میں گفتگو ہوتی رہی، موالی کو یہ شبہ ہوا کہ مہندی عمداً گفتگو کو اس لئے طول دے رہا ہے کہ اس درمیان میں وصیف فوج لے کر آجائے اور ہم لوگ مجبور ہو جائیں، اس لئے انہوں نے مہندی کو جوسق سے امیر یا جور کے گھر میں منتقل کر دیا اور جوسق کا سامان لوٹ لیا گیا، موالی کی شورش دیکھ کر مہندی نے موسیٰ سے کہا کہ تم لوگوں کی یہ جسارت؟ خدا کا خوف کرو، اس نے اطمینان دلایا کہ آپ مطمئن رہئے ہم جو کچھ کر رہے ہیں سب آپ کی بھلائی کیلئے کر رہے ہیں، ہماری جانب سے آپ کی ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ صالح کو ان لوگوں پر دست درازی کا موقع نہ دے گا اور ان کے ساتھ ظاہر و باطن یکساں رکھے گا، اس عہد و پیمان کے بعد سب نے تجدید بیعت کی اور مہندی نے ملک کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے کر مغز کے خون بے گناہی کا انتقام لینے کیلئے صالح کو طلب کر لیا، وہ موالی کے خوف سے روپوش ہو گیا تھا۔ ❀

ایک مشکوک خط اور مہندی کے عزل کا مشورہ

اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد امیر سیما شرابی نے ایک خط مہندی کے حضور میں پیش کیا اور کہا اسے ایک عورت دے کر غائب ہوگئی اور پھر اس کا پتہ نہ چلا، اس کی شان خط اور مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ صالح کا خط ہے۔ مضمون یہ تھا کہ ”اتنا مال مجھے ملا اور میں اپنی جان کے خوف سے اور فتنہ کو دبانے کے لیے روپوش ہو گیا ہوں۔“ خط دیکھنے کے بعد مہندی نے ترک موالی اور صالح میں مصالحت کرانے کی کوشش کی، اس پر ان کو شک ہوا کہ مہندی صالح کی حمایت کرنا چاہتا ہے اور اسے اس کا پتہ معلوم ہے، اس سے ان کو مہندی سے بدگمانی پیدا ہوگئی اور دوسرے دن ترکوں نے جوسق میں جمع ہو کر مہندی کو تخت سے اتارنے کا فیصلہ کیا، امیر باکیال نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اگر تم لوگوں نے اس قسم کا کوئی ارادہ کیا تو میں تمہارا ساتھ چھوڑ کر خراسان چلا جاؤں گا۔ ❀

مہندی کی دلیرانہ تقریر

مہندی کو اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے صاف کپڑے پہنے خوشبو لگائی اور تلوار گلے میں ڈال کر نکلا اور ترکوں کو مخاطب کر کے یہ پر جوش تقریر کی ”مجھے مستعین اور معزز نہ سمجھنا“ میں موت کیلئے تیار ہو کر آیا ہوں، جب تک میری تلوار کا قبضہ میرے ہاتھ میں ہے اس وقت تک وہ تمہارے سروں پر چمکتی رہے گی، یاد رکھو اگر میرا ایک بال بھی گرا تو اس کے بدلے میں تمہارا پورا گردہ برباد کر دیا جائے گا۔ کیا مذہب، حیا اور خوف دنیا میں باقی نہیں رہ گیا، خلفا اور اللہ کے ساتھ تمہاری یہ مخالفت تمہارا یہ اقدام اور تمہاری یہ جسارت کب تک قائم رہے گی، خلیفہ خواہ تمہارا خیر خواہ ہو یا بد خواہ تمہاری جسارت دونوں کے ساتھ یکساں رہتی ہے، اگر تمہیں یہ خیال ہے کہ تمہاری ذات سے مجھ کو کوئی دنیاوی فائدہ پہنچتا ہے تو مجھے بتاؤ کہ تمہاری دنیا سے مجھے کیا ملے، باکیال! تمہیں معلوم ہوگا کہ تمہارے متوسلین میرے بھائیوں اور میری اولاد سے زیادہ دولت مند اور فارغ البال ہیں، اگر تم اس کا ثبوت چاہتے ہو تو جاؤ تم ان کے گھروں کا جائزہ لو، دیکھو تم کو وہاں فرش و فرش، لونڈی غلام، خدم و حشم، جاگیر اور ادنیٰ میں سے کوئی چیز بھی تمہارے برابر نظر آتی ہے؟ اس کے باوجود بھی تم سمجھتے ہو کہ میں صالح کو جانتا ہوں اور نہیں بتاتا، صالح میں کوئی خصوصیت نہیں ہے، وہ بھی تم لوگوں کی طرح میرا ادنیٰ غلام ہے۔ جب اس کے متعلق تمہاری رائے خراب ہے تو میں اس کے ساتھ کس طرح رہ سکتا ہوں، لیکن میں صلح کی رائے ضرور دوں گا، کیونکہ صلح تمہاری قوم کیلئے زیادہ مفید ہے، لیکن اگر اس کے بعد بھی تمہیں اپنے مطالبہ پر اصرار ہے تو تم اپنی رائے میں آزاد ہو خوشی سے اس کو تلاش کرو، اور اپنی تشفی کیلئے اس کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہو کرو، البتہ اس کا میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے صالح کا کوئی علم نہیں ہے، ترکوں نے قسم لینی چاہی، مہندی نے کہا مجھے قسم کھانے سے انکار نہیں ہے، لیکن کل جمعہ میں بنو ہاشم، قضاۃ، حکام اور عہدیداران کے سامنے قسم کھاؤں گا۔ اس کے بعد اس نے باکیال اور محمد بن بغا سے کہا کہ صالح نے کاتبوں اور معتز کی ماں کی جو دولت بھی لی ہے وہ تمہاری موجودگی میں لی ہے اور اگر اس نے لی ہے تو تم بھی اس سے بری نہیں ہو، اس گفتگو کے بعد ترک لوٹ گئے، لیکن باکیال اور محمد بن بغا کے دل میں بھی مہندی کے ساتھ کدورت پیدا ہو گئی اور ان سب نے مل کر اس کو معزول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ❁

مہندی کے عزل کا فیصلہ، عوام کا جوش اور اصطلاحات کا فیصلہ

لیکن اس کو عمل میں لانے کیلئے مختلف مشکلات تھیں، سب سے بڑھ کر روپے کی قلت حائل تھی، اس لئے چند دنوں تک وہ لوگ خاموش رہے، اتفاق سے اسی دوران میں فارس کے خراج کی کئی لاکھ کی

تم آگئی، اس لئے ترکوں کو اپنا ارادہ پورا کرنے کا موقع مل گیا، عام رعایا کو اس کی خبر ہوئی تو ان میں بڑا جوش پیدا ہو گیا، اور انہوں نے مہندی کی حمایت و امداد کیلئے اشتہارات تقسیم کئے۔ دور اور کرخ کے مولیٰ مہندی کی معزولی کے سلسلہ میں ترکی امرا کے مخالف تھے۔ انہوں نے اس کے بھائی عبداللہ کو بلا کر اپنی اطاعت کا یقین دلایا اور کہا کہ ہم امیر المؤمنین کے لئے اپنا خون بہا دیں گے، لیکن ہماری بھی یہ شکایت ہے کہ فوجی مصارف کی جاگیریں اور زیادات و رسوم کی تمام آمدنیاں فوجی افسروں کے تصرف میں ہیں اور ہماری تنخواہیں تک دیر میں ملتی ہیں اور اس کو لکھ کر عبداللہ کے ذریعے مہندی کے پاس بھیج دیا گیا۔

مطالبات کی منظوری

مہندی نے اپنے دست و قدم سے یہ جواب لکھا کہ ”مجھ کو تمہاری تحریر ملی۔ تمہاری اطاعت شعاری سے مجھ کو مسرت ہوئی، اللہ تم کو اس کی جزا دے، تم نے اپنی جو شکایتیں پیش کی ہیں، ان سے مجھ کو اپنی ہمدردی ہے، اللہ کی قسم میں یہاں تک آمادہ ہوں کہ مجھ کو اور میری اولاد کو کھانے کیلئے صرف قوت نامیوت اور پینے کے لئے بقدر ستر پوشی کپڑا مل جایا کرے، لیکن تم لوگ مطمئن رہو، میرے پاس جتنا مان آتا ہے وہ تم لوگوں کو معلوم ہے، جاگیروں کے معاملہ میں غور کروں گا اور ان کو تمہارے مصرف میں لانے کی کوشش کروں گا۔“

یہ تحریر پڑھ کر ان کو اطمینان ہو گیا اور انہوں نے اس کے جواب میں حسب ذیل عرضداشت بھیجی کہ ”جس امور مملکت امیر المؤمنین کے سامنے پیش کئے جایا کریں اور اس میں کوئی شخص مزاحم نہ ہو اور فوج کے رسوم مستعین کے زمانہ کے مطابق کر دیئے جائیں اور وہ امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضری کا ارادہ رکھتے ہیں، جو شخص اس بارے میں امیر المؤمنین سے مزاحمت کرے گا، اس کا سر قلم کر دیا جائے گا اور اگر امیر المؤمنین کے سر سے ایک بال بھی گرا تو باکیال، موسیٰ بن بغا اور باجور سارے امرا قتل کر دیئے جائیں گے۔“

مہندی کا بھائی عبداللہ یہ تحریر لے کر ایسے وقت پہنچا جب مہندی عدالت کر رہا تھا، اور تمام ارکان دولت موجود تھے، جن میں موسیٰ بن بغا بھی موجود تھا، ان کے سامنے عبداللہ نے تحریر پڑھ کر سنائی، مہندی نے یہ تمام مطالبات منظور کر لئے اور اس کی تحریری منظوری لکھ کر عبداللہ کے حوالہ کر دی، اس نے باکیال، موسیٰ بن بغا اور محمد بن بغا سے کہا کہ ”تم لوگ فوج سے معذرت کیلئے اپنے نمائندے میرے ساتھ کر دو“ اس وقت فوج ان سب سے برہم اور مہندی کی حمایت میں تھی، اس لئے انہیں چارو ناچار اپنے نمائندے

ساتھ کرنے پڑے، عبد اللہ نے مہندی کی منظوری کا پروانہ لے جا کر فوج کے حوالے کر دیا اور اس سے کہا کہ فوجی افسروں کے قاصدم سے معذرت کے لئے میرے ساتھ آئے ہیں ان کی جانب سے تم کو جو شکایت ہو اس کی یہ لوگ معذرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم لوگ ہمارے ہم قوم اور ہمارے بھائی ہو۔ اس کے بعد فوج نے چند مطالبے اور پیش کئے جن میں زیادہ اہم یہ تھے کہ فوجی جاگیریں فوجی افسروں کے ہاتھوں سے نکال کر فوجی مصارف میں صرف کی جائیں، فوج کا شعبہ مہندی کے بھائی یا کسی اور ایسے شخص کے ماتحت کر دیا جائے جو موالی میں سے نہ ہو، صالح بن وصیف اور موسیٰ بن بغا کی دولت کا محاسبہ کیا جائے اور فوجی رسوم مستعین کے عہد کے مطابق کر دیئے جائیں۔ مہندی کے پاس درخواست بھیجنے کے ساتھ ہی ترکی افسروں کو بھی اس کی اطلاع دے دی اور انہیں فہمائش کر دی کہ اگر انہوں نے ان مطالبات کی منظوری میں کوئی رکاوٹ پیدا کی تو اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا اور اگر امیر المؤمنین کو کاٹنا بھی چہا تو تمام افسروں کے سر قلم کر دیئے جائیں گے اور جب تک صالح برآمد نہ کیا جائے گا اور اس کے اور موسیٰ بن بغا کے مال کی تلاشی نہ لی جائے گی اس وقت تک ان کو اطمینان نہ ہوگا۔

مہندی نے ان مطالبات کی بھی منظوری لکھ کر اپنے بھائی کے ہاتھ بھجوا دی۔ موقع کی نزاست کی وجہ سے موسیٰ بن بغا کو بھی تائید کرنی پڑی۔ اس نے وعدہ کیا کہ صالح برآمد کیا جائے گا اور اس کی جانب سے ان لوگوں کے خلاف منشا کسی بات کا ظہور نہ ہوگا۔ ان دونوں تحریروں کے پڑھنے کے بعد فوج نے آخری جواب دوسرے دن دینے کا وعدہ کیا۔ ❁

فوج میں اختلاف

ان کے وعدے کے مطابق دوسرے دن مہندی کا بھائی ابوالقاسم عبد اللہ جواب لینے کے لیے گیا، لیکن کوئی متفقہ جواب نہ ملا۔ ہر شخص اپنی جیسی کہتا تھا۔ یہ صورت دیکھ کر عبد اللہ لوٹ گیا۔ اس کے دوسرے دن مہندی نے پھر عبد اللہ اور موسیٰ بن بغا کو بھیجا۔ انہوں نے جا کر دوبارہ مطالبات کی منظوری کی توثیق کی، لیکن اب فوج کا رنگ بدل گیا تھا۔ کہاں وہ ترکی افسروں خصوصاً صالح کے خلاف ہو رہے تھے کہاں خود انہوں نے یہ مطالبہ کیا کہ موسیٰ کو بغا کیس کی جگہ مقرر کیا جائے اور صالح کو اس کے باپ کی جگہ دی جائے اور فوج کا شعبہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے بدستور رہنے دیا جائے ان کی تنخواہیں دنی جائیں۔ البتہ وصیف کے برآمد کرنے کا مطالبہ قائم رہا، لیکن ان مطالبات پر بھی سب متفق نہ تھے۔ آپس میں اختلاف تھا، غرض کوئی بات طے نہ ہو سکی اور سب نے اپنا اپنا راستہ لیا۔ ❁

اگرچہ تاریخوں میں اس تبدیلی کے اسباب کی تصریح نہیں ہے، لیکن مختلف حالات کو پیش نظر رکھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس وقفہ میں ترکی افسروں کو ترکی فوج کے ہموار کرنے کا موقع مل گیا۔ گو فوج ان کے خلاف ہو گئی تھی، لیکن بہر حال ان کی ہم قوم تھی۔ مہندی بھی ترکی افسروں کو ناراض کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس بنا پر افسروں کے لیے فوج کو نشیب و فراز سمجھا کر ہموار کر لینا دشوار نہ تھا۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے نئے مطالبات میں ترکی افسروں کی حمایت کی تھی۔ بہر حال اس ہنگامے کے بعد صالح کی تلاش برابر جاری رہی۔ ایک شخص کو پتہ چل گیا اور وہ گرفتار کر کے جوق میں لایا گیا۔ امیر صالح نے اس کا سر قلم کر دیا۔

مہندی کی اصلاحی مساعی اور اس کا انجام

۲۵۶ھ میں مہندی بھی ترکوں کے استبداد کا شکار ہوا اور تخت سے اتار کر بے دردی کے ساتھ قتل کیا گیا۔ اس کا قتل خالص اس کی اصلاحی مساعی کا نتیجہ تھا۔

دولت عباسیہ کے سیاسی زوال کے ساتھ اس کی اخلاقی اور دینی حالت بھی روز بروز گرتی جاتی تھی۔ اس حکومت کی بنیاد عجیبوں کے ہاتھوں پڑی تھی۔ اس لیے ابتداء ہی سے اس میں عجیبی عقائد و خیالات کی آمیزش شروع ہو گئی تھی اور مسلمانوں میں طرح طرح کے عقائد اور فرقے پیدا ہو گئے تھے، لیکن عجیبی یعنی ایرانیوں کی قوم ایک تاریخی اور متقدم قوم تھی۔ اپنا مذہب و اخلاق رکھتی تھی۔ اس لیے اخلاقی حدود و قوانین کی پابندی اور چونکہ شاہ پرستی ان کے ضمیر میں داخل تھی اس لیے اپنے عہد عروج میں بھی اس نے خلفا کے ظاہری احترام میں فرق نہ آنے دیا۔ عباسی حکومت میں برا مکہ کو جو عروج حاصل تھا اس سے ہر تاریخ دان واقف ہے، لیکن اس عروج و اقتدار کے زمانہ میں بھی خلفا کے ساتھ اس کا طرز عمل خادمانہ تھا اور ہارون نے جب اس خاندان کو مٹایا تو کسی عجیبی کے کان پر جون تک نہ رہنمائی۔ ان کے زمانہ میں کم از کم تمدنی حیثیت سے عباسی حکومت کو بڑے فوائد حاصل ہوئے۔

ایرانیوں کے بعد ترکوں کا عروج ہوا۔ ایرانیوں کے برعکس نہ ان کا کوئی مذہب تھا اور نہ نظام اخلاق۔ تہذیب و تمدن سے وہ نا آشنا تھے۔ وہ صرف تلوار کے دھنی تھے۔ ذاتی منفعیت ان کا مذہب، سفاکی اور خونریزی ان کا اخلاق اور وحشت و بربریت ان کا تمدن تھا۔ اس لیے فوجی قوت کے علاوہ دولت عباسیہ کو ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا اور وہ بھی ان کے ابتدائی دور میں۔ بعد میں یہی قوت عباسی خلفا کے لیے وبال جان بن گئی۔ ترک کسی ضابطہ نظام اور قانون کے پابند نہ تھے۔ وہ صرف اپنی زبان اور اپنی خواہش کو قانون سمجھتے تھے جس کی خلاف ورزی کی پاداش میں خلیفہ کو بھی تخت سے دست بردار

ہونا پڑتا تھا۔ واثق کے بعد ان کی حیثیت ”کنگ میکر“ کی ہو گئی تھی۔ کوئی خیر خواہ دولت ان کے خلاف مزاج کوئی قدم نہ اٹھا سکتا تھا، ورنہ اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا۔ خلفا محض تخت کی زینت تھے۔ اصل فرمانروائی ترکوں کے ہاتھوں میں تھی۔ ان کی اس مطلق العنانی کی وجہ سے دولت عباسیہ میں ضعف سلطنت کے علاوہ ظلم و ستم، حق تلفی و نا انصافی طرح طرح کے مفاسد پیدا ہو گئے تھے۔

مہندی بڑا مدبر، بیدار مغز، عاقبت اندیش اور اس کے ساتھ دیندار خلیفہ تھا۔ ترکوں کا استبداد اور ان کی خود سری و بے دینی اس کی نگاہوں میں تھی۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ ترکوں نے عباسی حکومت کی سیاسی اہمیت کا بالکل خاتمہ کر دیا ہے، اگر یہی لیل و نہار رہے تو وہ چند دن کی مہمان ہے۔ اس سیاسی ضعف کے ساتھ امتداد زمانہ اور غیر قوموں کی آمیزش اور ترکوں کی وحشت سے اس کی مذہبی اور اخلاقی روح بھی روز بروز مردہ ہوتی جاتی ہے۔ اس لیے مہندی چاہتا تھا کہ وہ ان تمام مفاسد کو دور کر کے عظمت و شان میں ہارونی عہد اور عدل پروری اور دینی روح میں عمر بن عبدالعزیز کی یاد تازہ کر دے چنانچہ سب سے پہلے اس نے مذہبی اور اخلاقی اصلاح کی طرف توجہ کی اور ”قبۃ المظالم“ کے نام سے ایک عمارت بنوائی۔ اس میں وہ روزانہ رعایا کی دادری کے لیے بیٹھتا تھا۔ عوام و خواص سب بلا امتیاز آتے تھے اور مہندی ان سب کی دادری کرتا تھا۔ شراب نوشی اور زنان بازاری کو حکماً روک دیا تھا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اشاعت کراتا تھا۔ نماز پنج گانہ کے لیے جامع مسجد جاتا تھا۔ خود ہی امامت کرتا اور نماز کے بعد خطبہ دیتا تھا۔ * عمال کے جور و تعدی کا پورا انسداد کیا۔ خطیب کا بیان ہے کہ عمال حکومت کے ظلم و تعدی کو سختی کے ساتھ روک دیا تھا۔ اس سلسلہ میں بہت سے رؤسا کو سزائیں دیں، دفاتر کی نگرانی اور جانچ خود کرتا۔ ہفتہ میں دو دن اتوار اور پنجشنبہ حساب اور دفتر کی جانچ کے لیے مخصوص تھے۔ کاتبوں سے اپنے حساب کراتا تھا اور سب کی جانچ کرتا تھا۔ *

عوام کی مخالفت

لیکن جو لوگ مدتوں سے آزادانہ زندگی کے خوگر چلے آتے تھے ان پر یہ احتساب سخت گراں گزرا۔ مسعودی لکھتا ہے کہ جب مہندی نے لوگوں کو سیدھے راستے پر چلانا چاہا تو عوام اور خواص سب پر یہ گراں گزرا اور وہ اس کے عہد خلافت سے تھک کر اس سے گھبرانے لگے اور انہوں نے اس کے خلاف حیلہ جوئیاں شروع کر دیں اور اسے قتل کر کے چھوڑا۔ *

اگر ترکوں کے بجائے عرب ہوتے تو وہ آسانی کے ساتھ ان مذہبی اصلاحات کو قبول کر سکتے

* مروج الذهب جلد ۸ ص ۲۔ * تاریخ خطیب جلد ۳ ص ۳۵۰۔ * مروج الذهب جلد ۸ ص ۳۔

تھے بلکہ دوسروں سے ان کو بزور منواتے، لیکن عباسیوں کی بحکم نواز پالیسی نے اس زندہ قوم کو عملی حیثیت سے بالکل مردہ کر دیا تھا اور جو قوم آڑے دقت میں ان کے کام آنے والی تھی اس کو گوشہ گنہامی میں ڈال دیا تھا اور جو جماعت برسر اقتدار تھی وہ کسی مذہبی و اخلاقی ضابطہ کی پابند نہ تھی۔ بیشتر ترکوں اشردینوں اور فرغانیوں کا کوئی مذہب نہ تھا۔ نو مسلم ترک محض نام کے مسلمان تھے۔ ترکی امر کسی ایسی اصلاح کو گوارا نہیں کر سکتے تھے جن سے ان کے اقتدار کو صدمہ پہنچتا ہو، گوانہوں نے علانیہ اس کی مخالفت نہیں کی، لیکن اندرونی طور پر سب کے سب خلاف تھے جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

مہندی نے جب دیکھا کہ ان کی موجودگی میں اصلاحات کا کامیاب ہونا مشکل ہے تو اس نے ان کا جھٹھ توڑنے کا عزم کر لیا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں بعض ایسے واقعات پیش آ گئے جس سے اس کو اس کا موقع مل گیا، چنانچہ اس نے پہلے محمد بن بغا اور اس کے بھائی میسون اور امیر فلاح کو گرفتار کر کے قید کیا، پھر محمد بن بغا کو قتل کر دیا۔ اس کا بھائی موسیٰ مساور خارجی کے مقابلہ میں تھا۔ اس کی بغاوت کو روکنے کے لیے اس نے لکھ بھیجا کہ فوراً فوج کی کمان امیر باکیال کے حوالہ کر دے اور باکیال کو تحریر بھیجی کہ وہ فوج کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے کر فلاح اور موسیٰ کو قتل کر دے۔ ❊

مسعودی کا بیان ہے کہ موسیٰ اور امیر باکیال دونوں کو خفیہ ایک دوسرے کے قتل کا حکم دیا۔ ❊ ترک مہندی سے کھٹک چکے تھے۔ اس لیے جس وقت باکیال کو اس کا حکم ملا وہ اس کو لے کر محمد بن موسیٰ کے پاس پہنچا اور کہا کہ اس عہدہ سے مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ یہ تدبیر ہماری پوری قوم کے خلاف اختیار کی گئی ہے۔ ایسی حالت میں تمہارا کیا مشورہ ہے؟ اس نے کہا میری رائے میں تم سیدھے سامراجاؤ اور پہلے مہندی کو اپنی اطاعت کا یقین دلاؤ کہ میرے اور فلاح کے معاملہ میں اس کے حکم کی تعمیل کرو گے۔ اس کے بعد اس کے قتل کی تدبیر کی جائے۔ اس مشورہ کے مطابق باکیال سامراجا پہنچا۔ امیر یارکوج، سارنگلین اور سیما طویل بھی اس کے ساتھ تھے۔ مہندی ترکوں سے پوری طرح واقف ہو چکا تھا۔ اس لیے باکیال کے فریب میں نہ آیا اور اسے گرفتار کر لیا۔ اس کی گرفتاری پر ترک بگڑ گئے اور انہوں نے مہندی سے جواب طلب کیا کہ ہمارا قائد کس الزام میں گرفتار کیا گیا اور محمد بن بغا کو کس جرم میں قتل کیا گیا۔

ترکوں کی برہمی دیکھ کر مہندی نے صالح بن علی بن یعقوب بن منصور سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا کہ خراسانی ابو مسلم کو جتنا مانتے تھے اور اس کو ان میں جو عظمت و شان حاصل تھی، اتنا ترک باکیال کو نہیں مانتے۔ خراسانی ابو مسلم کی پرستش کرتے تھے، لیکن جب اس کا سر قلم کیا گیا تو سب کی زبان پر مہر لگ گئی

اور امیر المؤمنین اپنے اسلاف سے کہیں زیادہ شجاع ہیں۔ اس لیے اگر با بکیال کو قتل کر دیا جائے تو سب ترک خاموش ہو جائیں گے۔

مہندی نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور با بکیال کو قتل کر دیا، لیکن اس نے اس فیصلہ میں عجلت سے کام لیا۔ وحشی ترک ایرانیوں سے مختلف تھے۔ اس لیے وہ پھر کر مہندی کے مقابلہ میں آ گئے۔ گو اس نے پہلے سے چند ہزار سپاہ کا انتظام کر لیا تھا، لیکن اس میں بھی اس نے یہ غلطی کی تھی کہ جو ترک با بکیال کے جتھے کے نہ تھے ان کو غلط اعتماد پر اپنے ساتھ رکھا تھا، جنہوں نے قومی عصبيت میں عین موقع پر ساتھ چھوڑ دیا۔ مہندی نے اپنی مختصر جماعت کے ساتھ بڑی شجاعت سے مقابلہ کیا، لیکن اس مختصر جماعت کا آزمودہ کار ترکوں کے مقابلہ میں کامیاب ہونا مشکل تھا۔ آخر میں اس کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی اور اس نے میدان چھوڑ دیا۔ مہندی ہر چند آواز دیتا رہا کہ مسلمانو! اپنے امیر المؤمنین کی مدافعت کرو، لیکن کسی نے نہ سنا اور مہندی کو مجبور ہو کر پولیس افسر کے گھر میں پناہ لینا پڑی، لیکن ترک اسے وہاں سے بھی نکال لائے اور جوسق میں احمد بن خاقان کے پاس قید کر کے خلافت سے دستبرداری پر زور ڈالنا شروع کیا، لیکن اس نے جان دے دی مگر دستبرداری پر آمادہ نہ ہوا۔ ❀

مسعودی کا بیان ہے کہ مہندی کو گرفتار کرنے کے بعد ترکوں نے اس سے سوال کیا کہ تم لوگوں کو ایسے اخلاق اور ایسے راستہ پر چلانا چاہتے ہو جس سے وہ ناواقف ہیں۔ مہندی نے کہا میں ان کو رسول اللہ ﷺ، اہل بیت نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلانا چاہتا ہوں۔ اس کا یہ جواب ملا کہ رسول اللہ ﷺ کا سابقہ ایسے لوگوں سے تھا جو دنیا سے کنارہ کش اور آخرت کی طرف مائل تھے اور تمہارے ساتھی ترک، خزرفرغانی، مغربی وغیرہ عجم کی ایسی قومیں ہیں جو آخری فرائض سے ناواقف ہیں اور ان کا مقصود اور ان کی غرض و عانت دنیاوی منفعت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں تم ان کو کیونکر اس رستہ پر چلا سکتے ہو۔ اس سلسلہ میں دونوں میں بحث و گفتگو ہوئی اور قریب تھا کہ معاملات سدھر جائیں کہ ایک بد باطن سلیمان بن وہب نے کہا کہ تم غلطی کر رہے ہو، گو وہ (مہندی) اس وقت تم سے زبانی اقرار کیے لیتا ہے، لیکن اس کی نیت اس سے بالکل مختلف ہے۔ اس اقرار کے بعد تم سب کا شیرازہ بکھیر دے گا۔ اس آواز نے بجلی کا کام کیا اور ترک دیوانہ وار خنجر لے کر مہندی پر چھٹ پڑے۔ با بکیال کے چچازاد بھائی نے جو شراب کے نشہ میں چور تھا، وار کر کے گردن کی رگ کاٹ دی۔ خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔ وحشی ترک نے زخم سے منہ لگا کر خون پیا اور پی کر بولا، آج جس طرح میں نے شراب سیر ہو کر پی تھی، ویسے ہی خون سے خوب آسودہ ہوا۔ ❀ یہ واقعہ

رجب ۲۵۶ھ کا ہے۔ اس کے سوا قتل کی نوعیت کے متعلق اور روایتیں بھی ہیں۔

غرض مہندی نے جس مبارک اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا اسی کی راہ میں شہادت حاصل کی۔ اس کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ اس کا خیر میں اسے کوئی مددگار نہ ملا۔ اگر وہ اپنی اصلاح میں کامیاب ہو جاتا تو یہ اس کا نہایت عظیم الشان کارنامہ ہوتا۔ قتل کے وقت کل ۳۸ سال کی عمر تھی مدت خلافت ساڑھے گیارہ مہینے۔

حلیہ

مہندی پستہ قامت، فربہ اندام اور گندم گوں تھا۔ داڑھی بہت لمبی تھی۔

علماء کی قدردانی

مہندی کی علمی استعداد معمولی تھی، لیکن علماء اور اہل کمال کا بڑا قدردان تھا۔ خصوصاً جس کام کا اس نے بیڑا اٹھایا تھا اس کے لیے علماء کی امداد کی بڑی ضرورت تھی۔ اس لیے اس نے دربار میں علماء کا گروہ جمع کیا، فقہاء کے رتبے بڑھائے اور ان کے ساتھ ہر قسم کی مراعات کیں۔ ❁

قیام عدل

مہندی کی سیرت کا نمایاں رخ اس کا عدل و انصاف، زہد و تقویٰ اور ادا و انوائی کا قیام ہے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ قیام عدل کے لیے اس نے ایک خاص عمارت بنوائی تھی جس کا نام ”قبة المظالم“ تھا اور اس میں وہ روزانہ بیٹھ کر عوام و خواص کی دادری کرتا تھا۔ کرسی عدالت پر بیٹھنے کے بعد اپنے اور بیگانے سب اس کی نظر میں ایک ہو جاتے تھے۔ اگر اس کا لڑکا بھی ماخوذ ہوتا تو اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے اس کے لڑکے پر دعویٰ کیا۔ مہندی نے اس کو عدالت میں طلب کیا اور مدعی کے پہلو میں کھڑا کر کے دعویٰ کے متعلق پوچھا۔ لڑکے نے اقرار کر لیا۔ مہندی نے اسی وقت اس کا حق واپس دلایا۔ یہ انصاف دیکھ کر ایک شخص عبداللہ بن ابراہیم اسکافی نے کہا، امیر المؤمنین کی ذات گرامی ان اشعار کی مصداق ہے:

حکمتہ ففقی بینکم ابلج مثل القمر الزاهر
لا یقبل الرشوة فی حکمہ ولا یبالی غبن الخاسر

مہندی نے کہا میں قرآن پاک کی اس آیت ﴿وَنَضْعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لَیْوْمَ

❁ مسعودی ج ۸ ص ۱۹۔

الْقِيَامَةِ ﴿۲۱﴾ الانبیاء: ۲۷] کو پڑھ کر اس مقام پر بیٹھا ہوں اور یہ کہہ کر بے اختیار رو دیا۔ ❁
 صالح بن علی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن مہندی کی عدالت کا منظر دیکھا۔ دادخواہ نہایت آسانی کے ساتھ اس کے پاس پہنچتے تھے۔ ملک کے مختلف حصوں سے اس کے پاس جو استغاثے آتے تھے ان کی داد رسی کے احکام جاری کرتا تھا۔ یہ منظر مجھے بہت پسند آیا۔ ❁
 عمال کے مظالم کی جس شدت سے اس نے روک تھام کی تھی اس کے حالات اوپر گزر چکے ہیں۔ فخری کا بیان ہے کہ اس نے اپنے تمام متعلقین کو ظلم و تعدی سے روک دیا تھا۔ ❁

زہد و ورع

خلفائے عباسیہ کی عیش پرستیاں تاریخ کی رنگین اور دل آویز داستانیں ہیں جس کی تمام تصویر الف لیلیٰ میں نظر آتی ہے۔ مہندی نے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی اس بساط عیش کو الٹ کر بوریاے فقر بچھا دیا اور وہ ایوان عیش جو اپنی دل آویزیوں کے اعتبار سے نگار خانہ چین پر چشمک زن تھا عزت نشین راہب کی خانقاہ کے قالب میں آ گیا۔ اس کی زندگی سادگی اور زہد کا نمونہ تھی۔ اپنے خاندان والوں سے کہا کرتا تھا کہ مجھے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے راستہ پر چلنے دو کہ میں بنو امیہ کی طرح بنو عباس میں بھی عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی مثال پیدا کروں۔ اس اسوۂ حسنہ کو اس نے عملاً کر دکھایا۔ کھانے پینے لباس ساز و سامان اور فرش و فرش سب میں اس نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی۔ سارے نفرتی و طلائی ظروف گلو کر اس کے سکے ڈھلوا دیئے۔ ایوان عیش کے تمام مرقعے مٹا دیئے مینڈھوں اور مرغوں کا غول جو خلفائے عباسیہ کی تفریح طبع کے لیے جمع کیے گئے تھے ذبح کروا دیئے۔ جانور خانہ میں جس قدر درندے پرورش پاتے تھے سب مروا ڈالے۔ دیا اور اس قبیل کے جملہ فرش فروش جن کا استعمال شرعاً ممنوع تھا اٹھوا دیئے۔ خلفائے عباسیہ کے دسترخوان کا خرچ دس ہزار درہم روزانہ تھا مہندی نے گھنا کر سو درہم کر دیا اور اس سے بھی وہ بہت کم فائدہ اٹھاتا تھا کیونکہ ہمیشہ روزے رکھتا تھا اور افطار کا سامان جو ہوتا تھا وہ اس بیان سے ظاہر ہوگا۔ ❁

ابوالعباس بن ہاشم ہاشمی کا بیان ہے کہ میں رمضان کی ایک شام کو امیر المؤمنین مہندی کے پاس تھا۔ افطار کے قریب اٹھنے کا ارادہ کیا۔ اس نے ہٹھالیا۔ اتنے میں مغرب کا وقت آ گیا۔ ہم سب نے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد کھانا آیا تو اس میں دو روٹیاں ایک برتن میں نمک ایک میں سرکہ اور ایک

❁ تاریخ خطیب جلد ۳ ص ۳۲۹

❁ مروج الذهب جلد ۸ ص ۲۱

❁ الفخری ص ۲۲۲

❁ مروج الذهب مسعودی جلد ۸ ص ۱۹

میں روشن زیتون تھا۔ مہندی نے مجھے کھانے پر بلایا۔ میں بیٹھ گیا اور اس خیال سے کہ یہ محض افطار ہے اصل کھانا بعد میں آئے گا بہت کم کھایا۔ مہندی نے کہا کیوں کھاتے کیوں نہیں؟ کیا روزہ نہیں تھا؟ میں نے کہا روزہ تو تھا۔ پھر پوچھا کیا کل روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں ہے؟ میں نے کہا رمضان کا مہینہ ہے روزہ کیوں نہ رکھوں گا۔ کہا بھر پور کھانا کھا لو کیونکہ جو سامان تمہارے سامنے موجود ہے یہاں اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ابو ہاشم کہتے ہیں کہ یہ سن کر مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے کہا امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کی نعمتیں عطا کی ہیں رزق کا دائرہ وسیع کیا ہے پھر اس کے علاوہ کچھ کیوں نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا جو کچھ تم نے کہا وہ سچ ہے اور اس پر اللہ کا شکر ہے مگر میں نے سوچا کہ بنی امیہ میں تو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور بنی ہاشم میں ان کی مثال ناپید رہے۔ اس پر مجھے غیرت آئی اور میں نے یہ زندگی اختیار کی۔ ❁

لباس نہایت سادہ ہوتا تھا۔ خلفائے عباسیہ کی نفاست پسندی اور خوش لباسی پر ایک لباس ایک دن بھی پہننا بار تھا، لیکن مہندی ایک کپڑا مدتوں پہنے رہتا تھا۔ ❁ عبادت کے اوقات میں نہایت سادہ لباس استعمال کرتا تھا اور اس کے لیے صوف کا جبہ چادر اور کلاہ مخصوص تھی۔ انہی کو پہن کر وہ نماز پڑھتا تھا۔ ❁ اس کے قتل کے بعد اس کا ایک بکس لوگوں کے ہاتھ آیا۔ وہ سمجھے کہ اس میں کچھ نقدی اور قیمتی جواہرات ہوں گے، لیکن جب کھولا گیا تو صرف صوف کا ایک جبہ اور ایک معمولی بنڈی نکلی۔ اس کے خادم سے پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ مہندی رات گئے اسے پہن کر صبح تک رکوع و سجود میں مشغول رہتا تھا۔ رات کے ابتدائی حصہ میں تھوڑا سا سو کر اٹھ بیٹھتا تھا اور بقیہ رات عبادت کرتا تھا۔ ❁

صلیٰ و اخیار کے سبق آموز مواظع کا ورد رکھتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک نہایت پر موعظت خطبہ محمد بن علی ربیع سے پوچھ کر قلمبند کر لیا تھا اور روزانہ رات کو ایک تنہا مکان میں رو رو کر دہراتا تھا۔ مسعودی نے یہ پورا خطبہ نقل کیا ہے۔ ❁



-
- ❁ تاریخ خطیب جلد ۳ ص ۳۵۰۔
❁ یعقوبی جلد ۲ ص ۶۱۷۔
❁ تاریخ خطیب جلد ۳ ص ۳۵۰۔
❁ مروج الذهب جلد ۸ ص ۲۰۔
❁ مروج الذهب ج ۸ ص ۲۹۔

ابوالعباس احمد بن متوکل الملقب بہ معتمد علی اللہ

(۵۲۵۶ تا ۵۲۷۹ھ مطابق ۸۲۹ء تا ۸۹۲ء)

معتمد علی اللہ بن متوکل ایک کوئی لونڈی فہیان کے گھٹن سے تھا۔ مہندی کی معزولی کے وقت قید میں تھا۔ اس کے قتل کے بعد ترکوں نے معتمد کو قید سے نکال کر خلیفہ بنایا۔ عباسی افواج کے سپہ سالار موسیٰ بن بغا نے بھی بیعت کر لی۔ اس کی بیعت کے بعد کسی کی مخالفت کا خطرہ باقی نہ رہا اور رجب ۲۵۶ھ میں معتمد تخت خلافت پر متمکن ہوا اور عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو منصب وزارت تفویض کیا۔ اس وقت معتمد کی عمر ۲۵ سال تھی۔

مدت کے لحاظ سے معتمد کا کل ۲۳ سال تک تخت خلافت پر رہا، لیکن اس طویل مدت میں ایک دن کے لیے بھی اس کو حقیقی حکومت نصیب نہ ہوئی اور نہ اندرونی شورشوں اور ہنگاموں سے سکون میسر ہوا۔ ایک اہم تغیر البتہ ہوا کہ اب تک ترک حکومت پر حاوی تھے اور معتمد کے زمانہ میں اس کے بھائی موفق باللہ کے ہاتھوں میں حکومت آ گئی۔ معتمد محض نام کا خلیفہ تھا۔ چھوٹے بڑے کسی معاملہ میں بھی معتمد کا کوئی حکم نہ چلتا تھا۔ خراج وغیرہ بھی موفق ہی کے پاس آتا تھا۔ معتمد اس کے استبداد سے بہت نالاں تھا۔ آخر میں عاجز آ کر اس نے ابن طولون کے دامن میں پناہ لینا چاہی تھی، مگر اس میں بھی ناکامی ہوئی۔ اس کی تفصیلات اپنے موقع پر آئیں گی۔ ❁

ملک کی حالت

معتمد کے زمانہ میں ملک کی حالت اور بھی ابتر ہو گئی۔ اس کے گوشہ گوشہ میں شورش اور ہنگامہ اور چپہ چپہ میں طوائف الملوکی تھی۔ بھستان، کرمان اور فارس پر صفاریہ قابض تھے۔ خراسان بھی انہوں نے طاہر یہ سے چھین لیا تھا۔ طبرستان اور جرجان وغیرہ میں علویوں کی حکومت تھی۔ مصر و شام میں طولونیہ کا اقتدار بڑھ رہا تھا۔ ماوراء النہر میں سامانیہ جن کا ذکر آئندہ آئے گا اپنی حکومت کی داغ بیل ڈال رہے تھے۔ افریقہ پر اغالبہ کا تسلط تھا۔ بصرہ، ابلہ اور کوردجلہ وغیرہ میں صاحب الزنج آفت بپا کیے ہوئے تھے۔ غرض مغرب سے لے کر مشرق تک کوئی چپہ طوائف الملوکی سے خالی نہ تھا۔ ❁

ان میں سے علوی دولت عباسیہ کے حریف اور مد مقابل اور دوسرے برائے نام ماتحت تھے۔ وہ مقامات بھی جو خالص دولت عباسیہ کے قبضہ میں تھے حوادث و فتن سے محفوظ نہ تھے۔ ان میں آئے دن شورش رہتی تھی۔ اس لیے معتمد کے عہد میں دولت عباسیہ نہایت کمزور پڑ گئی۔ موفق نے

❁ ابن خلدون جلد ۳ ص ۳۳۹۔

❁ ابن اثیر جلد ۲ ص ۱۳۱۔

تا بمقدور ان شورشوں کے دبانے کی کوشش کی اور بعضوں میں اسے کامیابی ہوئی، لیکن بوسیدہ عمارت عارضی ستونوں پر نہیں قائم رہ سکتی، اس لیے اس کا اثر دیر پا نہ ثابت ہوا۔ ان شورشوں کی تفصیل بے کار اور لا حاصل ہے۔ اس لیے ان کے حالات صرف اسی حد تک لکھے جائیں گے جس سے اس عہد کی سیاسی کیفیت اور دولت عباسیہ کی گرتی ہوئی حالت کا اندازہ ہو جائے۔

عیسیٰ بن شیخ والی شام کی بغاوت

عیسیٰ بن شیخ والی شام کی بغاوت کا حال اوپر معزز کے زمانہ میں گزر چکا ہے۔ مہندی کو اپنے زمانہ میں اس کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ ملی تھی۔ اس لیے عیسیٰ بن شیخ اب تک معاندانہ روش پر قائم تھا اور دار الخلافہ خراج بھیجتا بند کر دیا تھا، بلکہ ایک مرتبہ مصر کے خراج کی رقم جو شام سے ہو کر بغداد جا رہی تھی، چھین لی تھی، چنانچہ اس نے معتمد کی بھی بیعت نہیں کی۔ معتمد نے سختی کے بجائے نرمی سے اسے رام کرنے کی کوشش کی اور شام کے ساتھ آرمینہ کی حکومت بھی اس کے متعلق کر دی۔ اس تدبیر سے وہ مطیع ہو گیا اور معتمد کی بیعت کر لی۔ * اس کی بیعت کے بعد معتمد نے اماجور ترکی کو دمشق کا والی مقرر کیا۔ عیسیٰ نے اپنے لڑکے منصور کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اماجور نے اسے شکست دے کر قتل کر دیا۔ لڑکے کے قتل سے عیسیٰ کا حوصلہ پست ہو گیا اور وہ شام چھوڑ کر آرمینہ چلا گیا۔ *

صاحب الزنج کی قیامت خیز شورش

صاحب الزنج کی شورش کے ابتدائی حالات اوپر گزر چکے ہیں۔ معتمد کے زمانہ میں اس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ چند برسوں کے اندر اس نے بصرہ، ابلہ، عبادان، ابواز و واسطہ، رامہر مزد و غیرہ عراق کے بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا اور کل چودہ پندرہ سال تک مسلسل حکومت کی۔ فوجوں سے بڑا پر زور مقابلہ کرتا رہا اور مسلمانوں پر ایسے سفاکانہ اور وحشیانہ مظالم ڈھائے کہ دنیا بھر میں اسلام میں اضطراب پیدا ہو گیا۔

سیوطی کا بیان ہے کہ بصرہ پر قبضہ کر کے اس کو بالکل تباہ و برباد کر ڈالا۔ اس کے کل باشندوں کو قتل کر دیا اور اس پاس کی تمام بستیاں پھونک دیں۔ ۲۵۶ھ سے ۲۷۰ھ تک زنگیوں اور عباسی فوجوں میں بڑے خونریز معرکے ہوئے۔ زنگیوں نے اس قدر قتل عام کیا کہ مردوں کا دفن کرنا مشکل ہو گیا اور لاشوں کے تعفن سے سخت وبا پھیل گئی اور بیشمار آدمی لقمہ اجل ہو گئے۔ ۲۷۰ھ میں زنگیوں کا ایک سرغنہ بہروز مارا گیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ دنیا میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور اسے غیب کی باتوں کا علم ہے۔ *

* مقرر زبانی جلد ۲ ص ۱۰۶۔ * ابن اثیر جلد ۷ ص ۸۸، ابوالفداء جلد ۲ ص ۴۸۔

* تاریخ الخلفاء ص ۳۳، ۳۴، ۳۵۔

اس کا دوسرا مقرب ساتھی مہلسی تھا۔ اس نے محلہ مقبرہ بنی یشرک میں ایک ممبر نصب کیا تھا۔ جمعہ کے دن صاحب الزنج کے نام کا خطبہ پڑھتا تھا۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر رحمت بھیجا کرتا تھا، لیکن حضرت عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کا نام نہ لیتا تھا۔ سیوطی کے بیان کے مطابق وہ حضرت عثمان، علی، معاویہ، طلحہ، زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نعوذ باللہ گالیاں دیتا تھا۔ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر رحمت بھیجنے کے بعد وہ جابرہ بنو عباس، حضرت ابوموسیٰ اشعری، عمرو بن العاص، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم پر لعنت بھیجتا تھا۔ اس نے اہل بصرہ پر بڑے سخت مظالم ڈھائے۔ ان سے تنگ آ کر وہ ایک دن جان پر کھیل کر اس کے مقابلہ کے لیے نکل آئے۔ مہلسی نے بڑی بیدردی سے ان کا قتل عام کیا۔ کچھ لوگ ڈوب کر مرے اور کچھ بچ کر نکل گئے۔ اس قتل عام سے اہل بصرہ کے دلوں پر مہلسی کی اتنی دہشت چھا گئی کہ وہ گھروں اور کنوؤں میں روپوش ہو گئے۔ ان کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ رہ گیا تھا، لیکن دن کو مہلسی کے خوف سے باہر نہ نکل سکتے تھے۔ رات کو نکلتے تھے اور چوہا، بلی، کتا جو بھی مل جاتا پکڑ کر کھا جاتے۔ آخر میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ زندہ انسان مردہ انسانوں کا گوشت کھانے لگے۔ لوگ ایک دوسرے کی موت کے منتظر رہتے تھے، بلکہ جس کسی کا کسی پر قابو چل جاتا، اسے قتل کر کے کھا جاتا۔ مسعودی نے اس سلسلہ میں بعض نہایت درد انگیز واقعات نقل کیے ہیں۔ جان کے ساتھ عزت و آبرو بھی محفوظ نہ تھی۔ سادات بنی ہاشم اور عرب کی عورتیں پکڑ کر دو دو تین تین درہم میں نیلام کی جاتی تھیں اور زنگی عورتیں ان سے لونڈیوں کی طرح خدمت لیتی تھیں۔ چودہ پندرہ سال تک مسلسل یہ مظالم قائم رہے۔ مقتولین کی صحیح تعداد کا اندازہ کوئی مؤرخ نہ کر سکا۔ ان کا بیان ہے کہ اس شورش میں اتنے آدمی مارے گئے کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا سرسری اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صاحب الزنج کے اور آدمیوں کو چھوڑ کر صرف مہلسی نے پندرہ لاکھ آدمی قتل کیے۔ تنہا بصرہ میں ایک دن میں پانچ لاکھ آدمی مقتول ہوئے۔ بالآخر بڑی خونریز لڑائیوں کے بعد موفق نے ۲۷۰ھ میں صاحب الزنج کا خاتمہ کر کے خلق اللہ کو اس کے مظالم سے نجات دلائی۔ اس کے قتل سے ساری دنیا ۷۱۱ھ کو مسرت ہوئی۔ جس وقت اس کا سر نیزہ پر آویزاں کر کے بغداد لایا گیا تو یہاں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ بغدادیوں نے مکانات آراستہ کر کے چراغاں کیا اور ہر شخص کے دل سے موفق کے لیے دعا نکلتی گئی۔ ❁

صفا ریہ

❁ طبری اور ابن اثیر وغیرہ نے ان واقعات کو بہت مفصل لکھا ہے۔ ہم نے طوالت کے خیال سے مسعودی اور سیوطی کا مختصر بیان نقل کیا ہے۔ دیکھو مسعودی جلد ۸ ص ۶۱۱ تا ۶۱۲ و تاریخ الخلفاء ص ۳۲۳ تا ۳۲۷۔

فارس پر یعقوب صفار کے قبضہ اور بھتان کی واپسی تک کے حالات اور معتز باللہ کے دور میں گزر چکے ہیں۔ یعقوب کی واپسی کے بعد معتز نے فارس کا علاقہ حارث بن سیمہ کے متعلق کر دیا تھا۔ ۲۵۶ھ میں ایک شخص محمد بن واصل عراقی اور احمد بن لیث کردی نے حارث کو قتل کر کے غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ ۲۵۷ھ میں معتد نے اپنے دور میں حسن بن فیاض کو وہاں کا حاکم بنایا۔

اس درمیان میں یعقوب زیادہ تر نواح بھتان کے غیر مسلم فرمانرواؤں سے لڑتا رہا۔ ۲۵۷ھ میں پھر اس نے فارس کا رخ کیا۔ معتد نے اسے بلخ، طخارستان اور سندھ کی حکومت دے دی۔ اس لیے فارس چھوڑ کر کابل پہنچا اور یہاں کے فرمانروا ربیع کو قتل کر کے کابل پر قبضہ کر لیا اور یہاں کے بیش قیمت نوادہ جن میں چند بت بھی تھے، معتد کی خدمت میں ہدیہ بھیجے۔ کابل کے بعد بست اور کدوخ پر قبضہ کر کے بوشنج میں علی بن حسین بن طاہر کو گرفتار کیا۔ کابل کا علاقہ گوبنی امیہ ہی کے ابتدائی زمانہ میں بلکہ خلافت راشدہ ہی کے دور سے اسلامی حکومت کا باجگزار بن گیا تھا، لیکن وہ ایران و عراق وغیرہ کی طرح اسلامی ملک نہ تھا۔ صفاریوں نے اس کو اسلامی قلمرو میں شامل کر کے اسلامی ملک بنادیا۔

طاہریہ کا خاتمہ

اس کے بعد یعقوب نے طاہری حکومت کا خاتمہ کیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس کا ایک حریف عبداللہ السجری اس کے مقابلہ میں اپنے کو بے بس پا کر طاہری حکومت میں حصہ لگانے کے لیے نیشاپور پہنچا اور محمد بن طاہر کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں کے علما نے درمیان میں پڑ کر دونوں میں صلح کرا دی اور محمد بن طاہر نے اس کو طبرستان اور بھتان کا حاکم بنادیا۔ یعقوب صفار کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے محمد بن طاہر کو لکھا کہ عبداللہ کو اس کے حوالے کر دے۔ محمد نے انکار کیا۔ اس کے انکار پر یعقوب خود نیشاپور پہنچا۔ اس وقت طاہریہ میں کوئی دم باقی نہ رہ گیا تھا۔ اس لیے یعقوب نے محمد بن طاہر اور اس کے پورے خاندان کو گرفتار کر کے طاہری حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

طاہریہ بنو عباس کے ساختہ پر داختہ اور ان کے معتد علیہ تھے۔ اس لیے ان کو ختم کرنے کے بعد یعقوب نے معتد کو معذرت میں لکھا کہ محمد بن طاہر اپنے فرائض کی انجام دہی سے قاصر تھا۔ اس کی کوتاہی کی وجہ سے علویوں نے طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ اس لیے خود خراسانیوں نے مجھے فوج کشی کی دعوت دی تھی، لیکن معتد نے اس عذر کو قبول نہ کیا۔ اس کا نہایت سخت جواب دیا اور اس کی روش سے

بیزاری ظاہر کی اور ہدایت کی کہ وہ آئندہ صرف ان مقاموں کی حکومت پر قیامت کرے جن کی اس کو باقاعدہ اجازت دی گئی ہے، لیکن یعقوب نے اس حکم کی کوئی پرواہ نہ کی۔

حسن بن زید علوی کی شکست اور عبداللہ السجری کا قتل

آل طاہر کی گرفتاری کے بعد عبداللہ السجری نیشاپور سے حسن بن زید علوی کے پاس طبرستان بھاگ گیا تھا۔ اس لیے صفر ۲۶۰ھ میں طبرستان پہنچا اور حسن بن زید کو شکست دے کر ساریہ اور آل پر قبضہ کر لیا۔ حسن دیلم بھاگ گئے۔ صفر نے کچھ دور تک تعاقب کیا، لیکن پھر راستہ کی دشواریوں سے پریشان ہو کر لوٹ آیا۔ علوی دولت عباسیہ کے حریف تھے۔ اس لیے صفر نے معتمد کو اپنی اصل کارگزاری کی اطلاع دی۔ حسن بن زید کی شکست کے بعد عبداللہ السجری رے چلا گیا تھا۔ اس لیے یعقوب صفر نے یہاں کے عامل کو لکھا کہ یا عبداللہ کو ہمارے حوالہ کرو یا جنگ کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔ وہ آل طاہر اور علویوں کا حشر دیکھ چکا تھا۔ اس لیے خاموشی سے عبداللہ کو حوالہ کر دیا اور صفر اسے قتل کر کے جستان واپس ہوا۔ ❀

فارس پر موسیٰ کا تقرر اور استعفیٰ

اوپر گزر چکا ہے کہ محمد بن واصل عراقی نے دولت عباسیہ کے عامل حارث ابن سیماء کو قتل کر کے فارس پر قبضہ کر لیا تھا، گو وہ زبان سے اپنے کو خلیفہ کا اطاعت گزار ظاہر کرتا تھا، لیکن درپردہ اس کے خلاف تھا۔ اس لیے حارث کے قتل کے بعد معتمد نے فارس کا علاقہ موسیٰ بن بغا کے متعلق کر دیا۔ اس نے اپنی جانب سے عبدالرحمن بن مفلح کو اہواز اور فارس کا حاکم بنایا اور طاہر تری کو بطور مددگار اس کے ساتھ کر دیا۔ ابن واصل نے مقابلہ کیا۔ طاہر جنگ میں مارا گیا اور عبدالرحمن گرفتار ہوا۔ معتمد نے ابن واصل کے پاس عبدالرحمن کی رہائی کے لیے کہلا بھیجا، لیکن اس نے قتل کر کے مشہور کر دیا کہ عبدالرحمن مر گیا اور موسیٰ بن بغا کی طرف بڑھا۔ اس طوائف اہلو کی کی وجہ سے فارس کا انتظام سنبھالنا موسیٰ کے لیے دشوار ہو گیا، اس لیے اس نے اس عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔

فارس پر یعقوب کا قبضہ

یعقوب صفر فارس ہی کی فکر میں تھا کہ دولت عباسیہ سے ابن واصل کی مخالفت پر اس کو موقع

مل گیا، چنانچہ وہ سیدھا فارس پہنچا۔ ابن واصل نے اسے دھوکا دینا چاہا اور ایک طرف اس کے پاس اطاعت کا پیام بھیجا۔ دوسری طرف ایک غیر معروف راستہ سے مقابلہ کے لیے نکل کھڑا ہوا، لیکن راستہ کی خرابی کی وجہ سے اس کی پیدل سپاہ اور بار برداری کے جانوروں کو بڑا نقصان پہنچا۔ یعقوب کو برابر اس کی نقل و حرکت کی اطلاع مل رہی تھی۔ اس لیے وہ کوچ کر کے دفعۃً اس کے سر پر پہنچ گیا۔ ابن واصل کی فوج بہت خستہ ہو رہی تھی اس لیے یعقوب نے آسانی کے ساتھ اس کو شکست دے کر فارس پر قبضہ کر لیا۔ ❁

صفار اور معتمد کی جنگ اور صفار کی شکست

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ صفار کو ابتدا میں عباسی حکومت سے کوئی پر خاش نہ تھی اور وہ اس کے عجمی عمال کے خلاف اٹھا تھا اور اپنے کو برابر خلفا کا مطیع ظاہر کرتا رہا اور انہی کا نام لے کر لڑتا تھا، لیکن عمال سے جنگ کے سلسلہ میں چونکہ وہ خلیفہ کے احکام کی پابندی نہیں کرتا تھا اس لیے بالآخر براہ راست عباسی حکومت سے اس کے تصادم کی نوبت آ گئی اور معتمد نے خود اس سے جنگ کا عزم کر لیا اور عبید اللہ ابن عبد اللہ بن طاہر کے ذریعے سے خراسان و جرجان و طبرستان تمام مشرقی علاقوں میں اعلان کر دیا کہ اس نے صفار کو نہ کہیں کا حاکم بنایا ہے اور نہ اس کے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ صفار نے جو کچھ کیا ہے اپنی خود سری سے کیا ہے اور اس فرمان کی نقلیں مختلف مقامات پر بھجوا دی گئیں اور خراسان کے مختلف حصے یہاں کے ممتاز اور صاحب اقتدار اشخاص کے متعلق کر دیئے گئے۔

ان واقعات کی اطلاع صفار کو ملی تو اس نے معتمد کی خدمت میں ایک عرضداشت بھیجی جس میں حسب ذیل مطالبات تھے:

اس کو طاہر بن حسین کے رقبہ حکومت کا والی بنایا جائے۔ طبرستان، جرجان، رے، آذربائیجان، کرمان، سجستان، سندھ، تمام مشرقی ممالک کی ولایت عطا کی جائے اور بغداد و سرمن رای کا محکمہ پولیس اس کے متعلق کیا جائے اور جن لوگوں نے معتمد کا پہلا فرمان سنا ہے انہیں جمع کر کے اس کی منسوخی کا فرمان سنایا جائے۔ یہ درخواست بھیجنے کے بعد اس نے بغداد کا قصد کیا۔ معتمد صفار سے سخت براہم اور اس سے جنگ کے لیے آمادہ تھا، لیکن اختیارات تمام تر موفق کے ہاتھوں میں تھے۔ معتمد مجبور محض تھا۔ موفق نے یعقوب کو بغداد کے قصد سے روکنے کے لیے اس کے تمام مطالبات منظور کر لیے اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ صفاریوں کا ایک بڑا مقصد ترکوں کا زور توڑنا تھا اس لیے یعقوب کے مطالبات کی منظوری سے موالی میں بڑی بے چینی پیدا ہو گئی اور وہ یعقوب سے مقابلہ کیلئے آمادہ ہو گئے۔ ❁

لیکن ان مطالبات کی منظوری کے بعد بھی یعقوب نے بغداد کا قصد ملتوی نہ کیا اور اپنا سفر جاری رکھا۔ اس سے ترک موفق سے بدگمان ہو گئے۔ خود معتمد کو یہ خیال ہو گیا کہ موفق ہی کے طرز عمل سے یعقوب کو بغداد آنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ وہ پہلے سے یعقوب سے برہم تھا۔ اس کے بغداد آنے کی خبر سن کر جوش غضب سے لبریز اور خود اس کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔ اس سے موالی کو اطمینان ہوا اور معتمد بڑے اہتمام سے یعقوب کے مقابلہ میں نکلا۔ ❀

اپنے بھائی موفق کو آگے روانہ کیا اور خود اس کے عقب میں چلا۔ یعقوب بغداد کے قریب پہنچ چکا تھا۔ آگے بڑھ کر دونوں کا سامنا ہوا۔ ترکوں میں بڑا جوش تھا۔ امیر ختلج ترکی نے فوجوں کو ابھارنے کے لیے بڑی پر جوش تقریر کی۔ ترک اسے اپنی قومی جنگ سمجھتے تھے۔ یعقوب کی شجاعت بھی مسلم تھی۔ اس لیے فریقین میں بڑی خوزیز جنگ ہوئی۔ دونوں طرف کے بہت سے ممتاز آدمی مارے گئے۔ یعقوب بھی زخمی ہوا، لیکن خود خلیفہ بہ نفس نفیس میدان جنگ میں موجود تھا۔ اس سے ترکوں کا حوصلہ بڑھا ہوا تھا۔ اس کے مقابلہ میں خلیفہ کی موجودگی کی وجہ سے یعقوب کی فوج کا ایک حصہ لڑا پسند نہ کرتا تھا۔ اس لیے اس کو شکست ہوئی، لیکن خود وہ ایک جماعت کے ساتھ آ خر تک اپنی جگہ قائم رہا، مگر جب اس کی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ نکلی تو وہ بھی خوزستان ہوتا ہوا چند یسا پور کی طرف نکل گیا۔ موفق نے کچھ دور تک تعاقب کیا، لیکن راستہ میں بیمار پڑ گیا۔ اس لیے لوٹ آیا اور فارس کو اس کے قبضہ سے چھڑانے کی کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہوا۔ ❀

خراسان پر احمد بن عبد اللہ نجستانی کا قبضہ

اسی سال خراسان کا بڑا حصہ یعقوب کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نجستان کا ایک باشندہ احمد بن عبد اللہ طاہریہ کے متوسلین میں تھا۔ اس کے خاتمہ کے بعد اس نے یعقوب کے بھائی علی کے مزاج میں رسوخ پیدا کر کے اس کی سفارش سے خراسان کی حکومت کا پروانہ حاصل کر لیا اور قومن پر غاصبانہ قبضہ کر کے طاہریہ کی دعوت شروع کر دی اور چند دنوں میں نیشاپور اور ہرات وغیرہ خراسان کے بڑے حصہ پر قبضہ کر کے یہاں سے صفاریوں کا اثر بالکل زائل کر دیا۔ ❀

صفار کی موت

یعقوب کی شجاعت اور اپنے مصالح کی بنا پر معتمد اس کو مستقل مخالف بنانا نہیں چاہتا تھا، اس لیے

❀ ابن خلکان جلد ۲ ص ۳۱۷ ❀ ابن اثیر جلد ۷ ص ۹۶

❀ ابن اثیر وغیرہ نے ان واقعات کو بہت تفصیل سے لکھا ہے۔

اس کو خوش کرنے کے لیے ۲۶۵ھ میں اس نے اس کو فارس کی حکومت کا فرمان بھیجا۔ صفار اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھا۔ جس وقت شاہی قاصد پہنچا صفار بستر سے اٹھ بیٹھا اور تلوار خشک روٹی اور پیاز منگو کر اس سے کہا کہ میری طرف سے معتمد سے کہنا کہ ”اگر اس بیماری میں میں مر گیا تو ہم دونوں کو ایک دوسرے سے نجات مل جائے گی اور اگر زندہ بچ گیا تو یہ تلوار میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کرے گی اور یا میں اس سے اپنا انتقام لے کر چھوڑ دوں گا یا وہ میری قوت توڑ کر مجھ کو نان خشک اور پیاز کھانے کی نوبت تک پہنچا دے گا۔“ لیکن اس بیماری سے وہ جانبر نہ ہو سکا اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد ۲۶۵ھ میں مر گیا۔

صفار اپنی شجاعت و شہامت، تدبیر و سیاست اور انتظامی قابلیت کے لحاظ سے بینظیر تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ جس شخص کو میں چالیس دن ساتھ رہنے کے بعد نہ پہچان سکوں اس کو دوسرا شخص چالیس سال میں نہیں پہچان سکتا۔ حسن بن زید علوی اس کی شجاعت و استقلال کی وجہ سے اس کو ”سندان“ کہتے تھے۔ اس کی تدبیر و سیاست کے بہت سے واقعات مؤرخین نے نقل کیے ہیں۔ ❁

عمر و بن لیث الصفار

یعقوب کے بعد اس کا بھائی عمرو اس کا جانشین ہوا۔ اس نے خلافت بغداد سے اپنے تعلقات ہوار کر لیے اور موفق نے اس کو خراسان، اصفہان، بختان اور بختان کی ولایت اور بغداد و سرمن رائے کی شہنشی کے عہدہ پر ممتاز کیا۔ ❁

خراسان کی ولایت کا پروانہ ملنے کے بعد عمرو بن لیث نے خراسان کو احمد بن عبد اللہ کے ہاتھوں سے چھڑانے کی کوشش کی اور ہرات واپس لے لیا، لیکن نیشاپور واپس لینے میں ناکام رہا۔

پانچ چھ سال تک عمرو بن لیث اور معتمد کے تعلقات خوشگوار رہے اور وہ اطمینان سے متعلقہ ملکوں پر حکومت کرتا رہا۔ ۲۷۱ھ میں اس پر معتمد کا عتاب نازل ہوا اور اس نے خراسان کی حکومت اس سے لے کر طاہری خاندان کی یادگار محمد بن طاہر کو دے دی۔ اس نے رافع بن ہرثمہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اس لیے خلافت بغداد اور صفاریہ میں پھر مخالفت شروع ہو گئی اور معتمد نے احمد بن عبد العزیز کو عمرو کے مقابلہ کا حکم دیا۔ اس نے اسے شکست دے کر اس کے تین ہزار آدمی گرفتار کر لیے۔ ❁

اس واقعہ نے دونوں کے تعلقات اور خراب کر دیئے اور ۲۷۴ھ میں موفق خود اس کے مقابلہ کے لیے فارس گیا۔ عمرو بھی اس کے مقابلہ کے لیے نکلا، لیکن اس کے بعض آدمیوں نے موفق سے مل جانا چاہا، اس لئے وہ مقابلہ کا ارادہ ترک کر کے کرمان اور بختان ہوتا ہوا نکل گیا۔ موفق دور تک اس کی

❁ ابن خلکان جلد ۲ ص ۳۲۰ ❁ ابن خلدون جلد ۳ ص ۳۱۸ ❁ ابن اثیر جلد ۲ ص ۱۳۸-۱۳۹

تلاش میں گیا، لیکن پانہ سا۔ ۲۷ھ میں پھر معتمد اس سے راضی ہو گیا اور اس کو بغداد کی شہنشاہی کا عہدہ عطا کیا اور ڈھالوں پر اس کا نام لکھوایا۔ ❁

احمد بن طولون

احمد بن طولون کی ولایت مصر تک کے حالات معزز کے دور میں گزر چکے ہیں۔ معتمد کے زمانہ میں اس کو بڑا عروج حاصل ہوا اور اس کا آفتاب اقبال نصف النہار تک پہنچ گیا۔ کندی کا بیان ہے کہ عیسیٰ بن شیخ والی شام کی بغاوت فرو ہونے کے بعد شام کی ولایت بھی ابن طولون کے متعلق کر دی گئی۔ اس سے اس کی اہمیت اور بڑھ گئی، لیکن مصر کا شعبہ خراج ابن مدبر کے ہاتھوں میں رہا۔ ایک مرتبہ معتمد نے مصر کا خراج جلد بھیجنے کے متعلق ابن طولون کو تاکید کی۔ اس نے جواب دیا کہ خراج کا شعبہ دوسرے شخص کے ہاتھوں میں ہے اس لیے میں اس حکم کی تعمیل سے قاصر ہوں۔ اس جواب پر معتمد نے مصر کا شعبہ خراج اور اس کے ساتھ شامی سرحدوں کی حفاظت بھی اس سے متعلق کر دی اور وہ مصر، اسکندریہ اور شام کی وسیع ولایت کا حاکم ہو گیا۔ ❁

مقریزی کا بیان ہے کہ ابن مدبر بڑا بد ماغ اور بد طبیعت شخص تھا۔ اپنے اثر کو قائم رکھنے کے لیے اس نے ہدایا و تحائف کے ذریعہ ابن طولون کو ملانے کی کوشش کی، لیکن ابن طولون اس سے بھی زیادہ عالی دماغ تھا۔ اس نے واپس کر دیا۔ اس سے ابن مدبر ابن طولون سے بدگمان ہو گیا اور شقیہ خادم اور مصر کے عباسی نامہ نگار کو ملا کر بغداد میں اس کے خلاف سازش شروع کر دی۔ ابن مدبر کی شان و شوکت غوری غلاموں سے قائم تھی۔ ابن طولون نے انہیں حسن تدبیر سے اپنے یہاں بلا لیا۔ ان کے بھتیجے ہی ابن مدبر کی ساری ہیبت جاتی رہی۔ اس وقت اس نے ابن طولون کو مصر سے ہٹانے کی خفیہ کوشش شروع کر دی۔ ابن طولون کو اس کا علم ہو گیا، لیکن اس نے ابن مدبر پر اس کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ یہ معزز کی خلافت کا آخری زمانہ تھا۔ اس کے بعد مہندی خلیفہ ہوا۔ اس نے مصر کے ساتھ اسکندریہ بھی اس کے متعلق کر دیا۔ ابن طولون نے یہاں کے عامل اسحاق بن دینار کو اپنے ماتحت کی حیثیت سے اس کے عہدہ پر برقرار رکھا۔ اسکندریہ کی ولایت کے بعد ابن طولون کا وقار اور زیادہ بڑھ گیا۔ ابن مدبر کو اس کا یہ اعزاز بہت شاق گزرا، لیکن سوائے خاموشی کے کچھ نہ کر سکتا تھا، چنانچہ آخر میں اس کو ابن طولون کے سامنے جھکنا پڑا۔ ❁

ابن طولون کے کارنامے اور اس کا عروج

❁ ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۳۵۔ ❁ کتاب اللولاء کندی ص ۲۱۲ تا ۲۱۷۔ ❁ مقریزی جلد ۲ ص ۱۰۶ تا ۱۰۵۔

مصر اور اسکندریہ کی ولایت کے بعد ابن طولون نے حکومت کے ہر شعبہ کو بڑی ترقی دی اور اس کثرت سے غلام عام سپاہی اور آلات واسلحہ جمع کیے کہ دارالامارت کی وسعت ان کے لیے ناکافی ثابت ہوئی۔ اس لیے اس نے نیا خوبصورت شہر بسایا جس کا ایک سرافسطا سے ملتا تھا۔ اس میں ہر قوم ہر مذہب ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے محلے الگ الگ اور عطار بزاز بقال اور جملہ اہل حرفہ اور پیشہ دروں کے بازار جدا جدا تھے۔ شہر میں متعدد وسیع سڑکیں اور ستھری گلیاں تھیں۔ جا بجا خوبصورت مسجدیں اور حمام تھے۔ رفاه عام کے لیے ایک عمدہ شفا خانہ تھا۔ ایک عظیم الشان جامع مسجد تھی۔ ابن طولون کا محل خصوصیت کے ساتھ نہایت وسیع اور خوبصورت تھا۔ شہر سے متعلق ایک وسیع نزہت گاہ تھی۔ مقریزی نے اس شہر اور قصور کی آرائش و زیبائش کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ ❀

ابن طولون کے خلاف سازش اور اس میں ناکامی

ان تعمیری ترقیوں کے ساتھ ابن طولون نے حکومت کے ہر شعبہ کو ترقی دے کر دولت طولونیہ کو اس عہد کی مہذب ترین حکومتوں کے پہلو بہ پہلو کر دیا۔ اس کے ان کارناموں پر دوسرے امرا کو حسد پیدا ہوا چنانچہ اس کا ایک عزیز قریب ماجور ترکی اس کا مخالف ہو گیا اور ابن مدبر ماجور اور شقیہ خادم تینوں نے مل کر پوشیدہ طور پر خط و کتابت کر کے خلیفہ کو اس سے بدظن کرنے کی کوشش کی۔ جاسوسوں نے ابن طولون کو اس سازش کی اطلاع دی۔ ابن طولون بالکل خاموش رہا اور ان لوگوں کے تمام شکایت نامے بغداد سے منگوا لیے۔ اس میں لکھا تھا کہ ابن طولون مصر میں استقلال کا دعویٰ کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت اس کو معتمد کی جانب سے خراج کے اختیارات بھی مل گئے تھے۔ اس لیے اس نے ابن مدبر کو پکڑ کے قید کر دیا اور اب وہ مصر اسکندریہ اور شامی سرحدوں کا حاکم مطلق ہو گیا۔

ابن طولون سے موفق کی مخالفت اور ناکامی

ابن طولون کا یہ عروج دولت عباسیہ کے مختار کل موفق کی نظروں میں بھی کھلکتا تھا۔ اس لیے اس نے اسے گرانے کی تدبیریں شروع کر دیں اور موسیٰ بن بغا کو اس کام کے لیے کھڑا کیا اور ۲۶۳ھ میں اس کے ذریعہ ابن طولون کو مصر سے ہٹا کر اس کی جگہ ماجور والی دمشق کو جو ابن طولون کے مخالفین میں تھا بھیجے کا حکم دیا، لیکن ماجور کو ابن طولون کے مقابلہ میں جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس لیے موسیٰ خود مصر کی

❀ مقریزی نے یہ حالات بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھے ہیں۔ ہم نے محض خاص خاص واقعات اور وہ بھی جتہ جتہ نقل کیے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مقریزی جلد ۲ ص ۱۰۵ تا ۱۰۷۔

طرف بڑھا۔ ابن طولون نے اس کے مقابلہ کے لیے جزیرہ میں قلعہ بنوایا اور جنگی کشتیاں سمندر میں گشت کرائیں۔ اس درمیان میں موسیٰ ابن بغا پہنچ گیا اور رقبہ میں مقیم ہوا اور دس مہینہ تک یہاں ٹہرا رہا مگر ابن طولون کے مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔ اس طویل بیکاری سے اس کی فوج گھبرا گئی اور موسیٰ کو جنگ کرنے یا واپسی پر مجبور کرنا شروع کر دیا۔ اس شش و پنج میں موسیٰ کا پیام آجل آ گیا اور ۲۶۴ھ میں وہ چل بسا۔

شام پر قبضہ

اسی زمانہ میں ماجور والی دمشق مر گیا۔ ان دونوں کی موت سے ابن طولون کو دمشق کو مصر کی حکومت سے ملحق کر لینے کا موقع مل گیا، چنانچہ اس نے ماجور کے لڑکے علی کو لکھا کہ میں دمشق آتا ہوں تم میری میزبانی کے لیے تیار ہو۔ علی نے اس کا نہایت مناسب جواب دیا اور ابن طولون ۲۶۴ھ میں اپنے لڑکے عباس کو اپنا نائب اور احمد بن محمد واسطی کو اس کا وزیر بنا کر دمشق روانہ ہو گیا۔ ماجور کے نائب محمد بن رافع اور لڑکے علی دونوں نے اس کی بڑی مدارات کی اور خود رملہ اور دمشق اس کے حوالہ کر دیا۔ ابن طولون نے رملہ میں محمد بن رافع کو قائم رکھا اور دمشق میں احمد و غیاث کو اپنا قائم مقام بنا کر حصہ بھیجا۔ یہاں کے عامل نے بھی کوئی مزاحمت نہیں کی۔ البتہ انطاکیہ کے حاکم سیما طویل نے اس کی سیادت سے انکار کیا۔ ابن طولون نے ۲۶۵ھ میں اس کو قتل کر کے اس کا کل مال ضبط کر لیا، پھر طرطوس والوں نے بھی مقابلہ کیا۔ ابن طولون یہاں طغش بن بلہر کو اپنا قائم مقام بنا کر لوٹ گیا۔

عباس کی بغاوت

شامی سرحد پر رومی اکثر تاخت کیا کرتے تھے اس لیے ابن طولون چاہتا تھا کہ شام میں چند دن ٹھہر کے یہاں کی سرحد کی طرف سے اطمینان کر لے، لیکن اسی درمیان میں لوگوں نے اس کے لڑکے عباس کو اس سے باغی کر دیا۔ احمد بن محمد واسطی نے ابن طولون کو اس کی خبری دی۔ اس لیے ابن طولون شام میں قیام نہ کر سکا اور مصر روانہ ہو گیا۔ دوسری سمت سے عباس احمد بن محمد واسطی کو بخوی کے جرم میں قید کر کے اسکندریہ ہوتا ہوا فسطاط پہنچا۔ رمضان ۲۶۵ھ میں ابن طولون بھی فسطاط پہنچ گیا اور عباس کو اس کی خطا معاف کر کے بلا بھیجا۔ وہ اپنی حرکت پر خود نادم تھا اس لیے آنے پر آمادہ ہو گیا، مگر جن لوگوں نے اس کو بغاوت پر ابھارا تھا انہوں نے اپنے انجام کے خوف سے اس کو بھڑکا کر پھر روک دیا اور عباس فسطاط سے اغالبہ کے پاس افریقہ چلا گیا۔ راستہ میں لبدہ کے باشندوں نے اس کا خیر مقدم کیا، لیکن عباس نے ان کی شکر گزاری کے بجائے لبدہ کو لوٹا دیا۔ اس کی ناپسندیدہ حرکت پر اباضیہ اور اغالبہ نے اس کو شکست دے کر بھگا دیا اور عباس باحال تباہ برق لوٹ گیا۔

عباس کی گرفتاری اور سزا

عباس کے برقعہ جانے کے بعد احمد بن طولون خود اس کی تنبیہ کے لیے بڑھا۔ اس دوران میں احمد بن محمد واسطی نے ابن طولون کو اطلاع کی کہ عباس نے اپنی روش بدل دی ہے۔ اب آپ کو اس کے مقابلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے ابن طولون خود رک گیا اور صرف طبار کو تھوڑی فوج کے ساتھ بھیج دیا۔ اس نے برقعہ میں عباس کو شکست دے کر گرفتار کر لیا اور شوال ۶۲۸ھ میں وہ ابن طولون کے روبرو پیش کیا گیا۔ اس نے اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیے۔

ابن طولون کے غلام لولو اور اہل طرطوس کی بغاوت

عباس کی بغاوت فرد ہونے کے بعد ابن طولون نے اپنے غلام لولو کو ایک فوج کے ساتھ شام بھیجا۔ موفق نے اسے ملا لیا اور وہ ابن طولون کا ساتھ چھوڑ کر موفق کے پاس چلا گیا۔ ابن طولون کو اس کی خبر ہوئی تو وہ خود اس کے تعاقب میں نکلا اور دمشق پہنچ کر اس نے حاکم طرطوس کے نائب خلف کو لکھا کہ وہ مازیار خادم کو پکڑ کے بھیج دے، لیکن اہل طرطوس نے مازیار کو خلف سے چھین لیا اور اس کو نکال کے مازیار کو اس کی جگہ عامل بنا دیا۔ ابن طولون کو اس کی اطلاع ہوئی تو اہل طرطوس کی تنبیہ کے لیے بڑھا، مگر اس درمیان میں اس کو معتمد کا ضروری خط مل گیا۔ اس لیے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ ❀

معتمد کا موفق کے خلاف ابن طولون کے دامن میں پناہ لینا

معتمد نام کے لیے ۲۳ سال تک تحت حکومت پر رہا، لیکن واقعہ کے لحاظ سے ایک دن کے لیے بھی اس کو حکومت نصیب نہ ہوئی۔ ممالک محروسہ کا کل نظم و نسق اسی کے ہاتھ میں تھا۔ جملہ احکام وہی جاری کرتا تھا۔ معتمد چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں بھی دخل دینے کا مجاز نہ تھا۔ دولت عباسیہ کے ماتحت والیوں کے بارہ میں موفق کی پالیسی معتمد سے بالکل مختلف تھی۔ صفار سے معتمد کو دلی نفرت تھی، لیکن موفق نے اس کے علی الرغم صفار کے مطالبات منظور کر لیے تھے۔ معتمد ابن طولون کو مانتا تھا، لیکن موفق ہمیشہ اسے گرانے کی فکر میں رہتا تھا۔ اس اختلاف کی بنا پر معتمد کسی امیر کے دامن میں پناہ لینے پر آمادہ ہو گیا۔ امر میں اس وقت ابن طولون کے علاوہ کوئی اس درجہ کا نہ تھا جو موفق کے مقابلہ میں معتمد کی حمایت کر سکتا۔ ابن طولون پر اس کے احسانات بھی تھے۔ اس لیے معتمد نے اس کو لکھ بھیجا کہ میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ اس وقت ابن طولون طرطوس کا ارادہ کر رہا تھا۔ معتمد کا خط ملنے کے بعد اس

❀ یہ تمام واقعات کتاب الولاۃ کنذی ص ۲۸۵ تا ۲۸۷ سے ماخوذ ہیں۔

نے یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔

معمتد علانیہ اپنا ارادہ پورا نہیں کر سکتا تھا اس لیے شکار کے بہانہ سے مصر روانہ ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد موفق کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ بہت گھبرایا اور فوراً اسحاق بن کنداج کو انعام و اکرام کا لالچ دلا کر لکھا کہ جس طرح ممکن ہو معتمد کو راستہ سے واپس کر دو اور ابن طولون سے نہ ملنے دو چنانچہ جب معتمد حدیثیہ پہنچا تو اسحاق نے عزت و تکریم کے ساتھ اس کے سامنے ہدایا پیش کیے اور اس کے ساتھیوں کو حیلہ سے گرفتار کر لیا اور معتمد کو سمجھا بجا کر سامرا واپس کر دیا۔ موفق نے اس کے صلہ میں اسحاق کو مصر کی حکومت عطا کی۔

ابن طولون کا موفق کے خلاف اعلان جہاد اور وفات

ابن طولون اور موفق میں پرانا اختلاف تھا۔ اس واقعہ سے ابن طولون اس کے بالکل خلاف ہو گیا اور دمشق جا کر یہاں کے فقہاء و قضاة اور اشراف کو جمع کر کے اہل مصر کے نام خط لکھا کہ ”موفق نے معتمد کی بیعت توڑ دی ہے اور اس کے ساتھ ایسا برا سلوک کیا ہے کہ اس کا ذکر بھی نہیں کیا جاسکتا“ معتمد نے اس کے سلوک سے تنگ آ کر رو دیا ہے۔“

مصر میں اس خط کی پوری تشہیر کی گئی۔ اسے سن کر اہل مصر موفق کے خلاف ہو گئے اور ایک گروہ دمشق پہنچا۔ دمشق کے سرحدی علاقے کے آدمی بھی جمع ہو گئے۔ ابن طولون نے ان سب سے اعلان جہاد پر دستخط لیے۔ اس کے بعد مازیار خادم کو جس نے طرطوس میں ابن طولون کے خلاف علم بغاوت بلند کر رکھا تھا ملانے کی کوشش کی، لیکن وہ مخالفت پر قائم رہا۔ اس لیے ابن طولون کو اس کے مقابلہ کے لیے طرطوس جانا پڑا۔ مازیار نے اس کو روکنے کے لیے نہر بردان کا بند کھول دیا جس سے ابن طولون کی پوری فوج پانی میں پھنس گئی اور ابن طولون کو مصیبت لوٹ آنا پڑا۔ یہاں آ کر بیمار پڑ گیا اور چند دن علیل رہ کر ۲۷ھ میں انتقال کر گیا۔

خمارویہ بن احمد بن طولون

ابن طولون کے بعد اس کا لڑکا ابوالنجیش خمارویہ باپ کا جانشین ہوا۔ اس کو موفق کی شام پر فوج کشی کا خطرہ تھا۔ اس لیے احمد واسطی اور سعد الایسر کو فوجیں دے کر شام روانہ کیا اور ساحل کی حفاظت کے انتظامات بھی کیے، لیکن احمد واسطی کو خمارویہ کی جانب سے خوف باقی تھا۔ اس لیے اس نے موفق کو خط لکھ بھیجا کہ خمارویہ کی قوت بہت کمزور ہے۔ اس وقت وہ آسانی کے ساتھ شام پر قبضہ کر سکتا ہے۔

کتاب الولاۃ کنذی ۲۳۶ ۲۳۵ ملخصاً۔

دوسری طرف ابن طولون کی موت سے اسحاق بن کنداجیق والی موصل و جزیرہ اور ابن ابی الساج کو شام کی طمع دامگیر ہوئی۔ انہوں نے بھی موفق کو خمارویہ کے خلاف درغلا یا اور اس سے مقابلہ کے لیے مدد مانگی۔ اس نے فوراً دونوں کو پیش قدمی کا حکم دیا اور خود بھی ان کی مدد کے لیے پہنچا اور دونوں کے ساتھ رقبہ آیا۔ قسریں اور عوام کے باشندوں نے دونوں مقام بغیر مزاحمت کے حوالہ کر دیئے۔ دمشق میں البتہ مقابلہ ہوا، لیکن موفق شکست دے کر شہر میں داخل ہو گیا۔ خمارویہ اس وقت مصر میں تھا۔ اس کو یہ خبریں ملیں تو وہ صفر ۲۷۱ھ میں شام پہنچا۔ فلسطین میں لب نہر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ اس نے بھی نہایت فاش شکست کھائی اور فسطاط لوٹ گیا۔ اس کی واپسی کے بعد سعد الاثر خمارویہ کی محفوظ فوج لے کر پہنچ گیا اور موفق کو شکست دے کر دمشق واپس لے لیا اور یہاں خمارویہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

اس کے بعد خمارویہ ذیقعدہ ۲۷۲ھ میں شام آیا اور ایک جرم میں سعد کو قتل کر کے محرم ۲۷۳ھ میں دمشق داخل ہوا اور اسحاق بن کنداجیق کو باجروان میں شکست دے کر سرمن رائے تک اس کا تعاقب کرتا چلا گیا، لیکن پھر فوجی افسروں نے دونوں میں صلح کرا دی اور اسحاق نے اپنے حدود حکومت میں خمارویہ کے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔ اس کے بعد خمارویہ اور موفق میں بھی صلح ہو گئی اور موفق نے تیس سال کے لیے خمارویہ اور اس کی اولاد کے نام مصر و شام کی حکومت کا قبالہ لکھ دیا اور خمارویہ نے اس کے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔

دولت سامانیہ ماوراء النہر

اسی زمانہ میں ماوراء النہر میں سامانی حکومت قائم ہوئی۔ اس کا بانی اسد بن سامان بہرام چوہیں کی نسل سے تھا۔ اسد کے چار لڑکے تھے۔ نوح، احمد، یحییٰ اور الیاس۔ مامون کی ولایت خراسان کے زمانہ میں یہ چاروں بھائی خراسان میں تھے اور چاروں جوہر قابل تھے۔ مامون ہونہار لوگوں کا قدردان تھا اس لیے ان بھائیوں کو بھی اس نے آگے بڑھایا اور امین کو شکست دینے کے بعد جب وہ خراسان سے عراق واپس آیا تو اس کے خراسانی نائب غسان بن ثابت نے احمد کو فرمانہ یحییٰ کو اشر و سنا اور شاس الیاس کو ہراۃ اور نوح کو سمرقند کا حاکم بنایا۔ غسان کے بعد آل طاہر نے بھی ان کی قدردانی قائم رکھی۔ اس طرح اسد بن سامان کی اولاد میں سلا بعد نسل اعزاز چلا۔ احمد کے سات لڑکے تھے۔ نصر، اسماعیل، یعقوب، یحییٰ، اسد، اسحاق، حمید۔ احمد کے انتقال کے بعد ۲۶۱ھ میں اس کا لڑکا نصر باپ کے قائم

ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۳۸۵

تفصیل کے لیے دیکھو کتاب الولاۃ کندی ص ۲۳۸۵ و تقریری جلد ۲ ص ۱۱۶۔

مقام ہوا اور اس کو مادراء النہر کی حکومت ملی۔ اس طرح یہاں سامانی حکومت کی بنیاد پڑی۔ ❀

قرامطہ کا ظہور

۲۷۸ھ میں فرقہ قرامطہ کا ظہور ہوا۔ یہ فرقہ باطنیہ کی ایک شاخ ہے اور باطنیت ایران کے محوی مذہب سے نکلی تھی۔ اس مذہب میں دو طاقتیں کارفرما مانی جاتی ہیں۔ نور اور ظلمت، نور سے خیر کا اور ظلمت سے شر کا ظہور ہوتا ہے۔ یہی دونوں طاقتیں یزدان اور اہرمن کے نام سے موسوم ہیں۔ اس کے عقائد میں بہت سے فلسفیانہ خیالات کی آمیزش ہے۔ عبدالقادر بغدادی نے کتاب الفرق بین الفرق میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ ❀

مسلمانوں نے ایران کی حکومت توفیح کر لی تھی، لیکن ان کے دل و دماغ کو تسخیر نہ کر سکے تھے۔ اس لیے نو مسلم عوام کے دماغ سے ان کے پرانے عقائد و خیالات دور نہ ہو سکے، لیکن وہ علانیہ ان کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے مختلف شکلوں اور تحریکوں کی صورت میں ان کا ظہور ہوتا رہا۔ اس کا آغاز مامون ہی کے زمانہ سے ہو گیا تھا۔ بابک خرمی کی تحریک بھی جس کا حال اوپر گزر چکا ہے اسی کی ایک شکل تھی۔ ان کے علاوہ اور بہت سے مذاہب ظاہر ہوئے۔

کسی ایسی تحریک کا جو علانیہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہو، اسلامی حکومت میں فروغ پانا مشکل تھا۔ اس لیے ذہین اور طباع اہل عجم نے اس پر باطنیت کی نقاب ڈال کر اپنے عقائد و خیالات کی اشاعت اور اس کی روشنی میں کلام اللہ اور حدیث نبوی ﷺ کی تاویل شروع کی۔ قرامطی تحریک بھی باطنیت ہی کی ایک شاخ ہے، لیکن اس میں کچھ اور عقائد بھی شامل ہو گئے تھے۔ یہ تاریخ اسلام کا نہایت افسوسناک واقعہ ہے کہ اس قسم کی اکثر گمراہ کن تحریکیں اہل بیت نبوی ﷺ کی دعوت کے نام پر جو دین اصلی کے حامل اور محافظ تھے۔ شروع ہوتی تھیں اور اسی لیے اہل عجم نے ان سے رشتہ جوڑا تھا، چنانچہ قرامطی تحریک بھی انہی کے نام سے شروع ہوئی۔ اس کا پہلا داعی حمدان قرامطہ ❀ سواد کو فہ کے ایک مقام نہرین میں زاهدانہ لباس میں ظاہر ہوا۔ وہ شبانہ یوم نماز میں مشغول رہتا تھا اور اپنے ہاتھ سے

❀ ۲۶۱ھ مطابق ۸۷۴ء میں سامانی حکومت کی بنیاد پڑی اور ۳۹۵ھ مطابق ۱۰۰۰ء میں اس کا خاتمہ ہوا۔ اس مدت میں اس میں گیارہ فرمانروا ہوئے، نصر بن احمد، احمد بن اسمعیل، نصر بن احمد ثانی، نوح بن نصر، عبدالملک بن نوح، منصور بن نوح، نوح بن منصور، عبدالملک بن نوح ثانی، اسمعیل بن نوح۔

❀ کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۶۹۔

❀ عبدالقادر بغدادی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حمدان اور قرامطہ دونوں ایک ہی شخص ہیں۔ لیکن دوسرے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ حمدان قرامطہ کا پیر تھا۔

کما کر کھاتا تھا۔ جو لوگ اس کے پاس آتے، ان سے مذہبی باتیں کرتا، زندگی کی تعلیم دیتا اور رات دن میں پچاس وقتوں کی نماز کی تلقین کرتا۔ اس کے ذریعہ جب وہ روشناس ہو گیا تو امام منتظر کی دعوت شروع کی۔ ایک جماعت اس کی دعوت میں شامل ہو گئی، لیکن اس نے اپنی زندگی میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ ایک شخص کے بھجوروں کے باغ کی رکھوالی کی نوکری کر لی تھی اور عبادت و ریاضت اور ظاہری زہد و تقویٰ میں زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں بڑا اثر پیدا کر لیا۔ * اسی زمانہ میں قرمط بیمار پڑ گیا۔ کریمہ * نامی ایک شخص نے اس کی تیمارداری کی۔ جب وہ اچھا ہو گیا تو اپنے تیماردار کا نام اختیار کر لیا اور پہلے کریمہ اور پھر قرمط کہلانے لگا اور علاقہ سواد کے کم عقل دہقانوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی۔ بہت سے سادہ لوح دہقانی اس کے دام میں آ گئے۔ *

اس نے ایک آسمانی کتاب کا بھی دعویٰ کیا جس کی ایک تعلیم یہ تھی کہ قریہ نصرانہ کا ایک باشندہ فرج بن عثمان داعی مسیح ہے، مسیح ہے، کلمہ ہے، مہدی ہے، احمد بن محمد بن حنفیہ ہے، جبرائیل ہے اور مسیح نے انسانی پیکر میں آ کر اس سے کہا کہ تم داعی ہو، حجۃ ہو، ناقہ ہو، دابہ ہو، یحییٰ بن زکریا ہو، روح القدس ہو اور چار رکعت نماز کی تعلیم دی۔ دو طلوع آفتاب سے قبل اور دو غروب سے پہلے۔ ہر نماز کے لیے اذان ضروری قرار دی، جس میں آنحضرت ﷺ کی رسالت کی شہادت کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور احمد بن محمد بن حنفیہ کی رسالت کی شہادت بھی تھی۔ نماز میں کلام اللہ کی آیات کے بجائے ”استفتاح“ کی تلاوت کی جو اس کے گمان میں احمد بن محمد بن حنفیہ کے اوپر نازل ہوئی تھی، تعلیم دی اور کعبہ کے بجائے بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا۔ جمعہ اور اتوار دو دن کام کی ممانعت کی۔ مہرجان اور نوروز کے دن سال میں دو روزے مقرر کیے۔ نبیذ کو حرام اور شراب کو حلال قرار دیا۔ جنابت میں غسل کے بجائے وضو اور غیر محارب پر جزیہ مقرر کیا۔ *

جب قرمطی تحریک دہقانوں میں پھیلنے لگی تو قرمط نے مختلف مقاموں پر اس کی تبلیغ کے لیے بارہ نقیب مقرر کیے۔ جو شخص اس دعوت میں شریک ہوتا تھا اس سے امام کے نام پر ایک دینار وصول کرتا

* ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۲۸۔

* کریمہ کی ایک وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس شخص کی آنکھیں سرخ تھیں اور غلطی زبان میں سرخ کو کریمہ کہتے ہیں۔ اس لیے یہ شخص کریمہ کہلانے لگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ قدم بہت چھوٹے چھوٹے اٹھاتا تھا یا اس کا خط بہت باریک تھا۔ ان دونوں کو عربی میں قرمط کہتے ہیں۔ اس لیے یہ شخص قرمط کہلانے لگا۔

* ابوالفداء ج ۲ ص ۵۵۔ * ابن اثیر اور ابوالفداء نے اس کی آیات نقل کی ہیں۔

* ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۲۸۔

تھا۔ اس کے بیروز زیادہ تر کا شکار تھے۔ اس لیے اس کی اشاعت سے زراعت پر بڑا اثر پڑا۔ سواد کوفہ میں امیر ہشتم کا علاقہ تھا۔ اس کی آمدنی گھٹ گئی۔ اس نے تحقیقات کی تو قرمط کا حال معلوم ہوا۔ اس نے اس کو پکڑ کر بند کر دیا۔ اس کی ایک لونڈی کو رحم آ گیا۔ اس نے ہشتم سے چھپا کر اسے نکال دیا۔ ہشتم نے جب دروازہ کھولا تو قرمط کا کہیں پتہ نہ تھا۔ عوام میں مشہور ہو گیا کہ قرمط اپنی کرامت سے غائب ہو گیا ہے۔ قرمط نے بھی چھوٹنے کے بعد عوام میں مشہور کر دیا کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس سے عوام میں بڑی گمراہی پھیل گئی، لیکن اب اس کا معاملہ کھل چکا تھا اور عراق کے قیام میں اس کے لیے خطرہ تھا۔ اس لیے شام چلا گیا۔ * باقی حالات آئندہ آئیں گے۔

بیرونی مہمات

خلافت عباسیہ کے اندرونی انقلابات کی وجہ سے بیرونی مہمات کا جو سلسلہ رک گیا تھا معتمد کے زمانہ میں پھر شروع ہوا۔ ۲۵۹ھ میں رومیوں نے کردستان اور ایشیائے کوچک کے سرحدی شہر سمیسا اور لمطیہ پر حملہ کیا، لیکن یہاں کے باشندوں نے ان کو پسپا کر دیا۔ اس کے بعد ۲۶۳ھ میں شام کی سرحد طرطوس کے ایک اہم قلعہ کرکرہ پر حملہ آور ہوئے۔ ان کی شورش دیکھ کر ابن طولون والی مصر نے معتمد سے طرطوس کی ولایت کی درخواست کی۔ یہ رومیوں کے مقابلہ کے لیے نہایت موزوں شخص تھا، لیکن موفق اس کے خلاف تھا۔ اس لیے اس نے اس کی درخواست قبول نہ کی اور محمد بن ہرون کو طرطوس بھیجا۔ اسے خارجیوں نے پکڑ کے مار ڈالا۔ اس کے بعد اماجور ترکی کو بھیجا گیا۔ یہ بالکل نااہل تھا۔ اہل کرکرہ کی امداد و اعانت کرنے کے بجائے النان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا اور ان کا راشن بند کر دیا۔ انہوں نے طرطوس کے باشندوں سے مدد مانگی۔ انہوں نے ان کے لیے پندرہ ہزار جمع کیے۔ اماجور نے اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس لیے اہل کرکرہ رومیوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور انہوں نے قلعہ ان کے حوالے کر دیا۔ یہ بڑا اہم قلعہ تھا۔ اس پر قبضہ کے بعد رومیوں کے لیے شام کا راستہ کھل گیا۔ معتمد کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے ابن طولون کی درخواست منظور کر لی۔ اس نے فوراً طرطوس پہنچ کر اس کی حفاظت کا پورا انتظام کیا۔

اس کے بعد مسلمانوں نے بھی جارحانہ حملے شروع کر دیے اور ۲۶۴ھ میں عبداللہ بن رشید نے ارض روم پر حملہ کیا اور سالمہ، غانم واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں سکوتیہ قرہ کو کب اور خرشنہ کے بطریق نے گھیر لیا۔ مسلمانوں نے بڑی شجاعت سے مقابلہ کیا، لیکن اکثر مارے گئے۔ عبداللہ گرفتار ہوا اور

باقی ماندہ مسلمان کسی طرح اسلامی حدود میں واپس آ گئے۔

۲۶۵ھ میں چند بطریقوں نے ادنہ پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کو قتل و گرفتار کیا اور یہاں کے والی کو پکڑ کر لے گئے۔ اسی سنہ میں قیصر روم نے عبداللہ بن رشید کو رہا کر دیا اور چند مصاحف ابن طولون کے پاس ہدیہ بھیجے۔

۲۶۶ھ میں سسلی کے مسلمانوں اور رومیوں میں بحری معرکہ ہوا۔ اس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور وہ سسلی لوٹ گئے اور رومیوں نے دیار ربیعہ پر تاخت کی، لیکن یہاں کے باشندوں نے انہیں واپس کر دیا۔ اسی سنہ میں ابن طولون کے سرحدی حاکم نے رومی حدود میں فوج کشی کر کے بہت سے رومیوں کو قتل کیا۔

۲۷۰ھ میں رومی ایک لاکھ فوج کے ساتھ طرطوس پر حملہ آور ہوئے۔ ابن طولون کے غلام مازیار نے بڑی شجاعت سے ان کو روکا۔ دونوں میں نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ رومیوں نے بڑی فاش شکست کھائی۔ ایک لاکھ میں سے ستر ہزار رومی مارے گئے۔ ان کا رئیس البطارقہ مقتول ہوا اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا، جس میں سات طلائی و نفرتی صلیبیں تھیں۔ سب سے بڑی صلیب جواہرات سے مرصع تھی۔ چار سونے کی اور دو چاندی کی کرسیاں اور بہت سے ظروف تھے اور دوسری چیزیں تھیں۔ ❁

موفق کی وفات اور ولی عہدی کا مسئلہ

۲۷۸ھ میں معتمد کے بھائی اور ولی عہد موفق کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد معتمد کے لڑکے جعفر مفوض الی اللہ کا نام تھا۔ موفق کی وفات کے بعد فوج نے اس کی جگہ اس کے لڑکے ابوالعباس معتضد بن موفق کو نامزد کیا، لیکن اس کا نام مفوض الی اللہ کے بعد رکھا۔ ۲۷۹ھ میں معتمد نے خود مفوض کا نام خارج کر کے معتضد کو ولی عہد بنایا۔

وزارت

معتمد کے دور کے انتخابات کی وجہ سے اس کے زمانہ میں بہت سی وزارتیں بدلیں۔ اس کا پہلا وزیر عبداللہ بن یحییٰ تھا۔ اس کے حالات متوکل کے زمانہ میں گزر چکے ہیں۔ اس کی وفات کے بعد حسن بن مخلد کو منصب وزارت تفویض ہوا۔ وزارت سے پہلے وہ موفق کا کاتب تھا۔ یہ اپنے عہد کے

❁ ابن خلدون جلد ۳ ص ۳۲۷-۳۲۸۔ ناموں کی تصحیح ابن اثیر سے کی گئی ہے۔

مشہور کاتبوں میں تھا۔ دفتری کاغذات اور رجسٹروں کے علاوہ اپنی ایک علیحدہ یادداشت رکھتا، جس میں سلطنت کے تمام مدخل تاریخ وارد درج تھے جو حسن بن مخلد کو زبانی یاد تھے۔ اس کی یادداشت کا ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ موفق ایک لباس پہنے ہوئے تھا جو اسے پسند تھا۔ ابن مخلد سے اس نے پوچھا کہ توشہ خانہ میں اس کپڑے کی تعداد کتنی ہوگی؟ اس نے اسی وقت اپنی نوٹ بک دیکھ کر بتایا کہ سات ہزار۔ حسن کی معزولی کے بعد سلیمان بن وہب کو قلمدان وزارت سپرد ہوا۔ اس کا آبائی مذہب عیسوی تھا۔ اس کا مورث اعلیٰ قبال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب تھا۔ بنی امیہ کے زمانہ میں یہ عہدہ نسلًا بعد نسل قبال کے خاندان میں رہا۔ عباسی دور میں وہب کے لڑکوں نے بڑا عروج حاصل کیا۔ یہ سب کے سب ہونہار اور صاحب کمال تھے۔ سلیمان فضل و کمال، عقل و دانش اور دفتری امور کی مہارت میں دنیا کے ممتاز ترین کاتبوں میں تھا۔ اس کی ترقی بھی مامون کی جوہر شناس نگاہ کی ممنون کرم ہے۔ شروع میں وہ مامونی وزیر محمد بن یزید کے ساتھ رہتا تھا۔ وزیر مذکور جب گھر جانے لگتا تو اتفاقی ضرورتوں کے لیے اپنے زیر تعلیم نو جوانوں میں سے کسی نہ کسی کو قصر سلطانی میں چھوڑ جاتا تھا۔ ایک شب کو سلیمان کی باری تھی۔ اتفاق سے مامون کو ایک ضرورت پیش آ گئی۔ اس نے سلیمان کو بلا کر حکم دیا کہ فلاں مضمون کا ایک مسودہ لکھ لاؤ۔ اصلاح کے لیے بن السطور چھوڑ دینا۔ سلیمان نے مسودہ کیے بغیر مبیضہ لکھ کر پیش کر دیا۔ مامون کو تعجب ہوا اور اسے پڑھ کر اور بھی حیرت ہوئی۔ کہا! میاں صاحب جزاؤے ماشاء اللہ تم نے خوب لکھا اور دو سطروں کے متعلق ہدایت دی کہ ان کو مقدم و موخر کر دو۔ سلیمان نے مبیضہ لے لیا اور اسی میں سطروں کو منہا کر اس خوبی سے ترمیم کر دی کہ مامون یہ نہ سمجھ سکا کہ یہ وہی مبیضہ ہے یا دوسرا۔ اس پر اسے اور بھی حیرت ہوئی اور اس نے کہا تمہاری کس کس چیز کی تعریف کی جائے؟ مٹانے کی خوبی کی، زود فہمی کی، حسن خط کی، کام کی تیزی کی، اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔ اس قدر دانی پر سلیمان نے دست بوسی کی۔

یہ واقعہ سلیمان کی ترقی کا زینہ بن گیا۔ اس کے بعد مامون کو جب کوئی ضرورت پیش آتی تھی تو سلیمان کی طلبی ہوتی۔ اس وقت اس کی عمر کل چودہ سال کی تھی۔ گویا چودہ ہی سال کی عمر میں اسے مامونی کتابت کا منصب مل گیا۔ اس کے بعد امیر ایٹاخ و اشناس کا کاتب رہا اور ترقی کرتے کرتے مہندی کے زمانہ میں وزارت عظمیٰ تک پہنچا۔ معتد نے بھی اسے وزیر بنایا۔ ❁

چوتھا وزیر اسماعیل بن بلبل تھا۔ یہ بڑا کریم النفس، فیاض، سیر چشم اور تجمل پسند تھا۔ اس نے بڑی

شان و شکوہ کی وزارت کی۔ سیف و قلم دونوں کا مالک تھا۔ فوج کی وزارت بھی اسی سے متعلق تھی۔ فضل بن سہل کے بعد یہ دوسرا وزیر ہے جسے یہ امتیاز حاصل ہوا، لیکن آخر میں اس پر عتاب سلطانی نازل ہوا اور معتمد نے اسے قید کر کے اس کا کل اثاثہ ضبط کر لیا اور قید ہی میں قتل کر دیا گیا۔

پانچواں وزیر احمد بن صالح بن شیرزاد قطر بلبی تھا۔ یہ بڑا منشی، ادیب، انشاء پرداز، فصیح اور بلیغ تھا۔ نظم و نثر دونوں میں یکساں کمال رکھتا تھا۔ ایک منشیہ خاتون کی خطاطی اور انشاء کی تعریف میں لکھتا ہے اس کا خط اس کے حسن دلکش کا، اس کی سیاہی اس کے سواذلف کا، اس کا کاغذ اس کے بیاض رخسار کا، اس کا قلم اس کی نازک انگلیوں کا، اس کی تقریر اس کے افسون نگاہ کا، اس کا چاقو اس کی نگاہ ناز کا، اس کا قلم اس کے دل عاشق کا نمونہ ہے۔“ اس نے صرف ایک مہینہ وزارت کی تھی کہ وقت آخر آ گیا۔

چھٹا وزیر عبید اللہ بن سلیمان بن وہب اپنے عہد کا بڑا نامور وزیر، ممتاز کاتب اور اپنے فرائض کا ماہر اور صاحب کمال تھا۔ عقل و دانش میں بھی یگانہ تھا۔ یہ معتمد کے آخر عہد تک وزیر رہا اور معتمد کی وفات کے کئی سال بعد ۲۸۸ھ میں وفات پائی۔ ❀

وفات

رجب ۲۷۹ھ میں بغیر کسی بیماری کے معتمد کا دفعتاً انتقال ہو گیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اس کو زہر دیا گیا، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ ایک شب کو اس نے نبیذ زیادہ پی لی۔ اس کے بعد کھانا کھایا۔ اس سے سوئے ہضم ہو گیا اور صبح ہونے کے قبل ہی مر گیا، چونکہ موت ناگہانی تھی، اس لیے معتمد نے قضاۃ اور اعیان سلطنت کو بلا کر لاش دکھائی۔ ان کے ملاحظہ کے بعد سامرا لے جا کر دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت پچاس سال چھ مہینے کی عمر تھی۔ مدت خلافت ساڑھے ۲۳ سال۔ ❀

معتمد کی خلافت کا زمانہ گو مدت کے اعتبار سے بہت طویل ہے، لیکن وہ محض نام کا خلیفہ تھا۔ صرف خطبہ اور سکے اس کے نام کا تھا۔ باقی جملہ امور سلطنت، احکام کا اجرا، فوجوں کی قیادت، صلح و جنگ، سرحدوں کی حفاظت، وزارت کی ترتیب، جملہ امور اس کے بھائی موفی کے ہاتھوں میں تھے۔ معتمد اس بے بسی کا غم غلط کرنے کے لیے عیش پرستی میں مشغول رہتا تھا۔ ❀

اسے نبیذ اور شعر و موسیقی سے کام تھا۔ اس کی بزم عیش میں ہر وقت ادب و شعر، رقص و سرود اور اسی قبیل کے مشاغل کا چرچا رہتا تھا۔ مسعودی نے ان مجالس طرب کے بہت دلچسپ حالات لکھے ہیں۔ ❀

❀ وزراء کے تمام حالات الفخری ص ۲۲۸ سے ۲۳۱ء ماخوذ ہیں۔

❀ ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۵۱۔ ❀ الفخری ص ۲۲۷۔ ❀ مسعودی جلد ۸ ص ۱۰۲ و ۱۰۱ بعد۔

موفق پر یہ بڑا الزام ہے کہ اس نے معتمد کو بالکل بے بس کر رکھا تھا، لیکن اس سے عباسی حکومت کو بڑا فائدہ پہنچا۔ معتمد میں کوئی عملی صلاحیت نہ تھی۔ اس کے مقابلہ میں موفق جملہ اوصاف جہانبانی کا حامل تھا۔ فضل و کمال، تدبیر و سیاست، اخلاق، عدل و انصاف وغیرہ تمام محاسن موجود تھے۔ رعایا کی دادرسی کے لیے قضاۃ کے ساتھ بیٹھتا تھا اور مقدمات کی سماعت کرتا تھا اور منصفانہ فیصلے دیتا تھا۔ شجاع و بہادر تھا۔ خود فوجوں کی قیادت کرتا تھا۔ صاحب الزنج کی انقلاب انگیز شورش میں اس نے بڑے کارہائے نمایاں کیے اور اپنے زمانہ میں اس نے ترکوں کو ان کی حد سے آگے نہ بڑھنے دیا۔



ابوالعباس احمد بن موفق الملقب بہ معتضد باللہ

(۵۲۷۹ھ تا ۵۲۸۹ھ مطابق ۸۹۲ء تا ۹۰۲ء)

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ معتضد اپنے بعد اپنے بھتیجے معتضد باللہ کو ولی عہد نامزد کر گیا تھا چنانچہ اس کی وفات کے بعد ربیع الاول ۵۲۷۹ھ میں معتضد تخت نشین ہوا اور اپنے غلام بدر کو بغداد کی شہنشاہی اور عبید اللہ بن سلیمان کو منصب وزارت پر سرفراز کیا۔ اس وقت معتضد کی عمر چھتیس سینتیس سال سے زیادہ نہ تھی، لیکن عقل و دانش، تدبیر و سیاست اور جاہ و جلال میں وہ اپنے پیشروؤں پر فوقیت رکھتا تھا۔ اس لیے وہ ترکوں کا کھلونا نہیں بنا بلکہ تمام سرکش امرا کو زیر اور مخالف قوتوں کا قلع قمع کر کے عباسی حکومت میں از سر نو جان ڈالی اور اس کو مختلف حیثیتوں سے ترقی دی۔

رافع بن ہرثمہ کی بغاوت اور قتل

دولت عباسیہ کی تباہی کا سب سے بڑا سبب سرکش اور خود سرامراتھے۔ معتضد نے ان کی قوت توڑنے کے لیے انہی کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرنا شروع کیا۔ اس سلسلہ میں سب سے اول رافع بن ہرثمہ کا خاتمہ ہوا۔ محمد بن طاہر نے اسے ۵۲۷ھ میں خراسان میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ یہاں شاہی جاگیر کے علاقے بھی تھے۔ رافع نے انہیں بھی اپنے قبضہ میں لے لیا۔ معتضد نے لکھا کہ ان کو وہ چھوڑ دے، لیکن رافع بن ہرثمہ نے نہ سنا۔ اس لیے معتضد نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ عمرو بن لیث صفاری کو جو عرصہ سے خراسان کی فکر میں تھا، خراسان کا حاکم بنا دیا اور رافع بن ہرثمہ کو خراسان سے نکالنے کی خدمت احمد بن عبد العزیز کے سپرد کی۔ اس نے شکست دے کر اس کو نکال دیا۔ چند دنوں کے بعد احمد بن عبد العزیز کا انتقال ہو گیا اور رافع بن ہرثمہ پھر رے پہنچ گیا۔ اس مرتبہ احمد بن عبد العزیز کے بھائی نے نکالنے کی کوشش کی، مگر وہ کامیاب نہ ہوا۔ اس دوران میں خود عمرو بن لیث خراسان پہنچ گیا۔ خراسان کی سرحد پر متعدد طاقتیں تھیں جو سب ایک دوسرے کے خلاف تھیں، چنانچہ رافع بن ہرثمہ علوی طبرستان اور عمرو بن لیث میں پرانا اختلاف چلا آتا تھا۔ رافع نے عمرو بن لیث سے مقابلہ کے لیے محمد بن زید علوی والی طبرستان سے صلح کر لی اور محمد بن زید نے اس کی مدد کا وعدہ کیا۔ عمرو کو معلوم ہوا تو اس نے محمد بن زید کو لکھا کہ رافع نے محض اپنی غرض کے لیے صلح کی ہے۔ کام نکل جانے کے بعد وہ دھوکہ دے جائے گا۔ محمد بن زید کو چونکہ اس کا تجربہ ہو چکا تھا اس لیے انہوں نے رافع کی مدد سے ہاتھ روک لیا اور اس کو تنہا عمرو کا مقابلہ کرنا پڑا اس لیے رافع کو شکست ہوئی اور وہ

نیشاپور چھوڑ کر ایبورد چلا گیا، لیکن عمرو نے درمیان میں راستہ روک دیا تھا۔ اس لیے رافع پھر لوٹ کر نیشاپور آ گیا۔ عمرو نے محاصرہ کر لیا۔ چند دنوں کے بعد رافع خوارزم بھاگ گیا۔ خوارزم شاہ نے اپنے ایک آدمی ابوسعید فرغانی کو استقبال کے لیے بھیجا۔ اس نے عمرو بن لیث سے سرخروئی حاصل کرنے کے لیے دھوکہ دے کر رافع کو قتل کر دیا اور اس کا سر عمرو کے پاس بھجوا دیا۔ ❁

خوارج کا استیصال

موصل اور جزیرہ کے علاقہ میں معتمد کے زمانہ سے خوارج کی شورش پھلتی رہی۔ ان کا ایک سردار ہارون خارجی موصل کے نواح پر قابض ہو گیا تھا۔ معتمد کے زمانہ میں اس علاقہ کے موروثی والی محمد بن اسحاق بن کنداج نے ایک ترک شیبانی غلام ہارون بن سیماکو موصل کا حاکم بنا کر بھیجا۔ اہل موصل اور خوارج مزاحم ہوئے۔ ہارون ابن سیماقبیلہ شیبان کا غلام تھا۔ اس لیے یہ قبیلہ اس کی مدد کے لیے آمادہ ہو گیا، لیکن ہارون خارجی کو اپنی جماعت کے علاوہ اہل موصل کی بھی امداد و حمایت حاصل تھی۔ اس لیے اس نے بنی شیبان کو بڑی فاش شکست دی اور ان کا تعاقب کر کے ان کی آبادیوں کو خوب لوٹا۔ بنی شیبان نے جب دیکھا کہ فرار سے بھی ان کی بچت نہیں ہوتی تو پلٹ پڑے۔ خوارج لوٹ میں مصروف تھے اس لیے بنی شیبان نے انہیں پسپا کر دیا۔

لیکن چونکہ اہل موصل بھی ہارون بن سیماک کے خلاف تھے اور وہاں اس کا قیام ناممکن تھا اس لیے اس نے محمد بن سیماک کو لکھ بھیجا کہ اگر آپ خود مدد کے لیے نہیں آتے تو شہر ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ اس تحریر پر وہ ایک بڑی فوج کے ساتھ موصل روانہ ہو گیا۔ اہل موصل میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی اور اس کی حکومت پر بھی وہ راضی نہ تھے اس لیے ان کا ایک وفد اس غرض سے بغداد روانہ ہو گیا کہ موصل کا علاقہ ابن کنداج کے علاوہ کسی اور شخص کے ماتحت کر دیا جائے۔

معتمد اس کے پہنچنے سے پیشتر ہی محمد بن یحییٰ کو موصل کی ولایت پر مامور کر چکا تھا، چنانچہ وہ وفد مذکور کو حدیث میں ملا۔ اس لیے اہل موصل اس کے ساتھ ہی لوٹ گئے۔ محمد بن یحییٰ کا تقرر ابن کنداج پر بہت گراں گزرا۔ اس نے یہ تدبیر کی کہ غمارویہ بن احمد بن طولون کو جس کے ماتحت ایک زمانہ میں موصل کا علاقہ رہ چکا تھا ہدایا و تحائف دے کر آمادہ کیا کہ وہ دوبارہ معتمد سے موصل کی ولایت کے لیے درخواست کرے، لیکن معتمد نے اس کی درخواست یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ اہل موصل اسے پسند نہیں کرتے، پھر چند دنوں کے بعد انتظامی سلسلہ میں محمد بن یحییٰ کو ہٹا کر علی بن داؤد کو اس کی جگہ بھیجا۔ ❁

خوارج اور اعراب کردستان پر اتنے چھا گئے تھے کہ ان کا تدارک والیوں کے بس سے باہر ہو گیا تھا۔ ۲۸۰ھ میں خود ان میں باہم خانہ جنگی شروع ہو گئی اور ایک اور خارجی محمد بن عبادہ ہارون کا حریف پیدا ہو گیا۔ یہ ابتدا میں نہایت معمولی آدمی تھا۔ موصل کی شورش کے زمانہ میں اس نے اپنا جتھہ الگ بنا لیا۔ اعراب کی ایک جماعت اس کے ساتھ ہو گئی۔ اس سے اس کو اتنی قوت حاصل ہو گئی کہ وہ موصل کے غلہ کا عشر اور زکوٰۃ وصول کرنے لگا۔ مغلٹا یا کاخراج وصول کر لیا اور سنجار میں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اس کی بڑھتی ہوئی قوت ہارون کے لیے سخت مضرت تھی۔ اس نے سنجار کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ محمد بن عبادہ اس وقت قبراث میں تھا۔ اس لیے ہارون نے اس کے لڑکے ابو ہلال کو قتل کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور محمد بن عبادہ کی تلاش میں قبراث پہنچا۔ اور اس کو شکست دے کر اس کے کل ساز و سامان پر قبضہ کر لیا۔ محمد بن عبادہ شکست کھا کر آمد چلا گیا۔ اس کا جتھہ منتشر ہو چکا تھا۔ اس لیے آمد کے حاکم احمد بن عیسیٰ نے اسے گرفتار کر کے معتضد کے پاس بھجوا دیا۔

اب تک جتنے حکام موصل بھیجے گئے تھے وہ سب خوارج اور اعراب کے مقابلہ میں ناکام رہے تھے۔ اس لیے ۲۸۰ھ میں خود معتضد ان کے استیصال کے لیے نکلا اور سن کے اعراب کو شکست دیتا اور قتل کرتا ہوا بنی شیبان کے مقابلہ کے لیے موصل پہنچا۔ ان میں معتضد کے مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ اس لیے اطاعت قبول کر لی اور آئندہ کے اطمینان کے لیے ضمانت میں یرغمال دیئے۔

اس کے ایک ہی سال بعد معتضد کو اطلاع ملی کہ ایک عرب سردار حمدان بن حمدون تغلبی ہارون خارجی کے ساتھ ہو گیا ہے۔ اس لیے پھر اس نے موصل پر فوج کشی کی۔ اس مرتبہ اعراب اور کرد مل کر اس کے مقابلہ میں آئے۔ معتضد نے عام سپاہیوں کے دوش بدوش ان کا مقابلہ کیا اور تنہا ان کی صفوں میں گھس کر بے دریغ قتل کیا اور انہیں بڑی شکست فاش دی۔

حمدان بن حمدون تغلبی مار دین کے قلعہ میں تھا۔ اس مہم سے فراغت کے بعد معتضد مار دین پہنچا۔ بڑے بڑے سرداروں کو اس کے مقابلہ میں آنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اس لیے حمدان اپنے لڑکے کو قلعہ میں چھوڑ کر خود نکل گیا۔ معتضد نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اس کے پھانک پر چڑھ کر حمدان کے لڑکے کو حکم دیا کہ پھانک کھول دے اس پر اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ بے چون و چرا اس کی تعمیل کر دی۔ معتضد نے قلعہ کا کل سامان نکلوا کر قلعہ مسمار کر دیا اور حمدان کی تلاش میں آدمی بھیج کر خود بغداد لوٹ گیا۔ راستہ میں شداد نامی ایک کرد دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ قلعہ بند تھا، معتضد نے اسے بھی زیر کر کے قلعہ مسمار کر دیا۔

حمدان ابھی قابو میں نہ آیا تھا اور ایک اور شخص اسحاق بن ایوب بھی سرکش ہو گیا تھا۔ اس لیے معتمد ۲۸۲ھ میں پھر موصل گیا اور دونوں کو بلا بھیجا۔ اسحاق تو حاضر ہو گیا، لیکن حمدان قلعہ بند ہو گیا۔ معتمد نے امیر وصیف موٹکیر ترکی اور نصر قشوری کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ حمدان باسورین میں اور اس کا دوسرا لڑکا حسین موصل کے قریب ہی ایک قلعہ میں تھا۔ اس نے خود اطاعت قبول کر کے قلعہ حوالہ کر دیا اور حمدان کو امیر وصیف نے باسورین جا کر شکست دی۔ وہ دجلہ عبور کر کے دیار ربیعہ کی طرف نکل گیا، لیکن امیر وصیف کی فوجوں نے اسے کہیں نہ ٹکنے دیا۔ بالآخر تنگ آ کر وہ موصل لوٹ آیا اور اسحاق بن یوسف کے دامن میں پناہ لی۔ اس نے اس کو معتمد کے پاس حاضر کر دیا۔ حمدان کی شکست اور اطاعت کے بعد اعراب اور کردوں کا حوصلہ پست ہو گیا اور انہوں نے اطاعت قبول کر لی۔

حمدان کو زیر کرنے کے بعد معتمد نصر قشوری کو موصل کے انتظام کے لیے چھوڑ کر خود بغداد لوٹ گیا۔ اس کی واپسی کے بعد پھر خارجیوں نے سر اٹھایا اور نصر کے آدمیوں پر حملہ کر دیا۔ اس میں ہارون خارجی کا ایک ممتاز ساتھی جعفر مارا گیا۔ اس لیے پھر خوارج میں عام شورش پیدا ہو گئی۔ نصر نے ہارون کو دھمکایا۔ اس نے اس کا نہایت سخت جواب دیا۔ نصر نے اس کا جواب معتمد کے پاس بھجوا دیا۔ اسے پڑھ کر معتمد نے خوارج کی قرار واقعی سرکوبی کا تہیہ کر لیا اور حسن بن علی کو موصل کی ولایت پر مامور کر کے اس نواح کے تمام حکام کو حکم دیا کہ وہ خوارج کے استیصال میں حسن کی پوری مدد کریں۔ حسن نے بڑے اہتمام سے مقابلہ کیا۔ خوارج بھی اپنی پوری قوت کے ساتھ مقابلہ میں آئے۔ دونوں میں خونریز جنگ ہوئی۔ خارجیوں نے سترہ حملے کیے۔ حسن نے ان سب کو بڑی شجاعت و پامردی سے روکا اور ان کی ہمت و استقلال سے خارجیوں کو بڑی فاش شکست ہوئی۔ ان کی بڑی تعداد قتل ہوئی۔ بقیۃ السیف بھاگ نکلے۔ آخر میں انہوں نے بھی مجبور ہو کر اطاعت قبول کر لی اور ہارون سرگرداں پھرتا رہا۔ اس شکست نے گو خارجیوں کا شیرازہ بکھیر دیا تھا، لیکن ان کا سرغنہ ہارون باقی تھا۔ اس لیے ۲۸۳ھ میں پھر معتمد نے موصل کا سفر کیا اور حسین بن حمدان تغلبی کو ہارون کی گرفتاری پر مامور کیا اور وصیف بن موٹکیر کو اس کی مدد پر متعین کیا۔ ہارون دجلہ کی ترائی میں روپوش تھا۔ حسین بن حمدان نے اس کی کمین گاہ پر چھا پہ مارا۔ وہ یہاں سے نکل کر بھاگا۔ حسین نے تعاقب کیا اور چند دنوں کے بعد اسے لڑکر گرفتار کر لیا اور معتمد کی خدمت میں لے جا کر پیش کیا۔ معتمد اسے بغداد ساتھ لے گیا اور حسین کی کارگزاری کے صلہ میں اس کے باپ حمدان کو رہا کر دیا اور خلعت سے نوازا اور باغیوں کی عبرت کے لیے ہارون کی تشہیر کر کے اسے سولی پر آویزاں کیا۔ ہارون کے قتل کے

بعد موصول میں کامل امن و سکون ہو گیا۔ ❁

قرامطہ

قرمطی تحریک کے ابتدائی حالات معتمد کے عہد میں گزر چکے ہیں اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کا بانی قرمط عراق چھوڑ کر شام چلا گیا، مگر یہ تحریک برابر اندر ہی اندر اپنا کام کرتی رہی اور مخفی طور سے لوگ اس میں شامل ہوتے رہے۔ بحرین اور اس کے نواح میں اس کی زیادہ اشاعت ہوئی۔ ۲۸۱ھ میں ایک قرمطی داعی یحییٰ بن مہدی نے قطیف میں دعویٰ کیا کہ وہ مہدی موعود کا داعی ہے جن کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے اور مہدی کی جانب سے ایک صداقت نامہ پیش کیا۔ قطیف اور بحرین کے شیعین اعلیٰ نے اس کی دعوت قبول کی اور اس کی امداد و اعانت کا پورا وعدہ کیا۔ ان میں سب سے اہم شخصیت ابوسعید جنابی کی تھی۔ بحرین میں کام کرنے کے بعد یحییٰ یہاں سے چلا گیا اور چند دنوں کے بعد دعوت قبول کرنے والوں کے نام مہدی موعود کی جانب سے شکریہ کا خط لایا، جس میں مہدی کے نام پر خُش دینے کا حکم تھا۔ سب نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد یحییٰ نے قبیلہ قیس میں تبلیغ شروع کی اور ان کے نام بھی اسی قسم کے خطوط پیش کیے۔

بحرین کے والی کو ان واقعات کا علم ہوا تو اس نے یحییٰ کو پکڑ کر سزا دی۔ اس کا معاون ابوسعید جنابی بھاگ گیا۔ یحییٰ چھوٹنے کے بعد پھر سرگرمی کے ساتھ اپنے کام میں لگ گیا اور بنی کلاب، بنی عقیل اور حریش میں دورہ کر کے ان کی بڑی تعداد قرمطی تحریک میں داخل کر لی اور ان کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ ۲۸۷ھ میں انہوں نے ہجر کے نواح میں تاخت و تاراج شروع کر دی اور ابوسعید جنابی نے بصرہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔ یہاں کے والی احمد الوائلی میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس نے معتضد کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے بصرہ کی حفاظت کے لیے شہر پناہ کی تعمیر کا حکم دیا اور بحری راستہ سے امدادی فوج بھیجی اور عباس بن عمرو غنوی والی فارس کو یمامہ اور بحرین کا حاکم بنا کر قرامطہ کے مقابلہ کا حکم دیا۔ اس نے بصرہ پہنچ کر ابوسعید کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر گرفتار ہو گیا اور اس کی فوج کا کل سامان اور بہت سے قرمطی ابوسعید کے قبضہ میں آئے۔ ابوسعید نے عباس کے علاوہ باقی اور تمام قیدیوں کو آگ میں جلا دیا اور ہجر پر قبضہ کر لیا۔

یہ خبر بصرہ پہنچی تو یہاں سے فوراً شکست خوردہ فوجوں کے لیے خورد و نوش کا سامان روانہ کیا گیا، لیکن راستہ میں بنی اسد نے حملہ کر کے چھین لیا اور ابوسعید کی تلوار سے جو لوگ زندہ بچے تھے انہیں بھی

❁ یہ تمام حالات ملخصاً ابن اثیر سے ماخوذ ہیں۔ جلد ۷ ص ۱۵۴ تا ۱۵۷۔

قتل کر دیا۔ اس سے بصرہ میں بڑی بے چینی پیدا ہو گئی۔ احمد الوائلی نے انہیں کسی طرح روکا۔ اس درمیان میں ابوسعید نے عباس کو رہا کر دیا اور اس سے کہا کہ تم نے جو حالات دیکھے ہیں، انہیں جا کر معتضد سے بیان کر دینا۔ یہ ابلہ ہوتا ہوا بغداد پہنچا۔ معتضد نے اس کی دلدہی کے لیے خلعت عطا کیا۔ ❀

اس کامیابی کے بعد قرامطہ کا حوصلہ بڑھ گیا اور انہوں نے نواح کوفہ میں بڑی شورش پیا کی۔ ان کی شورش دیکھ کر ایک طالبی غلام بدران کے مقابلہ کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے بہت سے روسا کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ معتضد نے علیحدہ علیحدہ فوجوں پر فوجیں بھیجنا شروع کر دیں۔ انہوں نے قرامطہ کو بے دریغ قتل کیا۔ ہزاروں قرامطی مارے گئے۔ ان کی یہ تباہی دیکھ کر ان کے ایک داعی ذکر دیہ بن مہرویہ نے اسد اور طے کے قبائل کو بھڑکانے کی کوشش کی، مگر ناکام رہا۔ البتہ بنی قلیص اس کے دام میں آ گئے اور ذکر دیہ نے معتضد کے ایک غلام شبل کو قتل کر کے رصاف کی مسجد جلا ڈالی اور شام کی سرحد تک بستیوں کو ویران کرتا چلا گیا۔ طولونی عہدہ دار طغ بن خف نے روکا، لیکن ذکر دیہ نے اسے بھی شکست دی۔ ❀

اسماعیل سامانی اور عمرو بن لیث کی جنگ اور عمرو کی گرفتاری

اوپر گزر چکا ہے کہ عمرو بن لیث صفاری نے باغی امیر راف بن ہرثمہ کا سر معتضد کے حضور پیش کیا تھا۔ اس کے صلہ میں وہ معتضد سے ماوراء النہر کی حکومت کا طالب ہوا۔ یہ علاقہ مدتوں سے سامانی خاندان کی موروثی حکومت میں چلا آتا تھا اور اس کے فرمانروا دوسرے خود سر موروثی والیوں کے مقابلہ میں زیادہ مطیع و منقاد تھے۔ اس کے برعکس عمرو پر اس کو پورا اعتماد نہ تھا۔ اس لیے اس نے عمرو کو اسماعیل سے لڑا کر عمرو کی قوت توڑنے کے لیے اس کی درخواست قبول کر لی اور اس کو ماوراء النہر کی حکومت کا پروانہ لکھ دیا۔ عمرو نے اپنے ایک معتمد علیہ امیر محمد بن بشیر کو ماوراء النہر پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا۔ آمد میں بسبب جھون اس کا اور اسماعیل کا مقابلہ ہوا۔ محمد بن بشیر مارا گیا اور اس کی فوج شکست کھا کر نیشاپور چلی گئی۔ اس شکست کے بعد عمرو نے خود فوج کشی کی۔ اسماعیل نے اس کو لکھ بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک بڑی وسیع حکومت عطا فرمائی ہے اور میرے پاس صرف ماوراء النہر کا ایک سرحدی گوشہ ہے۔ اس لیے تمہارے پاس جو کچھ ہے اس پر قناعت کرو اور یہ گوشہ میرے لیے چھوڑ دو۔ عمرو نے کوئی توجہ نہ کی۔ اس لیے اسماعیل کو اس کے مقابلہ میں آنا پڑا اور وہ جھون کے پار خیمہ زن ہوا۔ عمرو نے بلخ میں مورچہ قائم کیا۔ اسماعیل نے ہر طرف سے اس کو گھیر لیا اور عمرو پہلے ہی معرکہ میں معمولی جنگ کے بعد

❀ ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۶۲ تا ۱۶۳ ❀ ابن اثیر ج ۷ ص ۱۶۸

بھاگ نکلا۔ راستہ میں اس کا گھوڑا دلہل میں پھنس گیا۔ اسماعیل کے آدمیوں نے اسے گرفتار کر لیا اور اسماعیل کے پاس لے گئے۔ اس نے اس کو اختیار دیا کہ اس کا دل چاہے اس کے پاس ماوراء النہر میں رہے اور دل چاہے معتضد کے پاس بغداد چلا جائے۔ عمرو نے بغداد جانا پسند کیا، چنانچہ اسماعیل نے اس کو بغداد بھجوا دیا۔ معتضد نے اسے قید کر دیا اور اسماعیل کو اس کے تمام مقبوضات کا حاکم بنا دیا۔ ❀

اسماعیل اور محمد بن زید کی جنگ اور محمد بن زید کا قتل

خراسان پر ہمیشہ سے طبرستان کے علویوں کی نظر تھی اور اس کے لیے ان میں اور صفاریوں میں جنگ بھی ہو چکی تھی۔ عمرو بن لیث کی گرفتاری کے بعد ان کی یہ دیرینہ آرزو پھرا بھڑائی۔ چنانچہ محمد بن زید علوی نے فوج کشی کر دی۔ اسماعیل کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے لکھ بھیجا کہ میں نے جرجان تمہارے لیے چھوڑ دیا ہے۔ اس لیے اب تم خراسان کا قصد نہ کرو، لیکن محمد بن زید نے اس کی پرواہ نہ کی اور اسماعیل کو ناچار مقابلہ کرنا پڑا۔ اس نے محمد بن ہارون کو ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ باب جرجان میں نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ محمد بن زید نے بڑی شکست فاش کھائی۔ وہ سخت زخمی ہوئے اور ان کا لڑکا زید گرفتار ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد محمد بن زید زخموں کے صدمہ سے انتقال کر گئے۔ اسماعیل نے زید بن حسن کو نہایت عزت و احترام اور آرائش و آسائش کے ساتھ رکھا۔ محمد بن زید بڑے فاضل ادیب و شاعر تھے۔

وصیف خادم کی گرفتاری

امیر محمد بن ابی الساج ایک خود سر اور خود غرض لیکن حوصلہ مند اور بہادر امیر تھا۔ اس لیے خلفا اس کی دل جوئی کیا کرتے تھے، چنانچہ معتضد کے زمانہ میں اس کو آذربائیجان کا حاکم بنا دیا گیا تھا۔ معتضد کے زمانہ میں اس کا رویہ مخالفانہ ہو چلا تھا۔ اس نے اس کو زور و قوت سے دبانے کے بجائے آرمینیا کی حکومت اور خلعت دے کر رام کرنے کی کوشش کی۔ ابن ابی الساج نے بھی اظہار شکر گزاری میں قیمتی ہدایا پیش کیں اور ضمانت کے پرغمال دیئے۔ ۲۸ھ میں اس کا خادم وصیف اس کا ساتھ چھوڑ کر ملطیہ چلا آیا اور معتضد کی خدمت میں سرحد کی ولایت کی درخواست بھیجی۔ اس کے قاصدوں پر شبہ ہوا۔ تحقیقات سے پتہ چلا کہ خود ابن ابی الساج نے وصیف کو آمادہ کیا ہے کہ وہ سرحد کی ولایت کی درخواست کرے۔ اس کے مل جانے کے بعد دونوں مل کر دیار مضر پر قبضہ کر لیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل طرطوس بھی اس سازش میں شریک ہیں۔ معتضد کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ خود وصیف کی تادیب

❀ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۶۵ و ابن خلدون ج ۳ ص ۳۵۱۔

کے لیے نکلا۔ جاسوسوں نے اس کو اطلاع دی کہ وصیف عین زربہ کا قصد کر رہا ہے۔ معتمد نے فوراً ایک دستہ اس کی تلاش میں آگے روانہ کر دیا۔ اس کا اور وصیف کا سامنا ہو گیا اور وہ گرفتار کر کے معتمد کے سامنے پیش کیا گیا۔ معتمد نے اس کی فوج کو امان دے دی۔ اس سازش میں اہل طرطوس بھی شریک تھے۔ اس لیے معتمد نے ان کے عمائد کو گرفتار کر لیا اور طرطوس کے بحری بیڑے کو جو پچاس جہازوں پر مشتمل تھا، نذر آتش کر دیا۔ یہ بیڑا بڑا قیمتی اور مدتوں کی محنت کا سرمایہ تھا۔ اس کی بربادی سے بڑا نقصان پہنچا اور رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی بحری قوت کمزور پڑ گئی۔ ❊

طولونیہ مصر اور معتمد کے تعلقات

مصر کے طولونی خاندان اور خلافت بغداد کے اختلاف کا خاتمہ معتمد ہی کے زمانہ میں ہو چکا تھا۔ معتمد کے زمانہ میں دونوں کے روابط میں اور زیادہ ترقی ہوئی۔ خمارویہ بن طولون نے معتمد کی تخت نشینی کی تبریک میں بیش قیمت ہدایا پیش کیں تھیں۔ معتمد نے اس کے صلہ میں مصر کے خراج کی باقی ماندہ رقم میں سے کل دو لاکھ دینار سالانہ کے حساب سے لے کر مزید تین لاکھ سالانہ پرفرات سے برقہ تک کی حکومت کا سی سالہ قبائلیہ خمارویہ اور اس کے لڑکے کے نام لکھ دیا اور ۲۸۰ھ میں بارہ پارچے کا خلعت، تلوار، تاج اور مالائے مروارید عطا کیا۔ ۲۸۲ھ میں خمارویہ کی لڑکی ”قطرة الندی“ قطرہ شبنم سے شادی کر کے طولونی خاندان کی عزت افزائی کی۔

۲۸۲ھ میں خمارویہ کو اس کے غلاموں نے قتل کر دیا اور اس کا لڑکا جیش تخت نشین ہوا، لیکن چھ ہی مہینے کے بعد اس کے اور اس کے فوجی افسروں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ انہوں نے اس کو معزول کر کے اس کے بھائی ہارون کو تخت نشین کیا۔ ❊

رومیوں سے معرکہ آرائیاں

معتمد زیادہ تر اندرونی اصلاح و تنظیم میں مشغول رہا۔ اس لیے بیرونی مہمات اس کے زمانہ میں بہت کم پیش آئیں۔ ۲۸۵ھ میں موفق کے غلام راغب نے طرطوس سے بحری حملہ کیا اور رومیوں کے تیس جہاز گرفتار کر کے جلا دیے اور تین ہزار رومی قتل ہوئے۔ ۲۸۷ھ میں رومی طرطوس پر چڑھ آئے۔ یہاں کے حاکم ابوثابت نے انہیں پسپا کر دیا اور درتک تعاقب کرتا چلا گیا، لیکن بے احتیاطی کی وجہ سے خود ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا۔ ۲۸۸ھ میں حسن بن علی کورہ نے کئی رومی قلعے فتح اور

❊ یہ حالات ابن اثیر کے مختلف سنین سے ماخوذ ہیں۔

❊ کتاب الولاء کندی ص ۲۳۰ تا ۲۳۳ و قریزی جلد ۲ ص ۱۱۷۔

بہت سے رومی گرفتار کیے۔ اس کے انتقام میں رومیوں نے کیسوم پر بری اور بحری دوستوں سے حملہ کر کے پندرہ ہزار مسلمان گرفتار کر لیے۔ ❀

دولت عباسیہ کی ماتحت ریاستوں نے البتہ بعض فتوحات حاصل کیں۔ ۲۸۰ھ میں اسماعیل سامانی نے ترکستان کی ایک حکومت پر قبضہ کر کے اس کے فرمانروا کو گرفتار کیا۔ ❀

وزارت

معتضد کا پہلا وزیر عبید اللہ بن سلیمان تھا۔ اس کے حالات معتمد کے عہد میں گزر چکے ہیں۔ عبید اللہ کے بعد اس کا لڑکا قسم باپ کا جانشین ہوا۔ یہ بڑا فاضل، مدبر اور عظمت و شان کا وزیر تھا۔ معتمد کے آخر زمانہ تک اپنے عہدہ پر رہا۔ ❀

وفات

ربیع الاول ۲۸۹ھ میں معتمد مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ فوجی افسروں نے اس کے لڑکے اور ولی عہد مکتفی باللہ کی بیعت کی تجدید کی۔ خاندان شاہی میں موفق کے لڑکے عبدالواحد کی جانب سے مخالفت کا خطرہ تھا۔ اس لیے اس سے بیعت لے کر اس کو نگرانی میں لے لیا گیا۔ آخر ربیع الاول میں معتمد نے وفات پائی۔ چار لڑکے اور گیارہ لڑکیاں چھوڑیں۔ مدت خلافت ۷ برس ۹ مہینے۔

حکومت پر تبصرہ

معتضد بڑے جاہ و جلال کا خلیفہ تھا۔ مدتوں کے بعد اس دل و دماغ اور حوصلہ و ہمت کا خلیفہ عباسی تخت پر بیٹھا تھا۔ تدبیر و سیاست کے ساتھ وہ اخلاق سے بھی آراستہ تھا۔ اپنی ہشت سالہ مدت حکومت میں اس نے عباسی حکومت کے مردہ قالب میں جان ڈال دی اور ہر حیثیت سے اس کے عہد عروج کی یاد تازہ کر دی۔ مسعودی کا بیان ہے کہ معتمد کے تحت خلافت پر قدم رکھتے ہی فتنہ و فساد میں سکون پیدا ہو گیا۔ ملک کی حالت درست ہو گئی۔ لڑائیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ چیزوں کا نرخ ارزاں ہو گیا۔ شورش و پیمان میں سکون ہو گیا۔ مخالفین نے صلح کر لی۔ وہ منقہ و منصور تھا۔ تمام امور اس کے قابو میں آ گئے۔ مشرقی و مغربی علاقے اس کے زیر نگیں ہو گئے۔ مخالفین مغلوب ہو گئے اور ہارون شاری پر اس نے فتح پائی۔ ❀

❀ ابن خلدون ج ۳ ص ۳۵۴ - ❀ ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۵۴۔

❀ انقری ص ۲۳۲ - ❀ مروج الذهب ج ۷ ص ۱۱۳۔

ابن طقطقی لکھتا ہے کہ معتضد عاقل، فہیم، فاضل اور خصائل حمیدہ سے آراستہ تھا۔ اس کی تخت نشینی کے وقت سلطنت ویران ہو رہی تھی۔ سرحدیں بیکار ہو چکی تھیں۔ اس نے بڑی خوبی سے اس کی اصلاح کی۔ اس کے حسن انتظام سے اس کی سلطنت پھر آباد ہو گئی، آمدنی میں اضافہ ہو گیا، سرحدیں مضبوط ہو گئیں۔ وہ سیاست میں نہایت مضبوط اور فتنہ پرستوں کے لیے نہایت سخت تھا۔ رعایا کے مال و متاع میں فوجوں کی دست درازی اور ایذا رسانی کا خاتمہ کر دیا۔ اپنے ابن عم آل ابی طالب کا محسن تھا۔ اس کے زمانہ میں شورشیں اور بغاوتیں بھی ہوئیں۔ عمرو بن لیث الصفر نے بڑی عظمت و قوت حاصل کر لی تھی اور عجم کے بڑے حصہ پر چھا گیا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اگر میں چاہوں تو دریائے بلخ پر سونے کا پل بنا دوں۔ اس کا باورچی خانہ چھ سوانوں پر چلتا تھا، لیکن معتضد کے اقبال سے بڑی ذلت و خواری کے ساتھ قید ہوا اور معتضد نے دولت عباسیہ کے منتشر شیرازہ کو پھر متحد کر دیا اور رعایا میں عدل و انصاف قائم کیا اور مرتے وقت بڑی دولت چھوڑ گیا۔ ❀

سیوطی لکھتے ہیں کہ معتضد بزاز یک اور شجاع و بہادر تھا۔ لڑائیوں میں اس کے کارنامے مشہور ہیں۔ اس نے خلافت کا نہایت بہتر انتظام کیا۔ لوگوں کے دلوں میں اس کا براعب تھا۔ اس کی ہیبت کی وجہ سے سارے فتنے دب گئے۔ اس کے زمانہ میں امن و رفاہیت اور ارزانی کا دور تھا۔ اس نے بہت سے ٹیکس بند کر دیے۔ وہ خلافت عباسیہ کی تجدید کی وجہ سے سفاح ثانی کہلاتا تھا۔ ❀

دولت عباسیہ کی تباہی کا سب سے بڑا سبب ترکی امرا اور افسران فوج تھے۔ عباسی حکومت اس طرح ان کے پنجہ اقتدار میں آ گئی تھی کہ خلفائے کوان کی مرضی کا پابند رہنا پڑتا تھا، ورنہ حکومت بلکہ جان تک سے ہاتھ دھونا پڑتا۔ ان کے ہاتھوں رعایا کی جان اور مال محفوظ نہ تھا۔ معتضد کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ترکوں کا زور توڑ کر سلطنت اور رعایا دونوں کو ان کے پنجہ ظلم سے آزاد کر دیا۔ ان کی قوت توڑنے کے لیے اس نے نہایت سخت پالیسی اختیار کی۔ فوجی افسروں کو سرتابی پر زندہ دفن کر دیتا تھا۔ ❀ گو یہ سزا بظاہر سخت معلوم ہوتی ہے، لیکن ترکوں کی خیرہ سری جس حد کو پہنچ چکی تھی، اس کی اصلاح بغیر اس کے ناممکن تھی۔

رعایا کے ساتھ عمال کے ظلم و زیادتی کو نہایت سختی سے روکا اور ان میں عدل و انصاف کے قیام کی طرف پوری توجہ کی۔ ❀ اس سختی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس کے مقررین خاص تک اس کے خوف سے ظلم و زیادتی کی جرأت نہ کرتے تھے۔ ❀

❀ تاریخ الخلفاء ص ۲۷۸

❀ تاریخ الخلفاء ص ۲۷۹

❀ الفخری ص ۲۳۱-۲۳۲

❀ ابن اثیر ج ۷ ص ۱۷

❀ الفخری ص ۱۳۱-۱۳۲

عدل و انصاف میں اس کی توجہ اور انہماک کی وجہ سے عدالتیں بھی آزاد ہو گئیں اور ایوان عدالت میں امر او عائد بلکہ خلیفہ تک کے سارے امتیازات اٹھ گئے اور سب کے ساتھ یکساں سلوک ہونے لگا۔ عدالتوں کی آزادی کا ایک دلچسپ واقعہ کتابوں میں مذکور ہے۔ ایک امیر نے مختلف آدمیوں سے قرض لے رکھا تھا۔ انہوں نے قاضی ابو حازم کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا۔ معتمد کا بھی کچھ قرض اس کے ذمہ تھا۔ اس نے قاضی ابو حازم کے پاس کہلا بھیجا کہ اس شخص کے ذمہ میرا قرض بھی ہے۔ امید ہے کہ دوسرے قرض خواہوں کے ساتھ میرا قرض بھی عدالت سے دلایا جائے گا۔ قاضی ابو حازم نے جواب میں کہلایا کہ امیر المؤمنین اپنا وہ قول یاد کریں جو منصب قضا پر دکر تے وقت مجھ سے کہا تھا کہ میں نے قضا کا عہدہ اپنی گردن سے نکال کر تمہاری گردن میں ڈال دیا ہے۔ اس لیے اب مجھے یہ اختیار نہیں ہے کہ محض دعویٰ پر بغیر کسی شہادت کے کوئی فیصلہ دوں۔ معتمد نے جواب میں کہلایا کہ فلاں فلاں دوزی عزت آدمی میرے شاہد ہیں۔ ابو حازم نے پھر جواب میں کہلایا کہ شاہدوں کو عدالت میں آ کر شہادت دینی چاہیے۔ میں جرح کروں گا، اگر شہادت سچی ثابت ہوئی تو قبول کی جائے گی ورنہ جو ثابت ہوگا اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا، لیکن قاضی ابو حازم کی جرح کے خوف سے دونوں شاہدوں میں سے کسی نے شہادت نہ دی۔ اس لیے معتمد کا دعویٰ مسموغ نہ ہوا۔ ❊

دور انحطاط کے سیاسی انقلابات اور طوائف الملوکی کی وجہ سے حکومت کی آمدنی اتنی گھٹ گئی تھی کہ تنخواہوں کی تقسیم میں دشواری پیش آتی تھی۔ معتمد کے حسن انتظام سے اس میں بھی معقول اضافہ ہوا۔ ❊ اور اس کے زمانہ میں عباسی حکومت کا میزانیہ اتنا بہتر ہو گیا کہ حکومت کے مصارف کے بعد خزانہ میں ایک بڑی رقم سالانہ بچ رہتی تھی، چنانچہ اپنی وفات کے بعد خزانہ میں بڑی دولت چھوڑ گیا۔ ❊ بعض روایتوں کے مطابق اس کی تعداد نوے کروڑ اشرفی تھی۔ اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ ملک کی مالی حالت کی اصلاح میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا، بلکہ بعض پرانے ٹیکس بھی کم کر دیئے گئے۔ اس سے رعایا کی آسودہ حالی بہت بڑھ گئی۔ ضروریات زندگی ارزاں ہو گئیں اور ہر شخص نہایت مطمئن اور مسرور زندگی بسر کرنے لگا۔ ❊ صائبی کا بیان ہے کہ معتمد کی نرمی کے باوجود عراق کے خراج میں اتنا اضافہ ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد کے علاوہ اور کسی زمانہ میں اتنا خراج وصول نہیں ہوتا تھا۔ ❊

مذہبی خدمات

- ❊ تاریخ الخلفاء ص ۳۸۱۔ ❊ الفخری ص ۳۲۱۔ ❊ مروج الذهب ج ۷ ص ۱۱۳۔
❊ تاریخ الخلفاء ص ۳۷۹۔ ❊ تاریخ الوزراء ص ۱۔

اوصاف جہانبانی کے ساتھ معتضد مذہبی حیثیت سے بھی دیندار تھا۔ فسق و فجور سے اس کا دامن کبھی آلودہ نہیں ہوا۔ عباسی عہد میں کم علموں کے عقائد و خیالات پر فلسفہ یونان کا بڑا اثر پڑا تھا۔ معتضد خود ایک راسخ العقیدہ خلیفہ تھا۔ اس لیے اس نے اس کا پورا تدارک کیا اور کتب فروشوں کو فلسفہ کی کتابوں کی اشاعت کی ممانعت کر دی۔ اوہام و خرافات کے جتنے وسائل تھے سب کو مٹا دیا، چنانچہ منجموں اور قصہ خوانوں کو شوارع عام پر بیٹھنے کی ممانعت کر دی۔ مجوسیوں کے اثر سے مسلمانوں میں آتش پرستوں کی بعض رسمیں رائج ہو گئی تھیں چنانچہ نوروز کے دن وہ بھی آگ جلاتے تھے۔ معتضد نے اس شرک اندہ رسم کو حکماً بند کر دیا۔

عیش پرستوں نے اپنے تعیش کے جواز کے عجیب عجیب پہلو پیدا کر لیے تھے۔ مثلاً گانے، متعہ اور بغیض کے جواز میں اختلاف ہے، کسی زندہ دل نے اس قسم کی ان تمام چیزوں کو جو کسی امام یا کسی اسلامی فرقہ کے نزدیک جائز ہیں، بغیر ان کے اختلاف کو ظاہر کیے ہوئے ایک کتاب میں جمع کر دیا تھا۔ اس کی ایک کاپی معتضد کے پاس بھی پہنچی۔ اس نے قاضی اسماعیل کو دکھایا۔ انہوں نے کہا اس کتاب کا مصنف زندیق ہے۔ اس نے پوچھا کیا اس نے یہ مسائل دل سے گھڑھے ہیں؟ قاضی نے کہا گھڑھے تو نہیں ہیں، لیکن اس میں ہر مسئلہ کا ایک ہی پہلو دکھایا گیا ہے اور اس کی پوری تفصیل نہیں بیان کی گئی ہے۔ مثلاً جس کے نزدیک نشہ آور چیز جائز ہے اس کے نزدیک متعہ اور گانا جائز نہیں ہے۔ ہر عالم کی کچھ نہ کچھ لغزشیں ہوتی ہیں، اگر ان پر عمل کیا جائے تو دین ہی برباد ہو جائے۔ یہ سن کر معتضد نے اس کتاب کو جلوا دیا۔

ذوی الارحام کی میراث کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک میراث میں ذوی الارحام کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ ذوی الفروض اور عصبات کی عدم موجودگی میں میراث بیت المال میں داخل کر دی جائے گی، لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عصبات کے بعد ذوی الارحام وارث ہیں۔ اس مسئلہ میں معتضد پہلے امام مالک و شافعی کے مسلک پر عمل کرتا تھا، پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک اختیار کر لیا اور ذوی الارحام کو حصہ ملنے لگا اور بیت المال سے میراث کا دفتر توڑ دیا گیا۔ اس سے رعایا پر بہت اچھا اثر پڑا اور ہر شخص کی زبان سے اس کے لیے دعا نکلتے لگی۔ عباسی حکومت کے دور زوال میں خلفا کے مصارف حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔ معتضد نے اسراف کی تمام مدیں بند کر دیں۔ بعض مورخ اسے بخیل لکھتے ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں۔ دہلی کی کتاب

- ۱ ابن اثیر ج ۷ ص ۱۷۰ ۲ تاریخ الخلفاء ص ۳۷۹ ۳ تاریخ الخلفاء ص ۲۷۹ ۴ تاریخ الخلفاء ص ۳۷۹ ۵ تاریخ الخلفاء ص ۳۷۹ ۶ کتاب الوزر اصالبی

الوزراء میں اس کے اخراجات کا پورا گوشوارہ موجود ہے۔ اس سے اس کے بجل کی پوری تردید ہوتی ہے۔ اس نے کسی ضروری خرچ میں کوئی کمی نہ کی تھی۔ سات ہزار اشرفی روزانہ خرچ تھا۔ جو کسی طرح ایک بجیل فرمانروا کا خرچ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اس نے ایک قصر کی تعمیر میں چار لاکھ اشرفیاں صرف کیں۔ البتہ اس نے عیش و عشرت میں بیکار روپیہ ضائع نہیں کیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اس کی موت کے وقت خزانہ دولت سے معمور تھا۔

عموماً مؤرخین نے اس کی سخت گیری کی شکایت کی ہے جو ایک حد تک صحیح ہے، لیکن عباسی حکومت جس نوبت تک پہنچ چکی تھی اور اس پر امر اور افسروں کا جتنا غلبہ و اقتدار ہو چکا تھا اور اس سے عباسی حکومت کو جتنا نقصان پہنچ رہا تھا، اس کی اصلاح بغیر سخت گیری کے ممکن نہ تھی۔ اسی سخت گیری کا نتیجہ تھا کہ اس کے زمانہ میں ترکوں کو جو خلفا کو معزول کر کر کے اور ان کا خون بہا بہا کر شیر ہو گئے تھے، سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی، لیکن علی العموم اس کی جانب سخت گیری کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے۔ وہ صرف ان سرکشوں کے بارہ میں سخت گیر تھا جو نرمی سے قابو میں آنے والے نہ تھے، ورنہ عام طور سے وہ حالات کی اصلاح میں سیاست سے کام لیتا تھا۔ ابن کثیر نے اس کی سیاست کا ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے۔ ایک مرتبہ معتضد کسی سفر میں جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک گاؤں پڑا جس میں گلزی کے کھیت تھے۔ معتضد کے سپاہیوں نے گلزیاں توڑ لیں۔ کھیت کے مالک نے شور مچایا۔ معتضد کو خبر ہوئی تو اس نے اس کو بلا کر پوچھا کہ تم گلزیاں توڑنے والوں کو پہچانتے ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ معتضد نے کہا ان کو پہچان کر بتاؤ۔ اس نے تین آدمیوں کو بتایا۔ معتضد نے ان کو قید کر دیا۔ صبح لوگوں نے تین لاشیں پھانسی پر آویزاں دیکھیں۔ اس پر بڑی چہ میگوئیاں ہوئیں کہ ایک معمولی جرم میں پھانسی پر لٹکا دینا بڑی زیادتی ہے۔ ایک شخص نے دبی زبان سے ڈرتے ڈرتے معتضد سے کہا۔ اس نے کہا کہ گلزی کے چوروں کو پھانسی نہیں دی گئی ہے، وہ قید ہیں۔ تین قاتل جن پر قصاص واجب تھا، قید تھے۔ میں نے راتوں رات آدمی بھیج کر ان کو قید خانہ سے منگوا کر پھانسی دلوائی ہے اور فوجی سپاہیوں کو ڈرانے کے لیے مشہور کر دیا کہ چوروں کو پھانسی دی گئی تاکہ ان کو رعایا کے مال پر دست درازی اور ان پر زیادتی کرنے کی جرأت نہ ہو اور ان تینوں آدمیوں کو جنہوں نے گلزیاں چرائی تھیں، قید سے نکلوا کر دھلا دیا۔

اس کی سخت گیری کے ساتھ اس کی نرمی کے واقعات بھی ملتے ہیں۔ ایک مرتبہ چند آوارہ بدمعاش اس کے سامنے پیش کیے گئے، جو فسق و فجور میں منہمک رہتے تھے۔ وزیر نے ان کو سولی پر

لٹکانے اور آگ میں زندہ جلانے کا مشورہ دیا۔ معتضد نے کہا تم نے اس سنگدلانہ مشورہ سے میرا غصہ ٹھنڈا کر دیا۔ رعایا حاکم کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اس کی اس سے باز پرس ہوگی اور سزا کے بارہ میں وزیر کے مشورہ پر عمل نہیں کیا۔

اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ایک خادم پشت پر کھڑا گس رانی کر رہا تھا۔ اتفاق سے مرجھل معتضد کے سر پر زور سے لگ گیا اور اس کی ٹوپی گر گئی۔ لوگ ڈر گئے کہ خادم کو معلوم نہیں کیا سزا ملے گی۔ معتضد نے ٹوپی اٹھا کر سر پر رکھ لی اور ایک دوسرے خادم سے کہا، یہ آدمی اونگھ گیا ہے، اس کو آرام کرنے کے لیے بھیج دو اور کوئی دوسرا آدمی بلا لو اور حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا: یہ گس ران اونگھ گیا تھا، بھول چوک سے غلطی کرنے والے پر عتاب و مواخذہ نہیں ہے۔ ❀

ذاتی اوصاف

وہ بڑا نڈر بے باک اور بہادر تھا۔ بہ نفس نفیس لڑائیوں میں نکلتا تھا اور عام فوج کے دوش بدوش لڑتا تھا۔ وصیف خادم کی بغاوت کا حال اوپر گزر چکا ہے۔ معتضد کو جس وقت اس کی بغاوت کی خبر معلوم ہوئی، اسی وقت وہ مقابلہ کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ اس وقت اس کے جسم پر زرد عبا تھی۔ وصیف کو زیر کرنے کے بعد جب وہ انطاکیہ پہنچا تو لوگوں نے اس کو عباسی حکومت کے سرکاری سیاہ رنگ کی بجائے زرد لباس میں دیکھ کر تعجب کیا۔ اس کے ایک ہمراہی نے کہا کہ وہ اسی لباس میں بغداد سے نکلا تھا، مشغولیت کی وجہ سے بدل نہ سکا۔ ❀

علمی استعداد معمولی تھی، لیکن شعر و ادب کا مذاق رکھتا تھا۔ خود بھی شعر کہتا تھا۔ سیوطی نے اس کے اشعار نقل کیے ہیں۔



ابو محمد علی بن معتمد الملقب بہ مکشی باللہ

(۲۸۹ھ تا ۲۹۵ھ مطابق ۹۰۲ء تا ۹۰۸ء)

معتمد کی وفات کے بعد اس کا لڑکا مکشی باللہ خلیفہ ہوا۔ یہ ایک ترکی خاتون حجک کے بطن سے تھا۔ معتمد کی وفات کے وقت مکشی رقبہ میں تھا۔ معتمد کے وزیر قاسم بن عبد اللہ نے بغداد میں اس کی بیعت لی اور مکشی باپ کی وفات کے چودہ پندرہ دن کے بعد دار الخلافہ واپس آ کر جمادی الاول ۲۸۹ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس وقت ۲۶۲۵ سال کی عمر تھی۔

بدر معتمدی کا قتل

معتمد کا نامور غلام ابوالمنعم بدر جمہامی معتمدی دور کا بڑا جلیل القدر امیر اور تمام امراء شاہی میں نہایت ممتاز درجہ رکھتا تھا۔ مختلف اوقات میں متعدد بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہا۔ ایک زمانہ میں بغداد کا شخصہ تھا۔ فوج کے تمام اختیارات اسی کے ہاتھوں میں تھے۔ معتمد کی وفات کے وقت فارس کا والی تھا، لیکن اس عروج کے باوجود اس میں ترکی امرا جیسی خود سری نہ تھی اور وہ ہمیشہ اپنے کو معتمد کا ادنیٰ غلام تصور کرتا رہا اور اس کی یہ خیر خواہی اس کے قتل کا سبب بنی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ معتمد کی زندگی میں وزیر قاسم بن عبد اللہ نے اس کی نسل سے خلافت نکالنے کی کوشش کی تھی۔ بدر نے اس کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ میں اپنے آقائے ولی نعمت کے ساتھ نمک حرامی نہیں کر سکتا۔ فوجی اختیارات بدر کے ہاتھ میں تھے اس لیے وزیر مذکور مجبور ہو گیا۔ معتمد کی وفات کے بعد قاسم کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر بدر نے اس راز کو فاش کر دیا تو اس کی خیر نہیں۔ اس لیے معتمد کے مرتے ہی اس نے مکشی پر اپنی خیر خواہی کا سکہ جمانا شروع کر دیا۔ بدر اس وقت فارس میں تھا، قاسم نے دار الخلافہ میں مکشی کی بیعت لی اور اس کی رقبہ سے واپسی کے بعد اس کو بدر کی جانب سے بھڑکانا شروع کر دیا۔ قاسم کی خوش قسمتی سے مکشی بدر سے خوش نہ تھا۔ اس لیے قاسم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا اور مکشی نے بدر کے ساتھ فارس میں جو امراتھے انہیں بلا کر قید کر دیا اور بدر کو لکھا کہ وہ فارس کے علاوہ اور جس مقام کی حکومت پسند کرے اس کو دی جاتی ہے اور وہ فارس چھوڑ کر وہاں چلا جائے۔ بدر نے کہلا بھیجا کہ در دولت پر اس کی حاضری ضروری ہے اور فارس سے بغداد روانہ ہو گیا۔ قاسم کو معلوم تھا کہ بدر کو اس کی سازش کا علم ہے۔ اس لیے اسے بڑا خطرہ پیدا ہوا۔ اس نے ایک

طرف قاضی ابو عمرو کو بدر کے منانے کے لیے بھیجا اور دوسری طرف اس کے قتل پر آدمی مامور کر دیئے جنہوں نے راستہ ہی میں رمضان ۲۸۹ھ میں بدر کا خاتمہ کر دیا۔ اس کی وصیت کے مطابق اس کی لاش مکہ مکرمہ لے جا کر دفن کی گئی۔ ❁

شام پر قرامطہ کے مظالم

معتضد کے زمانہ میں شام پر قرامطہ کی یورش کا حال گزر چکا ہے۔ مکتفی کے زمانہ میں ان کا زور اور زیادہ بڑھ گیا۔ شام کے طولونی حاکم طغ بن جف نے ایک نو عمر افسر بشیر کو ان کے مقابلہ پر مامور کیا۔ قرامطہ نے اسے شکست دے کر قتل کر دیا اور دمشق کا اتنا سخت محاصرہ کر لیا کہ یہاں کے باشندے مدافعت سے عاجز آ گئے۔ اس کی خبر بغداد پہنچی تو اہل بغداد نے مکتفی کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے مدد بھیجنے کا وعدہ کیا۔ مصریوں نے علیحدہ امداد بھیجی۔ ان سب نے مل کر ایک قرامطی سردار شیخ یحییٰ اور اس کی جماعت کو قتل کیا۔

شیخ یحییٰ کے قتل کے بعد انہوں نے اس کے بھائی ابو العباس حسین کو اس کا جانشین بنایا۔ اس کے چہرہ پر ایک داغ تھا جسے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نشانی بتاتا تھا اور صاحب الشامہ یعنی نشانی والا کہلاتا تھا۔ اس نے اعراب کی ایک جماعت کو اپنی دعوت میں شامل کر کے پھر دمشق کا رخ کیا۔ اہل دمشق کے پاس مدافعت کا کوئی سامان نہ تھا اور ایک مرتبہ ان کو قرامطہ کا تجربہ ہو چکا تھا۔ اس مرتبہ انہوں نے خراج دے کر صلح کر لی۔ دمشق کے بعد صاحب الشامہ حمص پہنچا۔ اہل حمص نے بھی اس کی اطاعت قبول کر لی اور یہاں حسین کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا اور اپنے چچیرے بھائی عبداللہ بن احمد کو ولی عہد بنا کر مائثر کا لقب دیا۔ حمص کے بعد معرۃ النعمان اور بلبلک پہنچا اور یہاں کی پوری آبادی کو جس میں بچے اور عورتیں بھی شامل تھیں بے دریغ قتل کر دیا۔ ایک آدمی بھی زندہ نہ چھوڑا۔ اس کے بعد سلیمہ کا رخ کیا۔ یہاں کے باشندوں نے پہلے مزاحمت کی لیکن پھر اطاعت قبول کر لی۔ قرامطہ نے امان دینے کے بعد سلیمہ کی بھی پوری آبادی قتل کر دی یہاں تک کہ جانوروں تک کو باقی نہ چھوڑا۔

ان مظالم سے ساری دنیا نے اسلام میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ شام اور مصر کے باشندوں نے بغداد جا کر مکتفی سے فریاد کی۔ وہ بھی بہت متاثر ہوا اور ۲۹۰ھ میں خود قرامطہ کے مقابلہ کے لیے آمادہ

❁ یہ حالات طبری جلد ۱۳ ص ۲۲۰۹ تا ۲۲۱۲ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

ہو گیا اور امیر ابوالاغر کو دس ہزار فوج کے ساتھ آگے روانہ کر دیا۔ یہ حلب کے قریب پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ صاحب الشامہ برابر خبریں لے رہا تھا چنانچہ وہ دفعۃً پہنچ گیا اور شہنشاہ مار کر ابوالاغر کی فوج کا بڑا حصہ برباد کر دیا۔ اس لیے وہ حلب روانہ ہو گیا۔ صاحب الشامہ نے تعاقب کیا۔ باب حلب پر دونوں کا مقابلہ ہوا، لیکن صاحب الشامہ پھر لوٹ آیا۔

اس دوران میں ملکنی رقبہ پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے محمد بن سلیمان کاتب کو قرامطہ کے مقابلہ پر مامور کیا، لیکن اس کی روانگی سے پیشتر امیر بدر نے جسے طولونی حکومت نے قرامطہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا تھا، پہنچ کر صاحب الشامہ کو بڑی فاش شکست دی۔ ہزاروں قرامطی مارے گئے، جو زندہ بچے انہوں نے بادیہ کی راہ لی۔ دوسری طرف ان کے اصلی مرکز بحرین میں یہاں کے والی ابن بانو نے ان کے ایک قلعہ پر حملہ کر کے بہت سے قرامطی گرفتار کیے اور قطیف میں ابوسعید جنابی قرامطی کے ولی عہد کو قتل کر کے قطیف پر قبضہ کر لیا۔

۲۹۱ھ میں صاحب الشامہ اور سلیمان بن کاتب میں جسے ملکنی نے اس کے مقابلہ پر مامور کیا تھا، معرکہ آرائی ہوئی۔ سلیمان نے صاحب الشامہ کو بڑی شکست فاش دی اور ہزاروں قرامطی قتل و گرفتار کیے۔ صاحب الشامہ نے اپنے ولی عہد اور غلام مطوق کو لے کر کوفہ نکل جانا چاہا، مگر راستہ میں گرفتار کر لیا گیا اور ملکنی کے پاس رقبہ بھیج دیا گیا۔ وہ اسے ساتھ لے کر بغداد واپس گیا اور بڑی درد انگیز سزائیں دے کر قتل کر دیا اور لوگوں کی عبرت کے لیے اس کی لاش بغداد کے پل پر آویزاں کرادی۔ ایک قرامطی سردار اسماعیل بن نعمان بچ کر نکل گیا تھا۔ ملکنی نے اسے امان دے دی اور وہ اپنی مختصر جماعت کے ساتھ بغداد حاضر ہو گیا۔ ملکنی نے اس کی بڑی مدارات کی اور اسماعیل نے اپنی جماعت کے ساتھ رجبہ مالک بن طوف میں سکونت اختیار کر لی۔ تھوڑے دنوں تک تو یہ لوگ خاموش رہے، پھر عید الفطر کے قریب انہوں نے سازش کی کہ جب لوگ عید کی نماز میں مشغول ہوں تو رجبہ کو لوٹ لیا جائے۔ یہاں کے حاکم قاسم بن سیماکو خبر ہو گئی۔ اس نے ان سب کو پکڑ کر قتل کر دیا، باقی ماندہ مطیع ہو گئے۔

۲۹۳ھ میں قرامطہ نے پھر سراٹھایا اور ایک قرامطی عبداللہ بن سعید الملقب بہ نصر نے بنی زیاد کے ایک رئیس مقدم بن کمال کے ذریعہ بنی کلب اور بنی علیہ کے معمولی آدمیوں کو اپنی دعوت میں شامل کر کے شام کا رخ کیا۔ اس وقت یہاں کا حاکم احمد بن کینغلغ ایک مہم میں مصر گیا ہوا تھا۔ اس لیے میدان خالی پا کر نصر نے بصری، اذرحات اور شبثہ پر حملہ کر دیا اور یہاں کی پوری آبادی کو قتل و گرفتار کر کے شام کا رخ کیا۔

نے ان کو روکنے کی کوشش کی۔ قرامطہ نے اسے شکست دے کر اس کی فوج کا بڑا حصہ ضائع کر دیا، جو لوگ بچ گئے انہیں امان دے کر قتل کر دیا۔ صالح بھی مارا گیا اور قرامطہ نے دمشق میں داخل ہونے کی کوشش کی، لیکن اہل دمشق نے نہ گھسنے دیا۔ یہاں سے ناکام ہو کر نصر طبریہ پہنچا۔ طبریہ کے حاکم یوسف بن ابراہیم نے روکنے کی کوشش کی۔ قرامطہ نے اسے بھی شکست دی اور امان دے کر قتل کر دیا اور طبریہ لوٹ کر یہاں کی پوری آبادی تہ تیغ کر ڈالی اور ان کی عورتوں کو پکڑ لے گئے۔

اس کی خبر بغداد پہنچی تو ملتفی نے حسین بن حمدان تغلبی کو فوج دے کر اہل شام کی مدد کے لیے بھیجا۔ اس کی آمد کی خبر سن کر قرامطہ سادہ چلے گئے۔ ابن حمدان نے کچھ دور تک ان کا تعاقب کیا، لیکن پھر راستہ کی مشکلات کی وجہ سے رجہ لوٹ آیا۔ اس کی واپسی کے بعد قرامطہ نے ہیئت پر حملہ کر کے بہت سے آدمیوں کو قتل اور گرفتار کیا اور جو مال و متاع ہاتھ لگا اس کو لوٹا۔ ملتفی کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے امیر محمد بن اسحاق کو روانہ کیا۔ اس کے آنے کے بعد پھر قرامطی لوٹ گئے۔

ان کا مرکز بنی کلب کی آبادی میں تھا۔ اس لیے محمد بن اسحاق اور حسین بن حمدان دونوں بنی کلب کی طرف بڑھے۔ بنی کلب نے دیکھا کہ قرامطہ کی وجہ سے وہ خواہ مخواہ تباہ ہوں گے، اس لیے ایک کلبی ذیب بن قاسم نے خود نصر کا سر قلم کر کے لے جا کر ملتفی کے حضور پیش کر دیا۔ اس کے صلہ میں ملتفی نے اس کو انعام و اکرام سے نوازا۔ نصر کے قتل کے بعد اس کی جماعت میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ آپس ہی میں لڑ گئے۔ ایک جماعت نے قرامطی عقائد سے توبہ کر کے ملتفی کے حضور میں معذرت کی۔ ملتفی نے اس کی معذرت قبول کر لی اور باقی قرامطہ کے استیصال کا تاکید حکم بھیجا۔

نصر کا قتل اور اس کی جماعت کی تفریق قرامطہ کے داعی اعظم ذکر وہ پر بہت گراں گزری، چنانچہ وہ اس کے خون کا انتقام لینے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور نصر کی بقیۃ السیف جماعت کے پاس کہلا بھیجا کہ میں عید الاضحیٰ ۲۹۳ھ کو چالیس ہزار فوج کے ساتھ کوفہ پر حملہ کروں گا۔ تم سب اس دن کوفہ پہنچ جاؤ، چنانچہ ٹھیک عید الاضحیٰ کے دن جب مسلمان نماز پڑھ کر واپس ہو رہے تھے کہ ذکر وہ نے حملہ کر دیا، لیکن اہل کوفہ اور یہاں کے والی اسحاق بن عمران نے مل کر اس کو نکال دیا اور وہ ناکام قادیسہ لوٹ گیا۔ اسحاق بن عمران نے دار الخلافہ میں اس واقعہ کی اطلاع دے کر مدد مانگ بھیجی۔ ملتفی نے چند بہادروں کو منتخب کر کے فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ قادیسہ میں ان کا اور قرامطہ کا مقابلہ ہوا۔ بغدادی فوجوں نے ان کو پسپا کر دیا تھا، لیکن عین اس وقت ایک قرامطی دستہ نے کمین گاہ سے نکل کر دفعہ حملہ کر دیا۔ بغدادی فوج اس کو نہ سنبھال سکی اور قرامطیوں نے پوری فوج ختم کر دی۔ اس میں سے بہت کم

آدمی زندہ بچ سکے۔ اس تباہی کا ملٹنی اور عام مسلمانوں کو بڑا صدمہ ہوا۔

۲۹۴ھ میں موسم حج کے اختتام کے بعد ذکرِ یہ حجاج کے قافلوں کی تلاش میں نکلا اور کئی قافلے جوج سے فراغت کے بعد واپس جا رہے تھے پورے کے پورے تہہ تیغ کر دیئے۔ عورتوں تک کو زندہ نہ چھوڑا۔ ان کی عورتیں دم توڑنے والوں کو پانی پلانے کے بہانہ سے کشتوں کے انبار میں گھومتی تھیں۔ جس میں ذرا جان نظر آتی تھیں اس کو مار ڈالتی تھی۔ مکہ کے راستے کے تمام کنویں اور پانی کے حوض اور تالاب پاٹ دیئے۔ مقتول حجاج کی بے شمار دولت ان کے ہاتھ آئی۔

ان قافلوں کی اس دردناک بربادی سے ملٹنی اور عام مسلمان بہت متاثر ہوئے اور ملٹنی نے امیر و صیغ اور بہت سے ممتاز فوجی افسروں کو ایک بڑی فوج کے ساتھ ذکرِ یہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ انہوں نے ایک خونریز جنگ کے بعد قرامطہ کو بڑی فاش شکست دی۔ ان کی بڑی تعداد قتل ہوئی۔ ذکرِ یہ خود زخمی ہو کر گرفتار ہوا اور وہ تمام مسلمان قیدی جو ان کے ہاتھوں میں اسیر تھے رہا ہوئے۔ حجاج کا لوٹا ہوا مال واپس ملا۔ ذکرِ یہ زخموں کے صدمہ سے مر گیا۔ اس کی لاش ملٹنی کے ملاحظہ کے لیے بغداد بھیجی گئی۔ کچھ قرمطی بچ کر شام نکل گئے تھے۔ حسین بن حمدان نے ان کا تعاقب کر کے خاتمہ کیا اور جہاں تک ہوسکا عراق سے ان کا استیصال کیا گیا۔ ❀

طولونی حکومت کا خاتمہ

احمد بن طولون والی مصر حکومت عباسیہ کا بڑا وفادار امیر تھا۔ اس کے لڑکے خمارویہ نے معتضد کے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ کر اس تعلق کو اور زیادہ استوار کر لیا تھا، لیکن خمارویہ کا لڑکا ہارون بڑا نااہل تھا۔ اس کی نااہلی کی وجہ سے نہ صرف عباسی حکومت سے اس کے تعلقات خراب ہو گئے بلکہ خود اس کے امرا اور اعزہ تک اس کے خلاف ہو گئے چنانچہ بدر الحمامی اور امیر فائق طولونی نے جو طولونی حکومت کی جانب سے شام کے حاکم تھے ہارون سے بدلہ ہو کر عباسی امیر محمد بن سلیمان کو مصر پر فوج کشی کی دعوت دی اور اس پر قبضہ کرانے میں مدد دینے کا وعدہ کیا۔ ❀

ملٹنی ہارون سے خوش نہ تھا۔ وہ فوراً آمادہ ہو گیا اور ۲۹۹ھ میں محمد بن سلیمان نے بری اور امیر دمیائہ والی سرحد نے بحری سمتوں سے مصر پر فوج کشی کر دی اور طولونی امرا کو خلیفہ کی اطاعت کی دعوت دی۔ اس دعوت پر بدر الحمامی، امیر و صیغ بن صوار تکین اور امیر صانی وغیرہ بہت سے امرا ہارون کا

❀ یہ تمام حالات ابن اثیر ج ۷ ص ۱۷۲ تا ۱۷۸ اور ۱۷۸ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

❀ ابن اثیر ج ۷ ص ۱۷۶۔

ساتھ چھوڑ کر محمد بن سلیمان سے مل گئے۔ اس لیے ہارون کو بھی مقابلہ کے لیے آمادہ ہونا پڑا اور اس نے امیر وصیف، قطر منیر اور نصیب بربری وغیرہ کو دمیانہ کو روکنے کے لیے روانہ کیا۔ تینس میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ قطر منیر اور نصیب کو شکست ہوئی۔ یہ شکست کھا کر دمیاط چلے گئے اور تینس پر دمیانہ کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد وہ دمیاط کی طرف بڑھا اور دوبارہ امرا کو مکلفی کی اطاعت کی دعوت دی۔ انہوں نے انکار کیا۔ اس لیے دمیانہ نے دمیاط پر حملہ کر دیا۔ نصیب اور قطر منیر شکست کھا کر گرفتار ہوئے اور ان کا بحری بیڑا دمیانہ کے قبضہ میں آ گیا۔

ہارون بن خمار ویراب تک فسطاط میں تھا۔ دمیانہ کی پیہم کامیابیوں کو دیکھ کر اسے نکلنا پڑا چنانچہ وہ فسطاط سے عباسیہ آیا، لیکن امرانے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ اپنی ناکامی کا غم غلط کرنے کے لیے لبو ولعب میں مشغول ہو گیا۔

ہارون کی زبوں حالی کو دیکھ کر اس کے چچا شیبان اور عدی کو جو عرصہ سے اس کے خلاف تھے موقع مل گیا۔ انہوں نے ایک دن جب ہارون شراب کے نشہ میں چور تھا اس کو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ صفر ۲۹۲ھ میں پیش آیا۔

ہارون کے قتل کے بعد شیبان نے تاج و تخت پر قبضہ کر لیا، گو ہارون کی زندگی میں اکثر طولونی امرا اس کے خلاف تھے، لیکن اس کے قتل کو انہوں نے پسند نہیں کیا اور اس کے بعض ہوا خواہ شیبان کے خلاف ہو گئے، چنانچہ امیر نجف بن ہف، امیر فائق اور بعض دوسرے ممتاز امرا محمد بن سلیمان سے مل گئے اور وہ ان کو ساتھ لے کر فسطاط کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف سے دمیانہ فسطاط کے ساحل پر لشکر انداز ہوا۔ شیبان ان کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس وقت ان امرانے بھی جو اس کے ساتھ رہ گئے تھے اس کو چھوڑ دیا۔ اس لیے شیبان کو مجبور ہو کر محمد بن سلیمان کی اطاعت قبول کر لینی پڑی اور ربیع الاول ۲۹۲ھ میں فسطاط پر قبضہ ہو گیا اور یہاں مکلفی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ فسطاط پر قبضہ کے بعد محمد بن سلیمان نے طولونی خاندان کے تمام ارکان اور ان کے وابستگان دولت کو یہاں سے ہٹا کر نیا نظام قائم کیا اور مصر و شام سے طولونی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ ❁

طاہر صفاری کا فارس پر قبضہ

اوپر معتمد کے حالات میں گزر چکا ہے کہ اسماعیل سامانی نے عمرو بن لیث الصفاری والی بھتان کو گرفتار کر کے معتمد کے حوالے کر دیا تھا اور معتمد نے اس کا علاقہ اسماعیل کے متعلق کر دیا۔ ❁ یہ حالات کتاب اللؤلؤۃ کندی ص ۲۳۳ تا ۲۳۸ سے ماخوذ ہیں۔

تھا۔ ۲۸۸ھ میں عمرو کے پوتے طاہر بن محمد بن عمرو بن لیث نے فارس سے طاہری حاکم کو نکال کر پھر فارس پر قبضہ کر لیا تھا اور جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے معتضد نے اپنے غلام بدر کو فارس کا حاکم مقرر کر کے مقابلہ کے لیے بھیجا تھا۔ اس نے یہاں سے صفاری عمال کو نکال دیا تھا۔ ملکنی کے ابتدائی زمانہ میں بدر کے قتل کے بعد جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے، طاہر نے پھر ملکنی سے فارس کا ٹھیکہ لے لیا۔ ❀

موصل میں آل حمدان کی حکومت کا آغاز

موصل کے کرد اور خارجی بڑے شورش پسند تھے۔ آئے دن یہاں بد امنی پھا رہی تھی۔ یہاں آل حمدان تغلی کا عرب خانوادہ بڑا با اثر تھا۔ اس لیے ملکنی نے موصل میں قیام امن کے لیے ۲۹۳ھ میں ابوالہججا، عبداللہ بن حمدان تغلی کو پورے علاقہ موصل کا حاکم بنا دیا۔ اس وقت سے یہاں ہمدانی حکومت کی بنیاد پڑی۔

اس کے تقرر کے بعد ہی کردوں نے غنیوی میں پھر تاخت و تاراج شروع کر دی۔ ابن حمدان نے خازر میں ان کا مقابلہ کیا۔ اس مقابلہ میں ایک حمدانی سردار مارا گیا۔ ابن حمدان کی قوت کمزور تھی اس لیے وہ لوٹ گیا اور دربار خلافت سے امدادی فوجیں منگوا کر ۲۹۴ھ میں دوبارہ مقابلہ کے لیے نکلا۔ کردوں کے کئی ہزار خانوادے جمع تھے۔ ابن حمدان کو دیکھ کر وہ جبل سلق کی ایک گھاٹی میں چلے گئے۔ ابن حمدان ان کے تعاقب میں جبل سلق کی طرف بڑھا۔ ایک کرد سردار محمد بن بلال نے کہلا بھیجا کہ میں نے اطاعت قبول کر لی ہے اور عنقریب ریغمال میں اپنے لڑکوں کو حاضر کروں گا۔ یہ پیغام کہلا کر ایک جرگہ آذر بائجان روانہ کر دیا۔ ابن حمدان کو شبہ ہوا۔ اس نے تعاقب کر کے چند آدمیوں کو قتل کیا، باقی پورا جرگہ قلعہ کوہ پر چڑھ گیا اور ابن حمدان کو واپس آنا پڑا۔

آذر بائجان پہنچ کر کردوں نے جبل سلق میں اجتماع کیا تھا۔ اس لیے ابن حمدان نے بغداد سے امدادی فوجیں منگوا کر پھر فوج کشی کی اور دشوار گزار کوہستانی سلسلہ کو منقطع کر کے جبل سلق پہنچا۔ یہاں برف باری کی کثرت سے جانوروں کے لیے چارہ تک باقی نہ رہ گیا تھا، لیکن ابن حمدان ہمت نہ ہارا۔ کردوں میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے محمد بن بلال لوٹ گیا اور اس کا کل سامان ابن حمدان کے قبضہ میں آیا اور چند دنوں کے بعد اس نے اطاعت قبول کر لی۔ ابن حمدان نے ایک کرد کے علاوہ جس نے پہلے مقابلہ میں ایک ہمدانی سردار کو قتل کیا تھا، باقی پورے جرگہ کو امان دے دی اور ابن حمدان کامیاب موصل واپس آیا۔ اس کی واپسی کے بعد کردی قبائل کی اطاعت کا سلسلہ براہِ قائم رہا اور

چند دنوں میں کامل امن وامان قائم ہو گیا۔ ❁

فتوحات

ملکشی کے زمانہ میں ان اندرونی شورشوں کے استیصال کے ساتھ ساتھ بیرونی مہمات کا بھی سلسلہ قائم رہا۔ ۲۹۲ھ میں ملکشی کے غلام زرافہ نے اناطولیہ کے شہر انطاکیہ ❁ پر حملہ کیا اور رومیوں سے بڑا سخت بحری معرکہ ہوا، لیکن ان کو فاش شکست ہوئی اور رومی بیڑا جو ساٹھ جہازوں پر مشتمل تھا، مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور انطاکیہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس مہم میں اتنا مال غنیمت ہاتھ آیا کہ ایک ایک مسلمان سپاہی کو ایک ایک ہزار دینار ملا۔ ❁

۲۹۳ھ میں اندورقس رومی نے مرعش پر حملہ کیا۔ اہل طرطوس اور مصیصہ کی ایک جماعت مدافعت میں کام آئی۔ ملکشی نے حاکم سرحد ابوالعشائر کو معزول کر کے رستم بن بردو کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اس نے بارہ سو مسلمانوں کو فدیہ دے کر رومیوں کی قید سے چھڑایا۔ اس سنہ میں رومیوں نے حلب کے ایک مقام تورس پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کو قتل اور گرفتار کیا اور تورس کی جامع مسجد جلا ڈالی۔ ❁ ۲۹۴ھ میں ابن کیغیغ نے ایشیائے کوچک پر فوج کشی کر کے چار ہزار رومی گرفتار کئے۔ ایک پادری نے اسلام قبول کیا۔ اسی سال ابن کیغیغ نے شکند فتح کیا اور لیس تک بڑھتا چلا گیا اور پچاس ہزار رومی گرفتار اور بہت سے قتل کیے۔ رومی سرحد کا محافظ اندورقس مسلمانوں سے مل گیا اور دوسو مسلمان قیدیوں کو لے کر اسلامی علاقہ میں نکل جانا چاہا۔ ایک رومی دستہ نے جو اس کی گرفتاری کے لیے آیا تھا راستہ میں روکا، لیکن مسلمان قیدیوں نے ان سب کو قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر آس پاس کے رومی مقابلہ کے لیے جمع ہو گئے۔ مسلمانوں کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بھی مدد کے لیے پہنچ گئے، لیکن رومی لوٹ گئے اور مسلمان اندورقس کو اپنی حفاظت میں لے آئے۔ ❁

وزارت

ملکشی کا پہلا وزیر قاسم بن عبید اللہ تھا۔ اس کے حالات معتضد کے زمانہ میں گزر چکے ہیں۔ ملکشی کے زمانہ میں اس کو یوزاعروج حاصل ہوا۔ اس کی وفات کے بعد عباس بن حسن وزیر ہوا۔

❁ ابن اثیر ج ۷ ص ۱۷۸ اور ابن خلدون ج ۳ ص ۳۵۶ ❁ ابن اثیر وابن خلدون نے انطاکیہ لکھا ہے جو غالباً طبعات کی غلطی ہے۔ اس لیے کہ انطاکیہ شام کا شہر ہے جو خلافت راشدہ ہی کے زمانہ میں فتح ہو چکا تھا اور اس پر برابر قبضہ قائم رہا۔ انطاکیہ اناطولیہ کا ساحلی شہر ہے۔ ❁ طبری ج ۳ ص ۲۲۵۰ وابن اثیر ج ۷ ص ۱۷۶۔
❁ ابن اثیر ج ۷ ص ۱۸۰۷۔ ❁ ابن اثیر ج ۷ ص ۱۸۲ وابن خلدون ج ۲ ص ۳۵۷۔

آداب سلطانی کی واقفیت کے علاوہ اس میں اور کوئی خوبی نہ تھی۔ اسے امور مملکت سے کوئی سروکار نہ تھا۔ شب و روز عیش و عشرت میں منہمک رہتا تھا۔ احکام کا نفاذ بھی اس پر بار تھا۔ سادے کاغذوں پر دستخط کر کے اپنے ماتحتوں کو دے دیتا تھا کہ ضرورت کے وقت اس کو کام میں لائیں اور اسے معمولی زحمت بھی نہ اٹھانا پڑے۔ اس لاپرواہی اور غفلت کی وجہ سے اس کا دور نہایت ناکام رہا۔ مقتدر کے زمانہ میں حسین بن حمدان والی موصل نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ ❁

وفات

ذیقعدہ ۲۹۵ھ میں ملکنی کا انتقال ہوا۔ امیر محمد بن طاہر کے محل میں اپنے باپ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت کل ۳۳ سال کی عمر تھی۔ مدت خلافت ۶ سال ۶ مہینے مرض الموت میں اپنے چھوٹے بھائی جعفر الملقب بہ مقتدر باللہ کو ولی عہد نامزد کیا۔

اوصاف

ملکنی طبعاً نہایت نرم اور متحمل مزاج تھا۔ سختی و درشتی مطلق نہ تھی۔ غفو و در گذر کا مادہ اتنا غالب تھا کہ مجرموں سے بھی چشم پوشی کر جاتا تھا۔ اس نے معتضدی دور کی سخت گیری کے تمام آثار کو مٹا دیا تھا۔ معتضد نے مجرموں اور معتبوں کو سزا دینے کے لیے جس قدر تہہ خانے بنوائے تھے، ملکنی نے انہیں تڑوا کر مسجدیں بنوا دیں اور معتضدی دور کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ معتضد نے اپنے محل ثریا کی تعمیر کے سلسلہ میں جن لوگوں کے باغات اور دوکانوں کو لے لیا تھا، ملکنی نے انہیں واپس کر دیا اور اس کی تلافی کے لیے نقد روپیہ علیحدہ دیا۔ اس نرمی اور لطف و کرم کی وجہ سے رعایا میں بہت زیادہ محبوب تھا اور ہر زبان سے اس کے لیے دعا نکلتی تھی۔ ❁

ان ذاتی فضائل و اخلاق کے علاوہ اس کو اوصاف جہانبانی سے کم حصہ ملا تھا۔ اس کے زمانہ میں معتضد کا قائم کیا ہوا قارگھٹ گیا، لیکن معتضد نظام حکومت کو اس قدر مضبوط کر گیا تھا کہ ملکنی کے زمانہ میں اس میں کوئی نمایاں تغیر نہیں ہوا۔



ابوالفضل جعفر بن معتمد الملقب بہ مقتدر باللہ

(۲۹۵ھ تا ۳۲۰ھ مطابق ۸۰۸ء تا ۹۳۲ء)

ملکفی باللہ اپنے چھوٹے بھائی جعفر بن معتمد کو ولی عہد نامزد کر گیا تھا، لیکن اس کی عمر کل ۱۳ سال کی تھی۔ اس لیے اکثر ارکان دولت اس کی بیعت کے خلاف تھے، مگر وزیر دولت عباس بن حسن خود غرضی کی بنا پر اس کی حمایت میں تھا۔ ملکفی کی وصیت موجود تھی۔ اس لیے تمام عباسی امرا کے علی الرغم اس نے مقتدر کی بیعت کی رسم ادا کر دی اور ذیقعدہ ۲۹۵ھ میں وہ تخت خلافت پر بیٹھا۔ عباس کو اس بیعت کا پہلا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ اس نے حق بیعت کے نام سے بیت المال سے ایک بڑی رقم لے لی۔ یہ حق عباسی تاریخ میں پہلی مثال تھی۔

مقتدر کی مخالفت اور عبد اللہ بن معتر کی بیعت

لیکن مقتدر کی بیعت کے بعد بھی عباسی خاندان کے معمر اور تجربہ کار افراد اور اکثر افراد سلطنت اس کی مخالفت پر قائم رہے۔ ان کی کثرت و قوت کو دیکھ کر عباس کو بھی ان کی مخالفت کی جرأت نہ ہوئی اور زبان سے اس کو ان کی ہمنوائی کرنی پڑی اور امیر محمد بن داؤد، حسین بن حمدان والی موصل، قاضی احمد بن یعقوب، بدر العجمی، امیر وصیف بن صوارنگین، کاتب وغیرہ امرائے مل کر مقتدر کو معزول کر کے عبد اللہ ابن معتر کو خلیفہ بنانے کا فیصلہ کر لیا اور اس سے منصب خلافت قبول کرنے کی درخواست کی۔ اس نے کہا بغیر کشت و خون کے لوگ مجھے خلیفہ مان لیں تو مجھے اس کو قبول کرنے میں عذر نہ ہو گا۔ امرائے سلطنت نے یقین دلایا کہ خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرے گا۔

عباس نے جب دیکھا کہ امرادر حقیقت مقتدر کو ہٹانے پر تلے ہیں تو پھر وہ ان کے خلاف ہو گیا۔ امرا کو اس کی خبر ہو گئی اور قبل اس کے کہ عباس کی جانب سے کسی عملی مخالفت کا ظہور ہو، امیر حسین بن حمدان نے پہلے اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد مقتدر کا قصہ چکانے کے لیے اس کی طرف بڑھا۔ اس نے پھانک بند کرالیا۔ اس لیے ابن حمدان کو لوٹ آنا پڑا اور دوسرے دن اس نے عبد اللہ بن معتر کو خلیفہ بنا دیا۔ مقتدر کے خواص کے علاوہ باقی تمام امرا اور ارکان سلطنت نے اس کی بیعت کر لی اور مرتضیٰ باللہ لقب دیا۔ اس نے محمد بن داؤد کو وزارت اور دوسرے امرا کو مختلف عہدوں پر ممتاز کیا۔

ابن معتر کی شکست اور مقتدر کی بحالی

عبداللہ بن معتر کو خلیفہ بنانے کے بعد حسین بن حمدان نے مقتدر کو قصر خلافت خالی کرنے کا حکم دیا۔ اس نے ایک دن کی مہلت مانگی، لیکن اتنی جلد خالی نہ کر سکا۔ دوسرے دن ابن حمدان پھر قصر خلافت پہنچا۔ یہاں مقتدر کا پورا عملہ اور محافظ موجود تھے۔ ان سے جنگ ہو گئی، لیکن پھر ابن حمدان کسی نامعلوم سبب سے بغداد چھوڑ کر موصل چلا گیا۔ سب سے زیادہ با اقتدار امیر یہی تھا۔ اس لیے اس کے الگ ہو جانے سے مقتدر کے حامیوں کا حوصلہ بڑھ گیا اور انہوں نے عبداللہ بن معتر کی فرد گاہ پر حملہ کر دیا۔ اب عبداللہ کے حامیوں کی قوت کمزور پڑ چکی تھی۔ اس لیے وہ بھی اس کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ نکلے اور ابن معتر کو عبداللہ بن بصاص کے گھر میں پناہ لینی پڑی۔

اس انقلاب سے بغداد میں عام شورش پیدا ہو گئی۔ لوگوں نے بغداد کے شہنشاہ ابن عمرو یہ کو جو ابن معتر کا حامی تھا نکال دیا اور اس کی جگہ مولس خازن شہنشاہ مقتدر تخت خلافت پر بحال ہو گیا۔ اس نے ان امرا کو جنہوں نے ابن معتر کی بیعت و حمایت کی تھی، گرفتار کر کے قید اور بعض کو قتل کر دیا اور علی بن محمد المعروف بہ ابن فرات کو منصب وزارت پر سرفراز کیا۔ اس درمیان میں ابن بصاص کے ایک خادم نے جس کے آقا کے یہاں ابن معتر روپوش تھا، جاسوسی کر کے اس کو گرفتار کر دیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔

یہ انقلاب بھی عباسی تاریخ کے حیرت انگیز انقلابوں میں سے ہے۔ دولت عباسیہ کے اکثر ارکان مقتدر کے خلاف اور ابن معتر کی حمایت میں تھے، لیکن بغیر کسی ظاہری سبب کے یہ نقشہ بالکل الٹ گیا اور آج تک اس کے اسباب ظاہر نہ ہو سکے۔ ❀

مقتدر کی کمسنی اور نااہل امرا کی خود غرضی اور امور مملکت میں عورتوں کی مداخلت اور ان کے اقتدار کی وجہ سے اس کے زمانہ میں عباسی خلافت کا سارا نظام درہم برہم ہو گیا اور اس کی حالت نہایت ابتر ہو گئی۔ اس کی تفصیل آخر میں آئے گی۔

حسین بن حمدان کی گرفتاری اور قتل

مقتدر کی مخالفت میں جن امرا نے حصہ لیا تھا، ان میں سے اکثر قتل یا قید کر دیئے گئے تھے، لیکن حسین بن حمدان جو اس مخالفت میں سب سے زیادہ پیش پیش تھا اب تک بچا ہوا تھا۔ اس لیے مقتدر نے اس کی گرفتاری کے لیے فوجیں بھیجیں اور اس کے بھائی ابو الہیجا والی موصل کو اس کی گرفتاری کا حکم

❀ یہ حالات تجارب الامم ابن مسکویہ جلد اول ق ۸۳۲ اور ابن اثیر ج ۸ ص ۵۳۳ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

دیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی، مگر حسین گرفتار نہ ہو سکا، لیکن وہ زیادہ دنوں تک بچ نہ سکتا تھا، اس لیے وزیر ابن فرات کے ذریعہ خطامعاف کرا کے مقتدر کے حضور میں حاضر ہو گیا۔ حسین نامور امیر تھا اس لیے مقتدر نے اس کی عزت افزائی کی اور اس کو قم و قاشان کا والی بنادیا۔ * کچھ دنوں بعد دیار بیعہ کا علاقہ بھی اس کے متعلق کر دیا گیا اور وہ ۳۰۳ھ تک ان مقامات کا حکم ان رہا۔ ابن فرات بڑا ہوش مند وزیر تھا۔ اس نے حسن تدبیر سے مقتدر کے مخالفوں کو بھی اس کا ہوا خواہ بنادیا۔ چند برسوں کے بعد دوسرے وزیر علی بن عیسیٰ اور حسین بن حمدان میں پھر اختلاف پیدا ہو گیا اور ۳۰۳ھ میں وزیر مذکور نے حسین کو حکم دیا کہ وہ موصل اور اس کے متعلقہ علاقے عباسی شمال کے سپرد کر دے۔ اس نے انکار کیا۔ اس کے انکار پر مقتدر نے اس کے مقابلہ کے لیے فوجیں بھیجیں۔ حسین شکست کھا کر مع اہل و عیال کے گرفتار کر کے بغداد حاضر کیا گیا۔ اس کی گرفتاری کے بعد مقتدر نے اس کے بھائی ابوالہججا حمدانی اور دوسرے بھائیوں کو بھی گرفتار کر کے قید کر دیا۔ دو سال بعد ۳۰۵ھ میں ابوالہججا کو رہا اور حسین کو قتل کر دیا۔ *

امیر ابن ابی الساج کی بغاوت اور گرفتاری

۳۰۴ھ میں امیر یوسف بن ابی الساج والی آرمینہ و آذربائیجان کے دل میں توسیع حکومت کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس نے یہ مشہور کر کے کہ مقتدر نے اس کو رے کی حکومت بھی دے دی ہے یہاں کے سامانی والی محمد بن صعلوک کو نکال کر رے، قزوین، زنجان اور ابہر پر قبضہ کر لیا اور وزیر ابن فرات کو لکھ بھیجا کہ سابق وزیر علی بن عیسیٰ نے مجھے ان مقامات کی حکومت کا پروانہ دے دیا تھا اور میں نے بڑی مشکلوں سے اس کو غاصبوں کے قبضہ سے نکالا ہے۔ *

علی بن صعلوک ابتدا میں رے پر غاصبانہ قابض ہو گیا تھا، لیکن پھر خلافت بغداد سے اس کا ٹھیکہ لے لیا تھا۔ علی بن صعلوک کے بعد یہ ٹھیکہ اس کے لڑکے محمد کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔ مقتدر نے یوسف کی اس جسارت کو پسند نہ کیا اور علی بن عیسیٰ سے پوچھا۔ اس نے انکار کیا۔ اس لیے ابن فرات نے یوسف کو لکھ بھیجا کہ تمہارا بیان بالکل جھوٹ ہے اور تمہارا یہ قبضہ بالکل غاصبانہ ہے اور اس کو نکالنے کے

* ابن اثیر ج ۸ ص ۵۔ * ابن خلدون ج ۳ ص ۳۶۸۔

* علی بن صعلوک ابتدا میں رے پر غاصبانہ قابض ہو گیا تھا، لیکن پھر خلافت بغداد سے اس کا ٹھیکہ لے لیا تھا۔ علی بن صعلوک کے بعد یہ ٹھیکہ اس کے لڑکے محمد کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔

لیے فوجیں روانہ کیں۔ یوسف نے ان کو شکست دی۔ دوبارہ پھر مقتدر نے امیر مونس کو روانہ کیا۔ یوسف میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس نے مقتدر کو رضامند کرنے کی کوشش کی اور اس سے درخواست کی کہ رے کا علاقہ اس کے پاس رہنے دیا جائے۔ اس کے معاوضہ میں وہ فوجی اخراجات کے علاوہ سات لاکھ دینار سالانہ پیش کیا کرے گا، لیکن مقتدر نے ان کو منظور نہ کیا اور مونس نے رے کا خراج وصول کر لیا اور مقتدر نے امیر و صیف بکتر کو یہاں کا حاکم بنا دیا۔ یوسف نے جب دیکھا کہ اس کے پرانے علاقے بھی خطرہ میں پڑ جاتے ہیں تو اس نے پھر استدعا کی کہ کم از کم آرمینہ اور آذربائیجان کو اس کے پاس رہنے دیا جائے۔ وزیر ابن فرات نے بھی سفارش کی۔ مقتدر نے اس کی درخواست کی منظوری کے لیے بغداد میں اس کی حاضری ضروری قرار دی۔ اس وقت یوسف جان پر کھیل کر عباسی فوج کے مقابلہ میں آگیا اور اسے شکست دے کر بہت سے افسر قتل و گرفتار کر لیے۔ مونس نے دوبارہ زنجان میں جنگی تیاری کی۔ یوسف نے جب دیکھا کہ مونس باز آنے والا نہیں ہے تو اس نے پھر مقتدر سے صلح کی درخواست کی۔ اس نے پھر مسترد کر دی اور مونس نے ۳۰۷ھ میں یوسف کو شکست دے کر گرفتار کر لیا۔

رے میں بد نظمی اور نصر بن نعمہ سامانی کا قبضہ

مونس رے کا علاقہ علی بن دہسوزان اور اصفہان و قم اور قاشان وغیرہ احمد بن صلحوک کے متعلق کر کے بغداد لوٹ گیا۔ اس کی واپسی کے بعد یوسف کے تمام سبک نے آذربائیجان پر قبضہ کر لیا۔ مونس نے محمد بن عبداللہ فاروقی کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ سبک نے اسے شکست دے کر واپس کر دیا اور مقتدر سے دو لاکھ تیس ہزار دینار سالانہ پر آذربائیجان کا ٹھیکہ لے لیا، لیکن اس معاہدہ پر قائم نہ رہا۔ اس درمیان میں علی بن دہسوزان کے چچیرے بھائی احمد بن مسافر والی رے کو قتل کر دیا۔ اس کی جگہ محمد بن سلیمان کا تقرر ہوا۔ احمد بن علی نے اسے بھی قتل کر کے رے پر قبضہ کر لیا اور نصر حاجب کی سفارش سے مقتدر کو راضی کر کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار دینار سالانہ پر رے کا ٹھیکہ لے لیا۔ لیکن پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ دولت عباسیہ کے ایک مخالف ماکان ابن کاکی دلمی سے مل گیا۔ اس بد نظمی کو دیکھ کر مقتدر نے یوسف بن ابی الساج کی خطاؤں سے درگزر کر کے ۳۱۰ھ میں اس کو آذربائیجان اور رے وغیرہ کا ٹھیکہ دے دیا۔ اس نے پہلے آذربائیجان پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد

❖ یہ واقعات ابن اثیر ج ۸ ص ۳۱۳ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔ ❖ ابن خلدون ج ۳ ص ۳۷۲۔

احمد بن صعلوک کو قتل کر کے رے کو اس کے قبضہ سے نکالا۔ چند دنوں کے بعد اہل رے نے اس کی غیر حاضری میں اس کے غلام مفتوح کو رے سے نکال دیا، لیکن پھر یوسف نے اس پر قبضہ کر لیا۔ جب اس کی طاقت زیادہ بڑھی تو مقتدر نے اس کو توڑنے کے لیے ۳۱۲ھ میں کل مشرقی ممالک کا والی بنا کر اس کو ہجر میں ابو طاہر قرمطی کے مقابلہ کا حکم دیا۔ دوسری طرف خفیفہ نصر بن سامانی کو رے کی حکومت کا پروانہ بھیج دیا۔ جیسے ہی یوسف قرمطہ کے مقابلہ کے لیے ہٹا، نصر بن احمد نے اس کے مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔

صفاریہ کا خاتمہ

اوپر گزر چکا ہے کہ عمرو بن لیث صفاری کے پوتے طاہر نے فارس پر قبضہ کر کے ملکش سے اس کا ٹھیکہ لے لیا تھا۔ ۲۹۳ھ میں وہ سیر و تفریح کی غرض سے جستان گیا۔ فارس کا میدان خالی پا کر اس کے چچا لیث نے اپنے غلام سبکی کے ذریعہ اس پر قبضہ کر لیا، لیکن چند دنوں کے بعد ولایت سے قطع تعلق کر کے خود فارس کا حاکم بن بیٹھا۔ ۲۹۶ھ میں طاہر نے اس کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کی۔ سبکی نے اسے شکست دے کر گرفتار کر لیا اور اسے اور اس کے بھائی یعقوب کو مقتدر کے حوالہ کر کے اس سے فارس کا باقاعدہ ٹھیکہ لے لیا، لیکن ایک ہی سال بعد ۲۹۷ھ میں لیث بن علی نے اس کو فارس سے نکال دیا۔

سبکی نے مقتدر سے باقاعدہ فارس کا ٹھیکہ لے لیا تھا۔ اس لیے اس نے مونس کو سبکی کی مدد کے لیے بھیجا۔ اس نے شکست دے کر لیث بن علی کو گرفتار کر کے فارس سبکی کے حوالہ کر دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس نے بھی خراج دینا بند کر دیا۔ اس لیے پھر مونس اس کے مقابلہ پر مامور ہوا۔ اس نے سبکی اور مقتدر میں صلح کرانے کی کوشش کی، لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ وزیر ابن فرات کو سبکی کے ساتھ مونس کی ہمدردی کا علم ہوا تو اس نے اس کو واپس بلا کر محمد بن جعفر کو بھیجا۔ اس نے شکست دے کر سبکی کو فارس سے نکال دیا۔ ❀

لیث بن علی کی گرفتاری کے بعد اس کا بھائی معدل بن لیث جستان میں اس کا جانشین ہوا تھا، لیکن اب صفاری حکومت بہت کمزور ہو چکی تھی۔ اس لیے ۲۹۸ھ میں اسماعیل سامانی نے فوج کشی کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔ ❀

قرامطہ

مقتدی نے اپنے زمانہ میں قرامطہ کا زور توڑ دیا تھا۔ مقتدر کے زمانہ میں پھر وہ عراق و شام میں بڑے زور و شور سے اٹھے اور ۳۱۱ھ میں ابوطاہر قرامطی نے بصرہ پر حملہ کر کے یہاں کے حاکم کو قتل کر دیا اور کامل سترہ دن تک شہر لوٹا اور قتل عام کر تا رہا۔ ۳۱۲ھ میں حجاج کے ایک قافلہ کو لوٹ لیا اور اکثر حجاج بھوک اور پیاس کی شدت سے مر گئے۔ اسی سنہ میں کوفہ پر حملہ کیا اور چھ دن تک اس کو لوٹا اور قتل عام کر تا رہا۔ ۳۱۵ھ میں عراق میں ان کی شورش بہت بڑھ گئی۔ مقتدر نے یوسف بن ابی الساج کو چالیس ہزار فوج کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ ابوطاہر نے اسے شکست دے کر گرفتار کر لیا اور اس کا اثر بڑھتے بڑھتے بغداد تک پہنچ گیا۔ اس سے یہاں بڑی بے چینی پیدا ہو گئی اور اہل شہر بغداد چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ مقتدر نے فوراً امیر مونس مظفر کو کوفہ روانہ کیا۔ بحری فوج الگ بھیجی، لیکن یہ فوجیں بھی ناکام رہیں اور ابوطاہر ان کو شکست دے کر بغداد کی طرف بڑھا۔ یہ صورت دیکھ کر مونس خادم اور حمدانی امرا اس کو روکنے کے لیے نکلے۔ عباسی فوجوں پر قرامطہ کی ہیبت اتنی چھائی ہوئی تھی کہ انہوں نے بغیر لڑے میدان چھوڑ دیا، لیکن درمیان میں دریا حائل تھا، اس لیے قرامطی آگے نہ بڑھ سکے اور ابوطاہر انبار لوٹ آیا۔ مونس خادم نے چند ہزار فوج اس کے تعاقب میں بھیجی۔ ابوطاہر اسے بھی شکست دے کر ہتھیار پھینچا۔ یہاں سعید بن حمدان کا جسے مقتدر نے بھیجا تھا، سامنا ہوا۔ اس نے شکست دے کر ابوطاہر کو واپس کر دیا۔

۳۱۶ھ میں انہوں نے شام پر یورش کی اور دالیہ اور جبہ پر قبضہ کر کے یہاں کی آبادی کو قتل کیا۔ مقتدر نے فوراً مونس مظفر کو رتہ بھیجا۔ اس وقت ابوطاہر خود رتہ پہنچ چکا تھا، لیکن یہاں کے باشندوں نے اسے پسپا کر دیا اور وہ سنجاہ پہنچا۔ یہاں کے باشندوں میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے انہوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور ابوطاہر پھر ہیبت واپس ہوا، مگر یہاں کے باشندوں نے اسے واپس کر دیا اور وہ کوفہ لوٹ گیا۔ مقتدر نے پھر ایک فوج روانہ کی، لیکن معمولی جنگ کے بعد دونوں لوٹ گئے۔

سواد کے علاقہ میں ایک جماعت قرامطیوں کی ہم عقیدہ تھی، جو حکومت کے خوف سے اپنے عقیدہ کا اعلان نہ کرتی تھی۔ جب عراق میں قرامطہ کا زور بڑھا تو یہ جماعت حریث بن مسعود اور عیسیٰ بن موسیٰ کو سردار بنا کر میدان میں آ گئی اور کوفہ کے سرکاری عمال کو نکال کر خراج وصول کر لیا اور موفقی علاقہ لوٹ کر یہاں کے باشندوں کو قتل و گرفتار کیا۔ مقتدر نے ہارون بن غریب اور صافی بصری کو بھیجا۔ انہوں نے حریث اور عیسیٰ کو شکست دے کر سواد میں قرامطہ کا زور توڑ دیا۔

۳۱۷ھ میں ابوطاہر موسم حج میں مکہ پہنچا اور عین ترویہ کے دن حجاج پر حملہ کر کے ان کو قتل کیا اور

ان کا مال لوٹا اور حجر اسود کو ہجرت صحیح دیا۔ خانہ کعبہ کا دروازہ اور اس کا میزاب اکھاڑنے کی کوشش کی غلاف کعبہ اتار لیا اور مکہ کی پوری آبادی کو تاخت و تاراج کیا۔

قرمطی اپنے کو اہل بیت نبوی ﷺ کا داعی کہتے تھے۔ اس لیے عبید اللہ المہدی فاطمی والی مغرب (فاطمیہ مصر) کو جب ان کے ہاتھوں خانہ کعبہ کی بے حرمتی کی خبر ملی تو انہوں نے بڑی برہمی ظاہر کی اور ابوطاہر کو لکھ بھیجا کہ ہمارے شیعوں اور دعاۃ پر کفر والحاد کا جو الزام لگایا جاتا ہے اس کو تم لوگوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا اگر تم حجاج اور اہل مکہ کا مال ان کو واپس نہ کرو گے اور حجر اسود لا کر اس کی جگہ نصب نہ کرو گے اور غلاف کعبہ واپس نہ کرو گے تو میں دنیا و آخرت دونوں میں تم سے بری الذمہ ہوں۔ عبید اللہ کی مخالفت سے قرمطی تحریک کو نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا اس لیے اس کا خط پانے کے بعد ابوطاہر نے حجر اسود منگو کر دوبارہ اسے نصب کر دیا اور جہاں تک ہو سکا لوٹا ہوا مال بھی واپس کیا، لیکن غلاف کعبہ کے ٹکڑے تقسیم ہو چکے تھے اس لیے وہ واپس نہ ہو سکا۔ ❁

دولت فاطمیہ کا قیام

اس وقت تک عباسی قلمرو میں طاہری، سامانی، صفاری، طولونی وغیرہ جتنی حکومتیں قائم ہوئی تھیں وہ سب خلافت بغداد کے ماتحت تھیں اور اس کی دینی مرکزیت اور سیادت کو مانتی تھیں یا کم از کم سیاسی مصالح کی بنا پر ماننے پر مجبور تھیں، کیونکہ خلافت بغداد کی تصدیق کے بغیر کوئی حکومت باقاعدہ تسلیم نہیں کی جاتی تھی۔ مقتدر کے زمانہ میں مصر کی فاطمی حکومت کی بنیاد پڑی جو نہ صرف خلافت بغداد کی سیادت سے آزاد تھی بلکہ اپنے نسب و خاندان میں اس کی حریف مقابل اور ایک فرقہ کی مذہبی مقتدا تھی اور آگے چل کر تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کی ترقی میں بھی وہ عباسی حکومت کی مقابل بن گئی۔

اہل بیت نبوی ﷺ کے ساتھ فاطمیہ کے انتساب کی صحت میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ اکثر مؤرخین اس نسبت کو صحیح سمجھتے ہیں۔ صرف بعض اس کے منکر ہیں اور ان کو نصرانی یا یہودی النسل بتاتے ہیں، لیکن اکثریت کا فیصلہ صحت نسب کے حق میں ہے۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ اہل علم و محققین انساب ان کو صحیح النسب فاطمی سمجھتے ہیں۔ ❁ ابن خلدون بھی ان کی صحت نسب کا معترف ہے لیکن ان کے نسب نامے جتنے ہیں وہ سب آپس میں مختلف ہیں اور ابو محمد عبید اللہ المہدی بانی دولت فاطمیہ سے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ تک درمیانی پشتوں کے ناموں میں بڑا اختلاف ہے۔

ابن خلدون نے یہ نسب نامہ لکھا ہے۔ ابو محمد عبید اللہ المہدی بن محمد الحبیب بن جعفر مصدق بن

محمد مکتوم بن اسماعیل بن جعفر صادق **❦** شیعہ مؤرخ ابن طقطقی کے نزدیک یہ سلسلہ نسب ہے۔ ابو محمد عبید اللہ المہدی بن احمد بن اسماعیل ثالث بن احمد بن اسماعیل ثانی بن محمد بن اسماعیل اعرج اول بن جعفر صادق **❦** لیکن زیادہ مشہور و متعارف نسب نامہ یہ ہے۔ ابو محمد عبید اللہ المہدی بن محمد بن عبد اللہ بن میمون بن محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق۔ جو مؤرخین صحت نسب کے منکر ہیں ان کے نزدیک نسب نامہ یہ ہے۔ سعید (عبید اللہ) بن حسین بن محمد بن احمد بن عبد اللہ القداح وہ عبید اللہ المہدی کا نام سعید قرار دیتے ہیں اور سعید کو حسین کا صلی لڑکا نہیں بلکہ دھنکھر امانتے ہیں یعنی حسین نے ایک یہود بنیوہ سے شادی کر لی تھی جس کے پہلے شوہر سے ایک لڑکا تھا۔ حسین خود لا ولد تھے۔ انہوں نے اس یہودی زادہ کو متبنی بنا لیا تھا اور مرتے وقت اس کو اپنا جانشین بنا گئے لیکن یہ روایت بہت ضعیف ہے۔ جمہور مؤرخین فاطمیہ کو صحیح النسب مانتے ہیں۔

بنی فاطمہ کی دعوت کوئی نئی دعوت نہ تھی۔ خلفائے راشدین کے زمانہ سے لے کر برابر ہوتی چلی آ رہی تھی اور اہل بیت نبوی ﷺ میں مختلف ائمہ کو ماننے والے بہت سے شیعہ فرقے پیدا ہو گئے تھے جو اپنے اپنے سلسلہ امامت کی دعوت میں مصروف تھے۔ انہی میں سے باطنیہ اسماعیلی تھے جو امام جعفر صادق کے بعد ان کے صاحبزادے اسماعیل کی امامت کے قائل تھے۔ اسی سے عبیدی فرقہ پیدا ہوا جو عبید اللہ المہدی بن محمد بن جعفر مصدق بن محمد مکتوم بن جعفر صادق کی امامت کا قائل تھا۔ اس کے مبلغین مدتوں سے یمن، حجاز، بحرین، خراسان اور عراق وغیرہ میں دعوت میں مشغول تھے اور ان مقاموں میں ان کی دعوت کافی پھیل چکی تھی لیکن مغرب میں اس کا ظہور محمد الحبيب کے زمانہ سے ہوا اور اس کی تکمیل عبید اللہ کے زمانہ میں ہوئی۔ اس دعوت کی تاریخ بہت طویل ہے۔ اس کا مختصر حال پیش کیا جاتا ہے۔

فاطمی حکومت کے بانی عبید اللہ المہدی کے باپ محمد الحبيب حص کے ایک مقام سلیمہ میں رہتے تھے۔ ان کے سلسلہ کے جو لوگ شام کے مقدس مقامات کی زیارت کے لیے آتے وہ محمد الحبيب کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے۔ وہ اس گوشہ عافیت میں بیٹھ کر مشرق و مغرب میں اپنی دعوت کرتے رہے۔ یمن اور مغرب میں ان کو زیادہ کامیابی ہوئی۔ ان کے ایک داعی رستم بن حسین بن حوشب نے سارے یمن میں ان کی دعوت پھیلا دی اور یمنی شیعوں کے ذریعہ یمن کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

یمن کے ساتھ ہی محمد الحبيب نے مغرب میں ابوسفیان اور حلوانی دو داعی بھیجے تھے۔ انہوں

نے بزرگی قبیلہ کتامہ کو اس دعوت سے روشناس کیا۔ چند دنوں کے بعد ان دونوں کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد یمن کے داعی رستم بن حسین نے ایک یمنی داعی ابو عبد اللہ حسن بن محمد المعروف بہ مختب کو جو اس کام کے لیے نہایت موزوں شخص تھا، مغرب کا داعی مقرر کیا۔ حج کے سلسلہ میں مغربی قبائل مکہ آیا کرتے تھے۔ اس لیے حسن مکہ آ گیا اور قبیلہ کتامہ کے معززین سے مل کر ان کے خیالات کا پتہ چلایا اور چند ہی دنوں میں حسن تدبیر سے ان کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ حج کے بعد جب ان کی واپسی کا وقت آیا تو انہوں نے حسن سے پوچھا کہ وہ کہاں کا ارادہ رکھتا ہے؟ اس نے مصر کا ارادہ ظاہر کیا۔ دونوں کا راستہ ایک تھا۔ اس لیے بنی کتامہ نے مصر تک اپنے ساتھ چلنے کی خواہش کی۔ حسن ساتھ ہو گیا۔ مصر پہنچ کر انہوں نے اس کو اپنے وطن چلنے کی دعوت دی۔ اس کا اصل مدعا یہی تھا اس لیے ساتھ ہو گیا اور راستہ میں مغرب کے قبائل کے حالات سے پوری واقفیت حاصل کر لی۔ ۲۸۰ھ میں وہ مغرب پہنچا۔ وہ قبیلہ کتامہ کو اتنا گرویدہ بنا چکا تھا کہ مغرب پہنچنے کے بعد ان میں سے ہر شخص نے اس کو اپنا مہمان بنانا چاہا اور اس کے لیے بڑی کوشش پیدا ہو گئی۔ حسن نے اس کو کسی طرح رفع کیا۔ * ابن العذاری کا بیان ہے کہ مغرب پہنچنے کے بعد حسن بنی کتامہ کے سردار کا مہمان ہوا۔ وہ اس سے بہت متاثر تھا۔ اپنے لڑکے کی تعلیم اور مسجد کی امامت اس کے سپرد کر دی۔ اس نے بڑی دلسوزی سے تعلیم دی۔ سردار مذکور نے اس کے صلہ میں اس کو چالیس دینار دیے اور رقم کی کمی پر معذرت ظاہر کی۔ اس وقت حسن نے اس سے کہا کہ میں معلم نہیں ہوں اور خود اس کو پانچ سو دینار کی تھیلی دے کر اصل مدعا ظاہر کیا اور اس کے سامنے فاطمی دعوت پیش کی۔ سردار مذکور اسے قبول کر کے خود اس کا مبلغ بن گیا۔ اس کی کوشش سے بہت سے مغربی اس دعوت میں شامل ہو گئے۔ چند دنوں کے بعد شیخ کا وقت آخر ہو گیا اور وہ اپنے اہل خاندان کو حسن کی امداد و اعانت کی وصیت کرتا گیا۔ *

شیخ کے بعد حسن نے اپنا کام بدستور جاری رکھا۔ اس سلسلہ میں اس کی مخالفت بھی ہوئی۔ خود قبیلہ کتامہ کے کچھ افراد اس کے قتل پر آمادہ ہو گئے مینن وہ اپنے کام میں سرگرمی کے ساتھ مصروف رہا۔ اسی زمانہ میں اس کو ایک اور مددگار حسن بن ہارون تر کیا۔ یہ اس کو اپنے ساتھ جبل الیکبان لے گیا اور حسن نے تازروت کو اپنا مرکز بنایا اور چند دنوں میں اپنے پیروؤں کو مغلوب کر کے اپنی اطاعت پر مجبور کر دیا۔ * یہ ابراہیم بن احمد غلشی والی مغرب کا زمانہ تھا۔ حسن کا حال سن کر اس نے اس کی تحقیقات کرائی۔ معلوم ہوا کہ وہ نیکی و عبادت کی تلقین کرتا ہے۔ اس لیے ابراہیم نے اس کی طرف توجہ نہ کی اور

* کتاب المونس ص ۱۵۔ * ابن العذاری نے یہ واقعات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں۔ ہم نے صرف

ان کا خلاصہ نقل کیا ہے۔ دیکھو کتاب مذکور ص ۲۔ تا ۵۱۔ * ابن خلدون ج ۳ ص ۳۶۲۔

حسن کی قوت چند دنوں میں اتنی بڑھ گئی کہ ابراہیم کے آخر زمانہ میں اس نے شہر میلہ پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت ابراہیم کو اس کی جانب متوجہ ہونا پڑا۔ اسی نے اپنے بھائی احوں کو حسن کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے حسن کو شکست دے کر میلہ اور تازروت میں آگ لگا دی اور حسن جبل ایکجان چلا گیا اور یہاں ایک بستی آباد کر کے اس کا نام دارالہجرت رکھا۔

۲۸۹ھ میں ابراہیم اعلیٰ کا انتقال ہو گیا اور اس کا لڑکا عبداللہ جانشین ہوا۔ چند ہی دنوں کے بعد اس کے لڑکے زیادۃ اللہ نے سازش کر کے باپ کو قتل کر دیا اور خود اس کی جگہ حاصل کر لی۔ یہ بالکل نااہل تھا۔ رات دن ابولعب اور عیش و عشرت میں منہمک رہتا تھا۔ اس لیے حسن کو آزادی کے ساتھ فاطمی تحریک پھیلانے کا موقع مل گیا۔

اسی زمانہ میں محمد الحبيب کا انتقال ہو گیا اور ان کے لڑکے عبید اللہ المہدی ان کے جانشین ہوئے۔ یہ اب تک شام ہی میں تھے۔ اس وقت مغرب کے بڑے حصہ میں فاطمی دعوت پھیل چکی تھی۔ اس لیے حسن نے عبید اللہ کو مغرب بلا بھیجا۔ اس دوران میں مشرق میں بھی فاطمی تحریک کا شہرہ پہنچ چکا تھا۔ کو اس کا مرکز مغرب تھا، لیکن درحقیقت یہ تحریک خلافت بغداد کے مقابلہ میں تھی۔ اس لیے ملکنی باللہ (یہ ملکنی کا زمانہ تھا) نے عبید اللہ کی گرفتاری کا فرمان جاری کر دیا۔ مغرب سے ان کے پاس دعوت آ رہی تھی۔ اس لیے وہ حسن کے بھائی ابوالعباس کے ساتھ شام سے مغرب روانہ ہو گئے۔ عینی نوشری والی مصر کے نام بھی ملکنی کا فرمان پہنچ چکا تھا۔ وہ عبید اللہ کی تلاش میں تھا۔ اس لیے مصر پہنچتے ہی وہ گرفتار کر لیے گئے، لیکن پھر نوشری نے ان کو رہا کر دیا اور وہ تاجروں کے بھیس میں مغرب کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ یہاں زیادۃ اللہ مغرب کے تمام حکام کے نام ان کی گرفتاری کا حکم بھیج چکا تھا۔ وہ سب بھی اس کی تلاش میں تھے۔ اس لیے مغرب کے حدود میں داخل ہوتے ہی عبید اللہ کا ساتھی ابوالعباس گرفتار ہو گیا، لیکن وہ خود بچ گئے اور حبلہ اسہ کے حاکم یسح بن مدرار کے پاس آ کر اس کے یہاں پناہ لی۔ جاسوسوں نے زیادۃ اللہ کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے فوراً یسح کے نام فرمان لکھا۔ اس لیے اسے عبید اللہ کو قید کر دینا پڑا۔

زیادۃ اللہ اگرچہ عیش و طرب میں غرق تھا، لیکن مغرب میں فاطمی تحریک کی روز افزوں ترقی اور حسن کی قوت کو دیکھ کر اسے اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا اور اس نے اس کے مقابلہ کے لیے یکے بعد دیگرے کئی فوجیں بھیجیں۔ آخر میں خود بھی نکلا، لیکن حسن کی قوت اب اتنی بڑھ چکی تھی کہ اس نے اعلیٰ فوجوں کو پیہم شکستیں دے کر بلزمہ، طنبہ، باغانیہ، مراجنہ، قسطلیہ وغیرہ کو فتح کر کے شمالی افریقہ کے

بڑے حصہ کو زیر نگین کر لیا اور یہاں کے بڑے بڑے بربری قبیلے اس کے تابع فرمان ہو گئے۔

۲۹۶ھ میں اس میں اور اعلیوں میں آخری معرکہ ہوا۔ اس میں بھی مغربی فوجوں کو شکست ہوئی اور حسن نے اربس پر قبضہ کر کے کئی دن تک قتل عام کیا۔ صرف اربس کی جامع مسجد میں تیس ہزار آدمی قتل ہوئے۔ زیادۃ اللہ اس وقت اپنے پایہ تخت رقادہ میں تھا۔ اس معرکہ کے بعد اس کی ہمت بالکل چھوٹ گئی اور وہ مایوس ہو کر مغرب سے مصر چلا گیا۔ ❁

اربس کی شکست کے بعد اعلیٰ فوج کے سپہ سالار ابراہیم نے قیروان جا کر یہاں کے باشندوں کو حسن کے مقابلہ کے لیے ابھارا، لیکن ان کے دلوں میں اس کی اتنی ہیبت چھا گئی تھی کہ وہ آمادہ نہ ہوئے اور ابراہیم کو یہاں سے نکال دیا۔ اسی دوران میں حسن کئی لاکھ فوج لے کر قیروان پہنچ گیا۔ اہل قیروان پہلے سے اس کے استقبال کے لیے تیار تھے۔ یہاں کے عمائد نے شہر سے باہر نکل کر استقبال کیا۔ حسن نے ان کی اطاعت کیشی کے صلہ میں سب کو امان دے دی اور اہل قیروان سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔

قیروان پر قبضہ کے بعد حسن رقادہ پہنچا۔ زیادۃ اللہ مصر جا چکا تھا۔ اہل رقادہ نے کوئی مزاحمت نہیں کی اور حسن رجب ۲۹۶ھ میں رقادہ میں داخل ہو گیا اور غالبہ کے حبشی موالی کے علاوہ سب کو امان دے دی اور اعلیٰ خاندان کی کل دولت اور ساز و سامان جسے زیادۃ اللہ ساتھ نہ لے جاسکا تھا، حسن کے قبضہ میں آیا۔ رقادہ پر قبضہ کے بعد حسن نے یہاں شیعہ رسوم و شعار جاری کیے۔ فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے بجائے حی علی خیر العمل داخل کیا۔ خطبوں میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ یحتمل پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پناہ مانگنے کا حکم دیا۔ تراویح کو بند کر دیا اور قبیلہ کتامہ کے اکابر کو شیعیت کی تبلیغ اور دوسرے اسلامی فرقوں سے تبریٰ پر مامور کیا۔ ان کوششوں سے مغرب میں بڑی سرعت سے شیعیت پھیل گئی۔ ❁

عبید اللہ اس وقت تک سلجماسہ میں قید تھے۔ رقادہ پر قبضہ کے بعد حسن کئی لاکھ فوج کے ساتھ سلجماسہ روانہ ہوا۔ اس کی شوکت و عظمت دیکھ کر مخالف قبائل گھبرا گئے اور انہوں نے بغیر کسی مزاحمت کے اس کی اطاعت قبول کر لی، لیکن یسح بن مدرار نے مقابلہ کیا، مگر اتنی بڑی قوت کا مقابلہ اس کے بس سے باہر تھا۔ اس لیے بڑی فاش شکست کھائی اور حسن نے سلجماسہ میں داخل ہو کر عبید اللہ اور ان کے

❁ ابن العذاری اور ابن خلدون نے ان لڑائیوں کی بڑی تفصیل لکھی ہے۔ ہم نے صرف اس کا خلاصہ نقل کیا ہے۔

❁ البیان المغرب ص ۲۰۵ تا ۲۰۹ ملخصاً۔

لڑکے ابوالقاسم کو قید سے نکالا۔ ان میں اور حسن میں یہ پہلی ملاقات تھی۔ عبید اللہ کو دیکھ کر حسن کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل آئے اور وہ انہیں جلوس کے ساتھ خیمہ تک لایا۔ عبید اللہ سواری پر اور چپ و راست شیعہ عمائد پا پیدہ جلوس میں تھے۔ حسن با واز بلند اعلان کرتا جاتا تھا کہ ہمارے آقا یہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارہ میں اپنا وعدہ پورا کیا اور ان کو ان کا حق اور غلبہ عطا فرمایا۔ ❁

سلمجہ سہ میں چالیس دن قیام کے بعد عبید اللہ ربیع الاول ۲۹ھ میں دولاکھ کی فوج کے ساتھ رقادہ آئے۔ یہاں ان کی عام بیعت ہوئی اور افریقہ کے تمام منبروں پر ان کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور انہوں نے امیر المؤمنین مہدی لقب اختیار کیا۔ اس وقت تک خلفا کے علاوہ اور کسی حکمران نے امیر المؤمنین کا لقب اختیار نہیں کیا تھا۔ یہ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ یہ نبی حکومت دینی حیثیت میں بھی خلافت عباسیہ کی حریف ہے۔ اس طرح خلافت بغداد سے آزاد ایک شیعہ دینی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ فاطمی حکومت کے قیام کے بعد مہدی نے کوشش کی کہ مراکش سے اور یسوی حکومت کو ختم اور مصر کو عباسی حکومت سے آزاد کر کے سسلی سے لے کر مصر تک پورے مغرب میں فاطمی حکومت پھیلا دی جائے چنانچہ ۳۰۱ھ میں ان کے لڑکے ابوالقاسم نے مصر پر حملہ کر کے برقہ اسکندریہ اور فیوم پر قبضہ کر لیا، لیکن مشہور عباسی امیر مونس نے بہت جلد ان کو واپس لے لیا۔ ۳۰۲ھ میں پھر مہدی نے قبضہ کر لیا، لیکن پھر مونس نے واپس لے لیا۔ ۳۰۶ھ میں ابوالقاسم نے تیسری مرتبہ فوج کشی کر کے صعید مصر کے چند مقامات پر قبضہ کر لیا، لیکن مصری اور عباسی فوجوں نے ان کے قدم نہ جمنے دیئے اور انہیں ناکام واپس جانا پڑا اور مقتدر کی زندگی میں مہدی کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔

زیاری حکومت کا قیام

مقتدر کے زمانہ میں فاطمیہ کے علاوہ مشرق میں جرجان میں زیاری حکومت قائم ہوئی۔ اس کے مختصر حالات یہ ہیں۔

مقتضد کے عہد میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ احمد بن اسماعیل سامانی نے محمد بن زید علوی والی طبرستان کو ختم کر کے طبرستان پر قبضہ کر لیا تھا۔ محمد بن زید علوی کے قتل کے بعد اس خاندان کے ایک رکن حسن بن علی الملقب بہ اطروش کو طبرستان واپس لینے کی فکر ہوئی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ دیلم جا کر یہاں تیرہ سال تک اسلام کی اشاعت کرتے رہے۔ ہزاروں دیلمی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ ان کے ذریعہ انہوں نے سامانیہ کا مقابلہ کرنا چاہا، لیکن طبرستان کے سامانی حاکم عبداللہ بن محمد

❁ البیان المغرب ص ۲۱۰ و کتاب المونس ص ۵۲۔

کا طرز عمل دیالمہ کے ساتھ دوستانہ اور شریفانہ تھا۔ دہلیم کے علوی بھی اس کے احسانات سے گرانبار تھے۔ اس لیے اطروش کو کامیابی نہ ہوئی۔

ان کی خوش قسمتی سے اسماعیل سامانی نے ۳۰۱ھ میں عبداللہ بن محمد کو معزول کر کے سلام سامانی کو مقرر کیا۔ یہ دیالمہ کے ساتھ سیاست نہ برت سکا۔ انہوں نے اس کو طبرستان سے نکال دیا۔ اس لیے پھر عبداللہ بھیجا گیا۔ اس نے حالت سنبھالی، لیکن اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے بعد محمد بن ابراہیم کا تقرر ہوا۔ یہ سلام سے بھی زیادہ نا اہل تھا۔ اس نے اپنے طرز عمل سے دیالمہ کو مخالف بنا لیا۔ اس وقت اطروش کو موقع مل گیا۔ انہوں نے دیالمہ کو محمد بن ابراہیم کے خلاف کھڑا کر دیا اور ان کی مدد سے اس کو شکست دی اور ۳۰۱ھ میں محمد بن ابراہیم کو نکال کر طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ چار سال کے بعد ۳۰۴ھ میں سامانیوں نے اطروش کو قتل کر دیا۔

اطروش کے بعد ان کے داماد حسن بن قاسم المعروف بداعی ان کے جانشین ہوئے۔ انہوں نے دہلیمی افسروں کی مدد سے سامانی حکومت کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا، لیکن سامانیہ نے بہت جلد واپس لے لیے۔ حسن کا ایک دہلیمی افسر اسفار بن شیروہ سعید بن نصر سامانی سے مل گیا۔ اس نے اس کو جرجان کا حاکم بنا دیا۔ جرجان کی حکومت ملنے کے بعد اسفار نے ایک دوسرے دہلیمی سردار مروادج بن زیار کے ذریعہ طبرستان کے بعض حصوں پر قبضہ کر لیا۔ حسن بن قاسم اس کو چھڑانے کے لیے آئے۔

حسن بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے۔ دیالمہ کو بھی وہ شریعت کا پابند بنانا چاہتے تھے، لیکن یہ آزادی کے خوگر تھے۔ حسن کا احتساب ان کے لیے سخت گراں تھا، چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے ان کو ہنا کر ان کے لڑکے کو تخت نشین کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی اور حسن نے سازش کرنے والوں کو قتل کر دیا۔ اس لیے بہت سے دہلیمی سرداران کے خلاف ہو گئے تھے اور انتقام کے لیے موقع کے منتظر تھے۔ حسن جب اسفار کے مقابلہ کے لیے نکلے تو دہلیمیوں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے عین میدان جنگ میں ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ قتل ہو گئے اور ان کے مقبوضات پر اسفار کا قبضہ ہو گیا۔ حسن کے بعد ان کے ایک افسر ہارون بن بہرام نے ان کے لڑکے ابو جعفر کو جانشین بنانا چاہا، لیکن اسفار نے ان دونوں کو گرفتار کر کے طبرستان سے علوی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

اس کامیابی کے بعد اسفار کا حوصلہ بہت بڑھ گیا اور اسے اپنی حکومت قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ سب سے اول اس نے سامانیہ کا خطبہ بند کر دیا، لیکن نصر بن احمد سامانی نے اس پر فوج کشی کر دی۔ اسفار نے مصلحتاً خراج دے کر اس وقت صلح کر لی اور مروادج کو سمران الطرم کے فرمانروا سالار

کی حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ سالار سے مل گیا۔ اسفار کے اکثر ساتھی اس کی سختی کے شاکہ تھے۔ وہ بھی مروادج کے ساتھ ہو گئے اور اسفار کی قوت بالکل ٹوٹ گئی اور وہ بیہوش بھاگ گیا، لیکن مروادج کے آدمیوں نے تعاقب کر کے گرفتار کر لیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔ اسفار کے قتل کے بعد مروادج اس کے تمام مقبوضات کا مالک بن گیا اور اس کی قوت بہت بڑھ گئی اور اس نے چند دنوں میں ہمدان دینور، قاشان اور اصفہان وغیرہ پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔

اسفار کے برخلاف مروادج کا طرز عمل دیالہ کے ساتھ بڑا شریفانہ تھا۔ وہ ان کی دل جوئی کے لیے بڑی داد و دہش کرتا تھا۔ اس لیے ان کی بڑی تعداد مروادج کے پاس جمع ہو گئی اور اس نے آس پاس کے علاقوں کی طرف قدم بڑھایا اور اپنے بھانجے کو ہمدان پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا، لیکن عباسی فوج نے اسے فاش شکست دی اور وہ مارا گیا۔ مروادج کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ خود ہمدان کی طرف بڑھا۔ اسے دیکھ کر عباسی فوج ہٹ گئی۔ ہمدانیوں نے تنہا مدافعت کی، لیکن مروادج نے انہیں شکست دے کر ہمدان پر قبضہ کر لیا اور بڑی بیدردی سے یہاں کی آبادی کو قتل کیا۔ مقتدر کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ہارون بن غریب کو ایک بڑی فوج کے ساتھ بھیجا۔ مروادج نے اسے بھی شکست دی اور ہمدان کے پورے کوہستانی علاقے پر قبضہ کر لیا اور اس کی فوجیں دینور پر قبضہ کرتی ہوئی حلوان تک بڑھتی چلی گئیں اور چند دنوں میں اس نے اصفہان اور خوزستان پر بھی قبضہ کر لیا اور مقتدر سے دو لاکھ سالانہ پر باقاعدہ مفتوحہ علاقہ کا ٹھیکہ لے لیا۔ ۳۱۹ھ میں مقتدر نے اس کو اس کا والی بنادیا اور جرجان میں باقاعدہ زیاری حکومت قائم ہو گئی۔ ❀

بیرونی مہمات

مقتدر کے زمانہ میں اندرونی انقلابات کے ساتھ ساتھ بیرونی مہمات اور رومیوں سے معرکہ آرائی کا بھی وسیع سلسلہ جاری رہا۔ ۲۹۶ھ میں مونس مظفر نے اناطولیہ پر فوج کشی کر کے رومیوں کی ایک جماعت گرفتار کی۔ ۲۹۹ھ میں حاکم سرحد رستم نے ارمنی علاقہ پر فوج کشی کی اور بلج ارمنی کا ایک قلعہ فتح کر کے اس کو جلا دیا۔ ۳۰۳ھ میں رومیوں نے جزیرہ کی سرحد پر حملہ کر کے حصن منصور کو لوٹ لیا اور طرطوس اور فراتی علاقہ پر تاخت کی اور بلج ارمنی نے نواح مرعش کو تاراج کیا۔ اس کے انتقام میں

❀ یہ حالات ابن اثیر ج ۸ ص ۷۲ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔ یہ حکومت ۳۱۹ھ میں قائم ہوئی اور ۴۳۰ھ میں مسعود غزنوی نے اس کا خاتمہ کیا۔ اس میں چھ فرمانروا ہوئے۔ مروادج بن زیار، دشکیر بن زیار، سیستون ابن دشکیر، قابوس بن دشکیر، منوچہر بن قابوس، انوشروان بن منوچہر۔

مونس نے بڑے اہتمام سے ملطیہ پر فوج کشی کر کے بہت سے قلعے فتح کیے اور مال غنیمت کی بڑی تعداد حاصل کی۔ مقتدر نے اس کے صلہ میں اس کو خلعت سے نوازا۔

ان لڑائیوں کے سلسلہ میں طرفین کے بہت سے قیدی ایک دوسرے کے ہاتھ میں اسیر ہوئے تھے۔ ۳۰۵ھ میں قیصر روم نے ان کی رہائی اور صلح کے لیے اپنے سفیر بغداد بھیجے۔ مقتدر نے خاص دربار منعقد کر کے انہیں شرف باریابی بخشا۔ مصالحت تو نہ ہو سکی، لیکن قیدیوں کی رہائی کا مسئلہ طے ہو گیا اور مقتدر نے مونس خادم کو ڈیڑھ لاکھ دینار فدیہ دے کر بڑے اہتمام سے مسلمان قیدیوں کی رہائی کے لیے بھیجا، لیکن طرفین میں معرکہ آرائی کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ ۳۱۰ھ میں مونس نے کئی رومی قلعے فتح کیے۔ ۳۱۱ھ میں امیر البحر ثمالی نے بحری حملہ کیا۔ ۳۱۲ھ میں قیصر روم نے مقتدر کے پاس قیمتی ہدیے بھیج کر پھر صلح اور قیدیوں کی رہائی کی خواہش کی۔ اس مرتبہ اس نے منظور کر لیا، لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد رومیوں نے مسلمانوں کی گرمائی فوجوں پر حملہ کر کے صلح توڑ دی اور ۳۱۴ھ میں دمشق اور بلخ کے ساتھ مل کر ملطیہ کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے پوری قوت سے مدافعت کی اور ان کو شہر میں نہ داخل ہونے دیا۔ اس ناکامی کے غصہ میں رومیوں نے آس پاس کی آبادیوں کو ویران کر ڈالا اور مسلمانوں کی قبریں کھود کر لاشیں نکال لیں۔ ملطیہ کے باشندوں میں زیادہ مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ وہ محض اپنی ہمت سے رومیوں کو روکے ہوئے تھے۔ ان کا جوش و خروش دیکھ کر انہوں نے دار الخلافہ سے مدد طلب کی، لیکن یہاں سے کوئی امداد نہ ملی، مگر رومی خود لوٹ گئے۔ ۳۱۵ھ میں پھر انہوں نے حملہ کیا اور شہر میں گھس کر اس کو لوٹا۔ جامع مسجد میں عین نماز کے وقت ناقوس بجایا، لیکن پھر مسلمانوں نے انہیں نکال دیا اور لوٹا ہوا مال بھی واپس لے لیا۔ مقتدر کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے مونس خادم کو ملطیہ جانے کا حکم دیا، لیکن عین اس وقت جب روانگی کے انتظامات مکمل ہو چکے، مونس اور مقتدر میں کشیدگی پیدا ہو گئی اور یہ مہم روانہ نہ ہو سکی۔

اسی سنہ میں دمشق ایک بڑی فوج کے ساتھ دمشق پر چڑھ آیا۔ یہاں کے حاکم نصر اسکینی نے ہر چند مدافعت کی، لیکن رومیوں کی آتش باری کی وجہ سے بس نہ چل سکا اور وہ شہر پناہ تک پہنچ گئے اور دیوار توڑ کر شہر میں داخل ہو گئے، لیکن مسلمانوں نے ان کو ٹکنے نہ دیا اور ایک خونریز جنگ کے بعد انہیں شکست دے کر واپس کر دیا۔

اس شکست کے غصہ میں دمشق نے رومیوں کا مذہبی جوش بھڑکا دیا اور انہوں نے ۳۱۶ھ میں بڑی تیاری کے ساتھ آرمینیا پر فوج کشی کر کے خلاط کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں کے باشندوں میں مقابلہ کی

طاقت نہ تھی۔ اس لیے انہوں نے صلح کر لی اور دستق نے جامع خلاط کے منبر پر صلیب نصب کی۔ بدلیس میں بھی اس نے اسی مذہبی جنون کا ثبوت دیا۔ ان کی یورش دیکھ کر ارزن کے باشندوں نے بغداد جا کر مقتدر سے فریاد کی، لیکن یہاں کے حالات ایسے تھے کہ کوئی مدد نہ ملی اور سرحدی علاقوں پر رومیوں کی یورش برابر بڑھتی گئی۔ یہاں کے باشندوں میں تنہا ان کو روکنے کی قوت نہ تھی۔ اس لیے ۳۱۷ھ میں انہوں نے پھر مقتدر سے درخواست کی کہ ان کی مدد کی جائے ورنہ وہ رومیوں کی اطاعت قبول کر لینے پر مجبور ہو جائیں گے، لیکن مقتدر خود اپنی مصیبت میں مبتلا تھا اس لیے مدد نہ کر سکا اور ملطیہ، میافارقین، آمد اور ارزن وغیرہ کے باشندوں نے مجبور ہو کر رومیوں کی اطاعت قبول کر لی اور مذکورہ مقامات ان کے حوالہ کر دیئے۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ مسلمانوں نے مدافعت سے مجبور ہو کر اسلامی علاقہ خود رومیوں کے حوالہ کر دیا۔

۳۱۹ھ میں طرسوس کے والی ثمالی اور رومیوں میں جنگ ہوئی اور رومی شکست کھا کر عمور یہ میں جمع ہوئے۔ ثمالی بھی ان کے تعاقب میں عمور یہ پہنچا، لیکن رومی منتشر ہو گئے اور ثمالی انکو رہ تک بڑھتا چلا گیا۔ اسی زمانہ میں ارمنوں اور رومیوں نے مل کر اسلامی ارمنستان پر فوج کشی کر کے خلاط اور اس کے آس پاس کے علاقوں کو تاخت و تاراج کیا۔ اس کے انتقام میں امیر مقلح والی آذربائیجان نے ارمنی علاقے کو لوٹا اور بہت سے ارمنی قتل کیے اور رومیوں نے سسیاط کا محاصرہ کر لیا، لیکن سعید بن حمدان والی موصل مدد کے لیے پہنچ گیا۔ اس لیے رومی لوٹ گئے۔ اس کے بعد سعید نے مقتدر کے حکم سے ملطیہ کو رومیوں کے قبضہ سے چھڑایا۔ ❁

مقتدر اور امیر الامرا مولس میں اختلاف

مقتدر کی خلافت کا آغاز اس کی مخالفت سے ہوا تھا، لیکن اس وقت خلاف امید حالات اس کے موافق ہو گئے تھے۔ اس لیے وہ تخت خلافت پر قائم رہ گیا، لیکن ترکی غلاموں کے غیر معمولی عروج اور ان کے بارہ میں مقتدر کی سیاست، نظام حکومت میں عورتوں کی مداخلت، حرم شاہی کے غیر معمولی مصارف و زرا کی بددیانتی اور امرا کی رشک و رقابت نے بالآخر انقلاب کے سامان پیدا کر دیئے اور مقتدر کو تخت خلافت سے اترا اور آخر میں جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔

مولس مقتدر کا ایک معمولی غلام تھا۔ اس نے اس کو بڑھاتے بڑھاتے امیر الامرا کے درجہ تک

❁ یہ حالات ابن خلدون ج ۳ ص ۳۸۴ تا ۳۸۶ اور ابن اثیر کے مختلف نسخین سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

پہنچا دیا اور وہ تمام امور مملکت پر حاوی ہو گیا پھر دونوں میں بدگمانی اور کشیدگی شروع ہو گئی۔ اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ ۳۱۵ھ میں مقتدر کے ایک خادم نے منس کو اطلاع دی کہ وہ اس کو قتل کرانے کی فکر میں ہے۔ مقتدر کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے منس سے اس کی تردید کی۔ منس نے اس کو یقین دلایا کہ اس کا اس نے کوئی اثر نہیں لیا اور وہ بدستور امیر المؤمنین کا ادنیٰ غلام ہے اور محض آقا و خادم میں اختلاف پیدا کرنے کے لیے یہ شکایت کی گئی ہے۔

اس کے بعد ۳۱۶ھ میں مقتدر کے ماموں زاد بھائی ہارون بن غریب اور بغداد کے شہنہ نازوک کے درمیان ایک معمولی واقعہ پر اختلاف ہو گیا۔ نازوک نے مقتدر سے اس کی شکایت کی۔ اس نے درمیان میں پڑنا مناسب نہ سمجھا۔ اس لیے ان دونوں نے خود ہی مقابلہ کر کے باہم فیصلہ کر لینا چاہا۔ مقتدر نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر کی۔ ہارون مقتدر کا عزیز تھا۔ اس لیے نازوک مقتدر سے بدگمان ہو گیا اور چونکہ وہ بغداد کا شہنہ تھا اس لیے ہارون کو بغداد چھوڑ کر ہٹ جانا پڑا۔

ہارون کے بغداد چھوڑنے کے بعد یہ افواہ اڑ گئی کہ مقتدر اس کو امیر الامر ابانا چاہتا ہے۔ امیر الامر منس اس وقت رتہ میں تھا۔ یہ افواہ سن کر فوراً بغداد واپس آیا۔ ایک مرتبہ دونوں میں بدگمانی کے اسباب پیدا ہو چکے تھے اور ہارون مقتدر کا عزیز قریب تھا اس لیے منس کو اس افواہ کے ماننے میں تامل نہ ہوا چنانچہ بغداد واپس آنے کے بعد اس مرتبہ معمول کے مطابق وہ مقتدر کے پاس نہیں آیا۔ اس لیے مقتدر کو بھی اس سے بدگمانی ہو گئی۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں مقتدر نے ہارون کو واپس بلا کر قصر خلافت میں ٹھہرایا۔ اس سے منس کا شبہ یقین کے درجہ تک پہنچ گیا اور دونوں میں علانیہ کشیدگی پیدا ہو گئی۔ امیر ابوالہیجا بن حمدان والی جبل اور دوسرے امرا کو جو مقتدر کے خلاف تھے اس کی اطلاع ہوئی تو وہ منس کے ساتھ ہو گئے اور ۳۱۷ھ میں منس نے مقتدر کو لکھا کہ شاہی خدم و حشم اور حرم سلطانی کے بے جا مصارف، جاگیروں پر ان کے قبضہ و تصرف اور امور سلطنت میں ان کی مداخلت سے فوج میں برہمی ہے۔ اس کا مطالبہ ہے کہ جاگیریں ان کے قبضہ سے نکال لی جائیں۔ خدم و حشم کو الگ کر دیا جائے اور ہارون بن غریب کو قصر خلافت سے نکال دیا جائے۔ مقتدر نے اس کا مفصل جواب دیا اور وعدہ کیا کہ جہاں تک ممکن ہو گا یہ مطالبات پورے کیے جائیں گے اور منس کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ہارون بن غریب کو شام و جزیرہ کی سرحد کا حاکم بنا کر بھیج دیا۔

مقتدر کی معزولی اور دوبارہ حصول خلافت

لیکن اس سے بھی مخالفین کی تشفی نہ ہوئی اور محرم ۳۱۷ھ میں منس، نازوک، ابوالہیجا اور دوسرے

امرا نے مقتدر اور اس کے اہل و عیال کو قصر خلافت سے گرفتار کر کے مونس کے محل میں قید کر دیا اور اس کے سوتیلے بھائی محمد کو خلیفہ بنا کر قاہرہ باللہ کا لقب دیا اور قاضی ابو عمرو مالکی کے سامنے مقتدر سے باقاعدہ خلافت سے دستبرداری لکھوالی اور نازوک نے قصر خلافت کی شاہی فوج مصافیہ کو قصر چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ اس سے مصافیہ میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ اس نے نئے خلیفہ قاہرہ سے حق بیعت اور ایک سال کی تنخواہ کا مطالبہ کیا اور اس کی فرد گاہ پر حملہ کر دیا۔ قاہرہ نے نازوک کو سمجھانے کے لیے بھیجا۔ مصافیہ نے اس کو قتل کر دیا اور مقتدر کے نام کا نعرہ لگایا۔ اس ہجوم اور شورش کو دیکھ کر قاہری امرا گھبرا گئے اور انہوں نے قصر خلافت کو چھوڑ دیا۔ ابوالہیجا نے بھی نکل جانا چاہا۔ قاہرہ نے اس کا دامن تھام لیا کہ میں تمہارے سہارے پر ہوں اور تم مجھے دشمنوں کے حوالہ کیے دیتے ہو۔ ابوالہیجا نے اس کو اطمینان دلایا کہ میں ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ آپ بھی میرے ساتھ چلے چلے میں اپنے قبیلہ کو لے کر آپ کی حمایت میں لڑوں گا اور قاہرہ کو بھی ساتھ لے جانا چاہا، لیکن باہر مخالفوں کا ہجوم تھا اس لیے نہ جاسکا۔ اس دوران میں امیر مقلح نے جو مقتدر کا حامی تھا حجریہ کو بھڑکا دیا کہ امیر المؤمنین کے دشمنوں سے بدلہ لینے کا یہی موقع ہے، پھر ایسا موقع نہ ملے گا۔ ابوالہیجا کے پاس کوئی قوت نہ تھی۔ اس لیے حجریہ نے پھانک توڑ کر اس کو قتل کر دیا۔

دوسری طرف مصافی فوج نے مونس کے محل پر حملہ کر کے مقتدر کو نکال لیا اور کندھوں پر بٹھا کر قصر خلافت میں واپس لے آئی اور قاہرہ کو پکڑ کے اس کے سامنے پیش کیا۔ اس کا خود کوئی قصور نہ تھا۔ امرا نے زبردستی اس کو خلیفہ بنا دیا تھا۔ اس لیے مقتدر نے اس سے کوئی باز پرس نہیں کی اور اسے گلے لگا کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے تم کو مجبور کیا گیا، اس لیے میری طرف سے تم بالکل اطمینان رکھو۔ مجھ سے تم کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا اور اس کو اپنی ماں کے مکان میں نظر بند کر دیا۔ اس نے اس کو بڑی محبت سے رکھا اور اس کی راحت و آسائش کے تمام سامان مہیا کر دیئے۔

مقتدر کی واپسی کے بعد نازوک اور ابوالہیجا کے سروں کی تشہیر کی گئی۔ مقتدر نے تجدید بیعت کا فرمان جاری کیا۔ فوج کی تنخواہ تقسیم کی۔ خزانہ میں روپیہ کم تھا اس لیے شاہی ساز و سامان بیچ کر فوج کو عطا یا و انعامات دیئے اور امیر مونس بدستور اپنے عہدہ پر قائم رہا۔ ❁

امیر الامرا مونس اور حاجب یا قوت کا اختلاف

❁ ابن مسکویہ اور ابن اثیر نے یہ واقعات بہت طویل لکھے ہیں۔ ان کا ضروری خلاصہ نقل کیا گیا ہے۔ دیکھو تجارت الامم ج ۱ فی آخر ص ۱۸۹ تا ۱۹۵ و ابن اثیر ج ۸ ص ۶۲ تا ۶۵۔

اس وقت تو مقتدر کو دوبارہ خلافت مل گئی، لیکن امیر مونس کی جاہ پسندی اور امر اور ارکان سلطنت کی خود غرضی اور رشک و رقابت کی وجہ سے دو ہی سال کے بعد پھر اختلافات شروع ہو گئے۔ عباسی امرا میں دو پارٹیاں تھیں اور دونوں ایک دوسرے کا زور توڑنے کی فکر میں رہتی تھیں۔ امیر الامرا مونس اور عباسی وزیر سلیمان ایک پارٹی کے سرغنہ تھے اور حاجب دولت یا قوت اور اس کا لڑکا محمد شحہ بغداد دوسری پارٹی کے۔ ۳۱۹ھ میں مقتدر نے احتساب کا عہدہ بھی محمد بن یا قوت کے متعلق کر دیا۔ اس سے اس کا درجہ بڑھ گیا۔ مونس پر گراں گزرا۔ اس نے کہا 'احتساب کا عہدہ قاضی یا عدول سے متعلق ہونا چاہیے ابن یا قوت اس کا اہل نہیں ہے۔ مقتدر بے بس تھا' اسے مونس کے کہنے پر عمل کرنا پڑا، لیکن اس پر بھی فتنہ نہ دبا اور فریقین اپنی اپنی جماعت لے کر نکل آئے اور مونس نے مقتدر کو مجبور کیا کہ وہ یا قوت اور محمد کو ان کے کل عہدوں سے الگ کر کے بغداد سے دور ہٹا دے۔ اسے بھی مقتدر کو ماننا پڑا اور اس نے یا قوت کو کرمان و فارس اور محمد کو جستان اور دوسرے لڑکے مظفر کو اصفہان کا والی بنا کر بھیج دیا اور اس کی جگہ ابراہیم رائق کو حاجب اور اس کے بھائی محمد کو بغداد کا شحہ مقرر کیا۔

مونس اور وزیر حسین بن قاسم میں اختلاف اور مونس کا فرار

مقتدر کے مصارف کی کثرت، حرم سلطانی کے اسراف اور محاصل کی قلت کی وجہ سے حکومت کا مالی نظام بالکل بگڑ گیا تھا۔ اس کی آمدنی مصارف کے لیے کافی نہ ہوتی تھی۔ تنخواہوں اور وظیفوں تک کی تقسیم میں دشواری پیش آتی تھی۔ اس لیے ۳۱۹ھ میں وزیر سلیمان بن وہب کو الگ کر کے اس کی جگہ ابو القاسم کلواذنی کا تقرر ہوا، لیکن یہ بھی حکومت کا میزانیہ نہ سنبھال سکا، تو حسین بن قاسم کو منصب وزارت تفویض ہوا۔ مونس کو اطلاع ملی کہ حسین بن قاسم اس کے مخالف فوجی افسروں سے مل کر اس کے خلاف سازش کرتا ہے۔ اس لیے اس کے درپے ہو گیا اور حسین کو اس کے شر سے بچنے کے لیے دار الخلافہ میں پناہ لینی پڑی۔ اس سے مونس کا غصہ اور تیز ہو گیا اور اس نے مقتدر پر زور ڈال کر حسین کو الگ کر دیا۔

حسین عالی دماغ شخص تھا۔ وہ ہمت نہ ہارا اور مونس کے مقابلہ میں آ گیا اور مقتدر کو یقین دلایا کہ مونس اس کے لڑکے ابو العباس کو شام لے جا کر خلیفہ بنانا چاہتا ہے اور مونس کے مخالف امرا محمد بن یا قوت اور ہارون بن غریب اور غلمان جبر یہ کو اپنے ساتھ ملا کر مونس کے خلاف ایسی فضا پیدا کر دی کہ اسے بغداد چھوڑ کر موصل جانا پڑا۔ راستہ سے اس نے اپنے غلام بشری کے ہاتھ مقتدر کے پاس ایک

تحریر بھیجی اور تاکید کر دی کہ مقتدر کے علاوہ اور کسی کے ہاتھ میں نہ پڑنے پائے، لیکن حسین کو معلوم ہو گیا۔ اس نے زبردستی خط چھنوا لیا اور غلام کو پٹوا کر قید کر دیا اور اس سے تین لاکھ اشرفی وصول کر کے اس کا گھر لٹوا دیا اور مونس اور جو امرا اس کے ساتھ گئے تھے ان سب کی املاک اور جاگیریں ضبط کرا لیں۔ اس سے شاہی خزانہ میں بڑی دولت جمع ہو گئی۔ اس کارگزاری پر مقتدر نے حسین کو عماد الدولہ کے لقب سے نوازا اور سکوں پر اس کا نام نقش کرایا اور حسین نے ان تمام امرا کو جو مونس کے ساتھ تھے حکم دیا کہ وہ بغداد لوٹ آئیں۔ اس حکم پر بہت سے امرا واپس آ گئے۔

موصل پر مونس کا قبضہ

مونس اس غلط فہمی میں تھا کہ حسب معمول مقتدر اسے منا کر بلا لے گا۔ جب اس کو یہ حالات معلوم ہوئے تو وہ مایوس ہو کر موصل چلا گیا۔ حسین نے آل حمدان کو خط لکھ بھیجا کہ وہ اس کو اپنے حدود میں نہ داخل ہونے دیں۔ انہیں مقتدر کے ساتھ ابوالنجبا اور حسین بن حمدان کی بدسلوکی کی تلافی کا ایک موقع ہاتھ آ گیا۔ اس لیے وہ تیس ہزار فوج لے کر مونس کے روکنے کے لیے بڑھے۔ اس نے کل آٹھ سو کی مختصر جماعت سے ان کو نہایت فاش شکست دی اور موصل پر قبضہ کر لیا۔

بغداد پر فوج کشی

خود بینی اور جاہ پسندی کے ساتھ مونس میں یہ ایک بڑی خوبی تھی کہ وہ بڑا فیاض اور محسن تھا۔ اپنے زمانہ عروج میں اس نے لوگوں کے ساتھ بڑے احسانات کیے تھے۔ اس لیے موصل پر اس کے قبضہ کی خبر سن کر بغداد، شام اور مصر تک کے آدمی اس کے پاس پہنچ گئے۔ بغداد کی وہ فوجیں بھی جنہیں عرصہ سے تنخواہ نہ ملی تھی، موصل چلی گئیں۔ مونس ان سب کو لے کر ۳۲۰ھ میں بغداد کی طرف بڑھا۔ مقتدر نے ابوالعلاء سعید بن حمدان اور صافی بصری کو مونس کے روکنے کے لیے سرمن رای اور محمد بن یاقوت کو معشوق روانہ کیا۔ اس دوران میں مونس تکریت پہنچ گیا اور محمد بن یاقوت کی سپاہ اس کا ساتھ چھوڑ کر بغداد بھاگ گئی۔ اس لیے اس کو بھی لوٹ جانا پڑا اور مونس بغداد پہنچ کر باب شامیہ کے قریب ٹھہرا۔ اس کے آتے ہی بغداد میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ عمال نے روپیہ بھیجنا بند کر دیا۔ مقتدر نے ہارون بن غریب کو مونس کے مقابلہ کا حکم دیا۔ اس نے عذر کیا کہ میری فوج میں زیادہ تر مونس ہی کے آدمی ہیں۔ کچھ دیلمی ہیں، جن پر مجھ کو مطلق اعتماد نہیں۔ وزیر دولت نے مجبور کر کے اس کو آمادہ کیا، لیکن سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ خزانہ بالکل خالی تھا اور فوج بغیر روپیہ کے لڑنے کیلئے آمادہ نہ

تھی۔ اس لیے مقتدر نے جنگ کی تیاری کے لیے واسطہ چلے جانے کا ارادہ کیا۔ محمد بن یاقوت نے روکا اور کہا کہ آپ خود مقابلہ کے لیے نکلیں۔ آپ کو دیکھنے کے بعد مونس کی فوجیں کبھی آپ سے لڑنے کی جرأت نہ کریں گی اور اس کو چھوڑ کر آپ سے مل جائیں گی۔ وزیر نے بھی اس مشورہ کی تائید کی۔

مقتدر اور مونس کا مقابلہ، مقتدر کی شکست اور قتل

اس لیے بادل ناخواستہ مقتدر کو آمادہ ہونا پڑا اور شوال ۳۲۰ھ میں وہ بڑے اہتمام سے مونس کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ روئے نبوی دوش پر تھی، جلو میں قراء و فقہا کلام مجید کی تلاوت کرتے جاتے تھے، چاروں طرف فوجیں تھیں، پیچھے افسران فوج اور عمال حکومت کی قطار تھی۔ اس شان سے وہ رزم گاہ تک آیا۔ میدان جنگ کے قریب اس کو ایک بلند مقام پر کھڑا کر دیا گیا۔ مونس کی فوجیں پہلے سے تیار تھیں۔ دونوں میں بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ مونس کی فوجوں کو متاثر کرنے کے لیے عباسی امرا نے تھوڑی دیر کے لیے مقتدر کو میدان جنگ میں لے جانا چاہا، لیکن اس پر اتنا خوف طاری تھا کہ اس کے لیے آمادہ نہ ہوتا تھا۔ بڑے اصرار کے بعد آمادہ بھی ہوا تو اس وقت جبکہ اس کا وقت گزر چکا تھا۔

محمد بن یاقوت نے بڑی شجاعت کے ساتھ مونس کا مقابلہ کیا اور اس کے بہت سے افسروں کو گرفتار کر لیا، لیکن تنہا اس کی شجاعت کام نہ آ سکی اور مونس نے عباسی فوجوں کو پسپا کر دیا۔ اس وقت مقتدر میدان جنگ میں دکھائی دیا، لیکن اب اس کا آنا لا حاصل تھا۔ تاہم مونس کی فوج پر یہ اثر ہوا کہ اس کا ایک سردار علی بن ہلیق مقتدر کو دیکھ کر فوراً اس کے پاس پہنچا اور زمین بوس ہو کر عرض کی کہ آپ کہاں جاتے ہیں، فوراً واپس جاییے۔ جن لوگوں نے اس نازک وقت میں آپ کو نکلنے کا مشورہ دیا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ مقتدر واپس جانا چاہتا تھا کہ مونس کی فوج کے آدمی پہنچ گئے اور تلواریں لے کر مقتدر پر ٹوٹ پڑے۔ وہ ہر چند چلاتا رہا کہ میں خلیفہ ہوں، لیکن ان وحشیوں نے کوئی شنوائی نہ کی اور جواب دیا کہ ہاں ہم تم کو پہچانتے ہیں، تمہاری ہی تلاش تھی، تم اہلیس کے خلیفہ ہو اور زخمی کر کے زمین پر چمک کر قتل کر دیا۔ سر جدا کر کے لکڑی پر آویزاں کیا۔ بدن کے کپڑے اتار کر عریاں لاش چھوڑ گئے۔ کسی نے دفن کرنے کی بھی ہمت نہ کی۔ ایک راہ گیر نے گڑھا کھود کر لاش زمین میں دبا دی اور ایک نااہل خلیفہ کا یہ عبرتناک انجام ہوا۔

مونس خود راشدیہ میں مقیم تھا۔ یہیں لے جا کر اس کے سامنے مقتدر کا سر پیش کیا گیا۔ اس نے دیکھ کر غماہرداری سے اپنا سر پیٹ لیا اور کہا مفسدو! اس کا تم کو کس نے حکم دیا تھا، اگر تمہارا یہ عذر نہ ہوتا

کہ تم نے لاعلمی میں قتل کیا ہے تو اس کے بدلہ میں تم سب کو قتل کر دیتا اور اسی وقت قصر خلافت پر پہرہ بٹھا دیا کہ کوئی شخص اس کو ہاتھ نہ لگانے پائے۔ قتل کے وقت مقتدر کی عمر ۳۸ سال تھی مدت خلافت ۲۵ سال۔ ❁

مقتدر سے پہلے متوکل بھی قتل کیا گیا تھا لیکن اس کی نوعیت مقتدر کے قتل سے جداگانہ تھی۔ متوکل کے قتل میں خود اس کا لڑکا منہصر شریک تھا۔ براہ راست ترکوں کی جسارت کی یہ پہلی مثال تھی۔ اس کا اثر بہت برا پڑا۔ خلفا کی عظمت بالکل جاتی رہی اور لوگوں میں ان کے مقابلہ میں اٹھنے کا حوصلہ بڑھ گیا۔

وزارت

مقتدر کے زمانہ میں نظام خلافت بالکل برہم ہو گیا تھا۔ آئے دن انقلابات پیا ہوتے رہتے تھے۔ بار بار وزارتیں بدلتی تھیں۔ ایک ایک سال میں دو دو وزرا کی نوبت آ جاتی تھی۔

مقتدر کی تخت نشینی کے وقت ملکشی کا وزیر عباس بن حسن منصب وزارت پر تھا۔ اس کے قتل کا واقعہ اوپر گزر چکا ہے۔ اس کے بعد مقتدر نے ابوالحسن علی بن محمد بن موسیٰ بن فرات کو وزیر بنایا۔ اس کا خاندان علاقہ دہلی کا تھا۔ برکی خاندان کی طرح اس خاندان نے بھی عباسیوں کے زیر سایہ بڑی ترقی کی اور فضل و کمال، خلق و شرافت اور فیاضی میں بڑی ناموری حاصل کی۔ ابوالحسن بھی ان موروثی اوصاف کا حامل اور تدبیر و سیاست میں ممتاز تھا۔ یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اکثر ارکان سلطنت مقتدر کے خلاف تھے۔ ابوالحسن نے حسن تدبیر سے رفتہ رفتہ ان کی مخالفت ختم کر دی۔ اس کے حسن سیاست کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ مقتدر نے دوبارہ تخت خلافت پر بحال ہونے کے بعد جب ابن فرات کو وزیر بنایا اور اس کے سامنے عباسی امرا کی وہ تحریریں جو انہوں نے مقتدر کی معزولی کے سلسلہ میں لکھی تھیں پیش کی گئیں تو اس نے انہیں بغیر پڑھے ہوئے جلوا دیا اور کہا اگر میں ان کو پڑھ لیتا تو دونوں کی نیتوں میں فتور آ جاتا۔ اس صورت میں اگر میں ان امرا کو سزا دیتا تو سلطنت کے بہت سے ارکان ضائع ہو جاتے اور اگر چھوڑ دیتا تو بھی ان کے دل صاف نہ ہوتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقتدر کے مخالفین بھی اس کے موافق ہو گئے۔ ابن فرات مختلف اوقات میں تین مرتبہ وزیر ہوا اور معزول کیا گیا۔ ❁ آخری مرتبہ قرامطہ کی حمایت کے الزام میں اہل بغداد کے مطالبہ پر قتل کیا گیا۔ ❁

ابن فرات کے بعد ابوعلی محمد بن عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو منصب وزارت ملا۔ یہ اس عہدہ

❁ یہ تمام واقعات طبری اور تہارب الام سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

❁ الفخری ص ۲۳۹-۲۴۰ ابن اثیر ج ۸ ص ۴۸

کے اوصاف سے بالکل معری اور نہایت بدکردار اور راشی شخص تھا۔ عہدوں کی تجارت کرتا تھا۔ اس کی رشوت کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ ایک مرتبہ اس نے ایک دن میں انیس آدمیوں سے رشوت لے کر انہیں ایک ہی عہدہ پر مقرر کیا۔ جب یہ لوگ ایک دوسرے سے ملے تو یہ راز کھلا اور یہ فیصلہ ہوا کہ جس کا تقرر سب سے آخر میں ہوا ہو اس کو صحیح سمجھا جائے۔ باقی اٹھارہ آدمی اس کے پاس پہنچے۔ ابوبلی ان سب سے رشوت لے چکا تھا اس لیے انہیں کسی نہ کسی کام میں لگانا پڑا۔ ❀

اپنی نااہلی کی وجہ سے ۳۰۰ھ میں معزول کیا گیا اور اس کی جگہ علی بن عیسیٰ کا تقرر ہوا۔ یہ ذی علم اور بڑا دیندار وزیر تھا۔ عباسی تاریخ میں اس سے زیادہ متقی اور دیندار وزیر نہ گذرا تھا۔ حافظ قرآن تھا حدیث میں بھی درک رکھتا تھا۔ حساب کا ماہر اور اہل علم کا قدردان تھا۔ صدقات و خیرات میں ہزاروں روپے صرف کرتا تھا۔ اس کی آمدنی اسی ہزار دینار سالانہ سے اوپر تھی۔ اس کا نصف حصہ اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال پر صرف کرتا تھا اور نصف فقر و مساکین پر۔ حکومت کی جانب سے بھی اس نے کار خیر کے لیے اوقاف کیے اور ”دیوان البر“ کے نام سے ان کا ایک خاص شعبہ قائم کیا۔ رعایا کی دادرسی کے لیے روزانہ صبح سے عصر تک اجلاس کرتا تھا۔ امور مملکت میں بھی تجربہ کار تھا۔ اس لیے انتظامی حیثیت سے بھی اس کا دور وزارت کا میاب رہا۔ ❀

لیکن ابن فرات کی جماعت نے علی بن عیسیٰ کی جگہ پھر ابن فرات کو لانے کے لیے علی کو اتنا ستایا کہ اس نے کئی مرتبہ استعفا پیش کیا، لیکن مقتدر منظور نہ کرتا تھا۔ ❀ مگر خود مقتدر حرم سلطانی کے اثر میں تھا۔ خصوصاً اس کی ماں کی قبر مانہ ام موسیٰ حرم سے لے کر دربار تک حاوی تھی۔ وہ کسی بات پر علی سے برہم ہو گئی اور اس کی شکایتیں کر کے مقتدر اور اس کی ماں کو علی کے خلاف اتنا ورغلا یا کہ اس نے ۳۰۴ھ میں اس کو معزول کر دیا۔ ❀

ابن اثیر اور ابن مسکویہ کا بیان ہے کہ علی بن عیسیٰ کو معزولی کے بعد ابن فرات وزیر بنایا گیا، لیکن الفخری کا بیان ہے کہ حامد بن عباس وزیر ہوا۔ اس میں کوئی اہلیت نہ تھی۔ شکوہ و تخیل کا دلدادہ تھا۔ مزاج میں سختی اور غیظ و غضب غالب تھا۔ بڑی سنگدلی سے روپیہ وصول کرتا تھا۔ لیکن اس کی فیاضی نے ان عیوب پر پردہ ڈال دیا تھا اس میں خود فرائض وزارت ادا کرنے کی اہلیت نہ تھی علی بن عیسیٰ اس کی نیابت کرتا تھا۔ اس لیے چند دنوں کے بعد الگ کر دیا گیا اور محمد بن عبید اللہ کا دوبارہ تقرر ہوا، لیکن چند ہی دنوں کے بعد اسے بھی علیحدہ کر دیا گیا اور ابوالعباس احمد بن عبید اللہ بن احمد بن نصیب کا تقرر

❀ الفخری ص ۲۲۱ ❀ تاریخ خطیب ج ۲ ص ۱۵۱۴ والفخری ص ۲۲۲

❀ ابن اثیر ج ۸ ص ۳۱ ❀ الفخری ص ۲۲۲

ہوا۔ اس کے بارہ میں مؤرخین کے بیانات بالکل متضاد ہیں۔ ابن طقطقی کا بیان ہے کہ وہ بڑا عاقل، متدین اور ذی علم تھا۔ اخبار عرب کا خاص ذوق رکھتا تھا۔ فصیح و بلیغ اور خطاط تھا۔ سلطنت اور رعایا دونوں کے مال میں مشاطہ تھا۔ مقتدر کی ماں اس سے مخرب ہو گئی تھی۔ اس لیے ۳۱۴ھ میں معزول کر دیا گیا تھا۔ * لیکن ابن مسکویہ اور ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ شرابی تھا۔ رات دن ہدمست رہتا تھا۔ حکومت کا سارا کام اپنے نائبوں پر چھوڑ رکھتا تھا۔ مدتیں گزر جاتیں، کاغذات پر نظر نہ ڈالتا۔ اس سے نظام حکومت میں ابتری پیدا ہو گئی اور وہ معزول کر دیا گیا۔ *

ابن نصیب کے بعد ابوعلی محمد بن علی بن مقلہ وزیر ہوا۔ یہ بڑا فاضل ادیب اور اپنے عہد کا بڑا باکمال خطاط تھا۔ اس کے زمانہ میں اس فن میں کوئی اس کا مقابل نہ تھا۔ اس نے خط کوئی میں ترمیم کر کے ایک نیا خط ایجاد کیا اور اس کے حروف کے قواعد بنائے جو مخفف کہلاتا تھا۔ یہی خط ترقی کر کے خط نسخ کہلانے لگا کہ اس کی خوبصورتی اور پاکیزگی نے گذشتہ خطوں کو منسوخ کر دیا تھا۔ حاجی مرزا عبد الحمید خان ایرانی مدیر چہرہ نے اپنی کتاب پیدائش خط و خطاطان میں ابن مقلہ کی خطاطی کے کمالات کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ *

ابن مقلہ ابتدا میں کسی دفتر میں معمولی کلرک تھا، لیکن آدمی ہونہار تھا۔ ابن فرات کی وزارت کے زمانہ میں اس کے دامن سے وابستہ ہو گیا۔ ابن فرات کی قدر شناس نگاہ نے اس کو پیش کار بنالیا۔ پیشکاری کے نام میں ابن مقلہ نے بڑی دولت کمائی اور بڑی شہرت و ناموری حاصل کی۔ اسی وقت سے اس کی نگاہ وزارت کے لیے اٹھنے لگی اور اس کے حصول کے لیے اس نے لاکھوں روپے صرف کیے۔ بالآخر ۳۱۶ھ میں اس کی یہ آرزو پوری ہوئی، لیکن اسے کل دو سال وزارت کا موقع ملا۔ ۳۱۸ھ میں معزول کر کے فارس جلا وطن کر دیا گیا۔ قاہرہ اور راضی کے زمانہ میں پھر اس کے دن پھرے اور دونوں خلفاء کے زمانہ میں اسے وزارت کا موقع ملا، لیکن اس کا انجام اچھا نہ ہوا۔ *

ابن مقلہ کے بعد ابوالقاسم سلیمان بن حسن مغلد وزیر ہوا۔ اس میں کوئی وصف نہ تھا۔ محض اتفاق وقت اور علی بن عیسیٰ کی سفارش سے اس کو یہ عہدہ مل گیا تھا۔ * اسی لیے وہ اس کو نہ سنبھال سکا اور اس کے زمانہ میں حکومت کی آمدنی بہت گھٹ گئی۔ اخراجات پورے نہ ہوتے تھے اور ہر طرف سے روپے کی مانگ تھی۔ یہ صورت حال دیکھ کر جن لوگوں کو محض اعزاز کے لیے وزارت کی تمنا تھی۔ انہوں نے اخراجات کی ذمہ داری لے کر وزارت کی خواہش کی، چنانچہ ابوالقاسم کے بجائے عبید اللہ بن محمد کلواذانی

* الفخری ص ۲۴۴۔ * ابن اثیر ج ۸ ص ۵۱۔

* تفصیل کے لیے دیکھو کتاب مذکور ص ۹۰، مابعد۔ * الفخری ص ۲۴۴۔ * ابن خلکان جلد ۲ ص ۶۱۔

کو یہ منصب ملا، لیکن یہ بھی مالیات کو نہ سنبھال سکا اور دولت مندوں سے استحصال زر کرنا پڑا۔ روپیہ کی قلت کی وجہ سے فوج بھی اس سے بگڑ گئی۔ اس لیے وہ خود وزارت سے مستعفی ہو گیا۔ ❁

اس کے بعد حسین بن قاسم بن عبد اللہ بن سلیمان وزیر مقرر ہوا، تو اس کے گھر میں چار پشتوں سے وزارت چلی آتی تھی، لیکن خود اس میں اس کی کوئی اہلیت نہ تھی اس لیے وہ بھی ناکام رہا اور ۳۱۹ھ میں معزول کیا گیا۔ اس کی مدت وزارت کل سات مہینے تھی۔ ❁

حسین بن قاسم کے بعد ابو الفضل جعفر بن فرات کو قلمدان وزارت سپرد ہوا۔ یہ بھی اپنے پیش رو کی طرح اوصاف وزارت سے معرئی تھا۔ اس کی وزارت کے زمانہ میں مقتدر کا وقت آخر ہو گیا۔ مقتدر نے اگرچہ ۲۵ سال کی طویل مدت تک حکومت کی، لیکن اس کا سارا زمانہ شورش و انقلاب میں گزرا۔ دوسرے تخت سے اتارا گیا۔ دوسری مرتبہ جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔

وہ عقل و دانش و تدبیر و سیاست سے عاری نہ تھا، لیکن عیش پرستی نے بالکل ناکارہ کر دیا تھا۔ ❁ اس کو امور مملکت سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ہر وقت عورتوں کی صحبت اور بنیذ نوشی میں غرق رہتا تھا۔ ❁ عورتیں اس پر حاوی ہو گئی تھیں۔ اس کی ماں اور اس کی قہرمانہ ام موسیٰ حکمرانی کرتی تھیں۔ ان کے سامنے وزرا تک کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ علی بن عیسیٰ جیسے وزیر کو ایک ادنیٰ قہرمانہ کے معزول کرا دینے کا واقعہ اوپر گزر چکا ہے۔

اس کی اس غفلت کی وجہ سے امرا اور ارکان سلطنت میں جاہ و اقتدار کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ مونس کے مقابلہ میں اس کی بے بسی کے حالات اوپر گزر چکے ہیں۔

دوسری خرابی اس کا اسراف بے جا تھا۔ اس نے ظاہری طمطراق اتنا بڑھا دیا تھا کہ حکومت اس کے اخراجات کی متحمل نہ رہ گئی تھی۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ محل شاہی میں محض گیارہ ہزار خواجہ سرائے تھے۔ ❁

لوٹڈیوں اور محلات شاہی پر بے دریغ روپیہ لٹاتا تھا۔ خزانہ کے تمام قیمتی جواہرات ان میں تقسیم کر دیے تھے۔ اس کی تخت نشینی کے وقت خزانہ قیمتی جواہرات سے بھرا ہوا تھا۔ ان میں بعض جواہرات نادرہ روزگار تھے۔ تین مثقال وزن کا ایک درہم لوٹڈی کو دے دیا۔ بیش قیمت جواہرات کی ایک نادر تسبیح قہرمانہ کو دے دی۔ ہارون رشید کا خرید ہوا تین لاکھ اشرفی کا ایک یا قوت بھی اسی طرح ضائع کر دیا اور

❁ الفہری ص ۲۳۹ و ابن اثیر ج ۸ ص ۷۔ ❁ الفہری ص ۲۳۷۔ ❁ تاریخ خطیب ج ۷ ص ۲۱۸۔

❁ ابن اثیر ج ۸ ص ۷۶۔ ❁ تاریخ الخلفاء ص ۳۹۳۔

تھوڑی مدت میں خزانہ جواہرات سے بالکل خالی ہو گیا۔ ❁

ایک ایک دربار کی شان و شوکت میں لاکھوں روپیہ صرف ہو جاتا تھا۔ ۳۰۵ھ میں روم کے سفرا کی باریابی کی تقریب میں ایک خاص دربار منعقد کیا تھا۔ اس کی شان و شوکت پر لاکھوں روپیہ صرف کیا۔ خطیب نے اس دربار کی پوری تفصیل لکھی ہے جس سے عباسی تمدن کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔

اس کی اس بے جا نمائش اور اسراف کی وجہ سے مصارف بہت بڑھ گئے تھے۔ حکومت کے مصارف کے علاوہ مقتدر نے اپنے تعیش میں جو دولت اڑائی اس کا تخمینہ مؤرخین نے سات کروڑ اشرفی لگایا ہے۔ ❁ فضول خرچی نے خزانہ بالکل خالی کر دیا تھا۔ اکثر ملازموں کی تنخواہ کی تقسیم میں دشواری پیش آتی تھی۔ فوج کی کئی کئی مہینے کی تنخواہ چڑھ جاتی تھی۔ بعض مرتبہ تنخواہ کی تقسیم کے لیے شاہی سامان فروخت کرنے کی نوبت آ جاتی تھی۔

رفاہ عام کے کام

مقتدر کی ماں بڑی دولت مند تھی۔ اس نے اپنی آمدنی سے بعض مفید کام کیے۔ سرحدوں کی حفاظت اور مکہ مدینہ اور غر با و مساکین کے لیے بہت بڑا وقف کیا تھا جس پر مقتدر کے بعد قاہر نے زبردستی قبضہ کر لیا۔ ❁ اس نے اپنے ذاتی صرف سے ایک شفا خانہ بھی قائم کیا تھا۔ ❁



❁ تاریخ الخلفاء ۳۹۳ و الفخری ص ۲۳۴۔ ❁ ابن اثیر ج ۸ ص ۷۶۔

❁ ابن اثیر ج ۸ ص ۷۷۔ ❁ تاریخ الخلفاء ص ۳۹۰۔

محمد بن معتضد الملقب بہ قاہر باللہ

(۵۳۲۱ تا ۵۳۲۲ھ مطابق ۹۳۳ تا ۹۳۴ء)

مقتدر کے بعد قاہر باللہ تخت نشین ہوا۔ مقتدر کے قتل کے بعد جب انتخاب خلیفہ کا مسئلہ پیش ہوا تو مولس نے اس کے قتل کی تلافی کے لیے اس کے لڑکے احمد کا نام پیش کیا اور کہا وہ میری تربیت میں رہ چکا ہے۔ عاقل و فرزانہ پابند مذہب 'شریف الطبع' فیاض اور وعدہ کا پابند ہے۔ اس سے اس کی بھی توقع ہے کہ اپنی دادی 'بھائیوں اور باپ کے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے گا' لیکن امیر ابو یوسف اسحاق بن اسماعیل نوختی نے اس سے اختلاف کیا اور کہا ہم کو بڑی دشواری کے بعد ایسے خلیفہ سے نجات ملی ہے جو اپنی ماں، خادما اور خدام کے اشاروں پر چلتا ہو۔ اب دوبارہ ہم اس مشکل میں نہ پڑیں گے۔ خلیفہ ایسے شخص کو ہونا چاہیے جو مردانہ اوصاف رکھتا ہو اور اپنی ذات اور ہم سب کو سنبھال سکے۔ نوختی اس اختلاف پر اس سختی سے قائم رہا کہ مولس کو اپنی تجویز واپس لینا پڑی۔ نوختی نے اپنی جانب سے معتضد کے لڑکے محمد کا نام پیش کیا اسے مولس ناپسند کرتا تھا، لیکن نوختی کے اصرار کی وجہ سے مجبوراً اسے ماننا پڑا اور آخر شوال ۳۲۱ھ میں محمد ابن معتضد تخت نشین ہوا اور قاہر باللہ لقب اختیار کیا۔

قاہر بڑا بہادر اور بڑے سطوت و جبروت کا خلیفہ تھا۔ اس نے امرا کی سرکشی کو دور کرنے اور خلافت کے وقار کو قائم کرنے کی پوری کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

تخت نشینی کے بعد قاہر نے مقتدر کی ماں کو گرفتار کر کے، جس کی دولت مندی کے بڑے افسانے مشہور تھے اس پر سختی شروع کی۔ اس نے انکار کیا اور کہا اگر میرے پاس دولت ہوتی تو میں روپے کے لیے اپنے لڑکے کی جان کیوں گنواؤں۔ اس کے انکار پر قاہر نے کوشش کی کہ وہ اوقاف ہی سے دست بردار ہو جائے اور قاہر کو ان کے بیچنے کا اختیار دے دے، لیکن اس نے اس سے بھی انکار کیا اور کہا میں نے ان کو کار خیر کے لیے وقف کیا ہے۔ اب نہ اس کو توڑ سکتی ہوں اور نہ ان کے فروخت کرنے کا اختیار دے سکتی ہوں۔ آخر میں قاہر نے قضاۃ کے سامنے اس سے زبردستی دستبرداری لکھوا کر ان کو گواہ بنایا اور اوقاف کو فوج کے اخراجات کے بدلہ میں دے دیا۔ اوقاف پر قبضہ کے بعد قاہر نے مقتدر کے بھائیوں اور اس کے دوسرے متعلقین کو گرفتار کیا اور ان سے روپیہ حاصل کر کے انہیں حسن بن ہارون کے سپرد کر دیا۔ اس نے ان کے ساتھ شریفانہ سلوک کیا۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ ابن مقلہ اور امیر بریدی وغیرہ کی دولت پر بھی قبضہ کر لیا۔

✽ ابن اثیر ج ۸ ص ۷۷۔

عبدالواحد بن مقتدر کی اطاعت

مقتدر کے قتل کے بعد اس کا لڑکا عبدالواحد اور اس کے بہت سے متعلقین مدائن بھاگ گئے تھے۔ ان کی جانب سے قاہرہ کو مخالفت کا خطرہ تھا۔ ان میں سے امیر ہارون بن غریب نے تین لاکھ نذر پیش کر کے جان بخشی کرائی۔ اس لیے قاہرہ نے اس کی جائیداد جو اس کے فرار کے بعد ضبط کر لی گئی تھی واپس کر دی اور اس کو ماء الکوفہ ماسبند ان اور مہر جائقف کا حاکم بنا دیا۔ ہارون کی علیحدگی کے بعد عبدالواحد اور اس کے ساتھ کے امرا نے سوس اور اہواز کے عمال کو ہٹا کر یہاں کا خراج وصول کر لیا اور اہواز میں مقیم ہو گئے۔ امیر عبداللہ بریدی نے مولس کو توجہ دلائی کہ عبدالواحد کو اس طرح آزاد چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے اور اس کے مقابلہ کے لیے اس شرط پر پچاس ہزار پیش کیے کہ اسے اہواز کا والی بنا دیا جائے۔ مولس نے منظور کر لیا اور امیر بلیق کو عبدالواحد کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ ادھر اہواز میں عبدالواحد کے ساتھ جو فوج تھی وہ محمد بن یاقوت کے ناپسندیدہ طرز عمل کی وجہ سے بدول ہو رہی تھی۔ اس لیے جب بلیق واسطہ کے قریب پہنچا تو عبدالواحد کی فوج نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کے بعض فوجی افسر امیر بلیق سے مل گئے۔ اس لیے امیر عبدالواحد اور اس کے ہمراہیوں نے بھی مجبور ہو کر مولس سے جان بخشی کرا کے اطاعت قبول کر لی اور بغداد لوٹ آئے۔ مقتدر نے عبدالواحد کی ضبط شدہ جائیداد اور اس کی مال کا کل روپیہ واپس کر دیا۔ ❁

مولس اور قاہرہ میں اختلاف اور اس کی جماعت کا قتل

امیر مولس شروع سے قاہرہ کو ناپسند کرتا تھا اور اس کو خلیفہ بنانے کے خلاف تھا۔ قاہرہ کو بھی مولس پر اعتماد نہ تھا۔ اس لیے امیر محمد بن یاقوت کے بغداد واپس آنے کے بعد قاہرہ نے اس کو بڑھانا شروع کیا۔ اس کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرتا تھا۔ ابن یاقوت اور وزیر ابن مقلہ میں پرانی مخالفت تھی۔ اس لیے دربار میں ابن یاقوت کا عروج و اقتدار ابن مقلہ پر بہت گراں گزرا اور اس نے اس کا زور توڑنے کے لیے مولس کو بھڑکایا کہ ابن یاقوت عیسیٰ طیب کے ذریعہ تمہارے خلاف قاہرہ سے ساز باز کر رہا ہے۔ اس کو قاہرہ کے ساتھ بدگمانی تھی ہی اس لیے یقین ہو گیا اور قاہرہ کی نقل و حرکت کی خفیہ نگرانی شروع کرا دی۔ اس کی اطلاع کے بغیر کوئی شخص اور کوئی چیز قصر سلطانی میں نہ جانے پاتی تھی۔ محل میں آنے جانے والی عورتوں اور کھانے کے خوانوں تک کی تلاشی لی جاتی تھی کہ اس کے

ذریعہ سے کوئی تحریر باہر سے اندر نہ جانے پائے۔ ❁

قاہر کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے بلیق اور مونس کی گرفتاری کا خفیہ حکم دے دیا۔ ان کو اس کی اطلاع ہوئی تو مونس بلیق اور ابن مقلہ تینوں نے مل کر قاہرہ کو معزول کر کے مکتفی باللہ کے لڑکے ابوالاحمد کو خلیفہ بنانے کی تدبیر شروع کر دی۔ قاہرہ کو اس کی بھی خبر ہو گئی۔ اس نے ان تینوں کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ اس دوران میں بلیق کا لڑکا قرامطہ کے خوف کے بہانہ سے تھوڑی سی فوج لے کر قصر خلافت پہنچ گیا۔ یہاں پہلے ہی اس کی گرفتاری کا سامان ہو چکا تھا۔ اس لیے اپنا ارادہ پورا نہ کر سکا اور قصر خلافت میں داخل ہوتے ہی گرفتار کر لیا گیا۔ بلیق کو اس کی گرفتاری کی خبر ہوئی تو وہ اقسا و خیزاں پہنچا۔ یہ بھی گرفتار کر لیا گیا۔ ان کی گرفتاری کے بعد قاہرہ نے مونس کو بلا بھیجا۔ اس نے آنے سے انکار کیا۔ قاہرہ نے اس کو یقین دلایا کہ وہ کسی بری نیت سے نہیں بلاتا ہے۔ علی اور بلیق کو اس لیے گرفتار کیا گیا ہے کہ ان کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ وہ اس کو معزول کرنا چاہتے ہیں، اگر یہ خبر غلط ہوگی تو انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ مونس دھوکہ میں آ گیا اور علی اور بلیق کی صفائی دینے کے لیے قصر خلافت چلا گیا اور پہنچتے ہی گرفتار کر لیا گیا۔ اس سازش میں وزیر ابن مقلہ بھی شریک تھا۔ اس لیے مونس کی گرفتاری کے بعد قاہرہ نے اس کو وزارت سے الگ کر کے ابوجعفر محمد بن قاسم کو وزیر بنایا اور امیر ابوالاحمد بن مکتفی کو جسے یہ لوگ خلیفہ بنانا چاہتے تھے گرفتار کر کے دیوار میں چنوا دیا۔

مونس بڑے درجے کا امیر تھا۔ فوج کے ایک حصہ پر اس کا بڑا اثر تھا۔ اس لیے اس کی گرفتاری سے فوج میں برہمی پیدا ہو گئی۔ اس نے اس کی رہائی کا مطالبہ کیا، مگر قاہرہ نے کوئی توجہ نہ کی اور علی بلیق اور مونس تینوں کے سر قلم کر دئیے۔ اس طرح عارضی طور سے قاہرہ کے دشمنوں کا خاتمہ ہو گیا۔

دیلیمی حکومت کا قیام

قاہرہ کے عہد کا ایک اہم واقعہ فارس میں بنی بویہ یا دیلمی حکومت کا قیام ہے جو آگے چل کر خلافت بغداد کی متولی بنی۔ اس خاندان کا مورث اعلیٰ ابوشجاع بویہ بن فناخسرو سلاطین فارس کی اولاد سے تھا۔ ابن ماکولا اس کو بہرام چور کی اولاد سے بتاتا ہے اور ابن مسکویہ نے فارس کے آخری تاجدار یزدگرد کی نسل سے قرار دیا ہے۔ ابن ماکولا امام الانساب ہے اس لیے اس کی رائے قابل ترجیح ہے۔

یہ خاندان گوسلاطین ایران کی اولاد سے تھا، لیکن حکومت و سلطنت کا مدتوں سے خاتمہ ہو چکا تھا اور اس کے افراد زیادہ تر غربت و افلاس میں مبتلا تھے۔ بویہ ماہی گیری کے ذریعہ بسر اوقات کرتا تھا۔ طبری اور ابن اثیر وغیرہ میں ان واقعات کی بڑی تطویل و تفصیل ہے۔ ہم نے اس کا خلاصہ لکھا ہے۔ ❁

لیکن اس کے لڑکے علی، حسن اور احمد بیدار بخت تھے۔ انہوں نے اپنی کوششوں سے حکومت حاصل کی۔ بعد میں یہی تینوں عماد الدولہ، رکن الدولہ اور معز الدولہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ❁

ان کی ابتدائی تاریخ یہ ہے کہ سامانیہ اور مادراء النہر اور علویہ طبرستان کی فوج میں بہت سے دیلمی تھے۔ ان میں سامانی فوج کا افسر اسفار بن شیرویہ دیلمی اور علوی فوج کا افسر ماکان بن کاکی دیلمی بہت ممتاز تھے، علی، حسن اور احمد تینوں بھائی بھی معمولی سپاہی کی حیثیت سے ماکان کے ساتھ آئے تھے۔ اسفار بن شیرویہ نے جب خود طاقت حاصل کر لی تو سامانیوں کو چھوڑ کر علویوں کے ساتھ ہو گیا۔ پھر ابوعلی اطروش علوی کے بعد ان کی حکومت پر قبضہ کر لیا، لیکن ماکان دیلمی نے اسے طبرستان سے نکال دیا اور وہ جرجان چلا گیا۔ اس وقت امیر سعید نصر بن احمد سامانی نے اسے جرجان کا حاکم بنادیا، لیکن یہ آدمی حوصلہ مند تھا اور اس کے دماغ میں اپنی حکومت کا سودا تھا۔ اس لیے چند دنوں کے بعد ایک دیلمی افسر مرداوتج ابن وشمگیر کی مدد سے دوبارہ طبرستان پر قبضہ کر کے پھر سامانیہ کے خلاف ہو گیا اور اپنی قوت کے گھمنڈ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بدسلوکی کی اور رعایا پر مظالم شروع کر دیئے۔ اس لیے وہ سب اس کے خلاف ہو گئے۔ اس کا وزیر مطرف بن محمد اور مرداوتج وغیرہ بھی اس کے دشمن ہو گئے اور اس کو طبرستان سے نکال دینے کا ارادہ کیا۔ اس نے جب دیکھا کہ سارا ملک اس کے خلاف ہے تو وہ خراسان بھاگ گیا۔ علی، حسن اور احمد تینوں بھائی اس کے ساتھ تھے اور اپنے کارناموں سے نام پیدا کر چکے تھے۔ انہوں نے اس سے کہا کہ اس وقت تمہاری حالت خود زبوں ہے۔ ہمارے اخراجات اور زیادہ بار ہوں گے۔ اس لیے بہتر ہے کہ اس وقت ہم لوگ چلے جائیں۔ جب تمہاری حالت درست ہو جائے گی تو پھر واپس آ جائیں گے۔ ماکان نے ان کو اجازت دے دی اور یہ تینوں بھائی اس کو چھوڑ کر مرداوتج کے پاس چلے گئے۔ ان کے کارناموں کا کافی شہرہ ہو چکا تھا۔ اس لیے مرداوتج نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان کی مدد سے ماکان کا خاتمہ کر کے اس کے مقبوضات طبرستان اور جرجان وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور علی کو کرج اور اس کے دوسرے بھائیوں کو مختلف مقامات کا حاکم بنادیا۔ ❁

❁ بنی بویہ کا زمانہ گو ۳۶۳ سال سے زیادہ نہیں، لیکن ان کے کارناموں اور عظمت و شان کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں اس خاندان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس حکومت کا بانی عماد الدولہ تین بھائی تھے۔ عماد الدولہ، رکن الدولہ اور معز الدولہ اور تینوں نے ایران و عراق میں علیحدہ علیحدہ حکومتیں قائم کیں۔ عماد الدولہ کے سلسلہ میں عضد الدولہ، مصہام الدولہ، شرف الدولہ، بہاؤ الدولہ، سلطان الدولہ، جلال الدولہ اور ملک الرحیم فرمانروا ہوئے۔ رکن الدولہ کے سلسلے میں فخر الدولہ، مجدد الدولہ، علاء الدولہ، ظہیر الدولہ اور معز الدولہ کے سلسلہ میں صرف عز الدولہ ہوا۔ یہ حکومت ۳۲۲ھ میں قائم ہوئی اور ۳۶۸ھ میں سلجوقیوں نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ ❁ ابن اثیر ج ۸ ص ۸۴۔

نے رعایا کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ اس کے احسان اور حسن سلوک سے مرداوتج کے بہت سے افسر اس کے ہوا خواہ ہو گئے۔ اس کے حسن قبول سے مرداوتج بہت گھبرایا اور علی اور اس کے ساتھیوں کو اپنے پاس سے علیحدہ کرنے پر اس کو بڑی ندامت ہوئی۔ اس نے انہیں واپس بلانا چاہا۔ علی نے بہانہ کر دیا اور دوسرے افسروں کو بھی مرداوتج کی سخت گیری اور اس کی فریب کاری کا یقین دلا کر روک دیا۔ اس سے دونوں میں اندرونی مخالفت شروع ہو گئی۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں ایک دیلمی افسر شیر زاد اپنی مختصر جماعت کے ساتھ علی کے ساتھ ہو گیا۔ اس سے اس کو بڑی تقویت حاصل ہو گئی اور اسے قسمت آزمائی کا حوصلہ پیدا ہوا چنانچہ وہ کرج سے اصفہان پہنچا۔ اس زمانہ میں خلیفہ قاہرہ کی جانب سے امیر مظفر بن یاقوت یہاں کا حاکم اور ابوعلی بن رستم حاکم خراج تھا۔ اصفہان کے قریب پہنچ کر علی نے ابن یاقوت کو لکھا کہ میں خلیفہ کا مطیع بن کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ ابن یاقوت نے اس تحریر پر کوئی توجہ نہ دی اور علی کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس کی فوج میں دیلمیوں کی کافی تعداد تھی۔ علی دیلمی تھا۔ اس کی فیاضی اور شرافت کے افسانے مشہور ہو چکے تھے۔ اس لیے چھ سو دیلمی ابن یاقوت کا ساتھ چھوڑ کر علی سے مل گئے اور ابن یاقوت نے پہلے ہی مقابلہ میں شکست کھائی اور اصفہان پر علی کا قبضہ ہو گیا۔ ابن یاقوت کی شکست سے علی کی بہادری کا شہرہ دور دور پھیل گیا اور ہر طرف اس کی دھاک بیٹھ گئی۔ ❁

علی اور مرداوتج میں مخالفت شروع ہو چکی تھی۔ اس لیے اصفہان پر علی کے قبضہ کے بعد مرداوتج کو اس کی جانب سے بڑے خطرات پیدا ہو گئے، لیکن اب علی اس کے قابو سے باہر ہو چکا تھا۔ اس لیے مرداوتج نے اس کو دھوکے سے زیر کرنے کی کوشش کی اور ایک طرف اس کو یہ لکھ کر مطمئن کرنا چاہا کہ اگر تم میری اطاعت قبول کر لو تو حکومت کی توسیع میں تمہاری مدد کروں گا اور دوسری طرف اس پر حملہ کے لیے ایک زبردست فوج تیار کی۔ علی کو اس فریب کا علم ہو گیا۔ اس وقت تک اس میں مرداوتج کے مقابلہ کی قوت پیدا نہ ہوئی تھی۔ اس لیے اصفہان چھوڑ کر ارجان چلا گیا۔ یہاں کے حاکم نے اسے دیکھ کر ارجان خالی کر دیا اور علی نے اس پر قبضہ کر لیا۔ یہاں اس کو بڑی دولت ہاتھ آئی۔ اس سے اس کو بڑی تقویت حاصل ہو گئی۔

شیراز کا حاکم یاقوت بڑا ظالم اور اسی کے ساتھ کمزور بھی تھا اور شیراز کے باشندے اس کے مظالم سے نالاں تھے چنانچہ یہاں کے ایک ممتاز شخص زید بن علی نو بند جانی نے علی کو یہاں کے حالات لکھ کر اسے شیراز پر حملہ کی دعوت دی، لیکن اس کی ہمت نہ ہوئی۔ اس درمیان میں مرداوتج نے علی کے خلاف یاقوت سے صلح کی کوشش کی۔ نو بند جانی نے علی کو لکھ بھیجا کہ اگر یہ صلح مکمل ہو گئی تو پھر دونوں کا

مقابلہ تمہارے بس سے باہر ہوگا۔ یہ صورت حال دیکھ کر علی کو تیار ہونا پڑا اور ۳۲ھ میں وہ اپنے بھائی حسن کے ہمراہ نوبند جان پہنچا۔ فریقین میں مقابلہ ہوا۔ حسن نے ابن یاقوت کو فاش شکست دے کر نوبند جان پر قبضہ کر لیا۔

علی کی بڑھتی ہوئی قوت دیکھ کر یاقوت اور مرداوتج اس کے مقابلہ میں متحد ہو گئے۔ دو متحد قوتوں کا مقابلہ علی کے بس میں نہ تھا۔ اس لیے اس نے نوبند جان چھوڑ دیا۔ یاقوت نے اس کا تعاقب کیا۔ کرمان کے راستہ میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ علی کی فوج کا ایک حصہ مرداوتج سے مل گیا۔ علی کی خوش قسمتی سے مرداوتج نے یہ غلطی کی کہ اٹلے ان کے سر قلم کرادیے۔ اس کا نتیجہ علی کے حق میں بہت اچھا نکلا اور اس کی باقی فوج نے پوری قوت سے مرداوتج کا مقابلہ کر کے اس کو بڑی فاش شکست دی۔ علی نے قیدیوں کے ساتھ بہت شریفانہ سلوک کیا۔ انہیں اختیار دے دیا کہ اگر وہ چاہیں تو مرداوتج کے پاس جا سکتے ہیں، لیکن اس حسن سلوک سے انہوں نے علی ہی کے پاس رہنا پسند کیا۔ علی نے شیراز جا کر جان و مال کی امان کی عام منادی کرا دی اور اپنے آدمیوں کو ظلم و زیادتی سے روکنے کے لیے خاص اہتمام کیا۔ اس کا یہاں کے باشندوں پر بہت اچھا اثر پڑا۔ ❀

شیراز پر قبضہ کے بعد فوج نے علی سے روپیہ کا مطالبہ کیا۔ اس کے ہاتھ بالکل خالی تھے۔ اس لیے وہ بہت متردد ہوا۔ ایک روز وہ دارالامارت میں بیٹھا ہوا اسی فکر و تردد میں تھا کہ ایک سانپ چھت سے نکل کر ایک سوراخ میں گھس گیا۔ علی نے فراشوں کو سوراخ کھودنے کا حکم دیا۔ اسے کھودا گیا تو ایک کھڑکی پر نظر پڑی۔ اس میں سے پانچ لاکھ اشرفی کی قیمت کا سامان نکلا۔ اس غیبی امداد سے علی کا بگڑا ہوا کام بن گیا۔ اسی طرح ایک اور اتفاقی دولت ہاتھ آگئی اور اس کو روپیہ کی جانب سے پورا اطمینان ہو گیا۔ ❀

وزارت

قاہرہ کا زمانہ بہت مختصر تھا، لیکن اس مختصر زمانہ میں بھی دو وزارتیں بدلیں۔ پہلا وزیر ابن مقلہ تھا۔ اس کے حالات مقتدر کے زمانہ میں لکھے جا چکے ہیں۔ دوسرا وزیر محمد بن قاسم ابن عبید اللہ تھا۔ اس کی وزارت زیادہ دیر تک قائم نہ رہی اور معزول کر کے گرفتار کیا گیا اور چند ہی دنوں میں مر گیا۔

قاہرہ باللہ کی معزولی

قاہرہ بڑا جبری سخت گیر اور دبدبہ و شکوہ کا خلیفہ تھا۔ اس نے اپنے ڈیڑھ سالہ عہد حکومت میں ان سرکش اور خیرہ سرامرا کا زور توڑنے کی پوری کوشش کی جو خلفاء پر حکومت کرنے کے خوگر ہو گئے تھے

چنانچہ منس، بلیق اور علی بن یاقوت کو ایک ایک کر کے ختم کر دیا۔ اس سے یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ دلوں پر اس کی ہیبت بیٹھ گئی، لیکن جن پر اس کو قابو نہ حاصل ہو سکا وہ اس کے درپے ہو گئے، چنانچہ اس کے پہلے وزیر ابن مقلہ نے جو معزولی کے بعد سے روپوش تھا، اس کے خلاف سازش کا دام بچھا دیا۔ ساجیہ اور حجر یہ کہہ کر بھڑکایا کہ قاہر بڑا بے اعتبار ہے۔ اس نے منس، علی اور بلیق کو دھوکے سے قتل کرا دیا۔ اپنے ہوا خواہ طریقہ تک کو قید میں ڈلوادیا۔ ایک نہ ایک دن تم پر بھی ہاتھ صاف کرے گا۔ ساجیہ کے سپہ سالار سیما ترکی کے معبر خواب اور منجم کو رشوت دے کر آمادہ کیا کہ وہ خواب کی تعبیر اور زانچہ میں سیما کو قاہر کے عتاب اور اس کے قتل کا خوف دلائیں۔ اس تدبیر سے وہم پرست سیما قاہر سے بدگمان ہو گیا۔ اتفاق سے اسی درمیان میں قاہر نے چند تہہ خانے بنوائے۔ ابن مقلہ نے ترکی افسروں کو یقین دلایا کہ یہ تہہ خانے ان کو قید کرنے کے لیے بنوائے گئے ہیں۔ اس تدبیر سے فوج اور ترکی افسر دونوں قاہر کے خلاف ہو گئے اور سیما نے حجر یہ کو بھی اپنا ہم خیال بنا کر قاہر کے خلاف تدبیریں شروع کر دیں۔

وزیر دولت کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے پوچھا بلا وجہ یہ تیاریاں کیوں ہو رہی ہیں۔ ان لوگوں نے صاف صاف ظاہر کر دیا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ قاہر سیما کو گرفتار کرنا چاہتا ہے اور ہمارے افسروں کو قید کرنے کے لیے اس نے تہہ خانے بنوائے ہیں اور پھر جمادی الثانی ۳۲۲ھ میں دونوں فوجوں نے مل کر قصر خلافت پر حملہ کر دیا۔ وزیر نے فوراً قاہر کو اطلاع کرائی۔ وہ اس وقت مخمور ہو رہا تھا۔ اس لیے باغی فوجیں قصر خلافت میں گھس گئیں۔ ان کا شور سن کر قاہر کو ہوش آیا۔ اس نے محل سے باہر نکل جانا چاہا لیکن پھانک پر فوج متعین تھی۔ اس لیے نہ نکل سکا۔ ایک حمام کی چھت پر چڑھ گیا۔ ایک فوجی اس کی خواب گاہ میں داخل ہوا، لیکن وہ خالی تھی۔ ایک ملازم کے ذریعے پتہ چل گیا، چنانچہ یہ لوگ حمام کی چھت پر چڑھ گئے۔ قاہر تنگی تلوار لیے کھڑا تھا۔ اس لیے کسی کو آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی اور انہوں نے دھوکہ دینا چاہا کہ ہم حضور کے غلام ہیں، صرف اپنی حفاظت کا بیان لینے کے لیے آئے ہیں، لیکن قاہر فریب میں نہ آیا اور ڈانٹ کر کہا، جس نے پاس آنے کا ارادہ کیا اس کا سر قلم کر دوں گا۔ ایک شخص نے تیر کمان میں جوڑ کر دھمکایا کہ اگر تم نے ذرا اپنے کو حوالہ کرنے میں دیر کی تو یہ تیر سینہ میں پیوست ہو جائے گا۔ اس دھمکی پر قاہر مجبور ہو کر نیچے اترا آیا اور باغی اسے پکڑ کر طریقہ کے قید خانہ میں لے گئے اور اسے نکال کر قاہر کو قید کر کے اس کی دونوں آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں اور خیرہ سر ترکوں کے ہاتھوں یہ باجروت خلیفہ اس عبرتناک انجام کو پہنچا۔ ❀ مدت خلافت کل ڈیڑھ سال تھی۔

اوصاف

جیسا کہ اوپر کے واقعات سے ظاہر ہے، قاہرہ بڑا بہادر اور دبدبہ و شکوہ کا خلیفہ تھا، لیکن مزاج میں تلون تھا۔ کسی ایک حال پر قرار نہ رہتا تھا اس لیے کامیاب نہ ہوا۔ مسعودی کا بیان ہے کہ قاہرہ کے تلون اور غیر مستقل مزاجی کی وجہ سے اس کی سیرت کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ جری بہادر اور سخت گیر تھا۔ چند دنوں کے اندر اس نے مونس، بلیق اور علی جیسے عمائد سلطنت کا خاتمہ کر دیا اور لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت بیٹھ گئی۔ اس کی سخت گیری نے خلفاء کے مقابلہ میں امرا کی گستاخانہ جسارت ختم کر دی، مگر چونکہ اس کے کسی کام میں ثبات و استقلال نہ تھا اور وہ لوگوں کو دھمکا تا زیادہ تھا، اس لیے انجام اچھا نہ ہوا۔ ❁

جوتلون اور تضاد اس کی سیاست میں تھا، یہی اس کی پوری زندگی میں تھا، چنانچہ ایک طرف تو اس نے بہت سی مذہبی اصلاحات کیں۔ ناپنے گانے والی عورتوں کا پیشہ اور شراب نوشی کو قانوناً بند کر دیا۔ گویوں کو قید اور ہجڑوں کو جلاوطن کر دیا۔ موسیقی اور لہو و لعب کے تمام آلات ضائع کرا دیے۔ گانے والی لونڈیوں کو فروخت کر ڈالا، لیکن خود ہر وقت شراب کے نشہ میں محو رہتا تھا۔ ❁ اس کی شبستان عیش میں ساقی گری کے لیے ایک قد و قامت کی حسین و جمیل لونڈیوں کا پورا پورا تھا، جو زرق برق مردانہ لباس میں ملبوس رہتی تھیں۔ ❁ عیش پرستی کے لیے اس نے ایک باغ لگوا دیا تھا اور اس میں ایک عالی شان محل تعمیر کرایا تھا۔ باغ کی زینت اور محل کی آرائش کے لیے مختلف ملکوں سے درخت اور سامان آرائش منگوائے تھے۔ ❁



❁ مروج الذهب مسعودی ج ۶ ص ۲۸۷-۲۸۸ ❁ تاریخ الخلفاء ص ۳۹۶

❁ مسعودی ج ۶ ص ۳۰۰ ❁ تاریخ الخلفاء ص ۳۹۹

ابوالعباس احمد بن مقتدر الملقب بہ راضی باللہ

(۳۲۲ھ تا ۳۲۹ھ مطابق ۹۳۳ء تا ۹۴۰ء)

قاہر کے بعد مقتدر کا لڑکا احمد الملقب بہ راضی باللہ خلیفہ ہوا۔ قاہر نے اپنے زمانہ میں مقتدر کے لڑکوں کو قید کر دیا تھا چنانچہ راضی بھی قید میں تھا۔ قاہر کی معزولی کے بعد امرانے اس کو نکال کر بالاتفاق خلیفہ بنایا اور جمادی الثانی ۳۲۲ھ میں وہ تخت نشین ہوا۔

تخت نشینی کے بعد اس نے علی بن عیسیٰ کو وزیر بنانا چاہا لیکن اس نے ضعف پیری کا عذر کر کے ابن مقلہ کا نام پیش کیا۔ وہ اب تک روپوش تھا۔ راضی نے اسے طلب کر کے قلمدان وزارت سپرد کیا۔ اس نئے دور وزارت میں اس نے اپنی روش بالکل بدل دی۔ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا طریقہ اختیار کیا۔ قاہر کے زمانہ میں جن لوگوں نے اس کی مخالفت میں حصہ لیا تھا یا جن سے اس کو کوئی تکلیف پہنچی تھی ان کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آیا۔ قاہر کے دور کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ راضی نے امیر بدر الحسینی کو بغداد کی شہنشاہی اور محمد بن یاقوت کو حجابت کے عہدہ پر سرفراز کیا۔

راضی کو ترکوں نے خلیفہ بنایا تھا اس لیے وہ اس پر حاوی رہے۔ سیماترکی نے اس کو مجبور کر کے قاہر کی آنکھوں میں گرم سلایاں پھر وادیں۔ ❀

ابن اثیر نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ قاہر راضی کی بیعت کے بعد بھی خلافت سے دستبردار نہ ہوتا تھا۔ اس کی تخت نشینی کے بعد جب قاہر پر دستبرداری کے لیے زور ڈالا گیا تو وہ رضا مند نہ ہوا۔ اس کے انکار پر اس کی آنکھوں میں سلایاں پھیر دی گئیں۔ اس واقعہ کا سبب جو بھی ہوا ہو ابن مسکویہ کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قابل نفرت فعل ترکوں ہی کے اشارہ سے عمل میں آیا۔ قاہر نے اپنے زمانہ میں معتبوب امرا سے بڑی دولت حاصل کی تھی۔ راضی نے یہ سب وصول کر لی۔ ❀

ہارون بن غریب کی بغاوت اور اس کا قتل

مقتدر کا باموں زاد بھائی ہارون بن غریب قاہر کے زمانہ سے دینور و ماسندان وغیرہ کا حاکم تھا۔ اس کی معزولی کے بعد اس کو خیال پیدا ہوا کہ وہ مقتدر کا عزیز ہے۔ اس لیے دوسرے امرا کے مقابلہ میں اس کو حکومت کے انصرام و انتظام کا زیادہ حق ہے چنانچہ بغدادی فوج سے خط و کتابت کرنے کے بعد وہ بغداد روانہ ہو گیا۔ راضی کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے اس کو روکنے کی کوشش کی اور

❀ تجارب الامم ج ۱ ص ۲۹۲۔ ❀ تجارب الامم ج ۱ ص ۲۹۳۔

اس کے علاقہ میں توسیع کرنے کی طمع دلائی، لیکن وہ باز نہ آیا۔ حاجب محمد بن یاقوت اس کے مقابلہ پر مامور ہوا۔ ہارون نے اسے بھی ملانا چاہا۔ اس نے جواب دیا کہ میں تم کو قید کر کے بغداد حاضر کیے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ ہارون نے ابن یاقوت کو فاش شکست دی اور ایک مختصر جماعت کے ساتھ اس کے تعاقب میں گھوڑا ڈال دیا، لیکن بد قسمتی سے راستہ میں گر پڑا۔ اس کے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ پیچھے سے اس کا غلام یمن پہنچ گیا۔ آقا کو مجبور دیکھ کر اسے حصول انعام کی طمع دامن گیر ہوئی۔ اس نے اس کا سر قلم کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد اس کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی اور وہ بھاگ نکلی۔ ❁

راضی کی جانب سے علی بن بوہیہ الملقب بہ عماد الدولہ کی حکومت کی تصدیق

گودولت عباسیہ پر زوال طاری ہو چکا تھا اور آئے دن خود سر امرا اور حوصلہ مند اشخاص اپنی حکومتیں قائم کرتے چلے جاتے تھے، لیکن اب تک یہ رسم قائم تھی کہ جب تک عباسی خلافت کی جانب سے ان کی تصدیق نہ ہو جاتی تھی اس وقت تک ان کی حیثیت باغی کی رہتی تھی یا کم از کم ان کی قانونی حیثیت نہ مانی جاتی تھی۔ اس لیے شیراز پر قبضہ کے بعد عماد الدولہ نے ابن مقلہ سے مفتوحہ علاقوں کی حکومت کی سند کی درخواست کی اور خلافت بغداد کی اطاعت کے ثبوت کے لیے ایک معمولی رقم سالانہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ ابن مقلہ نے منظور کر لیا اور راضی کی جانب سے اس کو خلعت اور لوہائے حکومت بھجوادیا۔ اس سے اس کی عظمت و شان بہت بڑھ گئی۔ اس کے حریف مرداویج پر اس کا یہ اعزاز بہت گراں گزرا۔ اس نے اس پر فوج کشی کر دی۔ مرداویج اس سے صرف اپنی اطاعت کا خواہشمند تھا۔ عماد الدولہ کے پیش نظر ابھی اور مقاصد تھے۔ اس لیے اس نے مرداویج سے الجھنا مناسب نہ سمجھا اور اس کی اطاعت اور خطبہ میں اس کا نام لینے کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔ ❁

مرداویج کا قتل

اس مصالحت کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد مرداویج کو اس کی فوج کے ترکوں نے قتل کر دیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ آخر عمر میں مرداویج کا مزاج بدل گیا تھا۔ بات بات میں عمائد سلطنت سے جگڑ جاتا تھا۔ خصوصاً ترکوں کے ساتھ اس کا برتاؤ نہایت توہین آمیز تھا۔ عید سدہ ❁ کے موقع پر اس

❁ ابن اثیر ج ۸ ص ۹۱-۹۲ ❁ ابن اثیر ج ۸ ص ۹۱-۹۲ ❁ عید سدہ پاریسیوں کی ایک عید تھی۔ یہ دس بہمن کو منائی جاتی تھی۔ اس میں بڑا جشن مناتے تھے۔ تمام کوہ و صحرا اور دشت و جبل میں آگ روشن کرتے تھے۔

نے آتش افروزی کی رسم کے لیے انتظام کا حکم دیا اور خود اس کے معائنہ کے لیے گیا۔ یہ انتظام اس کو پسند نہ آیا اور ترکوں اور عمائد سلطنت پر اس کا غصہ اتارا۔ دوسرے دن اصفہان میں داخل ہونے والا تھا۔ اس لیے فوجوں کے اجتماع کی وجہ سے صبح ہی سے ہنگامہ کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ مرداوتج بہت برہم ہوا۔ پوچھا خیمہ کے پاس کس کے گھوڑے ہیں؟ معلوم ہوا ترکوں کے۔ یہ سن کر اور برا فروختہ ہو گیا اور حکم دیا کہ گھوڑوں کی زینیں ان کے سواروں کی پیٹھ پر باندھ دی جائیں اور اسی طریقہ سے ان کو اصفہان میں داخل کیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ ترک اور دیلمی اس توہین سے بگڑ گئے۔ اصفہان میں داخلہ کے بعد مرداوتج تنہا حمام کے لیے گیا۔ ترکوں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے گھس کر قتل کر دیا۔ اس کا بھائی وشمگیر اس کا جانشین ہوا۔

عمادالدولہ کی حکومت کا آغاز

عباسی قلمرو میں عراق اور خوزستان کا علاقہ نہایت سیر حاصل اور عباسی خلفا کی ذاتی جاگیر تھا۔ اس لیے اس کی حکومت کے حصول کے لیے امرا میں بڑی کشمکش رہتی تھی۔ امیر یاقوت، عمادالدولہ مرداوتج، ابو عبد اللہ بریدی سب اس کے لیے دست و گریباں رہتے تھے۔ راضی کے زمانہ میں یہ کشمکش اور بڑھ گئی تھی۔ مرداوتج کے قتل کے بعد عمادالدولہ نے یاقوت کو شکست دے کر صلح کرنے پر مجبور کر دیا اور عراق اور خوزستان میں اس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ راضی نے اس کو فارس، عراق اور خوزستان کے مفتوحہ علاقوں پر باقاعدہ مقرر کر دیا اور عمادالدولہ نے شیراز کو مستقر بنایا۔ ❁

یاقوت کے لڑکوں مظفر اور محمد کی گرفتاری

راضی کا حاجب محمد بن یاقوت اس پر بہت حاوی تھا۔ حکومت کے جملہ اختیارات اس کے ہاتھوں میں تھے۔ وزیر دولت ابن مقلہ محض عضو معطل تھا۔ یہ بڑا سازشی تھا۔ ابن یاقوت کا اقتدار اس کو گوارہ نہ ہوا اور اس کا دشمن ہو گیا اور راضی سے خفیہ اس کی شکایتیں کر کے اس کو ابن یاقوت سے برگشتہ کر دیا۔ اس نے محمد بن یاقوت اور اس کے بھائی مظفر کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔

حنابلہ کی اصلاح کا ہنگامہ

۳۲۳ھ میں حنابلہ کی وجہ سے بغداد میں بڑا ہنگامہ پھا ہو گیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ترکوں اور

دوسری عجمی اقوام کے اثر سے بغداد کی اخلاقی حالت عرصہ سے بگڑ گئی تھی۔ ۳۲۳ھ میں حنابلہ نے اس کی اصلاح کے لیے احتساب شروع کر دیا۔ فوجی افسروں اور عام لوگوں کے گھروں میں چھاپے مارتے۔ جہاں نبیذ نظر آتی، اسے بہادیتے۔ گانے والی عورتوں کو مارتے، آلات موسیقی کو توڑ ڈالتے، مردوں کو عورتوں کے ساتھ چلنے سے روکتے۔ ان کے احتساب سے بغداد میں بڑا ہنگامہ مچا ہوا گیا اور بغداد کے کوٹوالا کو ان کے خلاف کارروائی کرنی پڑی۔ اس نے شارع عام پر ایک ساتھ دو حنبلیوں کے اجتماع کی ممانعت کر دی اور مذہبی مناظروں کو بالکل روک دیا۔ اس سے حنابلہ کا جوش اور بڑھ گیا۔ انہوں نے مار پیٹ شروع کر دی۔ جو شافعی نظر آتا اسے پٹا دیتے۔ اس سے بہت سے شوافع کی جانیں ضائع ہوئیں۔ یہ صورت دیکھ کر راضی نے نہایت سخت احکام جاری کیے کہ اگر حنابلہ ان مذہبی سخت گیریوں سے باز نہ آئیں گے تو ان کو پوری سزا دی جائے گی اور بے دریغ ان کا استیصال کیا جائے۔ ❁

ناصر الدولہ حمدانی والی موصل کی مخالفت اور اطاعت

راضی کی جانب سے امیر ابو محمد حسن بن عبد اللہ بن حمدان الملقب بہ ناصر الدولہ موصل و دیار ربیعہ کا والی تھا۔ اس کی روش بارگاہ خلافت کے ساتھ مخالفانہ تھی۔ اس لیے اس کے چچا ابو العلاء بن حمدان نے راضی سے خفیہ اس کے مقبوضات کا ٹھیکہ لے لیا اور موصل پہنچا۔ ناصر الدولہ کو اس کی خبر ہو گئی اور وہ اس کے استقبال کے بہانہ سے یہاں سے نکل گیا اور ایک مقام پر رک گیا۔ ابو العلاء موصل پہنچا تو معلوم ہوا کہ ناصر الدولہ دوسرے راستہ سے اس کے استقبال کو گیا ہے۔ ابو العلاء اس کے مکان پر ٹھہر گیا۔ ناصر الدولہ برابر خبریں لے رہا تھا۔ ابو العلاء کے موصل پہنچتے ہی فوراً واپس آ گیا اور اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ ابو العلاء راضی کا فرستادہ تھا۔ اس پر اس کا قتل گراں گزرا اور اس نے ابن مقلہ کو اس کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ ناصر الدولہ میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس نے موصل چھوڑ دیا۔ ابن مقلہ نے چند دنوں ٹھہر کر موصل کا انتظام درست کیا۔ اس کے بعد علی بن طباب اور ماکر دہلیسی کو اس کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر بغداد لوٹ گیا۔ اس کی واپسی کے بعد ناصر الدولہ نے ان دونوں کو نکال دیا اور راضی سے عفو تقصیر کرا کے دوبارہ موصل کی حکومت کا پروانہ حاصل کیا۔

ابن مقلہ کی معزولی

❁ ابن اثیر ج ۸ ص ۹۸ ملخصاً۔

۳۲۳ھ میں بغداد کی فوجیں ابن مقلہ کے خلاف، اٹھ کھڑی ہوئیں اور اس کے مکان پر حملہ کر دیا۔ اسے اور اس کے بیٹوں کو گھر چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ ساجیہ نے باغیوں کو کسی طرح سمجھا بھجا کرواپس کیا۔

محمد بن یاقوت اور ابن مقلہ میں مخالفت تھی۔ ابن یاقوت کو اسی نے قید کر لیا تھا۔ اس لیے ابن مقلہ کو یقین ہو گیا کہ یہ کام محمد بن یاقوت کی جماعت کا ہے چنانچہ اس نے اس کو خارج البلد کر دیا۔ اس سے پھر فوجوں میں برہمی پیدا ہو گئی۔ ابن مقلہ کے غلاموں نے بڑی مشکل سے روکا۔ ابن مقلہ نے دیکھا کہ یہ ساری ہنگامہ آرائی محمد بن یاقوت اور اس کے بھائی مظفر کی قید کی بنا پر ہے اس لیے مجبور ہو کر مظفر کو رہا کر دینا پڑا۔ رہائی کے بعد مظفر نے حجر یہ کو ملا کر ابن مقلہ کو گرفتار کر لیا اور بغدادی فوجوں نے ابن مقلہ کی جگہ دوسرے وزیر کے تقرر کا مطالبہ کیا۔ راضی نے وزیر کا انتخاب انہی کی رائے پر چھوڑ دیا۔ انہوں نے عبدالرحمن بن عیسیٰ کو وزیر بنا لیا اور ابن مقلہ کو اس کے حوالہ کر دیا۔ اس نے اس سے بڑی دولت وصول کی، لیکن عبدالرحمن بالکل نا اہل تھا اس لیے چند ہی دنوں کے بعد اس کو وزارت سے مستعفی ہونا پڑا۔ اس کے پاس ابن مقلہ سے حاصل کی ہوئی بڑی دولت تھی۔ اس لیے اس کو اور اس کے بھائی کو گرفتار کر کے ان سے ایک لاکھ ستر ہزار اشرفیاں وصول کی گئیں۔

امیر یاقوت کا قتل

اسی سنہ میں امیر یاقوت کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ یاقوت کا کاتب ابو عبد اللہ بریدی بڑا خود غرض اور چالاک تھا۔ یاقوت نے اپنی جانب سے اہواز کا علاقہ اس کے ٹھیکہ میں دے دیا تھا اور وہ اس پر مستقل قبضہ جمانے کے لیے یاقوت کے ساتھ فریب کرنے کی فکر میں تھا۔ عماد الدولہ کے مقابلہ میں شکست کھانے کے بعد جب یاقوت با حال تباہ عسکر مکرم واپس آیا تو ابو عبد اللہ نے اس کے پاس اس کی سلامتی پر مبارک باد کہلا بھیجی اور یہ مشورہ دیا کہ وہ عسکر مکرم میں قیام کرے اور چونکہ اس شکست کی وجہ سے اس کی مالی حالت خراب ہو گئی ہے اور وہ فوجوں کے اخراجات کا متحمل نہیں ہو سکتا اس لیے وہ بغدادی فوجوں کو اس کے پاس بھجوادے اور پچاس ہزار اشرفیاں امداد کے طور پر بھیجیں۔ امیر یاقوت شریف النفس اور سادہ دل تھا۔ اس فریب میں آ گیا، لیکن پھر ابو عبد اللہ نے مدد سے ہاتھ روک لیا اور یاقوت بڑی دشواری میں مبتلا ہو گیا۔ ادھر فوج نے روپے کا مطالبہ کیا اور بعض مخالفین نے جنگ کرنا شروع کر دیا۔ یاقوت نے ابو عبد اللہ کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے لکھ بھیجا کہ آپ فوجوں کو میرے پاس بھیج دیجئے۔ اس نے سادہ لوحی سے بھیج دیا۔ ابو عبد اللہ نے فوج کے منتخب

حصہ کو اہواز میں روک لیا۔ بقیہ کو واپس کر دیا۔ اس سے یاقوت کو اور زیادہ مالی پریشانی ہوئی اور اسے مجبور ہو کر اہواز جانا پڑا۔ ابو عبد اللہ پایادہ اس کے استقبال کے لیے نکلا۔ دست بوس ہوا اور بڑی عزت و تکریم سے لے جا کر ٹھہرایا۔ ایک طرف تو یہ ظاہر داری برتی۔ دوسری طرف فوج کو بھڑکا دیا۔ وہ یاقوت کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گئی۔ ابو عبد اللہ نے اسے چپکے سے نکل جانے کا مشورہ دیا، چنانچہ وہ خفیہ عسکر مکرم لوٹ گیا۔ اس کے بعد ابو عبد اللہ نے لکھ بھیجا کہ عسکر مکرم میں بھی قیام مناسب نہیں ہے۔ یہاں فوجوں کے تعاقب کا خطرہ ہے۔ اس لیے وہ تستر کے قلعہ میں چلا جائے اور عامل تستر کو لکھ کر اس کو پچاس ہزار دینار دلوا دیئے۔

یاقوت کا وفادار خادم منس ابو عبد اللہ کی بدینتی کو سمجھ گیا۔ اس نے یاقوت کو اس کی فریب کاری سے باخبر کر کے مشورہ دیا کہ آپ بغداد چلے چلے یا فوراً ابو عبد اللہ کو اہواز سے نکالنے کی کوشش کیجئے، لیکن اس کو ابو عبد اللہ پر اتنا اعتماد تھا کہ منس کے بیان کو غلط تصور کیا اور اس کی کمزوری دیکھ کر جو لوگ اس کے ساتھ باقی رہ گئے وہ بھی اس سے الگ ہو گئے اور اس کے پاس صرف ایک مختصر جماعت رہ گئی۔ اسی دوران میں اس کا لڑکا مظفر آ گیا۔ اس نے بھی مشورہ دیا کہ آپ بغداد چل کر حصول مقصد کی کوشش کیجئے، اگر اس میں کامیابی نہ ہوگی تو پھر موصل اور دیار ربیعہ پر قبضہ کی کوشش کی جائے گی، لیکن یاقوت نے اس کا کہنا بھی نہ سنا اور مظفر اس سے مایوس ہو کر اہواز چلا گیا۔ ابو عبد اللہ نے اس کی ظاہری پذیرائی میں کوئی فرق نہیں کیا، لیکن اس کی نگرانی کیلئے آدمی مقرر کر دیئے۔

اہواز میں ابو عبد اللہ کی حیثیت محض یاقوت کے نائب کی تھی۔ اس لیے اس کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر یاقوت اس کے قریب موجود رہا تو جو لوگ اس کا ساتھ چھوڑ کر اس کے پاس اہواز چلے آئے ہیں، ممکن ہے وہ کسی وقت پھر یاقوت کے ساتھ ہو جائیں۔ اس لیے اس نے یاقوت کو لکھ بھیجا کہ بارگاہ خلافت سے مجھ کو حکم ملا ہے کہ میں آپ کو یا بغداد بھیج دوں یا علاقہ جبل روانہ کر دوں۔ وہاں آپ کو کوئی علاقہ مل جائے گا۔ اس حکم کو رد کرنا میرے امکان میں نہیں ہے۔ یاقوت نے چند دن کی مہلت مانگی۔ ابو عبد اللہ نے انکار کر دیا اور اس کے ساتھ ہی یاقوت کے مقابلہ کے لیے فوجیں روانہ کر دیں۔ اس وقت یاقوت کی آنکھیں کھلیں اور اسے چاروں طرف مقابلہ کے لیے نکلنا پڑا، لیکن یاقوت کی قوت بہت کمزور ہو چکی تھی۔ اس کو شکست ہوئی اور ابو عبد اللہ کے آدمیوں نے اسے پکڑ کر قتل کر دیا۔ اس کا لڑکا مظفر اہواز ہی میں تھا۔ ابو عبد اللہ نے اسے گرفتار کر کے بغداد بھیجوا دیا اور یاقوت کے

علاقہ کا حکمران بن گیا۔ ❁

❁ یہ تمام حالات ابن اثیر سے ماخوذ ہیں۔

امیر الامرائی کا قیام اور ابن رائق کا تقرر

عباسی حکومت کا اقتدار عرصہ سے زوال پذیر ہو رہا تھا اور اس کے زوال کے ساتھ ساتھ امرا خود مختار ہوتے جاتے تھے۔ حکومت کی آمدنی برابر گھٹتی جاتی تھی۔ راضی کے دور میں یہ تنزل آخری حدود کو پہنچ گیا۔ فارس پر ابن بویہ قابض تھے۔ واسط اور بصرہ ابن رائق کے تصرف میں تھا۔ یا قوت کی ہزیمت کے بعد ابو عبد اللہ نے ابواز کا خراج دینا بند کر دیا تھا۔ اس لیے حکومت کی مالی حالت بہت بگڑ گئی اور منتظم سے منتظم وزیر بھی اس کے سدھارنے میں ناکام رہے۔

ابن رائق عرصہ سے وزارت کا خواہشمند تھا اور ایک مرتبہ اس نے درخواست کی تھی کہ اگر اس کو وزیر بنا دیا جائے تو وہ حکومت کے جملہ مصارف کا ذمہ دار ہو جائے گا، لیکن راضی نے نامنظور کر دی تھی، مگر جب حکومت کی مالی حالت سنبھلنے کی اور کوئی صورت نہ نکلی تو راضی کو مجبور ہو کر ابن رائق کی درخواست منظور کرنی پڑی اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اس کو بغداد طلب کیا۔ اس کے لیے خلعت روانہ کیا اور تمام عباسی فوجوں کی سپہ سالاری شعبہ خراج اور جملہ دفاتر کی افسری کا فرمان جاری کر کے اسے امیر الامرا کے جلیل القدر منصب پر سرفراز کیا اور عباسی قلمرو میں اس کا نام بھی خطبہ میں داخل کر دیا اور ابن رائق بڑے نزک و احتشام سے بغداد آیا۔

عباسی خلافت اور اس کے اثرات

عباسی حکومت میں امیر الامرائی کا عہدہ بالکل نیا تھا۔ اس سے پیشتر گو برائے نام سہی تاہم خلافت کے نظام میں خلیفہ کے کچھ نہ کچھ اختیارات تھے۔ امیر الامرائی نے اس کا بھی خاتمہ کر دیا۔ ابن رائق نے بغداد آنے کے بعد سب سے اول ساجیہ کا جن کی جانب سے ہمیشہ شورش کا احتمال رہتا تھا، شیرازہ منتشر کر دیا۔ وزارت کا عہدہ قائم رکھا، لیکن اس کے تمام اختیارات سلب کر لیے۔ جملہ امور مملکت خود ہی انجام دیتا تھا۔ حکومت کے تمام سیاہ و سپید کا وہ مختار کل تھا۔ خراج اور محاصل کی آمدنیاں اسی کے پاس آتی تھیں۔ وہ اسے جس طرح چاہتا تھا، صرف کرتا تھا۔ خود راضی اپنے اخراجات کے لیے اس کا محتاج تھا۔ ابن رائق کی امیر الامرائی سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ وہ حکومت کے اخراجات کا ذمہ دار بن گیا، لیکن دولت عباسیہ کی بگڑی ہوئی حالت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ جو دوسرا امرا جن جن علاقوں پر قابض تھے وہ بدستور ان پر متصرف رہے اور خلافت بغداد کی آمدنی اور اس کے رتبہ میں کوئی اضافہ نہ ہو سکا۔

ابو عبد اللہ بریدی کی بغاوت اور عراق و خوزستان کے لیے امرا کی کشمکش

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ یاقوت کے قتل کے بعد ابو عبد اللہ بریدی نے اہواز کا خراج بھیجنا بند کر دیا تھا۔ دار الخلافہ کے مصارف کا دار و مدار بڑی حد تک خوزستان کی آمدنی پر تھا۔ اس لیے ۳۲۵ھ میں ابن رائق اس ارادہ سے راضی کو لے کر واسطہ روانہ ہوا کہ اگر ابو عبد اللہ افہام و تفہیم سے اطاعت قبول کر لے گا تو فہما ورنہ بزور اس سے خوزستان چھڑایا جائے گا۔ حجریہ کو اس کے ساتھ جانے میں تامل ہوا۔ اس نے کہا کہ ابن رائق اس بہانہ سے ساجیہ کی طرح ہمارا شیرازہ بھی منتشر کرنا چاہتا ہے، لیکن خود خلیفہ اس مہم میں نکلا تھا۔ اس لیے حجریہ کو بھی چارونا چار جانا پڑا۔ واسطہ پہنچ کر ابن رائق نے ان کا ایک حصہ چھانٹ دیا۔ اس پر وہ لڑنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ ابن رائق نے انہیں پسپا کر دیا اور وہ بغداد لوٹ گئے۔ یہاں بغداد کے کوتوال لولونے ان کے قدم نہ جمنے دیے اور ان کی جاسید اویں ضبط کر کے ان کے گھروں میں آگ لگوا دی۔ ان کے بہت سے ممتاز آدمیوں کو ابن رائق ختم کر چکا تھا۔ اس لیے ان کی قوت ٹوٹ گئی۔

حجر یہ کا ہنگامہ فرو ہونے کے بعد ابن رائق نے ابو عبد اللہ بریدی کے پاس کہلا بھیجا کہ تم نے خراج دینا بند کر دیا ہے اور فوجوں کو حکومت کے خلاف بھڑکایا ہے۔ اگر خراج کی واجب الادا رقم بھیج دو اور جن فوجوں کو بھڑکایا ہے انہیں واپس کر دو تو تم کو تمہارے منصب پر بحال رکھا جائے گا۔ ورنہ جس سزا کے مستحق ہو گے دی جائے گی۔ خود راضی ساتھ تھا۔ ابو عبد اللہ کے لیے اس کا مقابلہ آسان نہ تھا۔ اس لیے وہ بلا قسط خراج کی رقم ادا کرنے پر آمادہ ہو گیا، لیکن فوجوں کی فوری واپسی کے متعلق یہ عذر کیا کہ وہ ابھی بغداد واپس جانے پر آمادہ نہیں ہیں۔ ابن بویہ کے مقابلہ میں جو مہم بھیجی جائے گی اس کے ساتھ ان کو روانہ کر دیا جائے گا۔ راضی نے امرا کے مشورہ سے اس کو منظور کر لیا اور بغداد لوٹ گیا اور یہاں سے جعفر بن ورقا کو ابن بویہ کے مقابلہ کے لیے فوجیں لینے کے لیے اہواز بھیجا، لیکن ابو عبد اللہ وعدہ سے پھر گیا اور خراج کا ایک حصہ ادا نہیں کیا اور اہواز کی فوجوں کو بھڑکادیا کہ وہ جعفر سے روپیہ طلب کریں چنانچہ جب وہ اہواز پہنچا تو فوجوں نے اس سے روپیہ طلب کیا۔ اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ اس لیے فوجیں بگڑ گئیں اور اسے قتل کی دھمکی دی اور جعفر کو جان بچا کر بغداد واپس جانا پڑا۔

درباری امرا میں نو بختی وزیر ابن بریدی کے خلاف تھا، لیکن امیر ابو بکر ابن مقاتل اس کا ہوا خواہ اس میں اور خلافت بغداد میں مصالحت کا خواہشمند تھا۔ اس لیے اس نے نو بختی کو ہنارنے کی کوشش

کی، لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں نو بختی بیمار پڑ گیا اور اس نے احمد بن علی کو اپنا نائب بنایا۔ اس میں اور ابن مقاتل میں بڑے تعلقات تھے۔ ابن رائق بھی اس کو مانتا تھا۔ اس لیے عباسی دربار میں ان دونوں کا بڑا اثر ہو گیا اور ان کی کوششوں سے ابن بریدی کے تعلقات بھی عارضی طور سے درست ہو گئے، لیکن یہ بڑا خود غرض تھا۔ ابن مقاتل اور احمد بن علی کے اثرات سے فائدہ اٹھا کر اس نے اپنے بھائی کے لیے بصرہ کے ٹھیکہ کی کوشش کی۔ بصرہ ابن رائق کے زیر حکومت تھا اسے منظور کرنے میں تامل ہوا، لیکن احمد بن علی نے دھوکہ فریب سے دلوادیا۔

محمد بن یزاد کا طرز عمل جو ابن رائق کی جانب سے بصرہ میں اس کی نیابت کرتا تھا اہل بصرہ کے ساتھ اچھا نہ تھا اور وہ اس کی زیادتیوں سے سخت شاکی تھے۔ اس لیے حکومت کی تبدیلی سے ان کو قدرتا مسرت ہوئی اور عمائد بصرہ نے اہواز جا کر ابن بریدی کی خدمت میں تہنیت پیش کی۔ اس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے بڑی بڑی توقعات دلائیں اور بصرہ کو ابن یزاد کے ہاتھوں سے نکالنے کے لیے اپنے غلام کو فوج دے کر روانہ کیا اور بعض پرانے ٹیکسوں کی موقوفی کا جو ابن رائق ان سے لیتا تھا، اعلان کر دیا۔ اہل بصرہ پر اس کا بہت اچھا اثر پڑا اور ان کی مدد سے اس نے بصرہ کے علاقے پر قبضہ کر لیا، لیکن شہر پر قبضہ نہ ہو سکا۔

ابن رائق نے حجریہ کی قوت توڑنے کے لیے بہت سے حجری سپاہی نکال دیئے تھے۔ یہ لوگ بغداد سے نکل کر اہواز پہنچے۔ ابن بریدی نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور انہیں ملانے کے لیے ابن رائق کی بڑی مذمت کی۔ دوسری طرف ابن رائق کو راضی کرنے کے لیے لکھ بھیجا کہ حجری سپاہیوں سے مجھ کو خطرہ تھا۔ اپنے بچاؤ کے لیے میں نے ان کی مدارات کی ہے۔ میں خراج کی رقم بھی بھیجنا چاہتا تھا۔ انہی لوگوں نے روک دیا۔ ابن رائق نے اس کے جواب میں لکھ بھیجا کہ جن حجری سپاہیوں کو تم نے پناہ دی ہے، ان کو نکال دو۔ ابن بریدی نے اس کی تعمیل سے معذوری ظاہر کی۔ اس لیے ابن رائق اور زیادہ برگشتہ ہو گیا اور احمد بن علی سے ابن بریدی کی ان حرکتوں پر بیزارگی ظاہر کرائی اور لکھوا بھیجا کہ وہ حصن مہدی سے اپنی فوجیں ہٹالے۔ ابن بریدی نے یہ عذر کیا کہ اہل بصرہ قرامطہ سے خوفزدہ تھے۔ ابن یزاد ان کی حفاظت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے انہوں نے خود میری فوجوں کو روک لیا ہے۔

گو یہ عذر غلط تھا، لیکن یہ صحیح تھا کہ بصرہ کے اطراف میں قرامطہ کی یورش تھی۔ اس لیے ابن رائق خود ان کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس وقت ابن بریدی کھل کر اس کے مقابلہ میں آ گیا اور اس کی فوجوں نے جو حصن مہدی میں تھیں، بڑھ کر ابن یزاد کو بصرہ سے نکال کر قبضہ کر لیا۔ ابن رائق نے امیر بحکم ترکی اور بغداد کے کو تو ال بدر خرنی کو اس کے مقابلہ میں بھیجا۔ انہوں نے ابن بریدی کی فوجوں کو

پیہم شکستیں دیں۔ ترکی افواج کا مقابلہ اس کے بس میں نہ تھا۔ اس لیے اس نے عمائد بصرہ کے ذریعہ ابن رائق سے صفائی کی کوشش کی، مگر وہ آمادہ نہ ہوا۔ اس کے انکار پر اہل بصرہ نے خود مصالحت کی کوشش کی اور ابن رائق سے درخواست کی کہ اگر ان کو آئندہ کے لیے حسن سلوک کا یقین دلایا جائے تو وہ ابن بریدی کا ساتھ چھوڑنے کے لیے تیار ہیں، لیکن ابن رائق ان سے سخت برہم تھا۔ اس لیے اس کی درخواست بھی مسترد کر دی اور بحری و بری دوستوں سے بصرہ پر حملہ کر دیا۔ بری فوج کو شکست ہوئی، لیکن بحری فوجوں نے کلاء پر قبضہ کر لیا۔ ابن بریدی کے لیے تنہا مقابلہ کرنا مشکل تھا۔ اس لیے وہ اپنے بھائی ابوالحسین کو بصرہ کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر خود حصول امداد کے لیے جزیرہ ادال چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد بصرہ والوں نے ابن بریدی کی فوجوں کو کلاء سے نکال دیا۔ ابن رائق کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بحکم کو لے کر خود بصرہ کی طرف بڑھا، لیکن بصری اس کے خلاف تھے۔ اس لیے کامیابی نہ ہوئی اور اسے اپنی فرد گاہ پر واپس آنا پڑا۔

ابن بریدی بصرہ سے نکل کر عمائد الدولہ کے پاس فارس پہنچا اور ابن رائق کی زبوں حالی سنا کر اسے عراق پر قبضہ کے لیے ابھارا۔ یہ اپنی حکومت کی فکر ہی میں تھا۔ اس لیے اپنے بھائی معز الدولہ کو فوجیں دے کر ابن بریدی کے ساتھ کر دیا۔ انہوں نے اہواز کا رخ کیا۔ بحکم نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا، مگر اس کو شکست ہوئی۔ دوسری طرف فخر الدولہ نے بڑھ کر اس کی دوسری فوج کو شکست دی اور عسکر مکرّم پر قبضہ کر لیا۔ عسکر مکرّم پر قبضہ کے بعد جب خوزستان میں فخر الدولہ کی قوت بڑھ گئی تو دیا لمہ بن بریدی کو چھوڑ کر اس کی جانب متوجہ ہو گئے اور فخر الدولہ کا رویہ بھی اس کے ساتھ بدل گیا۔ اس کو اندازہ ہوا کہ فخر الدولہ اسے اہواز سے بے دخل کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے دونوں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ بحکم کو اس کی خبر ملی تو اس نے اس اختلاف سے فائدہ اٹھا کر سوس اور چند یسا پور پر قبضہ کر لیا اور خوزستان میں فخر الدولہ کی قوت کمزور پڑ گئی، لیکن اس نے اہواز پر قبضہ کر کے اس کی تلافی کر لی اور ابن بریدی کو اہواز سے دست بردار ہو کر اپنے مرکز بصرہ واپس جانا پڑا۔

ابن رائق کے خلاف ابن مقلہ کی سازش اور اس میں ناکامی

اس زمانہ میں عباسی وزارت مصر و شام کے والی خراج ابوالفتح فضل بن جعفر کے ہاتھوں میں تھی۔ اس نے حکومت کی حالت دگرگوں دیکھی تو ابن رائق کو مصر و شام کی حکومت کے حصول کے لیے ابھارا اور اس سے وعدہ کیا کہ اگر اس کو اس کے سابق عہدہ پر واپس کر دیا جائے تو وہ مصر و شام پر قبضہ

کرانے میں اس کی پوری مدد کرے گا۔ بغداد کی امیر الامرائی گو بہت بڑا منصب تھا اور ایک طرح عباسی حکومت کی فرمانروائی تھی، لیکن نظام حکومت کی ابتری کی وجہ سے اس کے ساتھ سینکڑوں قسم کی زمیں پیدا ہو گئی تھیں۔ اس لیے ابن رائق آمادہ ہو گیا اور ابوالفتح کو مصر و شام کے عہدہ پر واپس کر دیا۔ اس کے بعد راضی نے سابق وزیر ابن مقلہ کو وزیر بنایا۔ اس کی وزارت محض برائے نام تھی۔ اختیارات تمام ابن رائق کے ہاتھوں میں تھے۔ ابن رائق نے اس کی اور اس کے لڑکوں کی تمام املاک ضبط کر لی تھی۔ ابن مقلہ نے اس کی واپسی کی بڑی کوشش کی، لیکن ناکام رہا۔ اس لیے ابن مقلہ ابن رائق کے خلاف ہو گیا اور نجکم سے جو اس وقت خوزستان میں تھا خط و کتابت کر کے اس کو امیر الامرائی کا منصب حاصل کرنے کے لیے ابھارا اور راضی سے کہا کہ اگر ابن رائق اور اس کی جماعت کو گرفتار کر کے نجکم کو امیر الامرا بنا دیا جائے تو میں اس سے کتنی لاکھ اشرفیاں وصول کروں گا۔ راضی اس پر خوشدلی سے آمادہ نہ تھا، لیکن اس پر اس نے انکار بھی نہیں کیا۔ ابن مقلہ نے نجکم کو لکھ دیا کہ راضی تم کو امیر الامرا بنانے پر آمادہ ہے اور خود اس کام کی تکمیل تک راضی کے پاس رہنے کے لیے قصر خلافت چلا آیا۔ راضی دل سے اس سازش کو پسند نہ کرتا تھا۔ اس لیے اس نے ابن مقلہ کو ایک حجرہ میں بند کر کے دوسرے دن صبح کو ابن رائق کو اس کے سارے منصوبوں سے آگاہ کر دیا۔ اس نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا، لیکن وزارت کے منصب پر قائم رکھا۔

بغداد پر نجکم کا قبضہ اور اس کی امیر الامرائی

نجکم کے پاس ابن مقلہ کا پیام پہنچ چکا تھا۔ عراق اور خوزستان میں اس کی قوت بھی کافی بڑھ چکی تھی۔ امیر الامرائی کا منصب اتنا جلیل القدر تھا کہ ہر امیر اس کا خواہشمند تھا۔ اس لیے ابن مقلہ کے پیام کے بعد نجکم اس کے حصول کی تدبیر میں مصروف ہو گیا۔ ابن رائق اس سے بے خبر نہ تھا۔ اس کے توڑ کے لیے اس نے ابن بریدی کو لکھا کہ اگر اس وقت تم نجکم کے مقابلہ میں میری مدد کرو تو میں واسطہ کو اس کے قبضہ سے نکالنے کے بعد تمہارے ٹھیکہ میں دے دوں گا۔ نجکم کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بغداد کا ارادہ ملتوی کر کے ابن بریدی سے نمٹنے کے لیے بصرہ کی طرف بڑھا۔ ابن بریدی نے محمد الجہاں کو دس ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ نجکم نے اسے شکست دے کر واپس کر دیا۔ اس وقت اس کو بغداد کی امیر الامرائی کی دھن لگی ہوئی تھی اور تاخیر کی صورت میں طرح طرح کے خطرات تھے۔ اس لیے اس نے ابن بریدی سے مصالحت کی کوشش کی اور اس کو لکھا کہ اگر مجھ کو بغداد کی حکومت کے حصول میں کامیابی ہوگی تو تم کو واسطہ کا حاکم بنا دوں گا اور تم سے رشتہ بھی قائم کر لوں

گا۔ ابن بریدی پیہم لڑائیوں سے گھبرا گیا تھا۔ اس لیے اس پیام مصالحت کو قبول کر لیا اور دونوں میں صلح ہو گئی۔

ابن بریدی کی جانب سے اطمینان حاصل ہونے کے بعد بحکم ذی الحجہ ۳۲۶ھ میں بغداد کی طرف بڑھا۔ ابن رائق برابر اس کے حالات کی خبر رکھتا تھا، چنانچہ وہ اس کے مقابلہ کے انتظام میں بھی مشغول رہا اور بحکم کے نام راضی کا امتناعی حکم بھی بھجوا دیا کہ وہ بغداد کا قصد نہ کرے اور واسط لوٹ جائے۔ اس نے اس کو پڑھ کر پھینک دیا اور پیش قدمی جاری رکھی اور نہر دیالی کے مشرقی جانب فوجیں اتاریں۔ ابن رائق کی فوجیں بھی اس کے مغربی سمت پہنچ چکی تھیں۔ درمیان میں دریا حائل تھا۔ بحکم نے دریا میں فوجیں اتا دیں۔ اس کی یہ ہمت دیکھ کر ابن رائق کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی اور اس نے بغیر لڑے میدان خالی کر دیا اور بحکم نہر کو پار کر کے بغداد کے حدود میں داخل ہو گیا۔ ابن رائق بغداد چھوڑ کر نکل گیا اور بحکم بغیر کسی جنگ کے آسانی کے ساتھ بغداد میں داخل ہو گیا۔

اس زمانہ میں خود خلفا میں کوئی دم ختم نہ تھا اور وہ ہر غالب قوت کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ اس لیے راضی نے بحکم کی کوئی مخالفت نہیں کی بلکہ دوسرے دن اس کو بلا کر خلعت عطا کیا اور ابن رائق کی جگہ امیر الامرائی کے منصب پر سرفراز کیا۔

بغداد پر ابن رائق کا دوبارہ قبضہ

موصل میں آل حمدان عباسی حکومت کے زیر سیادت حکومت کرتے تھے اور اس کو سالانہ خراج ادا کرتے تھے۔ راضی کے زمانہ میں ناصر الدولہ والی موصل نے خراج روک دیا تھا۔ اس لیے بحکم کی امیر الامرائی کے بعد ۳۲۷ھ میں راضی اور بحکم نے موصل پر فوج کشی کی۔ راضی تکریت میں ٹھہر گیا اور بحکم نے آگے بڑھ کر کھیل میں ناصر الدولہ کو شکست دی۔ وہ شکست کھا کر آمد چلا گیا اور بحکم نصیبین میں ٹھہر گیا۔ ابن رائق اس وقت بغداد میں روپوش تھا۔ یہاں کا میدان خالی پا کر اس نے قرامطہ کی مدد سے بغداد پر قبضہ کر لیا۔ اس لیے بحکم کو ناصر الدولہ کی مہم نامتمام چھوڑ کر لوٹ جانا پڑا۔ اس کے ہنٹے ہی ناصر الدولہ نے نصیبین اور دیار ربیعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کو اب تک بغداد پر ابن رائق کے قبضہ کی خبر نہ تھی۔ اس لیے نصیبین پر قبضہ کے بعد پانچ لاکھ درہم ادا کر کے راضی سے صلح کر لی۔

بحکم کی واپسی اور شام کی حکومت پر ابن رائق کا تقرر

ابن رائق کے پاس کوئی قوت نہ تھی۔ اس نے محض راضی اور نجکم کی عدم موجودگی سے ذمہ اٹھا کر بغداد پر قبضہ کر لیا تھا جو مستقل قائم نہ رہ سکتا تھا۔ اس سے اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس کے ذریعہ وہ مصر و شام کی حکومت جس کی طمع اسے وزیر ابوالفتح نے دلائی تھی حاصل کرے چنانچہ راضی اور نجکم کی واپسی کے قبل ہی اس نے راضی سے صلح کر لی اور راضی نے اس کی خواہش کے مطابق اس کو دیار مصر حراں رہا، قسریں کی چھاؤنی اور عوام و غیرہ کا والی بنا دیا۔ حکومت کا پروانہ ملنے کے بعد اس نے بغداد چھوڑ دیا اور ربیع الاول ۳۲۷ھ میں راضی اور نجکم دونوں بغداد واپس آ گئے۔ ❀

بالبا کی بغاوت اور گرفتاری

نجکم کو ناصر الدولہ اور ابن رائق کی جانب سے اطمینان حاصل ہوا تھا کہ ایک ترکی افسر بالبا باغی ہو گیا۔ یہ انبار میں نجکم کی جانب سے نیابت کرتا تھا۔ اس نے اس سے درخواست کی کہ پورا افراتی علاقہ اس کی حکومت میں دے دیا جائے تاکہ وہ ابن رائق والی شام سے اس کی حفاظت کر سکے۔ نجکم نے اسے منظور کر لیا، لیکن حکومت کا پروانہ ملنے کے بعد وہ ابن رائق سے مل گیا اور راضی اور نجکم کے مقابلہ میں اس کا حامی و مددگار بن گیا۔ ان دونوں کے اتحاد سے نجکم کو خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس نے فوراً اس کے مقابلہ کے لیے ایک فوج روانہ کی۔ یہ خفیہ نقل و حرکت کرتی ہوئی رجب پہنچ گئی اور بالبا کو دفعۃً گرفتار کر لیا اور وہ بغداد لاکر قید کر دیا گیا۔

ابن بریدی کی فتنہ انگیزی اور ناکامی

نجکم اور ابن بریدی میں ظاہری صلح تو ہو گئی تھی، لیکن اندرونی تعلقات خراب رہے۔ ۳۲۶ھ میں نجکم کے وزیر ابو جعفر محمد بن یحییٰ نے تعلقات استوار کرانے کی کوشش کی۔ نجکم خود تو اس سے صاف ہو گیا اور چھ لاکھ سالانہ پر ابن بریدی کو واسطہ کا ٹھیکہ دے دیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ عباسی وزیر ابوالفتح فضل بن جعفر کی موت کے بعد ابن بریدی کو راضی کا وزیر بنوا دیا۔ وہ خود تو خوزستان میں رہتا تھا بغداد میں اس کی جانب سے عبداللہ بن علی نیابت کرتا تھا۔ نجکم نے اس کی لڑکی سے شادی بھی کر لی تھی، لیکن ابن بریدی بڑا خود غرض اور کینہ پرور تھا۔ احسانات اور تعلقات کے بعد بھی صاف نہ ہوا اور برابر اس کو زیر کرنے کی تدبیر میں مشغول رہا۔

عراق فارس اور خوزستان کے لیے بنی بویہ و شمگیر اور ابن بریدی تین طاقتوں میں کشمکش جاری

تھی۔ ابن بریدی نے نجکم کو بغداد سے ہٹانے کے لیے اس کے پاس کہلا بھیجا کہ تم عراق پر فوج کشی کر دو۔ بنی بویہ تمہاری مدافعت میں لگ جائیں گے اور میں ابواز پر قبضہ کر لوں گا۔ نجکم اس کے فریب میں آ گیا اور بنی بویہ کے مقابلہ کے لیے حلوان کی طرف بڑھا اور ابوز کر یا سوی کو فوج دے کر ابن بریدی کی مدد کے لیے بھیجا۔ اس نے اس کو بنی بویہ کے مقابلہ کے لیے بہت ابھارا، لیکن ابن بریدی اس کا منظر تھا کہ جیسے ہی نجکم بنی بویہ سے الجھے وہ بغداد پہنچ کر قبضہ کر لے۔ اس لیے برابر ٹالتا رہا۔ ابوز کر یا کو اس کا اندازہ ہو گیا۔ اس نے نجکم کو خبر دی، اس لیے وہ راستہ ہی سے بغداد لوٹ گیا اور فوجیں جمع کر کے بری اور بحری دونوں سمتوں سے واسطہ پر فوج کشی کر دی ابن بریدی کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ واسطہ چھوڑ کر بصرہ چلا گیا اور نجکم نے آسانی کے ساتھ اس پر قبضہ کر لیا۔

شام پر ابن رائق کا قبضہ اور اشیدی حکومت سے صلح

اوپر گزر چکا ہے کہ راضی نے ابن رائق کو دیار مصر اور رہا اور حران کا والی بنا دیا تھا۔ اس زمانہ میں شام و مصر کا علاقہ اشیدی حکومت کے ماتحت تھا۔ صرف شام کے چند سرکاری مقامات براہ راست عباسی حکومت کے قبضہ میں تھے۔ ابن رائق نے شام کی سرحد پر اشیدی مقبوضات پر حملہ کر کے حمص، دمشق اور رملہ سے اشیدی اعمال نکال دیئے اور مصر کی طرف بڑھا۔ عریش میں محمد بن طغج اشیدی نے روکا۔ ابن رائق نے اسے شکست دی اور اس کی فوجیں لوٹ میں مشغول ہو گئیں۔ اشیدی فوجوں کا ایک حصہ کمین گاہ میں چھپا تھا۔ اس نے نکل کر حملہ کر دیا۔ ابن رائق کی فوجیں غافل تھیں۔ اس لیے ان کو فاش شکست ہوئی اور ابن رائق کو ناکام واپس جانا پڑا۔ اس کی واپسی کے بعد محمد بن طغج نے اپنے بھائی ابونصر کو ایک بڑی فوج کے ساتھ دمشق روانہ کیا۔ لجون میں دونوں کا مقابلہ ہوا اور ابونصر شکست کھا کر مقتول ہوا۔ ابن رائق نے اس کی لاش طغج کے پاس اپنے لڑکے مزاحم کے ہمراہ بحفاظت مصر بھجوا دی اور اس کو لکھا کہ میرا ارادہ قتل کرنے کا نہ تھا۔ یہ واقعہ بالکل اتفاقی طور پر پیش آ گیا، جس کا مجھ کو افسوس ہے۔ میں اپنے لڑکے کو فد یہ میں بھیجتا ہوں، اگر آپ چاہیں تو اس کو اپنے بھائی کے بدلہ میں قتل کر سکتے ہیں۔ محمد بن طغج اس تحریر سے متاثر ہوا اور مزاحم کو عزت و تکریم کے ساتھ ٹھہرایا اور خلعت دے کر واپس کیا اور دونوں میں اس تقسیم پر مصالحت ہو گئی کہ رملہ اس پار مصر تک اشیدی حکومت کا رقبہ ہے۔ اس میں ابن رائق آئندہ مداخلت نہ کرے گا۔ باقی شام کا پورا علاقہ ابن رائق کی حکومت میں رہے گا اور وہ ایک لاکھ چالیس ہزار دینار سالانہ اشیدی حکومت کو ادا کیا کرے گا۔

اوپر کے واقعات سے یہ ظاہر ہے کہ راضی کا پورا دور حوادث و فتن کا آماج گاہ رہا۔ امرا و عمال کی

خود سری جنگ و جدال اور بد امنی کی وجہ سے خراج کی آمدنی اتنی گھٹ گئی تھی کہ حکومت کے اخراجات بھی پورے نہ ہوتے تھے اور آئے دن وزارتیں بدلتی تھیں، لیکن اس صورت حال کی اصلاح کی کوئی شکل نہ نکلتی تھی۔ امیر الامرائی کے عہدہ کے قیام سے بھی کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ ان پر شور حالات کی وجہ سے اس کے زمانہ میں کئی وزارتیں بدلیں۔

وزارتیں

راضی کا پہلا وزیر ابوعلی بن مقلد تھا۔ اس کے حالات مقتدر کے عہد میں لکھے جا چکے ہیں۔ کئی سال وزارت کرنے کے بعد اسے فوج کی بغاوت کی بنا پر وزارت کے عہدہ سے ہٹا پڑا۔ اس کے بعد عبدالرحمن بن عیسیٰ کو یہ منصب ملا، لیکن اس میں بگڑے ہوئے نظام کو سنبھالنے کی مطلق صلاحیت نہ تھی۔ اس لیے چند ہی دنوں کے بعد خود مستعفی ہو گیا۔ اس کے بعد ابو جعفر محمد بن کرنی وزیر بنایا گیا۔ اس میں بھی کوئی اہلیت نہ تھی۔ یہ اتنا پستہ قد تھا کہ جب خلیفہ کی پیشی میں کھڑا ہوتا تھا تو اس کا سر تخت خلافت تک نہ پہنچتا تھا۔ اس کے لیے تخت کو نیچا کرنا پڑا۔ لوگوں نے اس کو بدشگونی پر محمول کیا۔ کم از کم اس کے حق میں یہ بدشگونی صحیح ثابت ہوئی اور چند ہی دنوں کے بعد حالات نے ایسی پیچیدہ شکل اختیار کر لی کہ اسے وزارت چھوڑ کر روپوش ہو جانا پڑا۔ اس کے بعد سلیمان بن وہب بن مخلد کو یہ عہدہ ملا، لیکن یہ بھی ناکام رہا۔ جب وزیر اسے ملک کی حالت اور حکومت کا میزانیہ نہ سنبھل سکا، تو ابن رائق نے اس خدمت کے لیے اپنے کو پیش کیا اور ذمہ داری لی کہ اگر تمام اختیارات اس کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں تو جس طرح ممکن ہو گا وہ حکومت کے اخراجات پورے کرے گا۔ راضی کو چارونا چار منظور کرنا پڑا اور امیر الامرا کا عہدہ قائم کر کے ابن رائق کو اس منصب پر سرفراز کیا اور حکومت کے جملہ اختیارات اسے تفویض کر دیئے۔ امیر الامرائی کے قیام کے بعد وزارت کا عہدہ تو برائے نام قائم رہا، مگر اس کے اختیارات سب سلب ہو گئے۔ امور مملکت کا ذمہ دار اور اس کے سیاہ و سپید کا مالک امیر الامرا ہوتا تھا۔ وزیر کی حیثیت اس کے ماتحت کاتب سے زیادہ نہ تھی۔ ابن رائق نے سلطنت کے اخراجات پورے کرنے کی ذمہ داری تولے لی تھی، لیکن اسے پورا کرنا مشکل تھا۔ اس لیے اس کو کسی ایسے وزیر کی تلاش تھی جو اخراجات کے لیے روپیہ فراہم کر سکے۔ ابوالفتح فضل ابن جعفر دولت عباسی کی جانب سے مصر و شام کے خراج کا والی تھا۔ ان دونوں مقاموں پر نیم آزاد حکومتیں قائم تھیں۔ ان سے خراج وصول کرنے کی خدمت ابن جعفر کے سپرد تھی۔ اس لیے ابن رائق نے اسے بلا کر منصب وزارت تفویض کیا کہ اس کے ذریعہ مصر و شام کے محاصل مل جایا کریں گے۔ راضی نے اسے خلعت

سے نوازا، لیکن چند ہی دنوں کے بعد ابن رائق نے اپنی غرض سے جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے اس کو خراج کے عہدہ پر واپس کر دیا۔ اس کے بعد سابق وزیر ابن مقلہ کو دوبارہ منصب وزارت ملا۔ اس کے اور ابن رائق کے درمیان جو واقعات پیش آئے اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ ابن مقلہ کے بعد سلیمان بن حسن اس خدمت پر مامور ہوا اور اسی پر راضی کے دور کا خاتمہ ہو گیا۔ ❀

وفات

ربیع الاول ۳۲۹ھ میں راضی مرض استقائیں مبتلا ہوا اور اسی مہینہ میں انتقال کر گیا۔ انتقال کے وقت کل ۳۲ سال کی عمر تھی۔ مدت خلافت چھ سال دس مہینے۔

راضی کے زمانہ میں عباسی خلافت کی زبوں حالی

گوراضی میں بہت سے اوصاف تھے اور اس نے خلافت کا ظاہری ٹھاٹھ اور وقار قائم رکھا، لیکن اس کی جڑیں کھوکھلی ہو چکی تھیں۔ اس لیے اس کو نہ سنبھال سکا اور اس کے زمانہ میں دولت عباسیہ کے پرزے اڑ گئے۔ مغرب یعنی شمالی افریقہ کا علاقہ عرصہ سے عباسیوں کے ہاتھ سے نکل چکا تھا اور یہاں علویوں کی آزاد حکومت قائم تھی۔ مصر اور شام کے ایک حصہ میں محمد بن طغ کی نیم آزاد حکومت قائم تھی۔ وہ صرف عباسی حکومت کو خراج ادا کرتا تھا۔ مشرقی صوبوں میں بھی جو عباسی حکومت کا خاص علاقہ تھا دوسرا امرانے آزاد اور نیم آزاد حکومتیں قائم کر لی تھیں۔ ماوراء النہر میں سامانی حکمران تھے۔ موصل، دیار ربیعہ اور دیار مضر میں آل حمدان کی حکومت تھی۔ طبرستان اور جرجان میں دیلمی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ فارس کا علاقہ اور خوزستان کا ایک حصہ عماد الدولہ کے قبضے میں تھا اور اس کے بڑے حصہ پر ابو عبد اللہ بریدی مسلط تھا۔ عراق عجم کے لیے رکن الدولہ اور وشمگیر میں رسہ کشی ہو رہی تھی۔ کرمان ابو علی محمد بن الیاس کے تصرف میں تھا۔ بحرین اور یمامہ پر قرامطہ مسلط تھے۔ بصرہ اور واسط ابن رائق کے پاس تھے۔ غرض عراق سے لے کر سندھ تک دولت عباسیہ ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھی۔ خلیفہ کے قبضہ میں صرف بغداد اور اس کے نواح کا حصہ رہ گیا تھا۔ ابن رائق کی امیر الامرائی کے بعد اس پر بھی راضی کو کوئی اختیار نہ رہ گیا اور محض زربنگار تخت پر بیٹھ کر اس ادبار کا تماشا دیکھتا رہا۔

لیکن اس زوال و انحطاط کے زمانہ میں بھی اس نے عباسی دربار کی تمام پرانی روایات اور خصوصیات کو قائم رکھا۔ اس کا عہد اس بہار کا آخری منظر تھا۔ دربار کے تمام پرانے آداب و رسوم اسی طرح قائم تھے۔ اہل علم اورندیوں کا مجمع رہتا تھا۔ شاہی خدم و حشم، حاجب و چاؤش، عطایا و انعامات ❀ یہ تمام حالات الفخری ص ۲۵۳ تا ۲۵۵ سے ماخوذ ہیں۔ کہیں کہیں پر ابن اثیر سے بھی مدد لی گئی ہے۔

اور مصارفِ مطبخ کسی چیز میں کمی نہیں آنے دی۔ ❁ لیکن اس کے بعد ہی اس بہار پر خزاں آ گئی۔

اوصاف

علمی اوصاف کے اعتبار سے راضی نہایت لائق خلیفہ تھا۔ تاریخ ادب اور شاعری سے خاص ذوق رکھتا تھا۔ خود بھی خوشگوار اور قادر الکلام شاعر تھا۔ سلاطین و فرمانرواؤں کی طرح محض تہرکا اس کی شاعری نہ تھی بلکہ صاحب دیوان تھا۔ تاریخ کی کتابوں میں اس کے متفرق اشعار ملتے ہیں۔ دو شعر نمونہ یہ ہیں: ❁

یصفر وجہی اذا تاملہ حتی کان الذی بوجنتہ
طرفی و یحمر وجہہ خجلا من دم جسمی الیہ نقلا

”جب میں اس کی جانب نگاہ کرتا ہوں تو میرا چہرہ زرد اور اس کے رخسارے شرم سے سرخ ہو جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے جسم کا خون اس کے رخساروں میں منتقل ہو گیا ہے۔ اس لیے میرا جسم تو زرد ہو جاتا ہے اور اس کا چہرہ سرخ۔“

تاریخ میں اس کے معلومات نہایت وسیع تھے اور تاریخی مذاکروں سے اسے بڑی دلچسپی تھی۔ علما اور اہل کمال کا بڑا قدردان تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے ارباب کمال جمع اور اس کی فیاضیوں سے مستفیض ہوتے تھے۔ ❁

فیاضی اور سیرچشمی میں بھی اپنے اسلاف کی یادگار تھا۔ اس کے ندیم اور حاشیہ نشین اس کی فیاضیوں سے مالا مال تھے۔ وہ روزانہ انہیں کوئی نہ کوئی انعام عطا کرتا تھا۔ جو لوگ چند دن بھی اس کے دربار میں رہ جاتے وہ اتنے مالا مال ہو جاتے کہ پھر انہیں کوئی احتیاج باقی نہ رہتی تھی اگر اس کی غلط بخششوں پر کوئی ٹوکتا تو جواب دیتا کہ میں اس بارہ میں امیر المؤمنین سفاح کا پیرو ہوں۔ ان کا طریقہ تھا کہ جب کوئی ندیم یا مغنی آتا تو اس کو کچھ نہ کچھ ضرور دیتے اور کہتے کہ مجھے اس شخص پر تعجب آتا ہے کہ ایک شخص اس کو خوش کرتا ہے تو وہ نقد حاصل کر لیتا ہے اور اس کا معاوضہ ادھار پر نال دیتا ہے۔ ❁

(10) تاریخ الخلفاء ص ۲۵۵ و تاریخ الخلفاء ص ۲۰۲۔

❁ الفخری ص ۲۵۲ و ابن اثیر ص ۱۱۹۔
❁ مروج الذهب ج ۸ ص ۳۸۹۔
❁ مروج الذهب ج ۸ ص ۳۸۹۔

ابو اسحاق ابراہیم بن مقتدر الملقب بہ متقی باللہ

(۳۲۹ھ تا ۳۳۳ھ مطابق ۹۴۱ء تا ۹۴۴ء)

راضی کے بعد ارکان دولت نے راضی کے بھائی ابراہیم کو خلیفہ منتخب کیا اور ربیع الاول ۳۲۹ھ میں وہ تخت نشین ہوا اور متقی باللہ لقب اختیار کیا۔ اس وقت اس کا چونتیسواں سال تھا۔

امیر الامرائیکم اس وقت واسط میں تھا۔ متقی نے اس کے پاس خلعت اور لوائے خلافت بھیجا۔ سلامہ طولونی کو حجاب کا منصب عطا کیا اور وزارت پر سلیمان بن دہب بدستور قائم رہا، لیکن اس کی وزارت برائے نام تھی۔ اختیارات تمام تر امیر الامرا کے ہاتھوں میں تھے۔ فارس، عراق اور خوزستان میں امرا کی کشمکش برابر جاری رہی بلکہ اس کا سلسلہ اور زیادہ وسیع ہو گیا، لیکن اس کو دولت عباسیہ سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ اس لیے ان کے صرف وہی حالات لکھے جائیں گے جن کو براہ راست دولت عباسیہ سے کوئی تعلق ہوگا۔

بحکم کی موت

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ راضی کے آخری دور میں بحکم نے ابن بریدی کو واسط سے نکال دیا تھا۔ اسی سفر میں اس نے دولت کی طمع میں کردوں کے ایک جگہ پر حملہ کر دیا، لیکن وہ خود ہی ایک کرد کے نیزہ کا نشانہ بن گیا۔ اس کی موت کی خبر بغداد پہنچی تو متقی نے اس کا گھر ضبط کر کے اس کی بے شمار دولت پر قبضہ کر لیا۔ ❁

ابن بریدی کا سب سے بڑا حریف بحکم تھا۔ اس کی موت سے اس کا راستہ صاف ہو گیا۔ بحکم کی دیلمی سپاہ بھی اس کے پاس چلی گئی۔ یہ سب روپے کے بھوکے تھے اور واسط دولت کا خزانہ تھا۔ اس لیے روپیہ کی طمع میں واسط کی طرف بڑھے۔ متقی کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے روکنے کی کوشش کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو روپے کی ضرورت ہے، اگر یہ روپیہ ہمیں مل جائے تو ہم لوٹ جائیں گے۔ متقی نے ڈیڑھ لاکھ دینار بھجوا دیے۔ روپے ملنے کے بعد انہوں نے پھر کہلا بھیجا کہ ہم حکومت کی جانب سے ابن بریدی کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے ہم کو مزید روپیہ دیا جائے اور مقابلہ کے لیے کوئی افسر مقرر کیا جائے۔ متقی نے اسے بھی منظور کر لیا اور چار لاکھ دینار دیلمی سپاہ اور بغدادی فوج میں تقسیم کیے اور سلامہ حاجب کو ان کا افسر مقرر کیا اور یہ سب ابن بریدی کے مقابلہ کے لیے نہر دیالی پر جمع ہوئے۔

❁ ابوالفدا ج ۲، ص ۲۸۔

بغداد پر ابن بریدی کا قبضہ، ناکام واپسی اور کور تکین کی امیر الامرائی

ابن بریدی عرصہ سے امیر الامرائی کا خواہشمند تھا۔ اس لیے بحکم کی موت کے بعد وہ بغداد کی طرف بڑھا۔ دیالمہ جو سلامہ حاجب کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لیے جمع ہوئے تھے اس کو روکنے کے بجائے کچھ تو اس سے مل گئے اور کچھ بنی حمدان کے پاس موصل چلے گئے۔ اس لیے سلامہ طولونی اور دوسرے امرا کو روپوش ہو جانا پڑا اور ابن بریدی بغداد کے دروازے پر پہنچ گیا۔ یہاں کوئی روکنے والا نہ تھا۔ یہ صورت دیکھ کر امراء بغداد نے اپنا کل سامان بغداد سے منتقل کر دیا اور رمضان ۳۲۹ھ میں ابن بریدی بغداد میں داخل ہو گیا، لیکن اپنے تہمرد اور سرکشی سے متقی سے نہیں ملا، مگر وہ اتنا مجبور و بے بس تھا کہ ابن بریدی کی پذیرائی کرنے پر مجبور ہو گیا اور بغداد کے داخلہ پر خود اس کے پاس پیام تہنیت کہلا بھیجا اور اس کے لیے مطبخ شاهی سے خاصہ بھجواتاربا، لیکن اس کے باوجود اس کی رعوت میں فرق نہ آیا اور بزور و زبردت کو معزول کر کے بصرہ کی جیل میں بھجوا دیا اور متقی سے فوجی اخراجات کے لیے پانچ لاکھ دینار طلب کیے اور دھمکی دی کہ اگر دینے میں ذرا تامل ہوا تو معتز، مستعین اور مہندی کی طرح اس کا بھی حشر ہوگا۔ متقی بے بس تھا اس لیے اس کو چار و ناچار یہ رقم حوالہ کرنی پڑی۔ ابن بریدی نے یہ کل رقم خود لے لی اور فوج کو ایک حصہ نہ دیا۔ اس لیے ترک اور دیلمی دونوں اس سے بگڑ گئے۔ ترکوں کا سردار کور تکین بھی ساتھ ہو گیا اور دونوں نے اس سے کل سامان چھین لیا۔ بغداد کے عوام نے بھی دیالمہ کا ساتھ دیا۔ اس لیے ابن بریدی مقابلہ نہ کر سکا اور اسے بغداد چھوڑ کر واسط بھاگ جانا پڑا۔ متقی میں خود کوئی دم نہ تھا۔ اس لیے بریدی کی طرح اس کو کور تکین کی بھی پذیرائی کرنی پڑی اور اس کو بادل ناخواستہ امیر الامرا بنا دیا۔

اوپر گزر چکا ہے کہ دیلمی فوج کا ایک حصہ بنی حمدان کے پاس موصل چلا گیا تھا۔ یہ بھی روپیہ کے طالب تھے، لیکن بنی حمدان سے انہیں کچھ حاصل نہ ہوا۔ اس وقت عباسی امراء میں سب سے بڑی شخصیت ابن رائق والی شام کی تھی۔ اس لیے یہ لوگ موصل سے شام پہنچے اور ابن رائق کو بغداد چلنے پر آمادہ کیا۔ اسی دوران میں اس کی طلبی میں متقی کا خط آ گیا۔ یہ خود بھی بغداد کی امیر الامرائی کا خواہشمند تھا۔ اس لیے فوراً بغداد روانہ ہو گیا۔ ابن بریدی کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے موقع پا کر واسط پر قبضہ کر لیا۔ اس درمیان میں ابن رائق بغداد کے قریب پہنچ گیا۔ عکبر امین اس کا اور کور تکین کا مقابلہ ہوا اور معمولی جھڑپ کے بعد ابن رائق مغربی سمت سے بغداد میں داخل ہو گیا۔ دوسری جانب سے کور تکین اپنی پوری قوت کے ساتھ مشرقی سمت سے پہنچ گیا۔ اس کے داخلہ کے بعد ابن رائق مایوس ہو گیا، لیکن

اتفاق سے اہل بغداد اس کے ساتھ ہو گئے اور دونوں نے مل کر کورٹکین کو شکست دے دی۔ کورٹکین کی شکست کے بعد متقی نے ابن رائق کو امیر الامرائی کا منصب عطا کیا۔

بغداد پر ابن بریدی کا قبضہ اور ابن رائق اور متقی کا فرار

لیکن وہ مالی دشواریوں کی وجہ سے زیادہ دنوں تک اس منصب پر نہ رہ سکا۔ فوجوں نے اس سے روپے کا مطالبہ شروع کیا۔ ابو عبد اللہ بن بریدی نے واسطہ پر قبضہ کر کے خراج روک دیا تھا۔ اس لیے ابن رائق فوج کا مطالبہ پورا نہ کر سکا اور وہ اس کا ساتھ چھوڑ کر ابن بریدی کے پاس چلی گئی۔ اس نے فوراً اپنے بھائی ابوالحسین کو فوج کے ساتھ بغداد روانہ کر دیا۔ ابن رائق اور اہل بغداد دونوں نے مل کر اس کا مقابلہ کیا، لیکن ابوالحسین نے دونوں کو شکست دی اور متقی کو بغداد چھوڑ کر موصل چلا جانا پڑا۔ بغداد پر قبضہ کے بعد ابوالحسین اور اس کی فوج نے شہر کو خوب لوٹا اور اہل شہر پر بڑے مظالم ڈھائے۔ تمام عمائد سلطنت شہر چھوڑ کر نکل گئے اور ابن بریدی کی فوج نے بغداد لوٹ کر بالکل ویران کر دیا۔

ابن رائق کا قتل اور بغداد پر متقی کا دوبارہ قبضہ اور ناصر الدولہ کی امیر الامرائی

متقی بغداد سے نکلنے کے بعد موصل چلا گیا۔ حدود موصل میں پہنچنے کے بعد اپنے لڑکے ابو منصور کو ابن رائق کے ساتھ ناصر الدولہ ہمدانی والی موصل کے پاس مدد مانگنے کے لیے بھیجا۔ ناصر الدولہ نے شہزادہ کے شایان شان اس کا اعزاز کیا، لیکن ابن رائق کو جس کے ساتھ اسے پہلے سے دشمنی تھی قتل کر دیا اور خود متقی کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس کو اس وقت ناصر الدولہ کی مدد کی ضرورت تھی۔ اس لیے ابن رائق کے قتل کے واقعہ پر چشم پوشی سے کام لیا اور ناصر الدولہ کو امیر الامرا بنایا اور اس کے بھائی ابوالحسین علی کو سیف الدولہ کا خطاب عطا کیا اور ناصر الدولہ ابن بریدی کو نکالنے کے لیے متقی کے ساتھ بغداد آیا۔ ابن بریدی میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے وہ خود بغداد چھوڑ کر واسطہ چلا گیا اور اہل بغداد کو اس کے مظالم سے نجات ملی۔ ابن رائق کے قتل سے یہ نقصان ہوا کہ دمشق پر ابن طغج والی مصر نے قبضہ کر لیا۔ ❀

ترکوں کی بغاوت اور ناصر الدولہ کی امیرالامرائی کا خاتمہ

بغداد میں ابن بریدی کے پاس ناصر الدولہ کے مقابلہ کی قوت نہ تھی۔ اس لیے وہ بغداد چھوڑنے پر مجبور ہو گیا تھا، لیکن چند دنوں میں واسط میں تیاری کر کے پھر وہ ناصر الدولہ کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ ناصر الدولہ کے بھائی سیف الدولہ نے اسے شکست دے کر واسط واپس کر دیا اور ۳۳ھ میں واسط پر فوج کشی کر کے یہاں سے بھی ابن بریدی کو نکال دیا اور اس کے اصلی مرکز بصرہ پر حملہ کا قصد کر رہا تھا کہ اس کی فوج کے دوسرے ترک افسروں خنجیح اور تورون نے روپیہ کے لیے علم بغاوت بلند کر دیا اور سیف الدولہ کے لشکر گاہ پر حملہ کر کے بغداد بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ ناصر الدولہ اس وقت یہیں تھا۔ اس لیے وہ موصل کو بچانے کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس کے جاتے ہی دیالہ اور ترکوں نے اس کی بغدادی قیام گاہ کو لوٹ لیا اور چند مہینوں کے اندر ناصر الدولہ کی امیرالامرائی کا خاتمہ ہو گیا۔

بغداد پر تورون ترکی کا قبضہ اور اس کی امیرالامرائی

دوسری طرف واسط کی حکومت کے بارہ میں خنجیح اور تورون میں جھگڑا ہو گیا، پھر اس پر فیصلہ ہوا کہ حکومت تورون کے ہاتھ میں رہے گی اور فوج کی سپہ سالاری کا عہدہ خنجیح کے پاس رہے گا۔ ابن بریدی کو اس کے اختلاف کی خبر ہوئی تو اس نے واسط پر قبضہ کر لینے کا ارادہ کیا۔ تورون نے خنجیح کو اس کے مقابلہ پر مامور کیا۔ ابن بریدی نے تورون کو دھوکا دینا چاہا اور اس سے کہلا بھیجا کہ میں واسط کو ٹھیکہ پر لینا چاہتا ہوں۔ تورون اس کے فریب میں نہ آیا اور قاصد کو خوش اسلوبی کے ساتھ واپس کر دیا۔ اس کو خنجیح پر اعتماد نہ تھا۔ اس لیے اس کے پیچھے جاسوس لگا دیا۔ جاسوس نے آ کر خبر دی کہ وہ ابن بریدی سے مل جانا چاہتا ہے۔ یہ خبر سن کر تورون نے دفعۃً خنجیح کے لشکر گاہ پر پہنچ کر اس کو گرفتار کر لیا اور اس کی آنکھوں پر گرم سلایاں پھیر دیں۔ اس دوران میں سیف الدولہ برابر تورون کے مقابلہ کی تیاری کرتا رہا۔ تورون کو اس کی خبر ہوئی تو وہ فوراً بغداد کی طرف بڑھا۔ ابھی سیف الدولہ پورے طور سے تیار نہ ہوا تھا۔ اس لیے اسے بغداد چھوڑ کر موصل جانا پڑا اور رمضان ۳۳ھ میں تورون بغداد میں داخل ہو گیا۔ متقی نے حسب معمول اسے بھی امیرالامرا بنا دیا۔

متقی اور تورون میں بدگمانی

ادھر ابن بریدی نے میدان خالی پا کر واسط پر قبضہ کر لیا۔ اس لیے تورون کو اسے چھڑانے کے

لیے نکلنا پڑا۔ ابن بریدی کا ایک افسر ابو جعفر بن شیرزادہ تورون سے مل گیا۔ اس نے اس کے مزاج میں اتنا رسوخ پیدا کر لیا کہ عباسی امرا تورون سے بدظن ہو گئے اور ابن مقلدہ اور تورون کے بغدادی نائب محمد بن بنال نے متقی کو اس کے خلاف بھڑکا دیا کہ تورون ابن بریدی سے مل گیا ہے اور دونوں نے آپس میں طے کیا ہے کہ آپ کے پاس بحکم کی جو دولت ہے اس پر قبضہ کر کے آپس میں بانٹ لیں اور ابن بریدی کا فوجی افسر ابن شیرزادہ اس غرض سے بھیجا گیا ہے کہ وہ آپ کو پکڑ کر ابن بریدی کے حوالہ کر دے۔ یہ خطرہ سن کر متقی موصل جانے کے لیے آمادہ ہو گیا اور بنی حمدان کو لکھا کہ وہ اس کو لے جانے کے لیے فوجیں روانہ کر دیں۔

تورون کے خوف سے متقی کی موصل روانگی اور دونوں میں مصالحت

ابھی متقی موصل جانے کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ ابو جعفر بن شیرزادہ نے بغداد پہنچ کر حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی اور متقی کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ اس سے اس کو خطرہ کا یقین ہو گیا۔ اس دوران میں ناصر الدولہ کی فوجیں متقی کو لینے کے لیے بغداد پہنچ گئیں اور وہ اپنے اہل و عیال کو لے کر موصل روانہ ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد ابن شیرزادہ نے اہل بغداد پر بڑے مظالم ڈھائے اور ابن بریدی کو متقی کے موصل چلے جانے کی اطلاع دی۔ یہ اطلاع پاتے ہی تورون کو بغداد واپس آنا پڑا۔ متقی کے حدود موصل میں داخلہ کے ساتھ ہی ناصر الدولہ اور سیف الدولہ دونوں اس کی مدد کو پہنچ گئے تھے۔ اس لیے بغداد واپس آنے کے بعد تورون فوراً ان کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گیا اور ناصر الدولہ اور سیف الدولہ دونوں کو شکست فاش دے کر موصل سے بھی نکال دیا۔ متقی نے جب دیکھا کہ ناصر الدولہ اس کی مدد کرنے سے قاصر ہے تو وہ رقتہ چلا گیا اور تورون سے کہلا بھیجا کہ تمہاری اور ابن بریدی کی مصالحت سے مجھے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس لیے میں بنی حمدان کے پاس چلا آیا تھا۔ میری دلی خواہش ہے کہ تم میں اور بنی حمدان میں صلح ہو جائے۔ اس تحریک پر تورون نے ناصر الدولہ سے صلح کر لی۔ صلح کے بعد تورون بغداد لوٹ گیا، لیکن متقی کو تورون کی جانب سے اطمینان نہ تھا۔ اس لیے وہ بنی حمدان ہی کے پاس رقتہ میں مقیم ہو گیا۔ ❁

اس درمیان میں بنی حمدان کے ساتھ تورون کی مشغولیت سے فائدہ اٹھا کر معزز الدولہ دیلمی نے واسطہ پر فوج کشی کر دی تھی۔ بغداد واپس آنے کے بعد تورون نے اسے شکست دے کر واپس کیا۔

❁ یہ تمام حالات ابن خلدون ج ۳ ص ۴۱۰ تا ۴۱۶ سے ماخوذ ہیں۔

ابو عبد اللہ بن بریدی کی موت

مسلل لڑائیوں نے ابو عبد اللہ بن بریدی کی مالی حالت بہت خراب کر دی تھی۔ اس کا بھائی ابو یوسف دولت مند تھا۔ ابو عبد اللہ ایک عرصہ تک اس سے قرض لیتا رہا، لیکن وہ کب تک اس کے بار کا متحمل ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ ابن بریدی کی ناداری اور ابو یوسف کے تمول کی وجہ سے ابن بریدی کی فوج بھی ابو یوسف کی طرف مائل ہو گئی تھی۔ ابو یوسف اس سے ابن بریدی کے اسراف اور بے تدبیری کی شکایت کیا کرتا تھا۔ ابن بریدی کو اس کی خبریں برابر ملتی رہیں۔ یہ بھی اس کو معلوم ہوا کہ ابو یوسف اسے ہٹا کر اس کی جگہ لینا چاہتا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض اور ایسے واقعات پیش آئے کہ ابن بریدی ابو یوسف کا جانی دشمن بن گیا اور دھوکے سے اسے قتل کرا دیا۔ اس واقعہ کے آٹھ مہینے بعد شوال ۳۳۲ھ میں ابن بریدی کا بھی وقت آخر ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی ابو الحسین اس کا جانشین ہوا، لیکن اس میں کوئی اہلیت نہ تھی۔ اس لیے فوج نے اسے ہٹا کر اس کے بھتیجے ابو القاسم کو حاکم بنادیا۔

بیرونی مہمات

دولت عباسیہ کی زبوں حالی کی وجہ سے بیرونی مہمات کا سلسلہ عرصہ سے رک گیا تھا جس سے رومیوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے، چنانچہ ۳۳۰ھ میں وہ شام کی سرحد میں گھس آئے اور نواح حلب کو تاخت و تاراج کر کے پانچ ہزار آدمی گرفتار کر کے لے گئے۔ خلافت بغداد میں مقابلہ کی سکت باقی نہ تھی۔ خود شام کے مسلمانوں نے اس کا انتقام لیا اور رومی حدود میں تاخت کر کے بہت سامان غنیمت حاصل کیا اور کئی بطریق گرفتار کیے۔

اسی زمانہ میں مسیحیوں کو یہ خبر ملی کہ رہا کے کنیہ میں ایک رومال ہے جس سے حضرت مسیح علیہ السلام نے منہ صاف کیا تھا اور اس پر آپ کے چہرہ کی شبیہ آگئی تھی۔ اس لیے ۳۳۳ھ میں قیصر روم نے متقی کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر یہ مقدس رومال اس کے پاس بھجوا دیا جائے تو اس کے بدلہ میں ان تمام مسلمان قیدیوں کو جو اس کے یہاں اسیر ہیں رہا کر دے گا۔

متقی نے قضاۃ اور فقہاء سے مشورہ کیا۔ بعضوں نے رائے دی کہ رومال بھیج کر قیدیوں کو چھڑا لینا چاہیے، لیکن بعض اشخاص نے اختلاف کیا اور کہا کہ یہ رومال عرصہ دراز سے مسلمانوں کی ملک میں چلا آ رہا ہے۔ آج تک کسی رومی فرمانروا نے اس کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس کے دینے میں مسلمانوں کی

مخالفت کا اندیشہ ہے، لیکن بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ رومال بھیج کر قیدیوں کو چھڑا لینا زیادہ بہتر ہے چنانچہ اس کے معاوضہ میں بہت سے مسلمانوں کی جانیں بچ گئیں۔ ❁

۳۳۲ھ میں روسیوں نے بحر اسود کی راہ سے آذربائیجان پر حملہ کر دیا اور بڑھتے ہوئے بروہ تک پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے مقابلہ کیا، لیکن انہیں شکست ہوئی اور روسی بروہ میں داخل ہو گئے، مگر آبادی سے کوئی تعرض نہیں کیا، لیکن مسلمانوں نے روسیوں پر سنگباری شروع کر دی۔ روسیوں نے پہلے انہیں روکنے کی کوشش کی، مگر جب وہ باز نہ آئے تو روسیوں نے جوش غضب میں ہزاروں مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ اس سے مسلمانوں میں بڑا جوش و خروش پیدا ہو گیا اور انہوں نے جہاد کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان پر ہر طرف سے مسلمان ٹوٹ پڑے اور روسیوں کو شکست دے کر نکال دیا۔ ❁

وزارت

دولت عباسیہ میں وزارت کا عہدہ بڑا جلیل القدر تھا۔ وزیر ہی نظام حکومت کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ اس لیے لائق ترین اشخاص کا انتخاب کیا جاتا تھا، لیکن خلافت پر زوال کے ساتھ ساتھ وزارت کی اہمیت بھی گھٹتی گئی، اور امیر الامرا کے عہدہ کے قیام کے بعد تو اس کی وقعت بالکل ہی جاتی رہی اور حکومت کے تمام اختیارات امیر الامرا کے ہاتھ میں آ گئے تھے۔ وزارت کا محض نام رہ گیا تھا اور اس کے لیے کسی قابلیت کی بھی شرط نہیں رہ گئی تھی۔ امیر الامرا جسے اپنے مفید مطلب سمجھتا، اسے وزیر بناتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر کس و نا کس وزیر ہونے لگا اور وزارت کا عہدہ تماشا بن کے رہ گیا۔ متقی کے زمانہ میں کوچہ و بازار میں اس کا مضحکہ اڑایا جانے لگا۔ قاضی تنوخی لکھتے ہیں کہ بنی عباس کے سیاسی نظام میں سب سے پہلے عہدہ قضا پر زوال آیا اور بے علم قضاة مقرر ہونے لگے، پھر وزارت پر زوال طاری ہوا اور متقی کے عہد میں اس کی شان و شوکت کا بالکل خاتمہ ہو گیا اور گلی کوچوں میں اس کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ ابوالحسن بن عباس کا بیان ہے کہ میں نے شارع خلد میں دیکھا کہ ایک جگہ ہندو کا تماشا ہو رہا ہے۔ مداری بندر سے پوچھتا ہے کہ تم بڑا زبنا چاہتے ہو۔ وہ سر کے اشارے سے ہاں کہتا ہے، پھر پوچھتا جاتا ہے غطار بننا چاہتے ہو؟ اس پر بھی وہ ہاں کہتا ہے۔ اسی طریقہ سے مداری مختلف پیشوں کے متعلق پوچھتا جاتا ہے اور ہندو سر ہلا کر اثبات میں جواب دیتا جاتا ہے۔ آخر میں سوال کرتا ہے کہ وزیر بننا چاہتے ہو؟ اس پر وہ سر ہلا کر انکار کرتا ہے اور اس سے سارا مجمع لطف اندوز ہوتا ہے۔ ❁

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ متقی کے دور میں وزارت کس درجہ تک پہنچ گئی تھی۔ امیر الامرا کی

❁ ابن اثیر ج ۸ ص ۱۳۱-۱۳۲ ❁ ابن اثیر ج ۸ ص ۱۳۱-۱۳۲ ❁ جامع التواریخ قاضی تنوخی ص ۱۱۴

قیام کے بعد وزرا کا عزل و نصب امیر الامرا کے ہاتھوں میں آ گیا تھا اور خود اس عہدہ کو بھی قرار نہ تھا۔ جو امیر غالب ہوتا تھا وہ امیر الامرائی کے منصب پر قابض ہو جاتا تھا۔ اس لیے وزارتیں بھی آئے دن بدلتی رہتی تھیں چنانچہ متقی کے مختصر دور حکومت میں کئی وزارتیں بدلیں۔ کوئی وزیر تین چار مہینوں کے سے زیادہ اپنے عہدہ پر نہ رہنے پاتا تھا۔ اس کا پہلا وزیر سلیمان بن وہب بن مخلد تھا۔ چار مہینے بعد ابوالخیر احمد بن محمد بن میمون کو قلمدان وزارت سپرد ہوا۔ یہ محض برائے نام وزیر تھا۔ چھ مہینے کے بعد یہ بھی ہٹایا گیا اور ابن بریدی اس منصب کے لیے نامزد ہوا لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد بغدادی فوج کی بغاوت کی وجہ سے اسے بھی بھاگنا پڑا۔ اس کے بعد وزارت کا کام عبدالرحمن بن عیسیٰ کے سپرد ہوا۔ اصل وزیر ابواسحاق محمد بن احمد اسکا فی تھا لیکن یہ کوئی کام نہ کرتا تھا۔ اس کی مدت وزارت کل چالیس دن تھی۔ اس کے بعد محمد بن قاسم کرنی وزیر مقرر ہوا۔ چند دنوں کے بعد پھر ابن بریدی وزیر ہوا لیکن کل ایک مہینہ کے اندر اس کی دوسری وزارت بھی ختم ہو گئی اور احمد بن عبید اللہ اصفہانی کو یہ منصب سپرد ہوا۔ اس میں مطلق کوئی صلاحیت نہ تھی۔ اس کے بعد ابن مقصد وزیر بنایا گیا۔ اسی کے دور وزارت میں متقی کا زمانہ آخر ہو گیا۔ ❁

متقی کی معزولی

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امیر الامرا تورون کی وجہ سے متقی بغداد چھوڑ کر بنی حمدان کے پاس مقیم ہو گیا تھا لیکن چند دنوں کے بعد ان کا رویہ بھی بدل گیا اور وہ اس کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آنے لگے۔ اس وقت اس کے لیے دو ہی صورتیں تھیں یا وہ تورون کو راضی کر کے بغداد واپس چلا جاتا یا کسی دوسرے امیر کے دامن میں پناہ لیتا۔ اس نے بیک وقت دونوں صورتیں اختیار کیں۔ ایک طرف بغداد واپس جانے کے لیے تورون سے صفائی کی کوشش کی۔ دوسری طرف محمد بن طغخ اخیدی والی مصر کو اپنی حالت زار سے آگاہ کر کے اسے مدد کے لیے بلا بھیجا۔ تورون نے اس کے پیام صلح کو خوشی سے منظور کر لیا اور قضاۃ بنی ہاشم کے ارکان اور دوسرے عمائد سلطنت کے روبرو متقی کے ساتھ وفاداری کا حلف نامہ لکھ کر ان کو گواہ بنایا۔ ان لوگوں نے متقی کو اطمینان دلا کر بلا بھیجا لیکن ابھی متقی رقت سے بغداد ہوا تھا کہ محمد بن طغخ بھی اس کی مدد کے لیے پہنچ گیا اور متقی کے حضور میں اظہار اطاعت و خدمت کا کوئی دقیقہ نہیں رکھا۔ اس کی اور اس کے تمام وابستگان دولت کی خدمت میں بیش قیمت ہدایا پیش کر کے درخواست کی کہ آپ میرے ساتھ مصر و شام تشریف لے چلے۔ وہاں کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ ❁ یہ حالات ابن اثیر عہد متقی اور الخری ص ۲۵۹ سے ماخوذ ہیں۔

لیکن متقی اس پر آمادہ نہ ہوا۔ ابن طح نے کہا کہ اگر میرے ساتھ نہیں چلتے تو اللہ کے لیے بغداد نہ جائے۔ تورون کا کوئی اعتبار نہیں، لیکن متقی نے یہ مشورہ بھی قبول نہ کیا اور تورون کے حلف نامے اور عمائد بغداد کی تصدیق پر اعتماد کر کے بغداد روانہ ہو گیا۔ فریب کار تورون خود سندیہ تک اس کے استقبال کے لیے آیا اور متقی کے سامنے زمین بوس ہو کر ایفائے عہد اور اطاعت کا یقین دلایا اور متقی کو اطمینان دلانے کے بعد ہی اس کی آنکھوں میں گرم سلانیاں پھر وادیں۔ جب وہ درد کی تکلیف سے چیخا اور اس کے ساتھ خدم شاہی اور حرم سلطانی کی آوازوں کا شور بلند ہوا تو اس نمک حرام نے سب کو پیوا کر خاموش کیا۔ متقی کو اندھا کرنے کے بعد اسے بغداد واپس لا کر تخت خلافت سے معزول کر دیا۔ ❀

اس کی مدت خلافت تین سال پانچ مہینے چند دن تھی۔

اوصاف

متقی میں امور جہانبانی کی کوئی صلاحیت نہ تھی۔ اس لیے وہ بگڑے ہوئے نظام کو نہ سنبھال سکا اور اس کے زمانہ میں عباسی حکومت کے ظاہری ٹھاٹھ کا بھی خاتمہ ہو گیا اور خلفا کی کوئی حیثیت نہ رہ گئی۔ ابن طح متقی کا بیان ہے کہ متقی میں جہانبانی کا کوئی وصف نہ تھا۔ اس کے زمانہ میں نظام حکومت درہم برہم ہو گیا۔ اس کے پورے دور میں جنگ و جدال اور فتنہ و فساد کا بازار گرم رہا۔ بغداد پر حملہ ہوا وارا الخلفاء کا کل سامان لوٹ لیا گیا۔ تورون کا اقتدار اتنا بڑھا کہ اس نے بغداد پر قبضہ کر لیا اور متقی کو بغداد چھوڑ کر بھاگنا پڑا اور تورون کے ہاتھوں اس کو برے دن دیکھنے پڑے۔ ❀ مسلسل سیاسی انقلابات نے عراق کو بالکل تباہ کر دیا تھا۔ بغداد میں اتنا شدید قحط پڑا جس کی مثال گذشتہ عباسی تاریخ میں نہیں ملتی۔ غلہ سونے کے بھاؤ بکنے لگا۔ عوام قحط کی شدت سے مردار کھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ ❀ البتہ متقی میں مذہبی اور اخلاقی خوبیاں تھیں اور اس حیثیت سے وہ اپنے پیشروں کے مقابلہ میں گویا زاہد تھا۔ خطیب کا بیان ہے کہ وہ اپنے پیشرو خلفاء کے بہت سے افعال و اعمال سے محترز رہا۔ نیزہ کو جو خلفاء کی گھنٹی میں پڑی تھی، کبھی منہ نہیں لگایا۔ رات دن اس کو روزہ نماز سے کام تھا۔ ❀ ہر وقت قرآن شریف کی تلاوت کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے قرآن کے علاوہ اور کسی ندیم کی ضرورت نہیں۔ ❀

❀ ابن اثیر ج ۸ ص ۱۳۶-۱۳۷ ❀ انفری ص ۲۵۶ ❀ تاریخ الخلفاء ص ۲۰۴۔

❀ تاریخ خطیب ج ۲ ص ۵۲ ❀ تاریخ الخلفاء ص ۲۰۴۔

تاریخ اسلام